تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضویؒ شعورؔ گوپال پوری

قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم :

یوم غدیر خم افضل اعیاد امتی وهو الیوم الذی امرنی الله تعالی ذکره فیه بنصب اخی بن ابی طالب علما لامتی ، یهتدون به من بعدی و هو الیوم الذی اکمل الله فیه الدین و اتم علی امتی فیه النعمة و رضی لهم الاسلام دینا

رسول خداؐ فرماتے ہیں:

''میری امت کے لئے افضل ترین عید، غدیر خم کی عید ہے، اس دن خدا نے مجھے اپنے بھائی ''علی بن ابی طالبؑ'' کو امت کا امام نصب کرنے کی تاکید فرمائی تا کہ اسی کے ذریعہ لوگ میرے بعد ہدایت پائیں، خدا نے اس دن کی بدولت دین کامل کیا، امت پر اپنی نعمت تمام کی اور ان کے اسلام سے راضی ہوا''۔ (امالی صدوقؒ ص۱۲۵ ح/۸)

غدیر
قرآن، حدیث اور ادب میں

پہلی جلد (۱)

تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؔ گوپال پوری

امینی، عبدالحسین، ۱۲۸۱-۱۳۴۹

[الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ ترجمہ و تلخیص]

غدیر: قرآن، حدیث اور ادب میں / مولف عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری۔ ۱۴۳۱ق=۲۰۱۰م=۱۳۸۹

جلد/۱

ISBN: 978-600-92030-2-4 (جلد۱)

فہرست نویسی بر اساس اطلاعات فیپا

کتاب نامہ: بصورت زیرنویس

۱۔ غدیر خم۔ ۲۔ علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ق، اثبات خلافت۔ ۳۔ غدیر خم۔ شعر۔ مجموعہ ھا۔ ۴۔ شعر مذھبی عربی۔

مجموعہ ھا الف۔ رضوی شعور، علی اختر مترجم۔ ب۔ عنوان ج۔ عنوان: الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ تلخیص

BP۲۲۳/۵۴/الف۸غ۴۰۴۶۲ ۲۹۷/۴۵۲

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام:	**غدیر**: قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد اول)
تالیف:	حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ و تلخیص:	ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری
ناشر:	گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور
ناشر ہمکار:	قرآن و عترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ مجتبیٰ، قم المقدسہ)
پیشکش:	مکتبہ مینار شعور گوپال پور (سیوان بہار)
اشاعت:	۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ء طبع اوّل
تعداد:	۵۰۰ جلد
قیمت:	۵۰۰/= روپے

ملنے کا پتہ:

پاکستان: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور۔ ۵۴۰۰۰

ایران: «قم» دفتر قرآن و عترت فاؤنڈیشن، مدرسہ مجتبیٰ خیابان حجت پارک ۷ داخلی ۳۱۷، چہارراہ شہدا، قم المقدسہ۔

ہندوستان: ۱۔ «بھیک پور» چین پور، سیوان، بہار، پن کوڈ، 8841286

۲۔ «ممبئی» (فاطمہ برقع کلیکشن، ۵۸ نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ مجتبیٰ (مقابل اجوا مٹھائی) ڈونگری ممبئی ۴۰۰۰۰۹۔

فہرست مطالب

عرض ناشر

قارئین کرام!

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں:

"**فمن هداه(الجاهل)و ارشده و علمه شريعتنا كان معنا في الرفيق الاعلى**"جو بھی کسی جاہل کی رہنمائی کرے اور اس کو شریعت اسلام کی تعلیم دے تو وہ خدا کے نزدیک ہم اہل بیت کے ہمراہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں اور بھی بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں صرف حصول علم کی نہیں بلکہ لاعلم افراد کو زیور علم سے آراستہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

''قرآن وعترت فاؤنڈیشن'' نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے آج کے مسلم معاشروں میں علم دین سے جوانوں کی بے رغبتی اور بے توجہی کو دیکھتے ہوئے اپنی ذمہ داری کا بھرپور احساس کیا، کہ وہ علم بے کار ہے جو صرف اپنی ذات تک محدود رہے۔ البتہ! لائق ستائش ہے وہ علم جس سے دوسرے بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

ائمہؑ کی بے پناہ تاکید اور اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ہم نے جوانوں کو دینی تعلیم سے بہرہ مند کرنے کے لئے اسلامی وقرآنی دروس کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا کسی بھی نئے کام کے شروع کرنے میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ خاص کر جب کسی دینی کام کو شروع کیا جاتا ہے تو بہت سی مشکلات سامنے آتی ہیں۔ ویسے ہی جب اس کام کو شروع کرنا چاہا تو ہمیں دشواریاں کا ایک بڑا پہاڑ سامنے نظر آرہا تھا۔

درس کیسے لکھا جائے...انھیں کس انداز سے ترتیب دیا جائے...ترتیب شدہ درس کو کس طرح پیش کیا جائے

پھر اگر ان مقدمات کو فراہم بھی کر لیا جائے تو کہاں کیسے اور کیوں کر یہ دروس شروع ہوں۔اس کے علاوہ سب سے بڑی مشکل جوانوں کی دنیاوی امور میں بے پناہ مصروفیت بھی تھی چونکہ یہ دروس خاص طور سے انھیں کے لئے ترتیب دیئے گئے ہیں اس لئے انھیں کامیاب سے کامیاب تر بنانے میں جوانوں کے وقت وحالات کو پیش نظر رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔

ان وجوہات کے پیش نظر ایک نیا سلسلہ شروع کرنا اور اسے جاری رکھنا بہت مشکل تھا لیکن ہم نے خداوند عالم پر توکل کیا تو اس کی توفیق بھی ہمارے شامل حال ہوئی۔لہذا ہم نے ہر مشکل کو پس پشت ڈال کر اپنے ارادوں کو عملی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

عقائد ،اخلاق اور احکام ،دین اسلام کے تین اساسی علوم ہیں اور حقیقتاً دین اسلام انھیں علوم کا مجموعہ ہے۔لہٰذا خصوصی شکل میں سب سے پہلے ہم نے انہی علوم پر مشتمل دروس کو مرتب کیا اور پھر ہائی اسکول ،انٹر اور بی اے میں پڑھنے والے student کا خیال کرتے ہوئے ان تین مشتمل امور پر دروس کو مرتب کرنے کا سلسلہ جاری رکھا، پھر بر بناء ضرورت عمومی دروس (تعلیمات قرآن، معارف قرآن وعترت، مناسبات رمضان المبارک، احکام روزہ اور احکام خواتین) کو مرتب کیا۔

اور دوسرے مرحلے میں اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے ہندوستان کے مختلف شہروں میں تین ماہ مجرب اساتیذ کے ذریعے دروس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

"اس سلسلے میں ہندوستان کے بزرگ عالم دین مولانا ناظم علی خیرآبادی فرماتے ہیں!

قرآن وعترت فاؤنڈیشن نے دینی، علمی اور قومی خدمات کا ایک ایسا منصوبہ تیار کیا ہے جس کے تحت متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں جو دینی تعلیم وتربیت اور مذہبی ماحول سازی کی راہ میں بے حد مفید ثابت ہوئی ہیں اور ان کے ذریعہ نوجوانوں کی دینی تعلیم وتربیت کا بھی ایک مستحکم نظام قائم ہوا ہے۔

ماہ رجب المرجب، ماہ شعبان المعظم اور ماہ رمضان المبارک میں تین ماہ مختلف مقامات پر دروس کا انتظام کیا جاتا ہے جس میں نوجوانوں کی معتد بہ تعداد شریک ہوتی ہے، اس میں ماہرین تعلیم اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، کئی برس سے یہ سلسلہ جاری ہے اور سیکڑوں افراد فیضیاب ہو چکے ہیں، ہمارا

عزم ہے کہ نہ صرف یہ سلسلہ جاری رہے بلکہ اس کا دائرۂ عمل وسیع سے وسیع تر ہو اور ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں دینی تعلیم کا فیض پہونچا سکیں۔ خداوند عالم بطفیل محمد وآل محمدؐ زیادہ سے زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔

ہمیں امید ہے کے خداوند عالم کے لطف وکرم سے ہمارے نوجوان اور جوان ان کلاسوں کے ذریعے دین اسلام سے بخوبی آشنا اور عمل پیرا ہونگے۔

اس ادارے نے اسکے علاوہ دیگر غیر درسی کتابوں کی اشاعت کا مزید سلسلہ بھی جاری رکھا ہے۔

لیجئے اب ''الغدیر'' جیسی علمی، ادبی اور فنی کتاب کا اردو ترجمہ بھی پیش ہے، اس کے مترجم حضرت ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری کی عظیم شخصیت ہے جن کا نام نامی قلم وزبان اور فکر وفن کے قبیلے میں محتاج تعارف نہیں، وہ متعدد موضوعات پر بہت سی کتابوں کا ترجمہ کر چکے ہیں اور مختلف موضوعات پر کتابیں اور مضامین لکھ کر اپنی علمی، ادبی اور تحقیقی صلاحیت کا لوہا منوا چکے ہیں، ہندوستان و پاکستان کے اکثر جریدے اس کا واضح ثبوت ہیں، ان کی کچھ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور کچھ زیر طبع ہیں۔ خود اس ادارہ سے ان کی دو کتابیں شائع ہوئی جن میں ایک ''مصائب آل محمدؑ'' ہے جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ دو سال کے اندر اندر پہلے ایڈیشن کی دو ہزار کاپیاں فروخت ہو گئیں، اب وہ دوسری مرتبہ شائع ہو رہی ہے۔

حضرت ادیب عصرؒ کی اہل بیت کرامؑ سے ارادت وعقیدت بڑی شدید، والہانہ اور فطری ہے، توارث وماحول کے علاوہ ان کی اپنی تحقیق وکاوش بہت وقیع ہے، پھر یہ کہ وہ وکیل آل محمدؐ کی حیثیت سے تقریر وتحریر دونوں میدانوں میں سرگرم عمل رہے ہیں، آپ نے فضائل اہل بیت اور ولایت کو اپنی تحریر و تقریر میں بڑی شدت سے پیش کیا ہے، آپ ہمیشہ کوشاں رہتے کہ اردو داں طبقہ حقیقی ولایت وفضائل اہل بیت سے آشنا ہو چنانچہ آپ نے اس سلسلے میں متعدد مضامین قلم بند کئے، کچھ کتابیں بھی لکھ رہے تھے لیکن ادھوری رہ گئیں، اسی دوران آپ کی نظر ''الغدیر'' جیسی عظیم کتاب پر پڑی، آپ تمام اہم کام چھوڑ کر حضرت آیۃ اللہ العظمی ناصر مکارم شیرازی کی فرمائش پر اس کے ترجمہ میں لگ گئے، اس سلسلے میں ان کو

جو زحمت ہوئی ہے اس کا کسی حد تک عینی شاہد ہم بھی ہیں، دیہات کی زندگی میں وسائل کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کرلینا، یقیناً دل گردے کا کام ہے۔ خدا آپ کے اس خلوص کی جزا عنایت فرمائے۔

ان تمام واقعات اور ان کے فکروفن کی ایک جھلک آپ آئندہ صفحات میں علماء کے تاثرات کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں گے، ہمیں تو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ادارۂ قرآن وعترت فاؤنڈیشن کی طرف سے اس عظیم شیعی دائرۃ المعارف کی اشاعت، ادارہ کے لئے باعث صد افتخار ہے۔

ہم مولانا شاہد جمال سلمہ کے شکر گذار ہیں جنہوں نے اس کی اشاعت کے لئے ادارہ کا انتخاب کیا، سلمہ اپنے والد کے کارناموں کے حوالے سے بہت حساس ہیں، مولانا مرحوم کی اکثر کتابوں پر تکمیل و ترتیب کا کام کررہے ہیں، خود بھی صاحب قلم ہیں، ان کا ادبی ذوق بہت اچھا ہے، ادارہ کی طرف سے شائع ہونے والے مجلّہ ''ایقان'' کی بعض ذمہ داری ان کے سر ہے، خود الغدیر کی دو جلدوں کا ترجمہ کیا ہے جو ان کے ذوق اور حوصلے کی قدر دانی کے لئے کافی ہے، ترجمہ جیسا بھی ہو لیکن اس عمر میں الغدیر جیسی کتاب کا ترجمہ کرلینا، یقیناً قابل قدر ہے، اس کے علاوہ کچھ جلدوں میں بھی تکمیل کا کام کیا ہے، اس لئے کہ ان کے کچھ صفحات غائب ہوگئے تھے۔ خدا سے دعا ہے کہ سلمہ کی یہ خدمتیں یونہی جاری ساری رہیں۔

بہر حال کتاب حاضر ہے، خدا کرے اس کا خاطر خواہ استقبال کیا جائے تا کہ آہستہ آہستہ مولانا کی ساری کتابیں منظر عام پر آتی رہیں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

سید شمع محمد رضوی بھیک پوری

بانی وسکریٹری: قرآن وعترت فاؤنڈیشن ممبئی

۱؍ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

بیاں اپنا

تاریخ عالم کا یہ واقعہ کس قدر حیرت انگیز ہے کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں نے نہایت محیر العقول طریقہ پر ترقی کی اور اپنے کارناموں کا نقش صفحۂ تاریخ پر اس طرح ثبت کیا کہ دنیا کی دوسری قومیں ان کی عظمت و برتری کے سامنے سر اطاعت خم کر دینے پر مجبور ہو گئیں، اب وہی مسلمان ہیں جن پر فلاکت وادبار مسلط ہے، ان کا شیرازۂ ملی پراگندہ ہے، اب ان کی محفلوں میں علم و فن کے مذاکرے بہت کم ہوتے ہیں، دماغ قوت اختراع سے محروم اور ہاتھ سیاسی طاقت وقوت کی عنان سے ناآشنائے محض ہیں، مردم شماری کے لحاظ سے اتنے مسلمان پہلے کبھی نہیں تھے جتنے کہ اب ہیں مگر ساتھ ہی علم و عمل، ایمان وایقان، اتحاد و اتفاق اور روحانیت و اخلاق کے لحاظ سے جتنے پست اور زبوں حال اب ہیں اتنے بھی کبھی نہیں تھے۔

تاریخ اسلام کا ایک مبتدی بھی جانتا ہے کہ آنحضرت (ص) کے اعلان رسالت کے کچھ ہی دنوں بعد مٹھی بھر مسلمانوں نے جزیرۃ العرب سے نکل کر دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلنا شروع کر دیا اور سخت ترین عداوتوں اور حوصلہ فرسا مقاومتوں کے باوجود اس انداز سے آگے بڑھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے آدھی دنیا کو مسخر کر کے اپنے خاک نشیں کملی والے تاج دار کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔

ان چند دنوں میں صرف سیاسی طاقت وقوت ہی حاصل نہیں کی بلکہ اسلام کی حقانی تعلیمات اور اسلامی تہذیب و تمدن کی ناقابل رد دلکشی نے اپنا ایسا رنگ جمایا کہ اسلام سے شدید تعصب و عناد رکھنے والے افراد بھی آہستہ آہستہ اسلام کے موافق بن گئے۔ علوم و فنون، ایجادات واختراعات، تہذیب نفس اور نظام اخلاق کی ترتیب و تدوین میں انہوں نے اپنی ذہنی اور دماغی عظمت و برتری کا ایسا عمدہ ثبوت پیش کیا کہ بڑے بڑے معاند مورخین بھی ان کو جھٹلانے کی جسارت نہیں کر سکتے۔

لیکن اب حالت بالکل مختلف ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں ان پر ادبار وانحطاط کا تسلط ہے اور علم وفن کے ہر میدان میں سب سے پیچھے نظر آتے ہیں۔ کہیں جہالت ونادانی کا دور دورہ ہے تو کہیں اندھی تقلید کا اندھا رواج۔ اختلاف کے کالے بادل اسلامی معاشروں پر اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ مسلمان خود اپنی زمین پر بھیگی بلی کے مانند زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس اختلاف کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام دشمن طاقتیں آہستہ آہستہ مستحکم ہوتی جا رہی ہیں۔

امام علیؑ کا یہ فرمان ہر دور کے مسلمانوں کو دعوت فکر دے رہا ہے:

انی واللہ لاظن ھولاء القوم سیدالون فیکم باجتماعھم علی باطلھم و تفرقکم علی حقکم

''خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ عنقریب یہ حکومت تم سے چھین لی جائے گی اس لئے کہ باطل پرست اپنے باطل پر متحد ہیں لیکن تم لوگ اپنے حق پر بھی اختلاف کے شکار ہو''۔(۱)

آج افغانستان، فلسطین اور عراق کی بگڑی ہوئی حالت مولا کے اس قول کی تصدیق کر رہی ہے۔

عہد حاضر میں مسلمانوں کی زبوں حالی، ضعف وکمزوری اور زندگی کے ہر شعبہ میں تہی دامانی کو دیکھ کر فلسفۂ تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم کو اس انقلاب عظیم کے اسباب وعلل کی جستجو ہوتی ہے جن کی بنیاد پر مسلمانوں کی ماہیت یکسر منقلب ہو کر رہ گئی ہے۔

اصل میں اس انقلاب عظیم کا اہم ترین سبب مسلمانوں کا اس نقطۂ اعتدال واتحاد سے منحرف ہونا ہے جس سے نہ صرف اسلام وقرآن کی شہرۂ آفاق ترقیاں وابستہ تھیں بلکہ مسلمانوں کا درخشاں اور قابل قدر مستقبل بھی اسی سے مربوط تھا۔

''غدیر'' اس محور اتحاد کا نام ہے جہاں رہبر اسلام نے کم وبیش سوا لاکھ حاجیوں کو مرکز ولایت علیؑ پر متحد کر کے ہر زمانے کے مسلمانوں کے ذہن ودل کو جھنجھوڑا ہے کہ زندگی کی مشکلات وصعوبات اور اپنے سخت ترین دشمنوں سے نپٹنے کے لئے ہر دور میں اس مرکز پر جمع ہونا بہت ضروری ہے۔ ﴿**الیوم یئس الذین**

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ/۲۵)

کفروا﴾ کی قرآنی سند اس امر کی چیخ چیخ کر گواہی دے رہی ہے۔

''یوم غدیر'' تاریخ اسلام کا وہ اہم ترین دن ہے جس دن خداوند کریم نے مسلمانوں پر اپنی نعمتیں تمام کردیں، احکام دین کامل و استوار ہو گئے، ہدایت کے رسالتی سلسلوں کو امامت سے متصل کر دیا گیا ، بندگی کی راہ پر گامزن امت محمدی کو ولایت کی سرپرستی عطا ہوئی، مسلمانوں کا آئندہ رہبر معین کیا گیا اور فرزند کعبہ مسند امامت پر جلوہ افروز ہوا۔

کتنا حسین اور خوش گوار دن تھا، درختوں کے جھنڈ میں ایک طرف مبارک، سلامت کی صدائیں تھیں تو دوسری طرف شعرائے اسلام اپنی فکر رسا کے ذریعہ سریلا پیغام مؤدت لوگوں تک پہونچا کر داد تحسین وصول کر رہے تھے، نثر ہو یا نظم سب اپنے اپنے انداز سے حضرت علیؑ کو مسند خلافت و امامت پر براجمان ہونے کی تبریک و تہنیت پیش کر رہے تھے۔ رسول اسلامؐ کی خوشی تو قابل دید تھی ایک طرف ان کی تیئس سالہ محنت شاقہ بار آور ہو رہی تھی تو دوسری طرف اسلام و قرآن کا تابناک اور درخشاں مستقبل نگاہ تصور میں گردش کر رہا تھا۔

لیکن افسوس صد افسوس ! ادھر رہبر اسلامؐ کی آنکھیں بند ہوئیں اور ادھر مفاد پرست، نام نہاد مسلمانوں نے دین کی آڑ میں اپنا الو سیدھا کرنا شروع کر دیا۔ اونے پونے خلافت تقسیم ہوئی اور دین کے ساتھ کھلواڑ کیا جانے لگا۔

اپنے لبوں سے ''**انا اول المظلومین**'' کہنے والے حضرت علیؑ کی کیا حالت تھی اس کا اندازہ لگانا محال ہے لیکن آپ کی دلی کیفیت کی غمازی آپ کا یہ جملہ کر رہا ہے: **رایت ان الصبر علی ھاتا احجی فصبرت و فی العین قذی و فی الحلق شجا اریٰ تراثی نہبا** '' پس میں نے دیکھا کہ صبر کرنا عقل سے نزدیک تر ہے اسی لئے میں نے صبر کیا جب کہ میری آنکھوں میں خس و خاشاک تھے اور میرے گلے میں ہڈی تھی اور میں اپنی میراث کو لٹتا ہوا دیکھ رہا تھا''۔(۱)

آپؑ برابر آنحضرتؐ کے اصحاب و انصار سے روز غدیر سے متعلق سوال کرتے تھے اور لوگ سر جھکا

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ/۳

کر اثبات کا اظہار کرتے۔ روایت میں ہے کہ انس ابن مالک نے جواب میں عذر خواہی کرتے ہوئے کہا: میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ حضرت نے بددعا کی: خدایا! اگر یہ شخص دروغ گوئی سے کام لے رہا ہے تو ایسا مرض اس پر نازل فرما کہ یہ اسے چھپا نہ سکے۔ چنانچہ وہ برص کے مرض میں اس طرح مبتلا ہوئے کہ ان کی پیشانی تک پھیل گیا۔

سچ ہے دشمنی بھی دوستی کی طرح اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے، تواتر حدیث کی وجہ سے کچھ لوگوں کے بوڑھے دماغ میں یہ بات محفوظ بھی تھی تو خواہشات نفس سے مجبور ہو کر اپنے فرار کا راستہ اس طرح اختیار کیا کہ کہہ دیا: پیغمبر اسلام کا اس قدر اہتمام اور اتنی تاکید صرف اس لئے تھی کہ آنحضرت لوگوں کو حضرت علیؑ سے دوستی کی طرف دعوت دینا چاہتے تھے.....

تعجب ہے کیا دوستی بھی حکم کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہے...؟؟

ایسے غلط اور بے بنیاد پروپگنڈوں سے غدیر کو محفوظ رکھنا ہر اسلام دوست مسلمان کا فریضہ ہے۔

قابل مبارک باد ہیں وہ افراد جو ''الا فیبلغ الشاهد الغائب'' کو اپنی زندگی کا اہم ترین مقصد سمجھتے ہوئے زبان و قلم کے ذریعہ غدیر کی صحیح تصویر اور حقیقی پیغام مؤدت و ولایت دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچا کر رسول اسلامؐ کی تائید حاصل کر رہے ہیں۔

''الغدیر'' اسی سلسلے کی عمدہ اور اہم ترین کڑی ہے، یہ صرف صاحبان تحقیق کی آرزو ہی نہیں بلکہ ایسا آبشار حقیقت اور بے نظیر دائرۃ المعارف ہے جس کے ذریعہ ہر شخص غدیر کی واقعی شناخت حاصل کر سکتا ہے۔

یہ کتاب علامہ امینیؒ کی عرفان انگیز پیش کش اور معرکۃ الآراء کارنامہ ہے، یہ آپ کی خانوادۂ عصمت و طہارت سے بے پناہ عقیدت کا بین ثبوت بھی ہے، اس میں جہاں حق کی حمایت دیدہ زیبی اور عرق ریزی سے کی گئی ہے وہیں باطل اور باطل پرستوں کے کریہہ چہروں سے نقاب کشائی بھی نہایت سلجھے اور موثر انداز میں کی گئی ہے۔

اس کتاب یا مؤلف کتاب کے متعلق کچھ لکھنا یقیناً سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

بقول علامہ تہرانی ''صاحب الذریعہ'':

''میں اس عظیم کتاب کے اوصاف بیان کرنے سے قاصر ہوں، الغدیر کا مقام اس سے بالاتر ہے کہ اس کی تعریف کی جائے، تنہا کام جو حقیر اس سلسلے میں انجام دے سکتا ہے وہ یہ کہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مؤلف کی عمر دراز ہو اور ان کی عاقبت بخیر ہو۔ اور خلوص نیت کے ساتھ خدا سے چاہتا ہوں کہ میری باقیماندہ زندگی کو بھی مؤلف کی عمر شریف میں اضافہ فرمائے''۔(۱)

زیر نظر کتاب

ظاہر ہے جس کتاب میں حقائق و معارف کا سمندر موجزن ہو اس کا ترجمہ دنیا کی ہر ترقی یافتہ زبان میں ہونا چاہئے تاکہ یہ انوکھا پیغام مؤدت دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچ سکے۔

زیر نظر ترجمہ و تلخیص کا اہم ترین سبب بھی یہی ہے۔ یہ کتاب دوران طالب علمی ہی سے والد علام مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، چنانچہ گفتار مترجم میں آپ نے اس کتاب سے متعلق اپنے جذبات و احساسات اور والہانہ پن کا اظہار فرمایا ہے۔ غدیر یا ولایت علیؑ سے متعلق آپ کی شدید وابستگی کے دوسرے بہت سے نظائر اور نمونے پائے جاتے ہیں، نثر ہو یا نظم، ترجمہ ہو یا تالیف، قلم ہو یا زبان آپ نے ہر طریقہ سے یہ انوکھا پیغام مؤدت لوگوں کے درمیان پہونچانے کی بھرپور کوشش کی اور اس سلسلے میں جتنی مشقتیں اور زحمتیں برداشت کرنا پڑیں، کی۔

خود اسی ترجمہ کو لے لیجئے۔ دیہات کی زندگی میں آسائش و وسائل حیات کی کمی کے باوجود ''الغدیر'' کی گیارہ جلدوں کا ترجمہ بہت کم مدت میں کر دینا، آپ کے جذبہ وشوق اور غدیر سے متعلق آپ کی شدید وابستگی کا واضح ثبوت ہے، یقین جانیئے اس کے ترجمہ میں آپ نے جس جانفشانی کا مظاہرہ کیا ہے وہ اب بھی نگاہوں کے سامنے گردش کر رہا ہے۔

اس سلسلے میں یہ واقعہ ملاحظہ فرمایئے: میرا بچپنا تھا، اس وقت ہم لوگ حسین گنج میں مقیم تھے، والد علام نماز صبح کے بعد ترجمہ و تحقیق کا کام انجام دیتے تھے اور پھر محمد صالح انٹر کالج چلے جاتے تھے، اس

۱۔ علامہ امینیؒ جرعہ نوش غدیر ص ۷۰

وقت الغدیر کے ترجمہ کا کام چل رہا تھا، گرمی اپنے شباب پر تھی، جس سے نجات حاصل کرنے کا کوئی برقی ذریعہ بھی نہیں تھا، صرف قدرتی ہوا کبھی کبھی اپنے نرم جھونکوں سے جسم کو ٹھنڈک پہونچا دیتی تھی، ایک دن آپ دوپہر کے کھانے کے بعد الغدیر کے ترجمہ میں مشغول تھے، گھر صرف دو کمروں کا تھا جس میں چار بچوں کا شور ہنگامہ بھی اپنے عروج پر تھا۔ جب شور زیادہ ہوتا تو آپ ایک طویل ''ہوں'' کے ذریعہ شور روکتے اور پھر ترجمہ میں مشغول ہو جاتے تھے، لیکن تھوڑی دیر بعد اس ''ہوں'' کا اثر کم ہوتا تو ہنگامہ پھر شروع ہو جاتا تھا۔ آخر آپ نے تنگ آ کر اپنا سامان سمیٹا اور محمد صالح انٹر کالج (جہاں ایک کمرہ آپ سے مخصوص تھا) روانہ ہو گئے، جس کا فاصلہ آدھا کلومیٹر تھا، آپ وہاں جا کر اطمینان سے اپنے کام میں مشغول ہو جاتے۔ یہ صرف ایک مرتبہ کا واقعہ نہیں بلکہ جب بھی ہمارے شور سے آپ کا سکون غارت ہوتا آپ ایک فائل بغل میں دباتے اور دوپہر کی شدید دھوپ میں آدھا کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے وہاں جاتے اور ترجمہ و تحقیق کے کاموں میں مشغول ہو جاتے تھے۔

رات میں بھی آپ کو سکون میسر نہیں تھا، جب ہمارا شور کم ہوتا تھا تو آنکھوں کی اذیت شروع ہو جاتی ظاہر ہے ہر روز تین چار گھنٹہ لالٹین کی روشنی میں لکھنے پڑھنے سے آنکھوں کو اذیت تو ہو گی ہی....

جب یہ تمام واقعات یاداشت کی سطح پر ابھرتے ہیں تو والد علام کے کارنامے خصوصاً ترجمہ الغدیر کے متعلق احساس قدر دانی انگیز کر کے ان کی زحمتوں اور عظمتوں کو سلام کرنے کا دل کرتا ہے۔ والد علام کے کارناموں کے متعلق میری حساسیت ایک باپ کے حوالے سے کم، ایک عالم دین کی پر خلوص اور بے پناہ زحمتوں کے حوالے سے زیادہ ہے۔

بہر حال دن و رات آپ کی محنت کا اصل مقصد یہ تھا کہ ولایت علیؑ کی مسحور کن خوشبو اردو داں طبقہ بھی محسوس کرے اور الغدیر کی علمی، فنی اور ادبی حیثیت سے واقف ہو۔ اس کتاب کی پہلی جلد ۱۹۹۲ء میں شائع ہو چکی ہے، پھر وسائل و حالات کی ستم ظریفی کہہ لیجئے کہ اس کی دوسری جلدیں اب تک منظر عام پر نہ آ سکیں اور برسوں طاقوں کی زینت بنی رہیں۔ انتقال کے کچھ دنوں پہلے آپ نے مجھے ہمراہ لے کر اس کے حوالوں کی ترتیب و تنظیم کا کام شروع کیا اور لوگوں کی فرمائش پر اسے دوبارہ شائع کرنے کا مصمم و مکمل

ارادہ کیا لیکن انہیں دنوں ان کی طبیعت ناساز ہوگئی جس کی وجہ سے اسے پھر سے بالائے طاق رکھنا پڑا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ والد علام اتنی جلدی ہمیں چھوڑ کر احساس یتیمی دے جائیں گے۔

چونکہ ان کی اولین وحسین خواہش تھی کہ یہ کتاب جلد از جلد منظر عام پر آئے لہذا ناچیز نے اتنے بڑے کام کا بوجھ اپنے کمزور کاندھے پر اس امید پر رکھا کہ ''خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں''۔اور یہ بھی سچ ہے کہ اگر جذبے نیک ہوں تو خدا کے کرم سے حالات بھی مساعد ہوتے چلے جاتے ہیں، الحمد للہ اس کتاب کے ساتھ بھی یہی ہوا جیسے جیسے کام آگے بڑھا حالات سازگار ہوتے گئے۔ خدا کا شکر کہ اب یہ زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہی ہے۔

زیر نظر کتاب کے بارے میں کچھ باتیں لائق توجہ ہیں:

ا۔ والد علام نے یہ ترجمہ مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمی ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی فرمائش پر کیا تھا اور ان کی یہ خواہش تھی کہ اس کا اردو ترجمہ تھوڑی تلخیص کے ساتھ کیا جائے تا کہ اردو داں حضرات بھی اس کتاب اور اس کے وقیع مطالب سے آشنا ہوسکیں ، اسی لئے انہوں نے اس کتاب کا تھوڑی تلخیص کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔لیکن یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ تلخیص میں آپ نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ الغدیر کے اہم مطالب ضائع نہ جائیں، آپ نے انہیں مطالب کو حذف کیا ہے جو غدیر و ولایت سے مربوط نہیں تھے۔ مثلاً کسی شاعر کا قصیدۂ غدیریہ ۵۰/اشعار پر مشتمل ہے تو آپ نے اس میں انہیں اشعار کا ترجمہ کیا ہے جو ولایت علیؑ سے متعلق تھے اور بقیہ اشعار کی تلخیص کردی ہے یا انہیں حذف کر دیا ہے۔ اسی طرح شاعر کے حالات زندگی کے اہم اور قابل قدر گوشوں کو من وعن نقل کیا ہے اور بقیہ گوشوں کی تلخیص کردی ہے، مختصر یہ کہ اس کی بہت تھوڑی تلخیص کی گئی ہے۔لیکن ہاں! اس تلخیصی ترجمہ کے باوجود آپ اس کتاب کو اول و آخر تک پڑھ جائیے تلخیص وحذف کی وجہ سے پیوند کاری کا احساس نہیں ہوگا ایسا محسوس ہوگا کہ علامہ امینیؒ نے صرف انہیں مطالب کو نقل کیا ہے۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ الغدیر کا کام کرتے وقت یہ خیال آیا کہ والد صاحب نے جو تھوڑی تلخیص کی ہے، اسے مکمل کردیا جائے اور ترجمہ کا کامل نصاب شائع کیا جائے ، اس سلسلے میں کام بھی شروع کر دیا

تھا اور تقریباً چار پانچ جلدوں کا ترجمہ بھی ہو گیا تھا لیکن پھر اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا کیونکہ ایک تو یہ کہ والد صاحب کی تحریر بہت مختلف تھی آپ نے آزاد ترجمہ کیا تھا لاکھ مطابقت کے باوجود کہیں کہیں پیوند کاری کا احساس ہو ہی جاتا تھا۔ دوسرے یہ کہ وقت بہت کم تھا اور آہستہ آہستہ حالات بھی ناگفتہ بہ ہوتے جا رہے تھے۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا، انشاء اللہ حالات نے ساتھ دیا اور کوئی ''صاحب دل'' آگے بڑھا تو اس کا مکمل ترجمہ بھی شائع کر دیا جائے گا، الحمدللہ کام جاری ہے۔

۲۔ والد صاحب نے اس کا آزاد ترجمہ کیا ہے، اس طرح کہ آپ نے الغدیر کے عناوین کے تحت مذکور مطالب کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا، پھر ان مطالب کو سلیس اردو میں منتقل کیا ہے، یعنی آپ نے مفہومی ترجمہ کیا ہے۔ اگر آپ لفظی ترجمہ کے اعتبار سے کتاب حاضر کا مطالعہ کریں گے تو ممکن ہے اس میں کچھ خامیاں نظر آ جائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے لفظی ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ الغدیر کے مطالب کو بہترین ادبی اردو میں منتقل کیا ہے، اسی لئے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کو ترجمہ کے بجائے تالیف و تصنیف کا مزہ آئے گا۔

۳۔ والد علام نے تقریباً ساری جلدوں کا ترجمہ مکمل کر لیا تھا لیکن اس کی صرف ایک جلد منظر عام پر آئی، کچھ برسوں بعد دوسری جلدوں کی اشاعت کے سلسلے میں آپ ممبئی تشریف لے گئے اور وہاں سے کتابت شدہ کچھ جلدیں نظر ثانی کے لئے لا رہے تھے، جن میں چھٹی اور گیارہویں جلد کا اصل مسودہ بھی تھا، سوء اتفاق کہ اسی سفر میں کسی نے آپ کی وہ اٹیچی چوری کر لی جس میں چھٹی اور گیارہویں جلد موجود تھی، آپ کو زندگی بھر ان جلدوں کے ضائع ہونے کا افسوس رہا۔

ناچیز نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ان دو جلدوں کا ترجمہ اس لئے کیا تاکہ الغدیر کا یہ دورہ (نصاب) اردو زبان میں مکمل ہو جائے اور ساری جلدیں یکجا شائع ہوں۔ چھٹی اور گیارہویں جلد کے ترجمہ کی روش کے متعلق اسی جلد کا ''گفتار مترجم'' اور ''احوال واقعی'' ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ زیر نظر کتاب میں ناچیز نے ان دو جلدوں کے ترجمہ کے علاوہ جو تکمیلی کام کیا ہے، ان میں بعض یہ ہیں:

الف) اس میں پوری آیت نہیں لکھی تھی بلکہ کہیں کہیں صرف ترجمہ یا آیت کا ایک ٹکرا لکھا گیا تھا، ناچیز نے اصل کتاب سے استخراج کرکے پوری آیت اوراس کا ترجمہ لکھا ہے۔

ب) کتاب کافی دنوں سے طاق نسیاں کی زینت بنی ہوئی تھی، اس لئے اس کی اکثر جلدوں کے درمیانی چند صفحات غائب ہوگئے تھے جس کی وجہ سے مطالعہ کے وقت مطالب مبہم اور غیر مربوط محسوس ہورہے تھے میں نے اس ابہام کو ختم کرنے کے لئے ان غائب شدہ چندایک صفحات کا ترجمہ کردیا ہے تاکہ مطالب غیر مربوط نہ ہوں، آپ سے گذارش ہے کہ اگر مطالعہ کرتے وقت کوئی ابہام نظر آئے تو اسے مجھ ناچیز کے تسامح پر محمول کریں مترجم سے اس کا کوئی ربط نہیں۔

ج) کتاب میں والد صاحب نے پورا حوالہ نقل نہیں کیا تھا یعنی اگر کتاب کا نام تھا تو مولف کا نام نہیں تھا اسی طرح اکثر حوالوں میں جلد اور صفحہ نمبر غائب تھا، اسی لئے نئے سرے سے اس پر حوالے کا کام کرنا پڑا ہے۔ اس سلسلے میں استخراج منابع کے لئے ''مرکز الغدیر للدراسات الاسلامیہ'' کے تحقیق شدہ ایڈیشن کا انتخاب کیا گیا ہے کیونکہ اس میں جن کتابوں کے حوالے علامہ امینیؒ نے دیئے ہیں ان کے جدید ایڈیشن کے بھی حوالے اس کے حاشیے پر موجود ہیں، اس لئے کہ علامہ امینیؒ کے زمانے میں جو کتاب ایک جلد میں تھی آج وہ دو یا تین جلدوں میں طبع ہورہی ہے، گویا ایک کتاب کے دو حوالے دیے گئے ہیں، یہ بات ملحوظ رہے کہ جدید ایڈیشن کے حوالے قوسین کے درمیان ذکر کئے گئے ہیں نیز جن جگہوں پر خود علامہ امینی نے کتاب کے غیر مطبوعہ ہونے کی وجہ سے صرف ان کے نام کے ذکر پر اکتفا کیا تھا اب ان کا بھی پورا حوالہ اس جدید ایڈیشن میں موجود ہے، منصف مزاج کی جب اس ایڈیشن پر نظر پڑے گی تو حوالے کے سلسلے میں پوری طرح مطمئن ہوجائے گا اور کوئی شک وشبہ اس کے ذہن میں باقی نہیں رہے گا۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ کتاب اغلاط سے قطعی پاک ہے ایام تحصیل میں کئے گئے کام کے متعلق ایسا دعوی کرنا بھی احمقانہ ہے مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ میں نے اپنی حتی المقدور کوشش کی ہے کہ کتاب غلطیوں سے پاک رہے پھر بھی آپ سے گذارش ہے کہ اگر کہیں غلطی نظر آئے تو بے دریغ مطلع کردیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

تشکر و امتنان

"من لم یشکر المخلوق لم یشکر الخالق"

سب سے پہلے خال محترم حجۃ الاسلام مولانا سید شمع محمد صاحب بھیک پوری کا شکر گذار ہوں جنہوں نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور اس کام کو آگے بڑھانے کا شوق دلایا نیز ایسے ناگفتہ بہ حالات میں جب کہ اشاعت کے حوالے سے میری امید ٹوٹ چکی تھی، میرا بھرپور ساتھ دیا، الحمد للہ اب ان کی مساعی سے یہ کتاب طبع ہو کر منظر عام پر آرہی ہے۔ ساتھ ہی برادر محترم حجۃ الاسلام مولانا سید شجاعت حسین صاحب کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اصل کتاب سے حوالوں کو نقل کرنے اور اس کی ترتیب میں میرا ساتھ دیا۔

اس مقام پر میں اپنے ان تمام احباب کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں تعاون فرمایا، خاص طور سے مولانا سید وقار احمد کاظمی صاحب، مولانا سید شاہکار حسین زیدی صاحب، مولانا معراج حیدر خان صاحب، مولانا محمد کیفی صاحب، مولانا قاسم علی صاحب، مولانا سید کوثر عباس صاحب اور قرآن و عترت کے دیگر افراد کا شکر گذار ہوں جنہوں نے ایام تحصیل کی مصروفیتوں کے باوجود میرے ہمراہ پروف ریڈینگ اور حوالوں کی ترتیب کے فرائض انجام دیئے۔ خدا انہیں جزائے خیر دے اور ان کو اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

آخر میں خدائے متعال سے دعا گو ہوں کہ اس پر آشوب اور پر فتن دور میں مسلمانوں کو مرکز ولایت امیر المومنینؑ پر جمع ہونے کی توفیق دے تاکہ وہ مستحکم ہو کر اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہوں سکے۔

"آمین یارب العالمین"

والسلام

محتاج دعا

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

حوزۂ علمیہ قم (ایران)

۱ر شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

گوشۂ شعور

مترجم کتاب کے متعلق علماء ودانشوروں کے تاثرات
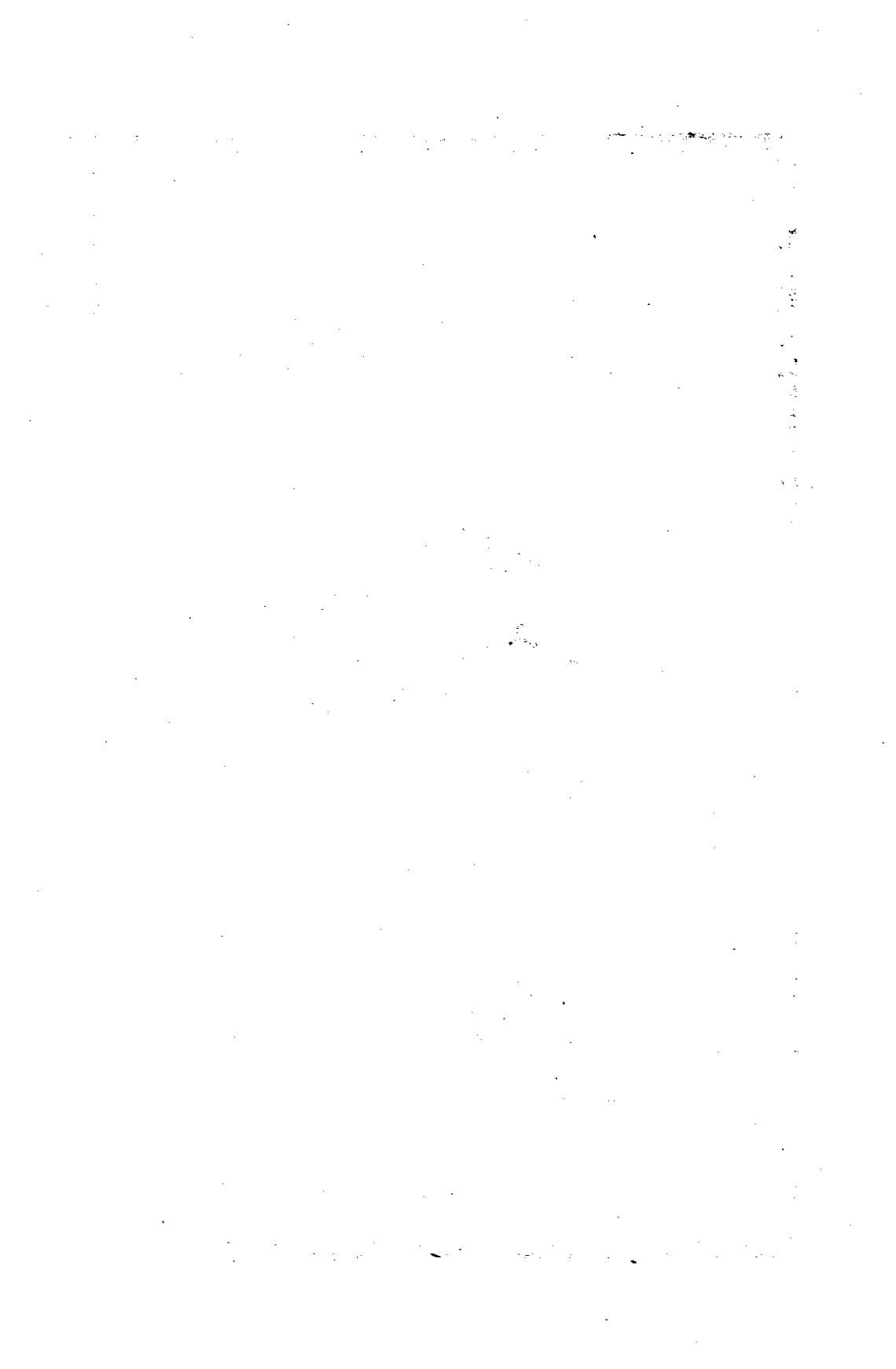
حرف اول

والد علام کے انتقال کے بعد سے لوگوں کی مسلسل فرمائش تھی اور میری بھی یہ خواہش تھی کہ ان کی حیات وخدمات پر مشتمل کوئی کتابچہ یا رسالہ شائع کیا جائے لیکن کوئی ذریعہ اور وسیلہ نہ ہونے کی وجہ سے میں لوگوں کی یہ فرمائش مسلسل ٹالتا رہا۔ پھر ہزار جتن کے بعد ترجمہ الغدیر کی اشاعت کی صورت پیدا ہوئی تو میں نے والد علام کی حیات وخدمات کو شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اس سلسلے میں ان کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک مفصل کتابچہ بھی تحریر کردیا۔ لیکن پھر برادر معظم ''جناب محمد اختر نجم صاحب'' نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس سلسلے میں والد صاحبؒ کے متعلق علماء کے تاثرات پیش کئے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا، اسی لئے وہ نوشتہ روک کر علماء کے تاثرات اور رشحات قلم کو شامل کیا جارہا ہے، انشاء اللہ پھر کسی مناسبت سے وہ کتابچہ بھی شائع کیا جائے گا، ایک بات ملحوظ خاطر رہے کہ ان کے علاوہ بھی کچھ علماء نے اپنے رشحات قلم ارسال کئے تھے لیکن چونکہ ان کے رشحات قلم تاخیر سے موصول ہوئے اس لئے ہم ان کی عدم اشاعت پر ان لوگوں سے معذرت خواہ ہیں، اسے پھر کبھی شائع کیا جائے گا۔

والسلام

سید شاہد جمال رضوی گوپالپوری

حوزۂ علمیہ قم

کتاب زندگی

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی طاب ثراہ شعورؔ گوپال پوری

نام	:	سید علی اختر رضویؒ
تخلص	:	شعورؔ
ولدیت	:	سید مظہر حسین رضوی مرحوم
ولادت	:	۱۹ر ستمبر ۱۹۴۸ء مطابق ۱۳۶۷ھ
وطن	:	گوپال پور، سیوان، بہار
علمی استعداد	:	ممتاز الافاضل (جامعہ ناظمیہ لکھنؤ) مولوی، عالم، فاضل، فاضل ادب و فاضل فارسی (الٰہ باد بورڈ یوپی) فاضل فارسی، فاضل فلسفہ، فاضل فقہ شیعہ (بہار اکزامنیشن بورڈ) ڈپلوم زبان فارسی (انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن)
مشغلہ	:	لکچرار محمد صالح انٹر کالج حسین گنج، سیوان بہار
اساتذۂ کرام	:	مفتی اعظم سرکار احمد علی طاب ثراہؒ، فخر الواعظین مولانا رسول احمد صاحب، علامہ اختر علی تلہری صاحبؒ، مولانا محمد علی صاحبؒ، مولانا محمد ایوب سرسوی صاحبؒ، مولانا روشن علی صاحبؒ، مولانا شاکر حسین صاحب مدظلہ...وغیرہم۔

سفر زیارت : آپ نے آیۃ اللہ العظمٰی ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی فرمائش پر الغدیر کے ترجمہ کے سلسلے میں ایران کا سفر کیا اور قم و مشہد کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

تبلیغی خدمات : **الف: مجالس عزا:** آپ نے ہندوستان کے اکثر شہروں میں مجالس عزا خطاب کیں، ایک عرصہ تک میرٹھ کا عشرۂ اولی خطاب کیا اور چہلم کے موقع پر حسین آباد میں عشرہ خطاب کیا۔

ب: مذہبی کانفرنس: آپ نے دینی اور مذہبی کانفرنس کے سلسلے میں کئی کئی شہروں کا سفر کیا، مجلس علماء و واعظین کی کانفرنسوں کی تنظیم و ترتیب میں بھی پیش پیش رہے۔

دینی خدمات : بھاگلپور بہار میں ایک مسجد کی تاسیس، کرن پورہ سیوان بہار میں جامع مسجد کی بنیاد اور وہاں پر برسوں امام جمعہ و جماعت کے فرائض انجام دیئے، الغدیر کے علاوہ دیگر کتابوں اور عربی و فارسی مقالوں کا ترجمہ، تصنیف و تالیف کے علاوہ سیکڑوں مذہبی اور دینی مضامین۔

ادبی خدمات : شعر و شاعری کے تقریباً ہر صنف پر طبع آزمائی فرمائی، ادبی مضامین، غزلیں، انشائیے اور مختصر افسانے تحریر کئے جو سرفراز لکھنؤ نیز ادراک گوپال پور میں کافی دنوں تک شائع ہوتے رہے۔

آثار اور کارنامے : الف: ترجمے:

۱۔ ترجمہ الغدیر (گیارہ جلدیں)

۲۔ تاریخ اسلام میں عائشہ کا کردار (تین جلدیں)

۳۔ رسالہ عملیہ امام خمینیؒ (دو جلدیں)

۴۔ شہر شہادت

۵۔ مصائب آل محمدؑ

۶۔ میت پر گریہ سنت رسولؐ

۷۔ امام مہدی حدیث کی روشنی

۸۔ خوشبو بہار کی (یہ کتاب تقریباً دو برس تک الواعظ میں شائع ہوئی)

۹۔ خانوادۂ شیرازی بیسویں صدی میں

۱۰۔ ترجمہ الحیات (دو جلدیں)

۱۱۔ مساجد و امام باڑے (غیر مطبوعہ)

ب: تالیفات و تصنیفات:

۱۔ حیات آیۃ اللہ العظمیٰ شیرازیؒ

۲۔ غدیر کے چار علامتی شاعر

۳۔ تحفہ کا معیار تہذیب (مطبوعہ در اصلاح)

۴۔ شعور آخرت (مجموعہ ادعیہ و فضائل ماہ و سال، غیر مطبوعہ)

۵۔ دانشوران غدیر (نامکمل، غیر مطبوعہ)

۶۔ عطر ولایت (غدیر سے متعلق مضامین کا مجموعہ، زیر طباعت)

ج: مضامین و مقالے:

آپ نے بہت سے مضامین اور مقالے قلمبند کئے جو ہند و پاک کے مختلف جرائد میں شائع ہوتے رہے جن میں الواعظ، توحید، اصلاح، الجواد سرفراز، تنظیم المکاتب اور راہ اسلام سرفہرست ہیں۔

شعری مجموعے : ۱۔ آبشاروں کا ترنم (مجموعہ قصائد و قطعات)

۲۔ موج در موج (مجموعہ سلام و نوحے)

۳۔ موج تبسم (مجموعہ غزلیات)

اولاد : سید محمد اختر رضوی، راقم الحروف سید شاہد جمال رضوی، سید محمد قیصر رضوی، سید کوثر علی رضوی، سید محمد افسر رضوی، سید ریاض جعفر رضوی و دختر

تاریخ وفات : ۲۷/ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۰/فروری ۲۰۰۲ء

مدفن : شہر خموشاں، گوپال پور سیوان بہار

پیام شعور

خشک صحراؤں میں چھڑکاؤ ضروری ہے شعورؔ
خون بہتا رہے پانی کی حفاظت کرنا
یہی انداز تو نفرت کی جڑیں کاٹے گا
ہم نے سیکھا ہے بروں سے بھی محبت کرنا

والسلام
سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

مولانا علی اختر صاحب میری نظر میں

سرکار شمیم الملۃ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید شمیم الحسن صاحب قبلہ
(عمید جامعہ جوادیہ، بنارس)

ثقۃ الاسلام مولانا سید علی اختر صاحب مرحوم گوپال پوری سے میری پہلی ملاقات جناب حکیم سید محمد صالح صاحب مرحوم (پٹنہ) کے یہاں ہوئی، موصوف خدا بخش لائبریری، کچھ تحقیقی کام کے سلسلہ میں آئے ہوئے تھے، اسی وقت سے ان کی علمی اور اخلاقی چھاپ میرے اوپر پڑی، پھر تو ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ خصوصاً حسین گنج کے کالج میں مرحوم کا تدریسی سلسلہ اور میرا ایام عزا میں کئی سال تک کچھ دنوں کے لئے مجالس عزا کے لئے جانا ہوتا رہا۔ ان دنوں مختلف موضوعات پر مجھ سے گفتگو فرماتے رہے، تعلقات اور تاثرات اس منزل تک پہونچے کہ آپ نے اپنے لائق فرزند حجۃ الاسلام مولانا سید شاہد جمال سلمہ کو میرے حوالے کر دیا اور سلمہ جامعہ جوادیہ بنارس سے تعلیم کی تکمیل کے بعد ایران گئے اور اپنے والد بزرگوار کے علمی وارث بھی بنے۔

یوں تو مولانا مرحوم کے مضامین مختلف ماہناموں میں خصوصاً ماہنامہ الجواد بنارس میں مسلسل شائع ہوتے رہے اور ان کی بعض کتابیں بھی زیور طبع سے آراستہ ہوتی رہیں، جن سے مرحوم کی علمی اور تحقیقی صلاحیت اور جستجو کی گہرائی میں ڈوبنے اور ابھر کر آبدار جواہر پاروں سے عوام کو فیضیاب کرنے کا سلیقہ واضح ہوتا ہے۔

مولانا مرحوم میری خواہش پر جامعہ جوادیہ کی لائبریری کی ترتیب دینے کے لئے مقیم رہے جس

سے قربت میں اوراضافہ ہوا۔

مولانا کے معرکتہ الآراء خدمات میں کتاب ''الغدیر'' کا ترجمہ ہے، ترجمہ کسی بھاری بھرکم کتاب کا آسان کام نہیں ہے کہ مصنف کے لکھے ہوئے مطالب کو کسی دوسری زبان میں بے کم وکاست پیش کردیا جائے۔ اور یہی مترجم کا کمال مانا جاتا ہے اور یہ کام اس کے لئے ممکن نہیں ہے کہ جو اس زبان پر عبور نہ رکھتا ہو کہ جس زبان میں وہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس ترجمہ کی خوبی کے ساتھ مولانا کی عربی زبان پر عبور اوران کی صلاحیتوں پر بھرپور دلیل ہے۔

البتہ یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ آخر کی دو ایک جلدوں کا ترجمہ خود ان کے نورچشم مولانا سید شاہد جمال سلمہ نے کیا ہے جو سلمہ کی علمی استعداد کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے، میں بارگاہ احدیت میں دعا گو ہوں کہ سلمہ کے علمی و دینی خدمات کو ادامہ نصیب ہو اور ہمارے افتخار کا سبب بنتے رہیں۔ خداوند عالم سلمہ کو طول عمر عطا کرے۔

''سید شمیم الحسن رضوی''

۴؍جولائی ۲۰۱۰ء

دلی کیفیات

استاد الاساتذہ مولانا سید شاکر حسین صاحب امر ہوی دام ظلہ
(استاد جامعہ ناظمیہ، لکھنؤ)

نہ جانے کتنے مہینے گذر گئے لیکن میں ابھی تک مولانا علی اختر صاحب مرحوم کے نور نظر نجم سلمہ کی اتنی سی خواہش پوری نہ کرسکا کہ ان کے عظیم المرتبت والد ماجد کے لئے اپنے تاثرات کی دو لفظیں لکھ سکوں۔

اس سلسلے میں اپنی ضعیف العمری کو بھی سبب نہیں بنا سکتا۔ ہاں! نفسیاتی دنیا سے قربت رکھنے والے میرا عذر ضرور قبول کرلیں گے، کیوں کہ اکثر مواقع پر ضعیفی کا عذر کام نہیں آسکتا، ظاہر ہے کہ ایک سو سال کا بوڑھا باپ اپنے بیٹے کی بارات میں لاکھ منع کرنے کے بعد بھی پیدل چلنے کی آمادگی پر مسرت محسوس کرے گا، اس کے برخلاف اگر کسی جوان العمر باپ سے اپنے بیٹے کی مشایعت جنازہ کے لئے ہمت کا جائزہ لیا جائے تو بار غم سے دوہری کمر، زبان حال سے جواب دیتی نظر آئے گی کہ ہاں، ہاں! تمہارے جنازے کے ساتھ جہاں تک تم جاؤ گے میں بھی چلوں گا۔

یقیناً علی اختر مرحوم کے سلسلے میں بھی کچھ ایسی ہی کیفیات سے دوچار ہوں، ایک وہ وقت تھا کہ جب ادبی، ثقافتی، صحافتی مملکت کے اورنگ فصاحت و بلاغت پر مولانا علی اختر صاحب مرحوم اپنی ظرافت آمیز لطائف سے اہل ذوق کو مستفیض فرمانے میں منہمک تھے، ہر موضوع پر ان کا نازک مزاج قلم، اپنے طنز سے مخلوط افکار سے اپنے عقیدت مندوں کو محظوظ کررہا تھا اور آج وہی علی اختر مرحوم اپنے روایتی سادہ لباس کے بجائے دوسری دنیا کا لباس زیب تن کئے خاموش و ساکت آغوش لحد میں محو استراحت ہیں۔

ایسے تصوراتی پژمردہ وافسردہ غموں سے ڈوبے ہوئے ماحول میں مجھ جیسے اسّی سال کے بوڑھے سے یہ توقع کرنا کہ میں اپنے تاثرات کو چھیڑوں، بہت بڑی ستم ظریفی ہوگی۔

آخر میں اللہ سے یہ دعا ہے کہ اللہ اہل ذوق کو مولانا کے الغدیر جیسے عظیم کارنامے سے مستفیض ہونے کا موقع عنایت فرمائے۔ آمین

''شاکر حسین امروہوی''

۳۱/مئی ۲۰۱۰ھ

لاکھوں میں ایک

از: حجۃ الاسلام مولانا سید احمد حسن صاحب قبلہ (آل جواد العلماء)

(عمید جامعہ ایمانیہ بنارس)

چہرہ اور اس کے خد و خال، آنکھیں اور دیکھنے کا انداز، زبان اور طرز گفتگو انسان کے باطن کا حال کہے دیتے ہیں، پڑھنے والا ہونا چاہئے۔ شریعت نے باطن کی پاکیزگی پر جو اس قدر زور دیا ہے اس لئے کہ:

حسن ظاہر کے لئے باطن کو آئینہ کرو ... تہ میں جو شئ ہو وہی آتی ہے سطح پر

اس رحیم و کریم کے ستار العیوب ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر آخر خدا کہاں تک اور کس کس چیز کی پردہ پوشی کرے گا؟ کیا اسے ستاری کی زحمت دینا ضروری ہے؟ جس طرح آپ دوسروں کے یہاں دنائت نفس دیکھ کر منغص ہوتے ہیں اسی طرح دوسرا بھی تو آپ کی خرابیاں دیکھ کر بدحظ ہوتا ہوگا؟

آنکھوں آنکھوں میں تجزیہ ہوگا ... آپ کو ہر نظر پڑھے گی ضرور

اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ کے تنغص کو تو اہمیت دی جائے مگر دوسروں کے احساس کو کالعدم کر دیا جائے، کوئی آپ کی خدائی تو ہے نہیں۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ بتوفیق پروردگار، بوسیلہ عزم و استقلال، بہ تعاون خوف خدا "رشد فکری" اختیار کرتے ہوئے دوسرے بندگان خدا کے لئے اپنے دل میں خلوص و وفا اور ہمدردی کے جذبات کی پرورش کی جائے اور خود کو نامعقول اثرات سے حتی الامکان دور رکھتے ہوئے توبہ واستغفار اور رجوع الی اللہ کے ذریعہ اپنے باطن کو صاف و شفاف اور آئینہ بنانے کی سعی پیہم کی جائے۔

ہم یہ بات اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ مولانا علی اختر صاحب نہایت نیک نفس اور پاک باطن تھے، یہ خوبی جو بے انتہاء کمیاب ہے مولانا کے یہاں ضرور پائی جاتی تھی، آدمی اپنی انفرادیت ہی کے

ذریعہ پہچانا جاتا ہے لہذا اگر انہیں لاکھوں میں ایک کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

صاحب علم تھے اور علم کو عمل میں ڈھالنے کے عادی تھے۔

صاحب قلم تھے، مقالوں اور کتابوں کی شکل میں ان کے آثار دیکھ لیجئے۔

بہت اچھے مترجم بھی تھے۔ آقای امینیؒ کی الغدیر کی کئی جلدوں کے ترجمے کئے اور اردو زبان پر اپنی دست رس کے جوہر دکھائے ہیں۔

شاعر بھی تھے اور بہت اچھی فکر کے مالک تھے۔

ذوق شعری بہت اچھا تھا جس کا مظاہرہ دوسروں کے اشعار سنتے وقت ہوا کرتا تھا۔ البتہ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ مرحوم نے غزلیں بھی لکھیں ہیں یا نہیں۔

بے تکلف طرز زندگی، سادہ مزاج، مرنجاں مرنج، بولنے میں معمولی سی لکنت تھی، یعنی کلام میں ہم شبیہ کلیم اللہ اور قوت پرواز میں گردوں نشین۔ بنارس جب بھی آتے ملاقات کے لئے ضرور تشریف لاتے تھے، پتہ نہیں کیوں ہم سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ دعا کیجئے کہ ہم ویسے ہی بن جائیں جیسا وہ ہمیں سمجھتے تھے۔ اچھے لوگ عموماً جلدی ہی رخصت ہو جاتے ہیں البتہ ان کے آثار ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔

آج وہ ہمارے درمیان نہیں مگر ان کا عکس ہمیشہ آنکھوں میں رہے گا۔

مرحوم کے لائق فرزند مولانا سید شاہد جمال سلمہ جو فی الحال قم میں مشغول تحصیل علم ہیں، اپنے باپ کی طرح نیک واقع ہوئے ہیں۔ سلمہ نے اپنی مقدور بھر کوشش کر کے الغدیر کی غائب شدہ دو جلدوں کا ترجمہ کیا ہے، ترجمہ نا معلوم کیسا ہے لیکن اس عمر میں ان کا حوصلہ یقیناً قابل قدر ہے۔ خداوند عالم انہیں صحت وسلامتی کے ساتھ باقی رکھے تا کہ وہ اپنے والد مرحوم کی خدمات کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

''سید احمد حسن''

۲۹/جون ۲۰۱۰ء

شعورؔ، واقعی باشعور تھے

عالیجناب مولانا سید جابر باقری جوراسی

(مدیر ماہنامہ اصلاح لکھنؤ)

عالم باسواد، ادیب ذی استعداد مولانا سید علی اختر صاحب قبلہ شعورؔ گوپال پوری طاب ثراہ سے میری واقفیت جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں زمانۂ طالب علمی سے ہوئی، میں مبتدی تھا اور وہ وہاں کے درمیانی درجات کے طالب علم تھے، ایک آدھ درجہ کے تفاوت سے ان کے ہم عصروں میں مولانا سید احمد مظلوم تھے جو بعد میں مہاراشٹر میں ایم ایل ہوئے اور پھر وزیر بنے۔ مولانا سید قمر احسن تھے جو اپنے زمانہ طالب علمی ہی سے اردو ادب کے ترقی پسند ادیب کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے، مولانا مجتبیٰ علی خان ادیب الہندی تھے جو بعد میں برصغیر کے مشہور عالم دین بنے، انقلابی شخصیت تھے، عراق وایران میں ان کی اچھی شناخت تھی، مغربی ممالک میں بھی دینی خدمات انجام دیئے، مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے وائس پرنسپل اور مجلس علماء وواعظین کے جنرل سکریٹری رہے، عمر نے زیادہ وفا نہ کی۔ ان کے ہم عصروں میں برادر معظم مولانا سید محمد غافر جوراسی بھی تھے جو جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں استاد ہیں، ان سے بھی سینیئر طلبا میں مولانا سید تحی احمد سرسوی طاب ثراہ، مولانا محمد مرتضیٰ جعفری، مولانا محمد مرتضیٰ پاروی اور مولانا سید تنویر حسین سرسوی اور دیگر چند حضرات تھے۔ جونیئر طلبا میں مولانا سید عارف حسین سرسوی مرحوم، مولانا سید حسن رضا سرسوی امام جمعہ سرسی تھے۔

حضرات اور بھی تھے، ان کا ذکر میں نے اس لئے کیا کہ ان کے مدرسہ میں گہرے روابط تھے اور بعض کے بعد میں بھی مخلصانہ رابطے رہے۔

جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کا ماحول خالص دینی، علمی ماحول تھا جس میں عربی، فارسی اور اردو ادب کی چاشنی بھی پائی جاتی تھی، جس کا سبب بعض نابغہ روزگار اساتذہ کی موجودگی تھی، جن میں مولانا سید ایوب حسین صاحب قبلہ سرسوی، مولانا سید ثاقب حسین صاحب قبلہ امروہوی، مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ امروہوی اور مولانا سید ابن حیدر صاحب قبلہ لکھنؤ، کے اسمائے گرامی بجا طور سے لئے جاسکتے ہیں، جامعہ کے سربراہ مفتی اعظم مولانا سید احمد علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے عبقری شخصیت، اردو ادب کے مستند نقاد مولانا سید اختر علی صاحب قبلہ تلہری کے درسی خدمات حاصل کر کے مدرسہ کے ادبی ماحول میں ایک تازہ روح پھونک دی، اس ماحول کا جن طلبا نے بہت زیادہ اثر لیا ان میں مولانا سید یحیٰی احمد صاحب سرسوی، مولانا سید قمر احسن صاحب اور مولانا سید علی اختر صاحب قبلہ گوپال پوری کے اسماء بجا طور سے لئے جاسکتے ہیں۔ مولانا سید یحیٰی احمد صاحب کے صحافی خدمات قابل قدر تھے، انہوں نے ماہنامہ الواعظ لکھنؤ کو اپنی فنی مہارت سے چار چاند لگائے، مولانا قمر احسن صاحب جنہیں اب یہ قطعاً پسند نہ ہوگا کہ ان کے نام کے ساتھ مولانا لگایا جائے لیکن جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کے تعلق سے ان کے نام کے ساتھ اس لفظ کا استعمال نامناسب بھی نہ ہوگا۔ بے شک ان کی تحریروں اور ادبی کتابوں سے اردو ادب کو مالا مال کیا اور مولانا سید علی اختر صاحب قبلہ شعور گوپال پوری کے بہترین اشعار کی گونج صرف مدرسہ ہی میں نہیں بلکہ مدرسہ کے باہر بھی تھی۔ وہ اپنے اشعار اور اپنی تحریروں کے تحفظ کے سلسلہ میں کبھی ذمہ دار نہیں مانے گئے، خداوند عالم نے مرحوم کو ایک بہت بڑی نعمت سے نوازا ہے اور وہ ہے نیک و صالح اولاد۔ اگر وہ خود متوجہ ہوں تو بہتر ہے ورنہ میں متوجہ کر رہا ہوں کہ وہ منتشر ذخیرہ میں سے ان کے اشعار جمع کر کے اگر یکجا شائع کرادیں تو یہ ایک اچھی خدمت ہوگی، ویسے مجھے اس کا تھوڑا اندازہ ہے کہ ان کے اشعار ہوں یا تحریری خدمات وہ سب محفوظ نہیں رہ پائے ہیں بلکہ کچھ ضائع ہوا ہے۔ اس کا ایک تجربہ مجھے بھی ہے۔ ۱۹۹۸ء میں جب کہ اصلاح صدی تقریبات کا اہتمام ہو رہا تھا، اس سلسلہ میں اصلاح کا ایک ضخیم خصوصی شمارہ بھی شائع ہوا۔ تجویز یہ تھی کہ بانیٔ اصلاح فخر الحکماء علامہ سید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی کوئی کتاب بھی منظر عام پر آجائے، مولانا سید علی اختر صاحب قبلہ گوپال پوری نے پیشکش فرمائی کہ مرحوم کی ایک

معرکتہ الآراء تصنیف ''کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم'' میرے پاس محفوظ ہے، میں اس کا خلاصہ مرتب کردوں گا، اس موقع پر اس کی شاعت مناسب ہوگی، ان کی یہ تجویز مناسب تھی، انہوں نے کام بھی شروع کردیا بلکہ مکمل کرلیا اور جب میں نے اسے اشاعت کے لئے مانگا تو انہوں نے انکشاف فرمایا کہ بچوں نے مسودہ کے اوراق ادھر ادھر کردیئے ہیں، انہیں تلاش و یکجا کرنا ہے۔ وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے اور پھر صدی تقریبات کا وقت بھی گزر گیا۔ جس نے محنت کی ہو اسے محنت کے رائگاں جانے کا افسوس زیادہ ہوتا ہے لیکن شاید مجھے اس سلسلہ میں ان سے زائد افسوس ہوا۔

مرحوم کی کچھ محنتیں دوسروں سے بھی ضائع ہوئیں انہوں نے اپنی حیات میں جو بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے وہ علامہ امینیؒ کی لاجواب و مسکت تالیف ''الغدیر'' کا اردو ترجمہ ہے، جس کی اشاعت ان کی حیات ہی میں شروع ہوگئی تھی، بعد میں مزید جلدوں کی فکر لائق اولاد کو ہوئی، جن صاحب کے سپرد اشاعت کا کام تھا ان سے ترجمہ کی چھٹی اور گیارہویں جلد ضائع ہوگئی۔ بحمد للہ چھٹی اور گیارہویں جلد کا اردو ترجمہ مولانا مرحوم کے لائق فرزند حجۃ الاسلام مولانا سید شاہد جمال رضوی نے کرکے ''الولد سر لابیہ'' کی عملی تفسیر پیش کردی، معبود انہیں جزائے خیر دے، میری نگاہوں میں اس طرح کا ایک کام مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقویؒ مدیر دوم ماہنامہ اصلاح کا ہے کہ ان کے پدر بزرگوار مدیر اول اصلاح حجۃ الاسلام علامہ سید علی حیدر صاحب قبلہ نے سیرت امیر المومنین کو دس جلدوں میں پیش کرنے کا اعلان فرمادیا تھا، انہوں نے کئی جلدیں لکھ ڈالیں لیکن کام بہت بڑا تھا، عمر نے وفا نہ کی، ادھورے کام کو ان کے فرزند اکبر مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی نے آگے بڑھایا اور جب یہ دیکھا کہ شاید میں بھی ضخیم دس جلدیں مکمل نہ کرسکوں تو انہوں نے اس موضوع پر دوسروں کی اہم کتابوں کی اشاعت کرکے دس جلدیں مکمل کرلیں، شامل شدہ کتابوں میں قضایائے امیر المومنین اور ندائے عدالت انسانی بھی ہیں۔

آپ ہندوستان بالخصوص جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کی تعلیمی پختگی کا اندازہ لگائیں کہ مولانا سید علی اختر گوپال پوری صاحب قبلہ طاب ثراہ نجف اشرف اور قم مقدسہ کے تعلیم یافتہ نہ ہونے کے باوجود عربی و فارسی بلکہ اردو پر بھی اتنا عبور رکھتے تھے کہ ''الغدیر'' کا سلیس اردو زبان میں ترجمہ پیش کردیا، اللہ تعالیٰ کو

ان سے ایک کام لینا تھا اور اس نے لے لیا۔

۱۹۶۳ء میں مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ میں میرا داخلہ تیسرے درجہ میں ہوا تھا، اس زمانہ میں مولانا علی اختر صاحب قبلہ درمیانی درجات میں تھے، اپنی باغ و بہار شخصیت کے ذریعہ وہ ہر دلعزیز تھے، میری نگاہوں میں وہ منظر بھی ہے کہ وہ اس زمانہ میں شدید مریض ہوئے، ان کے منہ سے اتنا خون آتا تھا کہ کمرہ میں جگہ جگہ پڑا ہوا تھا۔ سچ پوچھئے تو زیادہ تر طلباء ان کی زندگی سے مایوس تھے لیکن شافی مطلق کو ان سے کام لینا تھا لہذا اس نے انہیں ایسی شفا دی کہ بعد میں ان کی صحت قابل رشک تھی۔

اللہ نے ان کی روزی روٹی کا بھی باعزت انتظام فرمایا، جامعہ ناظمیہ لکھنؤ سے فارغ ہونے کے کچھ عرصہ بعد محمد صالح انٹر کالج حسین گنج سیوان بہار میں استاد ہو گئے، تعلیمی ذمہ داریاں پوری کرنے کے بعد جب بھی کوئی موقع ملتا تو لکھنؤ تشریف لے آتے، کبھی دہلی آنے جانے میں لکھنؤ رک جاتے، استاد معظم حجۃ الاسلام مولانا مجتبیٰ علی خاں ادیب الہندی طاب ثراہ کے شریف کدہ پر کئی دن قیام رہتا، کتابوں کی فراہمی، علمی و ادبی ماحول میں ان کا بہت دل لگتا، آمد کی اطلاع پر میں بھی حاضر ہو جاتا اور اچھی نشست رہتی۔

میرا پہلے قیام مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں تھا، جہاں سے واعظ کی سند حاصل کرنے کے بعد ماہنامہ الواعظ لکھنؤ کا اڈیٹر ہو گیا تھا، یہ بات ۱۹۸۰ء کی ہے، ۱۹۸۲ء میں ماہنامہ اصلاح کی ادارت بھی میرے ذمہ آ گئی، ۱۹۸۸ء میں میں نے ماہنامہ الواعظ کی ادارت چھوڑ دی اور ماہنامہ اصلاح کی ادارت کے سلسلہ میں میرا مستقل قیام دفتر اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرحوم لکھنؤ میں رہنے لگا، مجھے نہیں یاد کہ مرحوم لکھنؤ تشریف لائے ہوں اور مجھ سے ملنے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر کچھ باتیں کرنے کے لئے، مدرسۃ الواعظین لکھنؤ یا بعد میں مسجد ناصر علی لکھنؤ میں نہ تشریف لائے ہوں، وہ میرے ہاتھ کی بنائی چائے پینے کے شائق تھے لیکن چائے کی پیالی سامنے رکھ کر باتوں میں ایسا مشغول ہوتے کہ باوجود یاد دہانی کے تھوڑی چائے پیتے اور تھوڑی ٹھنڈی ہو جاتی اور کبھی کبھی چائے دوبارہ بنائی جاتی۔

میرے زمانہ ادارت میں انہوں نے الواعظ میں لطائف کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا "خوشبو بہار کی"

جسے ان کے کچھ مخلص از راہ مزاح ''خوشبو بہار کی'' پڑھتے تھے۔ دراصل یہ سلسلہ علامہ نعمت اللہ جزائری کی کتاب ''زہر الربیع'' کا اردو ترجمہ تھا، جتنی قسطیں شائع ہوئی تھیں انہیں یکجا کر کے اگر کتابی شکل دے دی جائے تو یہ بھی ایک دلچسپ کتاب ہوگی۔

مجھے مرحوم کی جو ادا انتہائی پسند تھی وہ ان کا ہم جیسے خردوں سے مساویانہ برتاؤ تھا جب کہ وہ مجھ سے عمر میں بھی بڑے تھے اور ان کی تعلیمی لیاقت بھی بہت زیادہ تھی، غرور کا تو ان میں شائبہ تک نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ بعد مردن بھی ان کی شخصیت نا قابل فراموش ہے۔

نہ ہی ان کی عمر کوئی ایسی زیادہ تھی اور نہ ہی ان کی صحت تشویش ناک تھی لیکن وقت موعود آیا اور انہوں نے موت کو گلے لگا لیا اور موت سے پہلے تک ہم سب اسی غلط فہمی میں رہے کہ ابھی تو انہیں زندہ رہنا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان جسمانی طور سے نہیں بلکہ اپنے کارناموں سے زندہ رہتا ہے اور بحمد للہ ان کے علمی کارنامے انہیں آج بھی زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

فقط والسلام

''سید جابر جوراسی''

جہان تشیع کی مایۂ ناز کتاب

حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب
(امام جمعہ آصفی مسجد لکھنؤ)

انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ جہان تشیع کی مایۂ ناز کتاب ''الغدیر'' کا ترجمہ قرآن و عترت فاؤنڈیشن کی جانب سے شائع کیا جا رہا ہے۔ مترجم علامہ سید علی اختر شعور گوپال پوری صاحب قبلہ طاب ثراہ جیسی شخصیت ہے جن کے علم و فضل کے بارے میں بات کرنا، سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

کتاب الغدیر کی تعریف و توصیف مجھ جیسے ناچیز طالب علم کے بس سے باہر ہے مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ ایک غیر معصوم کے قلم سے کسی معصوم کے فضائل رقم کرنے کی آخری حد کا نام ''الغدیر'' ہے، کیونکہ کسی غیر معصوم کے لئے محال ہے کہ وہ کسی معصوم کے فضائل کا احاطہ کر سکے۔

علیؑ فضیلتوں کے اس سمندر کا نام ہے جس کی نہ کوئی تھاہ ہے اور نہ کوئی حد۔ مولا کے فضائل نفسانی اور کمالات روحانی حد و شمار سے باہر ہیں، آپ کے علم، حلم، زہد، تقوی، ورع، صبر، تواضع، حسن خلق، عفو، انفاق، رأفت، شجاعت، سخاوت، عبادت، فداکاری و جانبازی وغیرہ میں سے اگر کسی ایک صفت پر بھی کچھ تحقیق و جستجو کی جائے تو آخر میں اقرار کرنا پڑے گا......

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست
که تر کنم سر انگشت و صفحه بشمارم

مولا علیؑ تاریخ انسانیت کی وہ نادر شخصیت ہیں جن میں متضاد صفات جمع تھیں۔ اگر وہ میدان جنگ میں دنیا کے سب سے بڑے بہادر اور تیغ زن تھے تو ساتھ ساتھ دنیا کے ہر شخص سے زیادہ نرم دل اور رقیق القلب بھی تھے، جب کسی دشمن دین کا سامنا ہوتا تھا تو کردار میں پتھر کی سی صلابت اور جب کسی یتیم

و پریشان حال کو دیکھتے تو انداز میں شبنم کی سی لطافت پیدا ہو جاتی تھی ،ایک طرف اگر تاریخ میں ان سے بڑھ کر کوئی شجاع نہ تھا تو دوسری طرف دنیائے انسانیت میں ان سے بڑا کوئی عالم بھی نہ تھا اور کیوں نہ ہو جب کہ وہ وارث قرآن وعلوم رسالت تھے۔

میں مبارکباد پیش کرتا ہوں ادارۂ قرآن وعترت فاؤنڈیشن کے بانی وسکریٹری حجۃ الاسلام والمسلمینسید شمع محمد رضوی کو جو روز وشب اس ادارے کی اہم فعالیتوں میں مصروف ومشغول ہیں اور متعلقین خصوصاً مرحوم کے فرزند عزیز حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید شاہد جمال صاحب قبلہ کو کہ جنہوں نے مرحوم کے اس عظیم کارنامے میں اپنا تعاون پیش کیا اور چھٹی اور گیارہویں جلد کا ترجمہ گم ہو جانے کے سبب اپنے کئے ہوئے ترجمہ سے اس سلسلے کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔

میں قرآن وعترت فاؤنڈیشن کی فعالیتوں کے بارے میں بہت زیادہ تعریفیں سنا کرتا تھا، لیکن جب اس ادارے کے اعظم گڑھ کے بعد دوسرے اجلاس مبلغین جو سرزمین بہار کے چھپرہ شہر میں ہوا تو بہت چیزیں دیکھنے کو ملیں اور میں کافی متاثر ہوا۔

اس ادارے نے مختصر سے عرصے میں ہائی اسکول، انٹر اور بی اے کے student کے لئے اصول دین، احکام دین، اخلاق اسلامی وغیرہ......جیسے تعلیمی نصاب مرتب کر کے کوشش کی ہے کے ہندوستان کے ہر شہر و دیہات میں معارف اسلامی کلاسز قائم کر سکے۔

سنا ہے اس ادارے نے درسی کتب کے علاوہ غیر درسی کتابیں بھی مرتب کی ہیں اور اب الغدیر جیسی اہم کتاب کے شائع ہونے میں کافی زحمت برداشت کر رہا ہے میں صمیم قلب سے اس ادارے کی ترقی کے لئے دعا کرتا ہوں اور میری یہ بھی دعا ہے کہ علامہ مرحوم کو اس دینی ودنیاوی خدمت کا صلہ مولائے غدیر کی بارگاہ سے ان کی خصوصی شفاعت کی شکل میں حاصل ہو۔

آمین یارب العالمین و السلام، خادم طلاب علوم دینیہ

(دستخط) سید کلب جواد

۵رمئی ۲۰۱۰ء

کتاب اور مترجم و ناشر

عالی جناب مولانا ناظم علی خیرآبادی صاحب قبلہ
(عمید جامعہ باب العلم خیرآباد)

اسلامی تاریخ کا وہ عظیم ترین واقعہ جس پر کسی طرح کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ۱۸ر ذی الحجہ ۱۰ھ کو رسول اکرمؐ نے اپنی تبلیغی زندگی کا آخری خطبہ مقام غدیر خم میں حج آخر سے واپس لوٹتے ہوئے دیا، پچھتر ہزار سے لے کر سوا لاکھ تک اصحاب کے مجمع میں خداوند عالم کے حکم ﴿یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک .... ﴾ کے بعد جناب امیر المومنین حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان فرمایا، اس خطبہ طولانی میں رسول اسلام نے اپنی ۶۳ سالہ امن وصداقت سے معمور حیات طیبہ اور ۲۳ سالہ تبلیغی زندگی کے تمام امور کا خلاصہ بیان فرمایا، اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے رسول اسلام کو اس انداز کا مجمع کبھی نہیں ملا کہ کم وبیش سوا لاکھ اصحاب سے نبی رحمت خطاب کر رہے ہوں جس میں مختلف خطہ عرب سے تعلق رکھنے والے حجاج موجود رہے ہوں جو گھروں کو واپس جا کر اس کی روداد دوسروں کو سنائیں گے، تاریخی بیانات کے مطابق پیغمبر نے اس میں مجمع سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ واقعہ کی خبر دوسروں تک پہونچائیں، مزید یہ کہ واقعہ کی نوعیت کچھ اس طرح کی تھی کہ اگر کچھ ناعاقبت اندیش تعصب زدہ اور عداوت کیش اسے چھپانا بھی چاہتے تو تقریباً ناممکن ہوگیا تھا کیونکہ تاخیر سے اپنے گھروں کو پہونچنے والے حاجیوں سے افراد خانہ، سماج اور معاشرہ کے لوگوں، اعزہ واقرباء کے سوالات کی کثرت اس درجہ پر تھی کہ جواب دیئے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا، اس طرح اس واقعہ کی شہرت اتنی ہوگئی تھی کہ انکار کے لئے کوئی راہ نہیں تھی اس کے بعد بھی اگر کوئی انکار کرنے کی جسارت کرتا تو حجاج کے مجمع کا

کم وبیش، غدیر خم میں قیام کرنا، حضرت علیؑ کو امیر المومنین اور مولی کے لفظوں کے ساتھ مبارک دینا، لوگوں کا تاخیر سے گھروں کو پہونچنا، اہل خانہ کا مسلسل انتظار کرنا، دوش ہوا پر پیغام "**من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ**" کا بلند ہو کر لوگوں کے گوش گذار ہونا، آفتاب و ماہتاب کی گواہی، ارض وسما کی شہادت، **بخ بخ لک یابن ابی طالب** کی صدا" **اصبحت مولای مولا کل مومن و مومنہ** کی آواز، پیغام غدیر کے عام ہونے کی واضح دلیل ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے اس خطبہ میں اسلامی عقائد، اعمال اور اخلاق اہم ترین امور، گمراہی کے اسباب اور امت مسلمہ کے لئے نجات کا ذریعہ، صلاح و فلاح کے اصول، نگاہ پروردگار میں پسندیدہ زندگی گذارنے کا طریقہ، دنیاوی زندگی سے لے کر اخروی حیات تک میں کامیابی اور کامرانی سے متعلق تمام امور کی نشاندہی فرمائی جو ایک مسلمان کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، اس خطبہ میں پیغمبر نے یہ بھی فرمایا:

"پروردگار! تو نے وحی کے ذریعہ حکم دیا تھا کہ امامت علیؑ کے لئے ہے میں نے اس حکم مطابق علیؑ کو مقرر کر دیا جس کے بعد تو نے دین کو کامل کر دیا، نعمت کو تمام کیا اور اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیا اور یہ اعلان کیا کہ جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو چاہے گا وہ مقبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

لوگو! اللہ نے دین کی تکمیل علیؑ کی امامت وولایت سے کی ہے لہذا جو علیؑ اور ان کی صلب سے آنے والی میری اولاد کی امامت کا انکار کرے گا اس کے تمام اعمال ضایع و برباد ہو جائیں گے، وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، نہ اس کے عذاب میں کوئی کمی ہوگی نہ خدا کی نگاہ رحمت اس پر پڑے گی۔

لوگو! اس مقام پر یہ میرا آخری قیام ہے میری بات سنو اور اطاعت کرو اور اپنے پروردگار کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دو، اللہ تمہارا رب، ولی اور پروردگار ہے اور اس کے بعد اس کا رسول تمہارا حاکم ہے جو آج تم سے خطاب کر رہا ہے اور اس کے بعد علیؑ تمہارا ولی اور بحکم خدا تمہارا امام ہے، اس کے بعد امامت میری ذریت اور اس کی اولاد میں تا روز قیامت باقی اور قائم رہے گی"۔ (اقتباس از خطبہ

غدیر)

من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کے رسالتی اعلان سے قبل پیغمبر نے سارے مجمع سے یہ کہہ کر ''الست اولی بکم من انفسکم'' اقرار اولویت لے لیا تھا جس کے جواب میں مجمع نے قالوا بلی یارسول اللہ کا تاریخی جملہ کہا تھا جو نبی اکرم کے مولا تسلیم کرنے کا واضح ثبوت ہے، اس اعلان کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس کے سلسلہ میں خداوند عالم کی وحی کا انداز یکسر بدلا ہوا تھا: ﴿یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته واللہ یعصمک من الناس﴾ حکم خدا کی تبلیغ بھی کرنی تھی اور نہ کرنے پر رسالت کے برباد ہونے کا خطرہ بھی تھا اور لوگوں کے خطرات سے بچانے کا خدا وعدہ بھی کر رہا تھا۔ دوسری جانب رسولؐ نے وحی کے انداز کو پہچانتے ہوئے قولی اور عملی دونوں طریقہ تبلیغ کو استعمال فرمایا کہ زبان سے اعلان ولایت بھی کیا اور امیر المومنین کے بازوؤں کو پکڑ کر بلند کر کے سوا لاکھ کے مجمع کو دکھا بھی دیا تا کہ کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہ جائے۔

تاریخ آدم و عالم میں کسی واقعہ کے اتنے اور ایسے گواہ نہیں ملتے ہیں کہ کم وبیش سوا لاکھ اصحاب عینی گواہ تھے اور سب نے فرداً فرداً مبارک باد دی تھی۔ تاریخ کی بھول بھلیاں میں اگر چہ بہت سے نام گم ہوگئے یا عناد پرست مورخین کی منصوبہ بند سازش نے غائب کر دیئے جن کو تلاش کر کے نکال لینا بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا لیکن علامہ امینیؒ نے ''الغدیر'' نامی کتاب لکھ کر جہاں واقعہ کو ہر جہت سے واضح اور روشن کر دیا ہے، وہیں تحقیق، تنقید اور تنقیح کو بھی بام عروج پر پہونچا دیا ہے۔ علامہ امینی نے تحریر فرمایا کہ واقعہ غدیر کو ایک سو دس اصحاب اور ۸۴ تابعین نے نقل کیا ہے اور ۳۶۰ علماء و محققین اہل سنت نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ جن علماء نے ولایت امیر المومنین کے سلسلہ میں مستقل کتابیں تحریر کی ہیں، ان کا تذکرہ بھی علامہ امینیؒ نے کیا ہے، مستند شعراء کے منظوم کلام بھی واقعہ غدیر کے تعلق سے نقل کئے ہیں۔ یہ لکھنا حق بجانب ہوگا کہ کہ واقعہ غدیر کے سلسلہ میں یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے اور علامہ امینیؒ کی بے مثل کدوکاوش اور علمی تحقیق کا عظیم ترین مجموعہ ہے، یہ کتاب گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔

علامہ امینیؒ کی اس عظیم، اہم اور افادیت سے معمور کتاب ''الغدیر'' کے دنیا کی ہر اس زبان میں ترجمہ کی ضرورت تھی جس کے بولنے لکھنے اور پڑھنے والے پائے جاتے ہوں تاکہ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ الحمد اللہ اس کا اردو ترجمہ محقق بصیر، ادیب بے نظیر، شاعر بے مثیل، مؤلف و مترجم بے عدیل مولانا سید علی اختر صاحب ممتاز الافاضل نے نہایت معتبر انداز میں کیا، جس میں محاورات وضرب الامثال کا برمحل استعمال، زبان وادب کا استحکام، صنائع وبدائع کا توازن، محسنات لفظی ومعنوی کا تسلسل، تحریر کی روانی، الفاظ کے انتخاب واستعمال کی آبرومندی اور عربی سے اردو میں نکات ومفاہیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے منتقل کرنے کی خوبی نے کتاب کو ترجمہ کے بجائے تالیف بنادیا ہے، مولانا نے اسے سلیس، سادہ اور آسان اردو زبان میں پیش کردیا ہے، ان کی علمی صلاحیت، تحقیقی بصیرت نیز زبان، بیان، تحریر و تقریر پر کمال قدرت روز روشن کی طرح ظاہر ہے، انہوں نے زبان وقلم سے دین کی جو خدمت کی ہے وہ ہمیشہ یادگار رہے گی۔

یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ ایک سفر کے دوران ان کے ترجمہ کی دو جلدیں غائب ہوگئی تھیں لیکن پھر یہ سن کر انتہائی مسرت ہوئی کہ انہیں کے نورنظر حجۃ الاسلام مولانا سید شاہد جمال رضوی سلمہ نے ان دو جلدوں کا ترجمہ کیا ہے، خدا ان کو جزائے خیر دے۔ سلمہ اپنے والد گرامی کے کارنامے کے حوالے سے انتہائی حساس ہیں، معلوم ہوا ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے ادھورے کام پر ترتیب وتکمیل کا کام کررہے ہیں، خدا انہیں ان کے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

اس کتاب کو منظر عام پر لانے کا شرف ''قرآن وعترت فاؤنڈیشن'' کو حاصل ہے، اس ادارہ نے دینی، علمی اور قومی خدمات کا جو منصوبہ تیار کیا ہے جس کے تحت متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں جو دینی تعلیم وتربیت اور مذہبی ماحول سازی کی راہ میں بے حد مفید ثابت ہوئی ہیں اور ان کے ذریعہ نوجوانوں کی دینی تعلیم وتربیت کا بھی ایک مستحکم نظام قائم ہوا ہے۔ ماہ رجب، ماہ شعبان اور ماہ رمضان المبارک میں تین ماہ مختلف مقامات پر دروس کا انتظام کیا جاتا ہے جس میں نوجوانوں کی معتد بہ تعداد شریک ہوتی ہے، اس میں ماہرین تعلیم اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، کئی برس سے یہ

سلسلہ جاری ہے اور سیکڑوں افراد فیضیات ہو چکے ہیں، ہمارا عزم ہے کہ نہ صرف یہ سلسلہ جاری رہے بلکہ اس کا دائرہ عمل وسیع سے وسیع تر ہو اور ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں دینی تعلیم کا فیض پہونچا سکیں۔

اس ادارے کے افراد اور اس کے سکریٹری سید شمع محمد رضوی جودن ورات مذہبی سرگرمیاں میں مصروف و مشغول ہیں خداوند عالم انھیں بطفیل محمد وآل محمدؑ زیادہ سے زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔

''ناظم علی خیرآبادی''

کتاب غدیر: آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی سے ادیب عصر علامہ سید علی اخترؔ شعور گوپال پوری تک

حجۃ الاسلام مولانا سید نیاز علی صاحب بھیک پوری
(مقیم ممبئی)

کوچۂ بیگ دلی صفائیہ قم المقدسہ اپنے گھر میں آیۃ اللہ اعتمادیؒ کی درسی کیسٹ میں مشغول تھا کہ یکا یک گھر کی گھنٹی کی آواز سنائی دی، دروازہ کھولا تو آیۃ اللہ مکارم شیرازی کے ڈرائیور جن کا نام ''آبشار'' تھا، دکھائی دیئے، ہم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے تھے اور ہم دونوں میں کافی نزدیکی سلام علیک بھی تھا۔ آبشار نے آقا کا پیغام مجھ تک پہونچایا۔ انہوں نے کہا کہ سید نیاز ساڑھے تین بجے بعد از ظہر آقا نے تمہیں اپنے دفتر میں بلایا ہے، لہذا وقت مقررہ پر آجانا۔ میں وقت معینہ پر آقا کے دفتر میں پہونچا۔ آقا تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا، آقا نے جواب سلام دیا اور فرمایا: سید نیاز! تمہیں یہاں اس لئے بلایا ہے تاکہ ''الغدیر'' جیسی اہم و نایاب کتاب کا اردو زبان میں بھی ترجمہ کیا جاسکے لہذا اس کام کے لئے کسی ایسے شخص کا انتخاب کرو جو اردو کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی زبان پر بھی مہارت رکھتا ہو۔ میں نے اسی وقت آقا کی خدمت میں تین نام پیش کئے: مرحوم علامہ سید علی اختر طاب ثراہ؛ مرحوم و مغفور شاہد زعیم فاطمی اور استاذی العلام جناب مولانا شاہ مظاہر حسین صاحب عمید جامعہ اسلامیہ کھجوہ۔ آقا نے استخارہ پر عمل کیا۔ قرعہ فال مرحوم علامہ علی اختر کے نام آیا۔ آقا نے آن واحد میں حکم دیا کہ علامہ علی اختر کو ایران بلانے کا کام شروع کردو۔ میں نے سر وچشم کہا اور دفتر سے خدا حافظی

کے ساتھ نکلا۔

چونکہ کام نہایت ہی اہم تھا لہذا میں وہاں سے استاد محترم مولانا روشن علی صاحب کے پاس گیا۔ میں نے مرحوم استاد سے ساری باتیں دہرائی۔ مرحوم نے برجستہ کہا کہ نیاز! تمہارے انتخاب کی داد دینی پڑے گی، علی اختر سے اچھا اس کام کے لئے کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ استاد محترم روشن علی صاحب کا کہنا تھا کہ نیاز! برصغیر میں ہماری نظروں میں اگر کوئی ادیب ہے تو وہ علی اختر شعور ہیں۔

میرا دل باغ باغ ہوگیا، میں علامہ کو حوزۂ علمیہ قم المقدسہ بلانے کی تیاری میں لگ گیا، رابطہ قائم کیا۔ کچھ دنوں بعد مجھے کافی خوشی میسر ہوئی جب مرحوم علامہ کا جواب دستیاب ہوا، انہوں نے پیغام دیا کہ اس کام کے لئے میں تڑپ رہا تھا اور تم نے ہماری وہ تڑپ ختم کردی، میں ہر طرح سے تیار ہوں اور اسی ضمن زیارت کے شرف سے بھی مشرف ہو جاؤں گا۔

میں نے زادراہ وغیرہ کا انتظام کیا اور مرحوم علامہ سرزمین خون وقیام، سرزمین ام انقلاب، سرزمین مہد انقلاب، سرزمین جوار معصومہ ''قم'' میں نہایت والہانہ طور پر پہونچے۔ علامہ مرحوم کو لے کر اپنے گھر کوچہ بیگ دلی قم جہاں سے الغدیر کے ترجمہ کا کام شروع ہوتا ہے، آیا۔ مرحوم علامہ نے خستگیٔ مسافرت دور کی پھر ہم سے فرمایا: معصومہ کی زیارت کے بعد مرجع تقلید کی زیارت کی جائے۔ میں نے آیۃ اللہ کو فون کیا کہ برصغیر کے جس ادیب کا تذکرہ کیا تھا، وہ تشریف لاچکے ہیں، سرکار وقت تعین فرمائیں تاکہ آپ کی خدمت میں لے کر آؤں۔ آقا نے نماز مغربین کے بعد بلایا۔ میں نے علامہ مرحوم سے عرض کی کہ صحن حرم معصومہ قم میں مغربین کی نماز حضرت آیۃ اللہ مرعشی نجفیؒ کی امامت میں ہوتی ہے، لہذا نماز صحن حرم میں پڑھی جائے اور نماز کے بعد زیارت کے فرائض انجام دے کر آقا مکارم کے پاس چلا جائے۔

مرحوم علامہ اور میں مذکورہ پروگرام کے تحت اپنے گھر سے نکلے۔ مرحوم وہی ہندوستانی تہذیبی لباس میں ملبس، سفید ٹوپی اور اونچی شیروانی اور گھیردار پاجامہ پہنے ہوئے کوچۂ بیگ دلی کو ہمارے ساتھ ساتھ عبور کرتے ہیں، سرخیابان صفائیہ کچھ شوخ ایرانی جوان دکھائی دیئے، جن کی نگاہ علامہ مرحوم کی ٹوپی

اور شیروانی پہ تھی جو ایران کے لئے عجوبہ تھا۔ کہتے ہوئے گذر گئے کہ یہ ہے قم کا انقلاب۔ انقلابی دور تھا، ان جوانوں کا مفہوم ومنطوق کیا تھا، اللہ جانے یا وہ جوانان جانیں۔ البتہ میں نے مرحوم کو ان جوانوں کی باتوں پر مسکراتے ہوئے پایا۔

ہم لوگ صحن مطہر میں پہونچے، علامہ مرحوم کی نگاہ جیسے ہی حرم معصومہ پر پڑی، بلبلانے لگے، آنکھیں بھیگ گئیں، دل کی آواز زبان پر آ گئی، کہتے ہوئے آگے بڑھے: ''**یا فاطمة اشفعی لی فی الجنة**''

اتنے میں گلدستۂ اذان سے موذن نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی، نماز کی صفیں لگی ہوئی تھیں، صفوں کو دیکھ کر مرحوم متحیر ہوئے، انہیں صفوں میں ہم لوگ نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہوئے، علامہ نے نہایت ہی خضوع وخشوع کے ساتھ حضرت آیۃ اللہ مرعشی نجفیؒ کی قیادت میں نماز ادا کی، نماز مغربین کے بعد داخل حرم حضرت معصومہ ہوئے اور بار اول علامہ گریہ وزاری، مناجات ودعا اور تشکر الٰہی وزیارت میں مشغول ہوئے، زیارتی تشرف کے حصول کے بعد صحن حرم مطہر میں آ کر تمام طلاب حوزۂ علمیہ قم سے ملاقات کی۔ پھر ہم لوگ وہاں سے دفتر حضرت آیۃ اللہ مکارم میں وقت معینہ پر پہونچے۔ آیۃ اللہ کو خبر دی گئی، آقا نے حکم دیا کہ میرے پاس لایا جائے۔ صندوق ذخیرۂ علوم اہل بیت عصمت وطہارت حضرت آیۃ اللہ مکارم شیرازی مدظلہ اپنے مسند علم پر بیٹھے ترویج وتشریح کتب اہل بیت میں مشغول تھے۔ علامہ نے آیۃ اللہ کی خدمت میں متدین ومتشرع انداز میں سلام کیا، آقا نے جواب سلام دیا، مرحوم والہانہ انداز میں مصافحہ اور دست بوسی میں مشغول ہوئے۔

میں نے اجمالی طور پر تعارف کرایا، آقا نے علامہ سے سفری حالات پوچھے، علامہ نے جواب دیا: سرکار نے ایک عظیم کار خیر کے لئے بلایا ہے، بھلا سفر میں کیسے کوئی پریشانی ہوتی، گفتگو کے دوران خادم صاف وشفاف چمکتے ہوئے لیوان میں زعفرانی رنگ کی ایرانی چائے لے کر آیا، آقا نے چائے کی طرف اشارہ فرمایا، مرحوم چائے پینے لگے، مرحوم کو چائے اتنی اچھی لگی کہ تقریباً ایک گھنٹے کی ملاقات میں تین لیوان چائے پی گئے۔ آخر کار آقا نے مرحوم سے فرمایا: آپ اپنے انداز میں اس کتاب پر کچھ روشنی

ڈالئے اور مجھ تک بھیجئے۔ ہم لوگ خدا حافظی کے بعد وہاں سے باہر نکلے۔

المختصر وہاں سے ہم لوگ کوچہ بیگ دلی اپنے گھر آئے اور اکل و شرب کے بعد مرحوم علامہ قلم و کاغذ لے کر بیٹھ گئے اور آقا کے حکم کے مطابق اپنے احساسات لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ آیات کرام و جوار مقدسات نیز اہل بیت اطہار (ع) کی دل میں رچی بسی فضیلتیں صفحات پر لکھ کر ہمیں سنانے لگے، ہماری وجدی کیفیت کا یہ عالم ہوا کہ ہم فوراً تحریر لے کر آیۃ اللہ کے دفتر پہونچے چونکہ علامہ نے اردو میں تحریر کیا تھا، لہذا آقا نے حکم دیا کہ فارسی میں ترجمہ سناؤ، میں نے اسے اردو سے فارسی میں ترجمہ کیا، آغا کے چہرے سے خوشی کے آثار جھلک رہے تھے، ہمارے خیال سے آقائے مکارم شکر الہی بجالانے لگے کہ جیسے مترجم کی تلاش تھی ویسا ہی مل گیا، الغدیر جیسے کتاب کے ترجمہ کے لئے علامہ علی اختر سے بہتر شاید نہ ملتا۔ خوشی سے اچھل پڑے اور مجھ سے فرمایا کہ الغدیر کی ساری جلدیں ان تک پہونچا دو تا کہ اس امر کو جلد از جلد انجام دینے میں مشغول ہو جائیں۔

علامہ غدیر کے ترجمہ میں مشغول ہو گئے اور اپنے ساتھ مجھے بھی شامل کیا، پہلی جلد کے ترجمہ میں مجھے شامل کیا، تقریباً بارہ پندرہ صفحات میں نے ترجمہ کر کے علامہ کو دیا تو جھومنے لگے اور خوش ہو کر فرمایا، ان کا جملہ آج تک مجھے یاد ہے کہ مرحوم نے فرمایا تھا: نیاز تمہارے اندر خداداد صلاحیتیں ہیں، تم انہیں نکھارو۔ میں نے سرسری جواب دیا کہ کیوں نہ ہو آخر آپ ہی کا تو شاگرد ہوں۔

علامہ مرحوم کی کاوشوں کا نتیجہ "الغدیر" کی پہلی جلد منظر عام پر آئی جو نہایت ہی مقبول ہوئی اور دانشوران کے زیر مطالعہ رہی۔ کچھ ترجمے ممبئی کے سفر میں گم بھی ہو گئے، اس کے باوجود علامہ نے اپنی محنت و مشقت سے ان امور کی انجام دہی کی۔ چندین افراد نے اس کتاب سے مال بھی کمایا اور نام بھی اور علامہ کو استحصال بھی کیا جنہیں زیر قلم نہیں لانا چاہتا۔ میں علامہ سے برابر کہا کرتا تھا:

قلم گوید کہ من شاہ جہانم

قلم کش را بدولت می رسانم

ترجمہ برعکس رہا، دوسرے ان کے قلم سے مالا مال ہو گئے لیکن خود علامہ دنیا سے گئے تو خالی ہاتھ گئے

یہ تو صحیح ہے کہ وہ رحمت الٰہی کی بیکراں فضاؤں اور مشیت ایزدی کی راحت رساں آغوش میں نہایت سکون واطمینان سے ہیں۔لیکن ہم لوگوں کو دائمی جدائی کا مرثیہ پڑھنے کے لئے چھوڑ گئے۔

دل صد پارہ بخیہ گری سوزنِ خدمتِ اہل بیت عصمت وطہارت کے سوا ممکن نہیں ، اسی لئے خداوند عالم نے ان کے فرزند حجۃ الاسلام والمسلمین جناب آقای سید شاہد جمال رضوی کو موروثی علم سے نوازا،الحمدللہ انہوں نے اپنے والد گرامی کے کارنامے کو تکمیل کے مرحلے تک پہونچاتے ہوئے چھٹی اور گیارہویں جلد کا ترجمہ کیا۔اس کے علاوہ سلمہ، حجۃ الاسلام والمسلمین جناب شمع محمد رضوی کی ہماہنگی میں پدری مکتوبہ کو عوام کے سامنے پیش کرنے میں مشغول ہیں،خداوند عالم ان لوگوں کو مزید توفیقات عنایت فرمائے تاکہ یہ لوگ اپنی شرعی ذمہ داریوں کو بہ نحو احسن انجام دے سکیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سید نیاز علی رضوی

۲۰رمئی ۲۰۱۰ء

مرد باشعور

حجۃ الاسلام مولانا ممتاز علی صاحب قبلہ
(امام جمعہ امامیہ ہال دہلی)

آج سے تقریباً تیس سال پہلے مولانا مجتبیٰ علی خاں ادیب الہندی صاحب سے مدرسۃ الواعظین کی طالب علمی کے زمانے میں مولانا سید علی اختر صاحب شعور گوپال پوری کا نام سنا تھا، وہ اکثر آپ کی زندگی کے پر لطف واقعات سناتے رہتے تھے لیکن انہیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا کیونکہ ان کی طالب علمی کا زمانہ ہمارے مدرسۃ الواعظین پہونچنے سے بہت پہلے ختم ہو چکا تھا۔ چونکہ وہ ادیب الہندی اور مشہور ادیب و افسانہ نگار برادر معظم جناب قمر احسن صاحب کے مدرسہ ناظمیہ میں دوست تھے، اس بنا پر ان دونوں حضرات کی زبانی ذکر خیر سے آگاہ ہوتا رہتا تھا۔

ایک دن ادیب الہندی صاحب نے خبر دی کہ آج شعور صاحب آرہے ہیں، وہ اپنے دوستوں اور مہمانوں کی حسب توفیق پردیس میں بھی بڑی خاطر و مدارات کرتے تھے، ان کی خبر پر میں سراپا انتظار بن گیا۔ آخر وہ گھڑی آہی گئی، جب دو پلی ٹوپی، شیروانی اور بڑی موہری کے پاجامے میں ملبوس مدرسۃ الواعظین کے دروازے سے ایک مولوی صاحب کو اندر آتے دیکھا۔ میں نے دور سے یہ سمجھا کہ شاید رئیس الواعظین مولانا کرار حسین صاحب قبلہ واعظ تشریف لا رہے ہیں، کیونکہ ان کی بھی وضع قطع کچھ ایسی ہی تھی، میں نے بڑھ کے جب قریب سے دیکھا تو یہ سمجھ میں آیا کہ نگاہیں دھوکہ کھا گئیں۔ قریب پہونچ کر بعد سلام، میں آپ ....؟ کہا ہی تھا کہ انہوں نے فرمایا: مجھے علی اختر کہتے ہیں، میں گوپال پور سے ادیب الہندی صاحب سے ملنے آیا ہوں۔ بس اتنے میں وہ ساری یادیں تازہ ہوگئیں جن کا ذکر

ادیب الہندی صاحب کیا کرتے تھے۔

پھر کئی دنوں تک موصوف کا مدرسۃ الواعظین میں قیام رہا، طالب علمانہ کھانا، ناشتہ وغیرہ سب ساتھ ساتھ ہوتا رہا، وہ ہم سے بہت بزرگ تھے، گفتگو میں مجھے جھجک محسوس ہوتی تھی لیکن انہوں نے کچھ ایسا انداز اختیار کیا جو ظرافت سے لبریز تھا، پھر تو بات کرنے میں کوئی جھجک باقی نہیں رہ گئی۔

ایران سے واپسی کے بعد مولانا ادیب الہندی صاحب کے گھر پر محلہ پیر بخارا میں کئی بار ملاقات ہوئی اس وقت بعض ناگزیر حالات کی بنا پر ادیب الہندی صاحب نے مدرسۃ الواعظین آنا جانا بند کر دیا تھا، وہیں شعور صاحب سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ خالی اوقات میں لکھتے یا پڑھتے رہتے تھے، سفر و حضر میں لکھنے پڑھنے کا کام جاری رہتا تھا۔

اسی زمانہ میں آپ کے کئی ترجمے اور تخلیقات منظر عام پر آ چکے تھے، میں ان کی تحریروں کو پڑھنے اور پھر ان سے اس پر بحث کرنے کا عادی بن گیا تھا، بعض اعتراضات صرف چھیڑنے کی غرض سے کر دیا کرتا تھا لیکن وہ اس کا برا نہیں مانتے تھے اور سوال کا مزاج سمجھ کر بڑے ظریفانہ اور کبھی کبھی گوپال پوری لب ولہجہ میں اس کا جواب دیا کرتے تھے۔ ہر علاقہ کے لہجہ کا اپنا ایک حسن ہوتا ہے جسے واقف کار افراد ہی محسوس کر سکتے ہیں لہذا اگر کبھی میں اسے محسوس نہیں کر پاتا تو وہ اس کی تشریح کے ساتھ اسے محسوس کراتے تھے جس سے لطف دوبالا ہو جاتا تھا۔

ان کے انتقال کے بہت دنوں کے بعد ان کے وارث مولانا سید شاہد جمال صاحب سے امامیہ ہال دہلی میں ملاقات ہوئی، اس وقت شاید وہ اپنے والد کے ترجمہ الغدیر پر حوالوں کی ترتیب و تزئین کا کام اپنے اعتبار سے کر رہے تھے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایران کے مرکز علم "قم" تشریف لے جا رہے تھے، جب انہوں نے اپنے والد کا نام بتایا تو ان کی یادیں تازہ ہو گئیں۔

اب شاہد جمال صاحب مصروف تعلیم ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ لکھنے پڑھنے کا کام بھی کر رہے ہیں۔ یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ باپ کے میراث میں تازگی اور تابندگی آ گئی ہے، ان کے ادھورے خواب کی تکمیل کے لئے موصوف کوشاں ہیں، کئی بار فون کر کے اس مرد باشعور شخصیت پر قلم اٹھانے کی ضد

کر چکے ہیں، میں اپنی کوتاہی قلم اور شعور صاحب کی اپنے سے کئی گنا بلند شخصیت کو دیکھ کر ہاتھوں میں قلم اٹھا کر رکھ دیتا تھا لیکن ملاقات کی چند یادوں نے چند سطریں لکھنے پر مجبور کر دیا۔

یہ جان کر بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ علامہ امینی کی کتاب ''الغدیر'' کا ترجمہ تھوڑی تلخیص کے ساتھ منظر عام پر آ رہا ہے جسے مولانا علی اختر صاحب شعور گوپال پوری نے کیا ہے۔ اگر کسی طرح تلخیص کے بجائے پوری کتاب منظر عام پر آجاتی تو بڑا اچھا ہوتا۔ اس طرح کی کتابوں میں اتنی تفصیل پیش کر دی گئی ہے کہ مخالف کے لئے دم مارنے کی گنجائش باقی نہیں ہے۔

علامہ امینی کتاب لکھتے وقت حوالہ کی تلاش میں مختلف ملکوں اور شہروں سے گذرے، لکھنو میں ناصریہ اور مدرسۃ الواعظین کی نادر لائبریری سے استفادہ کیا، قیام مدرسۃ الواعظین کے زمانہ میں موصوف نے وہاں کے رجسٹر معائنہ پر اپنے قلم سے معائنہ بھی تحریر فرمایا تھا، اگر وہ کہیں مل جاتا تو علامہ امینی کی تحریر کے ساتھ ان کے تاثرات بھی ہوتے، جو اس ترجمہ میں اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کئے جا سکتے تھے جو علامہ امینی کی ایک نادر تحریر ہوتی، جس میں پرانے مدرسۃ الواعظین کے حسن کی جھلک نمایاں تھی۔

یہ زمانہ تفصیل کا زمانہ ہے، قم اور دوسرے مراکز میں گذشتہ کاموں کو وسعت دی جا رہی ہے، احقاق الحق کے بعض حصوں کو آقائے مرعشی اعلی اللہ مقامہ نے مزید تفصیل عطا کی ہے، اسی طرح دوسری کتابوں پر بھی حاشیہ لکھنے والے اگر موجود ہوں تو ماضی کی ان کتابوں کے حسن میں اضافہ ہو جائے گا، الحمد للہ اردو زبان جاننے والے طلبہ اب پہلے سے کہیں زیادہ بہتر اور کافی تعداد میں موجود ہیں۔

خداوند عالم شاہد جمال سلمہ اور اس ادارے کے بانی اور سکریٹری سید شمع محمد رضوی کو توفیق خیر اور خیرات روانی قلم عنایت فرمائے۔ شاہد جمال سلمہ نے الغدیر کے ان دو جلدوں کا ترجمہ بھی کیا ہے جو ایک سفر کے دوران مولانا مرحوم سے غائب ہو گئی تھی۔ یہ تمام افراد سے مستقبل میں امیدیں ہیں جو نظم و نثر میں خدمت لوح و قلم اور خدمت دین مبین کر رہے ہیں اور شعور صاحب کو فکر و نظر کی بلندی کا اجر عطا کرے۔

''ممتاز علی''

امامیہ ہال دہلی

شہسوارِ قلم و بیان

حجۃ الاسلام مولانا سید ضمیر الحسن صاحب
(استاد جامعہ جوادیہ بنارس)

شیروانی پر سفید دو پلی ٹوپی رکھے ہوئے نہایت سنجیدہ اور باوقار شخصیت، گفتگو کا لہجہ نہایت شیریں، جبیں کی سلوٹوں پر تفکر کی لکیریں، باتوں باتوں میں بھی تاریخ و روایت پر نقد و تبصرہ، جہل سے برسر پیکار، علم کی دنیا میں گم صم یہ ہستی کسی اور کی نہیں بلکہ زمانہ ان کو مولانا سید علی اختر کے نام سے جانتا ہے۔

نہ جانے کتنے قرطاس مژگان قلم کے اشک روشنائی سے مملو اور نہ جانے کتنے مجلّے اور ماہنامے، مجموعۂ الفاظ کو اپنے دامن میں موصوف کی علمی میراث بنا کر اپنے صفحات کی زینت بنائے ہوئے ہیں۔ عربی و فارسی منشور کو اردو زبان و ادب کا جامہ عطا کر گئے ہیں، وہ آج بنام ترجمہ کتب قارئین کی نظروں کو جذب کئے ہوئے ہیں۔

میں ایسی شخصیت کے بارے میں کیا لکھوں اور کیسے لکھوں، کوتاہ قلمی اور بے مائیگی کا احساس شرمندہ کئے ہوئے ہے مگر فرمائش بھی عجیب ستم ظریف ہوا کرتی ہے۔ کسی مخلص انسان کی بات ٹالنا بھی ایک گناہ ہے اور میں نے اس گناہ سے بچنے کے لئے خود کو نااہل مانتے ہوئے بھی مولانا موصوف کے بارے میں کچھ لکھنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

مولانا علی اختر صاحب قبلہ جنہیں اب مترجم الغدیر لکھتے ہوئے بڑا فخر ہو رہا ہے، بڑی جانفشانی اور وقت نظر سے تلخیصی ترجمہ کر گئے ہیں، جس کی پہلی جلد غالباً مولانا کی حیات میں ہی منظر عام پر آچکی تھی،

بقیہ جلدیں آپ کے ہونہار فرزند کی سعی بلیغ سے اب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آرہی ہیں، قارئین کرام اس کے محاسن پر خود ہی غور فرمائیں گے۔

آپ کا تعلق علماء پرور اور علم دوست بستی سے ہے جسے گوپال پور کے نام سے جانا جاتا ہے، آج بھی اس سرزمین کے کافی علمائے ذوی الاحترام اپنی اپنی جگہ پر اپنا وقار و دبدبہ اجاگر کیئے ہوئے ہیں۔

صوبہ بہار کا یہ معروف علاقہ ہر دور میں نامور شخصیتوں کو ملت کے روبرو کرتا رہا ہے، خدائے کریم اہل گوپال پور کو مزید توفیق عطا کرے کہ وہ قدر شناس و صاحب معرفت و منزلت ہستیاں عوام کے سپرد کرتی رہیں۔ آمین

مولانا سید علی اختر صاحب طاب ثراہ ہرگز محتاج تعارف ہستی کا نام نہیں ہے بلکہ سرزمین گوپال پور کی نایاب درہائے آبدار میں سے ایک گراں قدر دانہ اور باکمال ہستی ہے اور جس طرح سے آپ کے نام کا جز ''اختر'' ہے اسی طرح سے آپ وہ علمی ستارہ تھے جو افق عالم پر درخشاں ہوا تھا مگر بہت جلد اپنی ضیائیں سمیٹ کر روپوش ہو گیا۔ صفحۂ گیتی پر ایسی شخصیتیں نادر ہی عالم وجود میں آتی ہیں۔

آپ کس قدر ناشر معارف اہل بیت اور علم و آگہی و بینش و دانش کے فروغ میں کوشاں تھے، اس کی گواہی کے لئے مضامین و تراجم کے ذخیرے اور اشعار کے مجموعے خود ہی کافی ہیں، آخری کوشش کا نام ترجمہ الغدیر ہے۔ ایک جفاکش اور نام و نمود سے دور، نہ تھکنے والا شہسوار قلم و بیان آج ہمارے درمیان نہ رہا، صاف و سلیس اور آسان لفظوں میں دلکش اور جاذب نظر ترجمہ پیش کرتے رہنا یہ کوئی سہل اور آسان بات نہیں ہے، اس کے لئے علمی لیاقت و مہارت تامہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے، وسعت فکر و نظر اور ذوق تخیل کی احتیاج ہوتی ہے، جو آپ میں یقیناً پائی جاتی تھی۔

آپ کی چند ملاقاتوں نے میرے نگار خانہ واقعات میں اپنے حسین نقوش جو قائم کر دئے تھے، وہ آج بھی خواب نیم بیداری کی طرح محفوظ ہیں۔ اور وہ بھی اس قدر حسین ہیں کہ ذہن سے منسلک ہو کر رہ گئے ہیں۔

ذکاوت و فراست کے ساتھ ساتھ اپنے ظرف قلب میں معاشرے کے تئیں ایک اصلاحی جذبہ

ہمیشہ سرگرم عمل رکھا اور سماج کو سدھارنے کا بیڑا تحریروں کی شکل میں اٹھائے رکھا۔ کم سخن مگر پیشاز و پیش نویس قلمکار کی حیثیت سے بڑی سادگی کی زندگی بسر کی۔ خود ہی مہمیز نہ ہوئے بلکہ اس راہ و روش کی وصیت و نصیحت اپنے فرزند سے بھی کرتے رہے۔

ضرورت زمانہ کے تحت گرچہ ایک مشاق خطیب و واعظ کی صورت میں آپ معروف و شہرت یاب نہ ہوئے مگر منبر رسول اور محراب کی زینت ضرور بنتے رہے اور علمی بیانات اور مسائل شرعیہ سے پورے معاشرے کو روشناس کراتے رہے۔ موصوف نے اپنے ظرف اخلاق سے کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا، لوگ ہمیشہ آپ کے حسن سلوک کے لئے ثناخواں نظر آئے، ماحول میں رائج تفرقات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اپنے وظائف پر نظر رکھتے تھے اور کسی معاملہ میں اس حد تک دخیل نہ ہوئے کہ خود ہی ایک فریق بن جائیں۔ ہاں! حق کو حق اور غلط کو غلط کہنے میں بے باکی کا مظاہرہ ضرور فرماتے تھے۔

میرا سابقہ مولانا موصوف سے گو بہت زیادہ نہیں رہا مگر ہم عصروں اور بزرگوں سے مولانا کی مدح و ستائش سماعتوں تک اس قدر پہونچی کہ قلم یہ لکھتے ہوئے ہرگز جھجک نہیں محسوس کرتا کہ مولانا مرحوم نے سرکار ختمی مرتبت کے خلقی نقوش سے خود کو اس طرح مزین کر رکھا تھا کہ آپ کا طرز عمل جیتا جاگتا تبلیغ مکارم اخلاق کا نمونہ نظر آتا ہے۔

مولانا طاب ثراہ کا زمانہ طالب علمی اور اس کے عہد کے مشاغل سے واقفیت تو ان کے ہم درسوں اور ہم عصروں کو ہوگا ظاہر ہے کہ حقیر اس سلسلہ میں واقف ہی نہیں ہے کہ قلم اٹھا سکے۔ ہم نے تو پہلی بار شاید قم المقدسہ کی سرزمین پر ہی دیکھا تھا مگر والہانہ انداز اور مشفقانہ طریقہ ملاقات نے کافی قریب کر دیا پھر تو مدرسہ جوادیہ میں بارہا شرف زیارت حاصل ہوا اور اکثر تادیر گفتگو بھی ہوتی رہی۔

آخر کلام میں یہ عرض کردوں کہ کتاب الغدیر کے ترجمہ کا انتخاب خود ہی واضح ثبوت ہے کہ جادۂ ولایت سے وابستہ فکر و قدم نے آپ کو واقعی سچا مولائی ثابت کیا ہے، در امیر کا گدائی کشکول معرفت میں اتنی دولت مودت رکھتا تھا کہ خود ہی کردار کا امیر بن کر زمانے کو مہمیز راہ ولایت و امامت کرنے کے لئے جو کچھ بھی اپنی بساط میں رکھتا تھا انہیں الفاظ کے جامے میں اور پھر کتاب کی شکل دے کر اپنی عافیت کا

سامان کثیر فراہم کر گیا۔

اس کی دو جلدوں کے لئے مولانا شاہد جمال صاحب نے اپنی محنت و تلاش صرف کر کے تکمیل سے ہمکنار کر دیا اور بتا دیا کہ ارث پدر سے ہم محروم نہیں ہیں نہ تو مولانا لاورث شخصیت و کردار کا نام ہے۔ حالانکہ اپنے انہماک و دلچسپی سے جس بیڑے کو اٹھایا تھا، مولانا نے بتائید الٰہی خود ہی تکمیل تک پہونچا دیا تھا مگر سوء اتفاق سے عالم سفر میں اس کی دو جلدوں کا صفایا مال کے دشمنوں یعنی لٹیروں نے کر دیا جس کا آپ کو بے حد قلق تھا مگر حسن اتفاق سے آپ کے وارث علم و علمی مولانا شاہد جمال نے اس کو بھی تکمیل تک پہونچا دیا اور زیور طبع سے آراستہ ہو کر آج کتب فروشوں کے پاس موجود ہے۔

قابل ستائش ہیں مولانا شاہد جمال صاحب جنہوں نے پدر کی روح کو شادماں کر دیا اور قرآن و عترت فاؤنڈیشن جس نے اس کے نشر ہونے کے لئے ایک اہم قدم اٹھایا۔

میں یہیں پر اس ادارے کے سلسلے میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس ادارہ نے جو اپنی بساط کے مطابق چند عرصے میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں دینی اور مذہبی فعالیتیں انجام دی ہے وہ یقیناً قابل قدر ہے۔

قرآن و عترت فاؤنڈیشن کے بانی اور سکریٹری سید شمع محمد رضوی نے سرزمین ہند کے مختلف مقامات پر معارف اسلامی کلاسز قائم کرنے کے علاوہ انجمن دانش آموختگان جامعۃ المصطفیٰ کی تاسیس اور پٹنہ، اعظم گڑھ، دہلی جیسے شہر میں اس کی کانفرنس، اجلاس مبلغین، ایقان اور مبلغ رسالے کی اشاعت کر کے فعالیت کا ایک نیا رخ اپنایا، خدا موصوف کی نیز حقیر کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

آمین یارب العالمین

''سید ضمیر الحسن رضوی''

آہ! یا ابی

ابن شعور گوپال پوری

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

زندگی کے آگے ایک مرحلہ، ایک منزل ہے جسے ''موت'' کہتے ہیں، جب کسی کا کوئی عزیز اس دارفانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر جاتا ہے تو اس کا وجود خاموشی کی تصویر اور غم کا فسانہ بن کر اشکوں کے حصار میں، بے قرار دل اور بے چین و مضطرب روح کے ساتھ ٹکٹکی لگائے اس کائنات کو دیکھتا ہے تو ایک ہوک سی اٹھتی ہے، آنکھوں سے نمکین پانی کا دریا جاری ہو جاتا ہے، اس وقت ایسا لگتا ہے جیسے خاموشی، اداسی، بے نوائی، بے حسی اور درد و الم اسی کے لئے معرض وجود میں آئے ہوں، اندھیرے اور سناٹے اس کے اپنے ہوں، تیرگی اور ترسندگی اسی کے وجود خاکی کا حصہ ہوں.... گریہ جس کی پہلی منزل اور آنسو جس کا پہلا مقام.....

لیکن اس گریہ کی بھی دو قسمیں ہیں: کوئی کہہ کر روتا ہے اور کوئی خاموشی سے اشکوں کا دریا پی جاتا ہے۔ مگر ہاں! اس وقت سناٹے اور بڑھ جاتے ہیں، اندھیروں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور گریہ مزید شدت اختیار کر لیتا ہے جب کسی کا باپ دنیا سے اٹھ جاتا ہے اور کوئی پدرانہ شفقت سے محروم ہو جاتا ہے۔

آنکھیں اداس اداس ہیں چہرے اجاڑ سے
کنبہ ہے چور چور غموں کے پہاڑ سے

آہ! قلم میں لرزش ہے، ذہن پریشان ہے.... سمجھ میں نہیں آتا کہ بچپن کی شفقتوں کو کیسے لکھوں،

ایام طفلی کے پیار بھرے انداز کو کیسے تحریر کروں، دور کمسنی کے طریقۂ محبت کو قلمبند کروں تو کیسے ...؟ اس لئے کہ جب ماضی کی حسین کتاب کھولتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ آج میں لق و دق صحرا میں یکہ وتنہا کھڑا ہوں، ویرانیاں میری گرویدہ ہیں اور اداسیاں اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں......۔

آہ! وہ مار میں پیار کی آمیزش، لہجے میں تنبیہ کی سوزش، آنکھوں میں محبت، ہاتھوں میں شفقت، بذلہ سنجی میں سنجیدگی، سنجیدگی میں انکساری اور انکساری میں وقار کی جھلکیاں جب یادداشت کی سطح پر ابھرتی ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ دنیا ویران، اندھیری اور میری ذات کے لئے ادھوری ہوگئی ہو۔

اب تو صدمات کی کڑی دھوپ ہے، غموں کی تاریک اور ہولناک وادیاں ہیں، احساس ہے مگر اس میں شدت نہیں، پیاس ہے مگر طلب سے عاری.....۔

ہاں! میرے مستقبل کا انحصار اسی ذات پر تھا، میرے مستقبل کی روشنی اسی ذات سے پھوٹتی تھی ...مگر اسی نے اس وسیع وعریض دنیا میں یکہ وتنہا، ورتا بلکتا، آزمائش کے لئے چھوڑ دیا۔

یہ حقیقت ہے کہ جب باپ کا عظیم سایہ انسانی وجود پر برقرار رہتا ہے تو محبتوں کی شیرینی معلوم ہوتی ہے، الفتوں کی لذت ذائقہ دیتی ہے، پیار وشفقت، وجود کو اضطرابی کیفیت سے محفوظ رکھتے ہیں۔ لیکن جب یہ عظیم سایہ اٹھ جاتا ہے تو الفتوں، محبتوں اور شفقتوں کے بجائے صرف آہوں کی خطابت اور آنسوؤں کی شاعری ہوتی ہے، تباہی و بے نوائی کا احساس ہوتا ہے، اندھیرے اور مہیب سناٹوں کا راج ہوتا ہے اور لیل ونہار ظالم بن کر ڈسنے کو تیار رہتے ہیں۔

کرب، ٹیس، آہ ونالے، اشک غم، رنج وفراق
زخم کتنے ساتھ میرے سہہ گئی شام الم

لفظ یتیمی اپنے دامن میں کتنی ویرانیاں اور تلخیاں آباد کئے ہوئے ہے اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب دس فروری کی شام، الم بن کر وجود پر چھا گئی، اس وقت معلوم ہوا کہ دکھوں میں کتنی کرواہٹ ہوتی ہے، ایسا نہیں تھا کہ تسلیاں، دلاسے اور صبر کی تلقین کرنے والے نہیں تھے، لیکن صبر کی تلقین کرنا بہت آسان ہے مگر صبر کرنا.... اللہ اکبر۔ دل میں ایک احساس تو بہر حال کروٹ لیتا رہتا ہے کہ ''ہم یتیم'' ہوگئے۔

دانش و تحقیق کا روشن منارہ

علامہ امینیؒ کی حیات و خدمات کا تفصیلی جائزہ

علامہ امینی کی حیات و خدمات کے اجمال سے تقریباً ہر کتاب دوست شیعہ واقف ہے لیکن ان کی تفصیلی حیات سے تقریباً اکثر لوگ ناواقف ہیں خاص طور سے اردو داں حضرات۔ اسی لئے ناچیز نے ان کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک مقالہ تحریر کرنے کا ارادہ کیا تا کہ اردو داں حضرات بھی دانش و تحقیق کے اس روشن منارہ کی حیات و خدمات سے آشنا ہو سکیں، اس سلسلے میں میں نے والد علام کی تحریر کردہ کتاب دانشوران غدیر کے بعض اقتباسات، تحقیق شدہ کتاب الغدیر، فارسی زبان میں ایک جلد میں شائع ہونے والی جامع تلخیص ''برگزیدۂ جامع از الغدیر'' (جس کا اردو ترجمہ بھی ناچیز نے کیا ہے اور عنقریب شائع ہونے والا ہے)، الغدیر کا ایک جائزہ، مقدمہ کتاب فاطمہ زہرا اور کچھ دوسری کتابوں سے استفادہ کیا ہے، اس میں میں نے علامہ امینی کی زندگی کے اہم اور قابل قدر تمام گوشوں کو قلمبند کرنے کی کوشش کی ہے۔

سید شاہد جمال رضوی

خاندانی پس منظر

آپ کا نام شیخ عبدالحسین امینی نجفی تھا، چوتھی پشت تک آپ کا شجرہ یوں ہے: عبدالحسین بن شیخ احمد

بن شیخ نجف علی بن شیخ عبداللہ (سرست) بن الحاج محمد بن اللہ یار۔

آپ کے دادا شیخ نجف علی پر آپ کے خاندان کا نام پڑا کیونکہ ان کا لقب ''امین الشرع'' تھا، وہ اپنے وقت کے عظیم علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ امین الشرع شیخ نجف علی ۱۲۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی زندگی تبریز کے ایک دیہات ''سردھا'' میں گذری، پھر وہ تبریز آ گئے۔ وہاں زندگی کی آخری سانسوں تک قیام پذیر رہے، وہیں دینی علوم کا اکتساب کیا۔ وہیں شعری و ادبی صلاحیتیں پروان چڑھیں، ان کے زیادہ تر شعری آثار مدح ائمہ معصومین میں ہیں۔ مکارم اخلاق، تقوی اور صلاح و سواد سے آراستہ تھے۔ واثق تخلص تھا۔

انہوں نے ۸۳ر سال عمر پائی اور شب جمعہ ۷ر جمادی الاولی ۱۳۴۰ھ وقت نماز صبح سے ایک ساعت قبل وفات پائی اور تبریز ہی میں دفن کئے گئے۔

علامہ امینیؒ اپنے جد امجد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بارہ سال بعد جب ان کی لاش نجف اشرف منتقل کرنے کے لئے کھودی گئی تو جسد اطہر بالکل صحیح و سالم تھا، یہاں تک کہ آپ کے بالوں پر بھی کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ انہیں وادی السلام نجف اشرف میں دفن کیا گیا۔

علامہ کے والد شیخ احمد امینی ۱۲۸۷ھ میں آبائی دیہات ''سردھا'' میں پیدا ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں ۱۳۰۴ھ تبریز مہاجرت فرمائی، وہ اپنے وقت کے علماء و فضلاء میں شمار کئے جاتے تھے، زہد و تقوی سے آراستہ تھے، اس قدر خلیق تھے کہ مذہبی مسائل کے علاوہ کسی نے انہیں غصے کی حالت میں نہیں دیکھا، ان کے حسن اخلاق پر لوگوں کو حیرت ہوتی تھی، علمی کمال کے باوجود ہمیشہ شہرت سے دور رہے۔ تصنع، ریاکاری اور ظاہرداری ان میں نام کو نہ تھی، آیۃ اللہ سید میرزا ابوالحسن تبریزی (وفات ۱۳۵۷ھ) جو مراجع عظام میں شمار کئے جاتے تھے، شیخ احمد کے بارے میں فرماتے ہیں:

شیخ میرزا احمد امینی از کسانی است کہ در زھد و تقوایش شکی نیست و بدون تردید فردی مجتهد ست منتها از خوف تظاهر به ریا از ترس شهرت طلبی همیشه فضائل خویش را مخفی می نماید ''شیخ میرزا احمد امینی ان افراد میں سے ہیں جن کے

زہد وتقوی میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں اور بلا تردید وہ ایک مجتہد ہیں، لیکن ریا کاری کے اظہار اور شہرت طلبی کے خوف کی وجہ سے ہمیشہ اپنے فضائل کو پوشیدہ رکھتے ہیں"۔

شیخ احمد نے ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد شیخ نجف علیؒ سے حاصل کی پھر وہاں کے دیگر اساتذہ سے اکتساب فیض کیا اور خاص طور سے میرزا اسد اللہ بن محسن تبریزی سے استفادہ کیا جو اپنے وقت کے معقول ومنقول کے میدان میں سند شمار کئے جاتے تھے۔

ان کے علمی آثار میں حاشیہ مکاسب اور حاشیہ شرح لمعہ خاص طور سے لائق ذکر ہیں۔ انہیں مندرجہ ذیل علماء نے اجازہ مرحمت فرمایا تھا:

۱۔ آیۃ اللہ میرزا علی شیرازی (وفات ۱۳۵۵ھ)؛
۲۔ آیۃ اللہ ابوالحسن اصفہانی (وفات ۱۳۶۵ھ)؛
۳۔ آیۃ اللہ شیخ محمد حسین غروی اصفہانی (وفات ۱۳۶۱ھ)؛
۴۔ آیۃ اللہ سید حسین طباطبائی بروجردی (وفات ۱۳۸۰ھ)؛
۵۔ آیۃ اللہ الشیخ میرزا علی ایروانی (وفات ۱۳۵۴ھ)؛
۶۔ آیۃ شیخ میرزا رضی بن محمد حسن زنوزی تبریزی (وفات ۱۳۶۰ھ)؛
۷۔ آیۃ اللہ شیخ میرزا احمد تبریزی قراچہ داغی؛
۸۔ آیۃ شیخ میرزا افتاح شہیدی (وفات ۱۳۷۲ھ)؛
شیخ میرزا خلیل آقا بن میرزا احسن (وفات ۱۳۶۸ھ)؛

آپ نے بھی اپنے والد کی طرح ۸۳ سال کی عمر میں ۲۹ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ تہران میں وفات پائی اور قم کے قبرستان نو میں دفن کئے گئے۔

علامہ امینیؒ کی ولادت اور ابتدائی تعلیم وتربیت

نازش آفریں جد و پدر کے چشم و چراغ علامہ عبد الحسین امینی نجفی ۱۳۲۰ھ میں شہر تبریز میں پیدا

ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اولاً اپنے والد ماجد میرزا احمد بن علی سے حاصل کی، انہوں نے اس لعل گراں بہا کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تدریس میں ہر ممکن سعی کی پھر اس شہر کے مدرسہ ''طالبیہ'' میں رسمی تعلیم کے لئے داخل کردیا۔ آپ نے دورۂ سطحی تک دینی علوم اسی مدرسہ میں حاصل کئے، وہاں جن علماء کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا یا جن دوسرے علمی مراکز میں آیات عظام کے حضور علم حاصل کیا، ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ آیۃ اللہ سید محمد بن عبدالکریم موسوی (وفات ۱۳۶۳ھ)؛ یہ تبریز میں مرجع تقلید تھے۔

۲۔ آیۃ اللہ سید مرتضیٰ بن احمد بن محمد حسینی خسروشاہی (وفات ۱۳۷۶ھ)؛ یہ علم کے علمبردار، فقہ کے ماہر اور تبریز کے بزرگ علماء میں سے تھے۔

۳۔ آیۃ اللہ شیخ حسین بن عبدعلی توتونچی (وفات ۱۳۶۰ھ)؛ یہ فقہ و اصول اور کلام کے برجستہ عالم تھے، علمی اور فقہی میدان میں عظیم مرتبہ حاصل تھا۔

۴۔ علامہ شیخ میرزا علی اصغر ملکی؛ یہ عظیم فقیہ اور بلند مرتبہ ادیب تھے۔

نجف اشرف کی طرف روانگی

اپنا دورۂ سطح علوم دینی پورا کر کے علامہ نے نجف اشرف کا رخ کیا، آپ کا یہ عنفوان شباب تھا تا کہ اعلیٰ تعلیم (درس خارج) فقہ و اصول، حدیث اور علوم حدیث کے اساتذہ کے سامنے جاری رکھیں اور باب مدینۃ العلم سے معنوی و روحانی علوم بھی حاصل کر سکیں؛ اسی لئے انہوں نے علمائے فقہ و اصول کے درس میں شرکت کی اور ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا؛ ان علماء میں بعض یہ ہیں:

۱۔ آیۃ اللہ سید محمد بن محمد باقر حسینی فیروزآبادی (وفات ۱۳۵۴ھ)

۲۔ آیۃ اللہ سید ابوتراب بن ابوالقاسم خوانساری (متوفی ۱۳۴۶ھ)

۳۔ آیۃ اللہ میرزا علی بن عبدالحسین ایروانی (متوفی ۱۳۵۴ھ)

۴۔ آیۃ اللہ میرزا ابوالحسن بن عبدالحسین مشکینی (متوفی ۱۳۵۷ھ)

علامہ امینی نجف میں دروس میں شرکت کرنے، طلاب علوم دینی سے مباحثہ کرنے اور علوم و

معارف شریعت سے مکمل طور پر مستفیض ہونے کے بعد ایک طویل مدت کے بعد اپنے وطن تبریز واپس آئے اور وہاں ایک مدت تک وعظ ونصیحت، تدریس اور علمی مباحثہ میں مشغول رہے، اسی زمانے میں آپ نے سورۂ حمد کی تفسیر مکمل کی اور اس تفسیر کی تدریس کی۔

تبریز میں علامہ کا قیام بہت طولانی نہ تھا، وہ ہمیشہ زیادہ علوم ومعارف حاصل کرنے کے مشتاق رہتے تھے، ان کی روح ہمیشہ نجف اشرف ہی میں لگی رہی، وہ مقدس شہر جو علم ودانش کا سرچشمہ تھا، چنانچہ ان کا یہی اشتیاق اور والہانہ پن تھا جس نے دوبارہ نجف اشرف میں قیام پر مجبور کیا تا کہ نجف اشرف میں اپنی علمی تشنگی کو دور کر سکیں۔

اجازۂ اجتہاد وروایت

نجف اشرف میں واپس آنے کے بعد آپ نے دوبارہ حوزۂ علمیہ نجف کے دروس خارج میں شرکت کی اور بزرگ علماء سے علم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے تا کہ درجۂ اجتہاد پر پہونچ سکیں، چنانچہ بہت سے علماء نے ان کو اجتہاد کے اجازے مرحمت فرمائے، جن میں بعض یہ ہیں:

۱۔ آیۃ اللہ سید میرزا علی بن مجدد شیرازی (متوفی ۱۳۵۵ھ)؛

۲۔ آیۃ اللہ شیخ میرزا حسین نائینی نجفی (متوفی ۱۳۵۵ھ)؛

۳۔ آیۃ اللہ شیخ عبدالکریم بن ملا محمد جعفر یزدی حائری (متوفی ۱۳۵۵ھ)؛

۴۔ آیۃ اللہ سید ابوالحسن بن سید محمد موسوی اصفہانی (متوفی ۱۳۶۵ھ)؛

۵۔ آیۃ اللہ شیخ محمد حسین بن محمد حسن اصفہانی نجفی معروف بہ کمپانی (متوفی ۱۳۶۱ھ)؛

۶۔ آیۃ اللہ شیخ محمد حسین بن علی آل کاشف الغطاء (متوفی ۱۳۷۳ھ)؛

جس طرح فقہ واصول کے اساتذہ نے ان کو اجتہاد کے اجازے دئے اور ان کے اجتہاد کا اقرار کیا، اسی طرح بعض علمائے نجف نے اجازۂ روایت بھی عطا فرمایا، اس طرح وہ حدیث کے راویوں کے صف میں داخل ہو گئے، انہوں نے اپنے اجازوں کو اپنی تحریر وعبارت میں مرتب کیا جو روایت ودرایت

حدیث کے سلسلے میں علامہ کی صلاحیت پر واضح دلیل ہے۔ ان علماء میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ آیۃ اللہ سید ابوالحسن موسوی اصفہانی؛

۲۔ آیۃ اللہ سید میرزا علی حسینی شیرازی؛

۳۔ آیۃ اللہ شیخ علی اصغر ملکی تبریزی؛

تحصیل علم کے سلسلے میں بے پناہ اشتیاق اور والہانہ پن

علامہ تحصیل علم اور علمی مباحث کے بے پناہ مشتاق رہتے تھے، اس راہ میں وہ حتی المقدور کوشش سے فروگذاشت نہیں کرتے تھے، دقیق مطالب کو واضح کرنے کے بہت زیادہ حریص تھے۔ بے پناہ صبر و حوصلہ کے ساتھ ساتھ تھکن سے عاری ان کی یہ کوشش، ذخیرہ علم اور علمی مباحث کے متعلق بحث و مناظرہ کے لئے تھی۔

اس دعوی کی واضح دلیل یہ ہے: انہوں نے کتاب الغدیر کی تدوین و ترتیب کے وقت نجف اشرف کے اکثر کتب خانوں کی کتابوں اور علماء کی تحریروں کا مطالعہ کیا۔

اس کے لئے آپ نے کربلا، بغداد، کاظمین، سامرا، ایران، ہندوستان، شام اور ترکی کا سفر کیا تا کہ علمی جستجو اور ضروری معلومات فراہم کرسکیں، نیز اہم ترین علمی مآخذ تک رسائی حاصل کریں تا کہ الغدیر کی تدوین و تالیف میں ان سے استفادہ کرسکیں اور موضوع بحث معلومات کا نوٹ بنا سکیں۔

دنیا کی کتابوں اور کتب خانوں کے سلسلے میں ان کے بے پناہ اشتیاق اور والہانہ پن کے متعلق، انہیں سے منقول ہے کہ وہ علمی اہداف تک رسائی حاصل کرنے کی راہ میں کسی طرح کی مشکلات اور مصائب پر توجہ نہیں دیتے تھے؛ اسی لئے ان کی زندگی میں مطالعہ کتب اور ان کے مطالب سے نتیجہ گیری کرنے سے زیادہ کوئی اور چیز لذت بخش نہیں تھی، وہ زندگی کے اہم ترین لذائذ سے بھی منہ موڑ چکے تھے، اپنی عمومی صحت اور اہل و عیال کی حالت کے لئے بھی خصوصی اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

انہیں سے منقول ہے: مسلسل کئی گھنٹے گذر جاتے تھے اور وہ اپنے کھانے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے

تھے اور اپنے روزانہ کا کھانا بھی تناول نہیں کرتے تھے، ہاں! جب دستر خوان پر بیٹھے ہوئے ان کے اہل و عیال کئی مرتبہ آواز دیتے تھے تب آ کر کھانا تناول فرماتے۔ وہ کتابوں اور کاپیوں میں اتنے مستغرق رہتے کہ ان کے لئے یہ بات اہم نہیں ہوتی کہ کھانا ٹھنڈا ہو گیا ہے یا جو کھانا کھا رہے ہیں وہ کل کا ہے، بلکہ ان کے لئے یہ بھی اہم نہیں ہوتا تھا کہ کیا کھا رہے ہیں اور کیا پی رہے ہیں یہاں تک کہ کھانا کھاتے ہوئے بھی روایات اور واقعات کے سلسلے میں غور و فکر کے سمندر میں غوطہ زن رہتے تھے۔

وہ خطی نسخوں سے منقول مطالب پر اعتماد نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے اوپر ضروری سمجھتے تھے کہ ان علمی مآخذ کو خود ہی دیکھیں تا کہ اس کے ذریعہ عذر تراشیاں ختم، شک و تردید باطل اور اہل تشکیک کے تمام دعوؤں کا قلع قمع کیا جا سکے۔

عظیم مجاہدین بھی اپنے کاندھے پر ایسا سنگین عملی بوجھ اٹھانے سے قاصر ہیں؛ اس لئے کہ واضح بات ہے کہ علمی مآخذ و منابع دنیا کے مختلف گوشوں کے کتب خانوں میں بکھرے پڑے ہیں، لیکن یہ مشکل بھی شیخ کے لئے چنداں اہمیت کی حامل نہیں تھی، اسی لئے ضروری منابع و مآخذ کے حصول اور اسلام کے فکری میراث سے فیضیاب ہونے کے لئے دنیا کے دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔

اس سلسلے میں ان سے منقول ہے کہ انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا اور کافی دنوں تک وہاں کے عظیم کتب خانوں کی چھان بین کی، کتابوں سے ضروری نوٹ بنائے اور ان کتابوں کا تجزیہ و تحلیل کیا جو صرف ہندوستان ہی میں دستیاب ہو سکتی تھیں۔

ایک اہم واقعہ:

علامہ امینی کے بعض قریبی افراد سے ایک واقعہ منقول ہے جو بحث و تحقیق کے سلسلے میں ان کی بے پناہ جد و جہد کی نشاندہی کرتا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

ایک دن علامہ گریہ کر رہے تھے؛ اس لئے کہ ان کی ضرورت کی بعض اہم کتابیں دستیاب نہیں ہو پائی تھیں، علامہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مصادر و مآخذ کے لئے امیر المومنین حضرت علیؑ سے متوسل ہوتے تھے۔ ایک دن امیر المومنین سے متوسل ہوئے اور کہا: یہ کتاب ''الغدیر'' آپ کی کتاب ہے، غدیر آپ کا

ہے، لہذا آپ کو اس مقام ومرتبہ کا واسطہ جو خدا کی بارگاہ میں ہے، جن کتابوں کی مجھے ضرورت ہے اسے فراہم کرنے میں مدد کریں۔ علامہ امینی کا بیان ہے: مختصری نیند کے بعد میں بیدار ہوا، احساس ہوا کہ کوئی دق الباب کر رہا ہے، میں نے دروازہ کھولا دیکھا کہ میرا پڑوسی ''بنیا'' ہے، اس نے کہا: میں نے ایک نیا گھر خریدا ہے جو میرے گھر سے بہت بڑا ہے، جب ہم گھر کے وسائل کو وہاں منتقل کر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک پرانے گوشہ میں یہ کتاب پڑی ہے، میری زوجہ نے کہا: یہ کتاب آپ کے کام کی نہیں، اسے شیخ امینی کو ہدیہ کر دیں۔ علامہ نے وہ کتاب دیکھی، معلوم ہوا کہ یہ وہی کتاب ہے جس کی تلاش میں وہ مہینوں سے سرگرداں تھے۔

دوسرا حیرت انگیز واقعہ

کتاب کی فراہمی کی مشکل کے سلسلے میں ایک دوسرا واقعہ بھی منقول ہے جو پہلے والے واقعہ سے کم حیرت انگیز نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ علامہ امینی کو زمخشری کی کتاب ''ربیع الابرار'' کی شدید ضرورت تھی، یہ کتاب طباعت سے پہلے بہت نادر و نایاب تھی اور اس کے تین ہی خطی نسخے موجود تھے، ایک نسخہ یمن میں موجود امام یحیی کے پاس تھا، دوسرا شام کے کتب خانۂ ظاہریہ میں اور تیسرا نجف اشرف کے ایک آیۃ اللہ کے پاس تھا، جن کے انتقال کے بعد ان کا کتب خانہ ان کے فرزند تک منتقل ہو گیا تھا۔

علامہ امینی اس عالم کے گھر پہونچے، علامہ نے ان کے فرزند سے صرف تین دن کے لئے اس کتاب کو عاریۃً مانگا لیکن انہوں نے دینے سے انکار کر دیا، علامہ نے خواہش کی کہ صرف دو دن کے لئے دے دیں لیکن انہوں نے اس سے بھی منع کر دیا، حتی ایک دن کے لئے دینے سے منع کر دیا۔ علامہ کا بیان ہے: میں نے ان سے کہا: صرف تین گھنٹے کے لئے عاریۃً دے دیں لیکن انہوں نے اس کی بھی ممانعت کر دی، میں نے کہا: اس بات کی اجازت دے دیں کہ میں آپ ہی کے گھر میں آپ کے سامنے اس کتاب کا مطالعہ کر لوں لیکن انہوں نے یہ بھی قبول نہ کیا، چنانچہ میں ان سے اور کتاب کے حصول سے پوری طرح مایوس ہو گیا۔

علامہ کا بیان ہے: اس کے بعد میں مرجع عالی قدر آیۃ اللہ سید ابوالحسن اصفہانی سے ملاقات کے

لئے گیا تا کہ وہ اس کتاب کے لئے میری سفارش کر دیں، لیکن صاحب کتاب نے پھر بھی کتاب دینے سے انکار کر دیا، اس کے بعد میں آیۃ اللہ شیخ محمد حسین کاشف الغطا کے پاس گیا تا کہ ان کے احترام میں وہ کتاب عاریۃً مل جائے لیکن پھر بھی انہوں نے کتاب دینے سے انکار کر دیا، اس کے بعد تو میں کتاب سے بالکل مایوس ہو گیا، امیر المومنین کے حرم مطہر گیا اور اس سارے واقعہ کی شکایت کی، اس کے بعد پریشاں حال اپنے گھر پہونچا، اس پریشاں حالی میں میری نیند بھی اڑ گئی تھی تھوڑی دیر سویا تھا کہ خواب میں امام کو دیکھا، کتاب کے سلسلے میں جو رنج و غم اٹھائے تھے اس کی شکایت کی، امام نے جواب دیا: **ان جواب سوالک عند ولدی الحسین** ''تمہارے سوال کا جواب میرے فرزند حسین کے پاس ہے''۔

میں فوراً ہی بیدار ہوا، وضو کیا اور طلوع فجر کے وقت سید الشہداء امام حسین کے حرم کی زیارت کی غرض سے کربلا کے لئے روانہ ہو گیا، نماز صبح اور زیارت پڑھنے کے بعد میں نے امام حسین سے ان پریشانیوں کی شکایت کی جو کتاب کے حصول کے سلسلے میں اٹھائی تھیں، پھر وہاں سے حضرت عباس کے حرم کی زیارت کے لئے نکلا، زیارت کے بعد ان کے اور ان کے عظیم بھائی کے حق کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کی اور ایک صحن میں بیٹھ کر سوچ رہا تھا کہ اچانک شیخ محسن ابو الحب جو اس وقت کربلا کے برجستہ خطیب تھے، میری طرف آئے اور احوال پرسی کے بعد گھر میں آ کر آرام اور ناشتہ کرنے کی دعوت دی، میں نے ان کی دعوت قبول کر لی، وہ گرمی کا زمانہ تھا۔

میں ان کے گھر کے پائیں باغ میں بیٹھا تھا، تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد ان سے کہا: آپ کا کتب خانہ کہاں ہے، مجھے اپنے کتب خانے تک راہنمائی کریں، دیکھا کہ ان کے کتب خانے میں بہت زیادہ اور نفیس کتابیں موجود تھیں، میں ان کی کتابیں دیکھتا رہا اچانک مطلوبہ کتاب ''ربیع الابرار'' دستیاب ہوئی، کتاب اٹھائی اور مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ بالکل وہی کتاب ہے، نا چاہتے ہوئے بھی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، میں بلند آواز سے رونے لگا، شیخ ابو الحب حیران و پریشان میرے پاس آئے اور رونے کی وجہ پوچھی، میں نے پورا واقعہ ان کے گوش گذار کیا، پورا واقعہ سننے اور یہ بات کہ امیر

المومنین نے یہاں تک آنے کی راہنمائی فرمائی ہے، سننے کے بعد شیخ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، مجھ سے کہا: یہ خطی نسخہ کمیاب ہے، قاسم محمد رجب اس کتاب کی خرید و طباعت کے لئے مجھے ایک ہزار دینار() دینا چاہتے تھے لیکن میں نے ان کی فرمائش رد کر دی، پھر شیخ نے اپنا قلم نکال کر اس کتاب پر علامہ امینی کے لئے ہدیہ لکھ دیا اور کہا: یہ دو ائمہ امام علی اور امام حسین (علیہما السلام) کا جواب ہے۔

پسندیدہ اخلاق اور ذاتی خصوصیات کے نمونے:

۱۔علامہ امینی نے اپنے آپ کو تدریس، تالیف اور تحقیق کے لئے وقف کر دیا تھا، اپنی زندگی کے اکثر اوقات مطالعہ، کتابوں کی جستجو اور اسلام کے علمی میراث سے مستفیض ہونے کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ اسلامی علوم کی مشکلات میں آپ ہی سے سوال کیا جاتا تھا، آپ فکری سوالات کو حل کرنے کی پناہ گاہ تھے، تفسیر و حدیث اور تاریخ و رجال کے علوم میں صاحب نظر کی حیثیت حاصل تھی، آپ دانشوروں، محققوں، مؤلفوں کی پناہ گاہ تھے۔

۲۔وہ ایک متقی، پرہیزگار اور عابد انسان تھے، دینی صلابت، کرامت نفس، شرح صدر اور بہترین اخلاق کے مالک تھے، وہ کسی سے بدظن نہیں رہتے بلکہ دوسروں کے ساتھ حسن ظن سے پیش آتے تھے، مذہبی اختلاف کے باوجود بھی، صاحب فضل و مرتبہ کی تعریف و توصیف کرتے تھے، عالی ہمت تھے، خوراک و پوشاک میں تواضع کا مظاہرہ کرتے، دنیا و مافیہا سے قطعی بے نیاز تھے، صرف آخرت پر نگاہ تھی اور اسی کے لئے جد و جہد کرتے تھے۔

۳۔ان کو قرآن و دعا اور نماز سے والہانہ عشق تھا، ان کی عام زندگی بھی مکمل نظام کے مطابق تھی: ناشتہ کے بعد اپنے ذاتی کتب خانے میں جاتے اور تلامذہ کے آنے تک مطالعہ میں مشغول رہتے تھے، اس کے بعد اذان ظہر تک درس و بحث میں مصروف رہتے تھے اور پھر نماز کے لئے اٹھ جاتے تھے پھر کھانا کھانے اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد آدھی رات تک اپنے کتب خانے میں مشغول رہتے تھے۔

۴۔امیر المومنین حضرت علیؑ کے حرم مبارک کی بہت زیادہ زیارت کرتے اور مختلف اوقات میں

حرم شریف کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ امام علی اور امام حسین (علیہما السلام) کے حرم کے درمیان اسی کیلومیٹر کی مسافت تھی جسے آپ تین دن میں طے کرتے تھے تاکہ راستے میں لوگوں کی تبلیغ و ہدایت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکیں۔

۵۔ اس تبلیغی اور عبادی روش کے ساتھ ساتھ، اپنی معاشرتی ضروریات کو فراموش نہیں کرتے تھے اور فقراء و مساکین کی ضرورتیں بھی پوری کرتے تھے، اپنے جاننے والوں اور دینی بھائیوں کے ساتھ نیکی سے پیش آتے اور خود کو ان کی مشکلات میں شریک سمجھتے تھے، ان کے ساتھ برابر سے پیش آتے تھے، وہ کبھی کسی سائل کو واپس نہیں کرتے اور حاجتمند کو محروم نہیں کرتے تھے، فقراء و مساکین کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اپنے آپ کو مشکلات میں ڈال لیتے تھے۔

۶۔ ان کے بعض ظاہری حالات و خصوصیات اس طرح تھے:

وہ بلند قامت، خوبصورت اور سرخی مائل سفید چہرے کے مالک تھے، ان کی آواز بہت نرم و نازک تھی، روحانیوں کا لباس زیب تن کرتے، سفید رنگ کے شیشے اور طلائی رنگ کے فریم کا چشمہ لگاتے تھے، ان کا چہرہ عابدوں اور زاہدوں کے چہرے کی طرح تھا، عربی، فارسی اور ترکی تینوں زبانوں میں بات کرتے تھے۔

تقریر و بیان

علامہ امینیؒ کی ذاتی خصوصیات میں ان کا حیرت انگیز طرز بیان بھی شامل ہے، حتیٰ جب وہ عالم اور معمولی محفلوں سے بھی خطاب کرتے تو ان کا اخلاص، منطق کی گہرائی اور ان کی شعلہ بیانی محفل پر چھائی رہتی۔ جب وہ منبر پر جاتے تو ایک قوی اور بے مثال خطیب کی حیثیت سے گرجتے تھے۔

ان کی تقریر سننے کے لئے ہزاروں بلکہ دسیوں ہزار کا مجمع ہوا کرتا تھا، ان کی تاریخی تقریروں میں ہمدان، اصفہان، مشہد، کرمانشاہ، تہران کے علاوہ ہندوستان کے شہر کانپور اور حیدرآباد دکن وغیرہ میں کی گئی تقریریں ناقابل فراموش ہیں۔

تحقیقی سفر اور اس کی مشکلات

علامہ امینیؒ نے ۱۳۸۰ھ میں ہندوستان کی اسلامی میراث اور وہاں کے کتب خانوں میں موجود فکری آثار سے استفادہ کرنے کے لئے ہندوستان کا سفر کیا۔

اسی مقصد کے حصول کے لئے وہ وہاں چار مہینے مقیم رہے، کبھی کبھی بعض کتب خانوں میں شب و روز کسی تھکن کے احساس کے بغیر رہ جاتے تھے، اس جدوجہد میں انہوں نے گذشتہ لوگوں کی علمی میراث سے استفادہ کیا، ان کو اپنی صحت وسلامتی کی بھی فکر نہیں تھی۔

وہ کتب خانے میں ہمیشہ رہے اور کتب خانے کے کام کے آخری لمحے تک ہندوستان میں مقیم رہے، پھر اپنے وطن واپسی تک وہاں سے فراہم کی گئی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے۔

کتاب ومطالعہ کے علاوہ علامہ نے وہاں دینی ذمہ داری کے پیش نظر اپنے اوپر واجب کرلیا تھا کہ منبروں سے وعظ ونصیحت اور مسلمانوں کی ہدایت کریں، ان کو قرآن وسنت سے وابستگی کی دعوت دیں حالانکہ ان کا معائنہ کرنے والے ڈاکٹروں نے تدریس کی سختی سے ممانعت کردی تھی اور ان کو خصوصی تاکید کی تھی کہ اپنی صحت وسلامتی کا خیال رکھیں اور اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں۔

پھر اسی مقصد کے حصول کے لئے علامہ ۱۳۸۴ھ میں شام گئے، وہاں چار مہینے مقیم رہے، اس زمانے میں انہوں نے اس ملک کی فکری دولت اور وہاں کے کتب خانوں میں چھپے ہوئے تاریخی خزانے معلوم کئے، جن بعض کتب خانوں سے علامہ نے خطی نسخے حاصل کئے ان میں بعض یہ ہیں: دار الکتب الوطنیہ (دمشق)، کتب خانہ مجمع اللغۃ العربیۃ (دمشق)، کتب خانہ الاوقاف الاحمدیۃ (حلب)، المکتبۃ الوطنیہ (حلب)۔ علامہ امینی ہر کتاب کی تفصیل لکھتے تھے، ان کتب خانوں میں دستیاب ہونے والے مآخذ ومصادر کی تعداد ایکسو پچاس (۱۵۰) تھی۔

اس کے بعد قدیمی مآخذ ومنابع کی معلومات حاصل کرنے کے لئے ۱۳۸۸ھ میں ترکی تشریف لے گئے اور بہت سی فکری میراث اور اسلامی مباحث پر مشتمل کتابوں پر دسترسی حاصل کی، آپ یہاں بھی (بیماری کے باوجود) صحت وسلامتی سے بے فکر، علمی جدوجہد میں مصروف رہے تا کہ ان کا اہم ترین ہدف

یعنی کتاب الغدیر مکمل ہوسکے، اسی لئے وہ استانبول میں پندرہ دن مقیم رہے، پھر بورسیہ گئے اور دس دن وہاں مقیم رہے، وہاں علامہ نے جن کتب خانوں کی چھان بین کی، ان کی تعداد نوتھی، ان میں سے بعض یہ ہیں: کتب خانہ سلیمانیہ، کتب خانہ جامع آیا صوفیا، کتب خانہ جامع نو عثمانیہ، کتب خانہ اوغلی، کتب خانہ چلبی وغیرہ۔

صحت گرنے کی وجہ سے وہاں تمام کتب خانوں کی چھان بین نہ کرسکے اور مطبوعہ وخطی (۵۵) منابع کی جمع آوری پر ہی اکتفا کیا؛ ان میں سے بعض کتابیں یہ ہیں: صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مولف محمد بن اسحاق نیشاپوری، الضعفاء، مولف محمد بن اسماعیل بخاری، مسند عبد بن حمید، مولف امام ابومحمد عبد بن حمید کشی، المعجم الکبیر طبرانی، النجم الثاقب فی اشعاق المناقب، مولف: حسن بن عمر بن حبیب حلبی، الکامل مولف حافظ عبداللہ ابن عدی جرجانی، اللواء المکنون تالیف: عبدالغنی نابلسی.....وغیرہ۔

کتب خانہ امیر المومنین پر ایک نظر

علامہ امینیؒ نے اپنے تبلیغی ہدف کی راہ میں صرف تالیف وتحقیق، خطابت اور لوگوں کی ہدایت و رہبری پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عالم اسلام کے گہوارہ ''نجف اشرف'' میں ایک کتب خانہ کی شدید ضرورت محسوس کی؛ اسی لئے آپ نے ایک کتب خانہ بنانے اور اسے مرتب کرنے کا عزم بالجزم کیا تاکہ جویندگان علم وحقیقت وہاں جمع ہوں اور حتی الامکان کتابوں، منابع اور خطی نسخوں سے استفادہ کرسکیں۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے نجف اشرف میں اپنے محلے کے بغل میں دو گھر خریدے، وہ آہستہ آہستہ آس پاس کی زمینیں بھی خرید رہے تھے کہ ایک عظیم کتب خانہ بنانے کی مقدمہ سازی ہوسکے، جو نجف اشرف کے لائق ہو اور تحقیق وتالیف کے لئے ایک علمی مرکز بھی فراہم ہو۔

اس طاقت فرسا کام کے سات سال گذرنے کے بعد کتب خانہ کی بنیاد کا پہلا مرحلہ ختم ہوا اور غدیر خم کے دن، اس دن کے تاجدار کے نام کی برکت کے پیش نظر ''کتب خانہ امیر المومنین'' کے نام سے اس کا افتتاح ہوا۔

کتب خانہ کی افتتاح اور اس کے لئے عراق کے سرکاری مراحل انجام دینے کے بعد علامہ امینی اپنے فرزند ''شیخ رضا'' کے ہمراہ ہندوستان روانہ ہوئے تا کہ وہاں دسیوں ہزار کتابوں سے بھر پور عظیم کتب خانوں اور یونیورسٹیوں کا مشاہدہ کر سکیں خاص طور سے علی گڑھ کا جامع کتب خانہ۔ وہاں آپ چار مہینے تک وسیع منابع و مآخذ کی فیلم بنا کر واپس آ گئے۔

اسی مقصد کے پیش نظر آپ نے ایران اور شام کا بھی سفر کیا۔

علامہ امینی نے تقریباً ایک ہزار آٹھ سو (۱۸۰۰) بڑے صفحات پر ان کتابوں سے نسخہ برداری کی جو تاریخی منابع میں اہمیت کی حامل ہیں اور جن سے بہت زیادہ استناد کیا جاتا ہے۔ علامہ نے تمام خطی کتابوں کو میکروفیلم کے ذریعہ سی ڈیوں میں تصویر برداری کی پھر انہیں ایک واضح صفحہ پر ظاہر کیا تا کہ اس پر اصل کا گمان ہو۔

آثار اور کارنامے

علامہ امینیؒ نے بہت سے علمی آثار یادگار کے طور پر چھوڑے ہیں جو اسلامی فرہنگ وثقافت میں بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ علمی آثار، تالیف وتحقیق اور تعلیق جیسے مختلف میدانوں میں دیکھے جاسکتے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔شهداء الفضيلة:

یہ کتاب ۱۳۵۵ھ میں نجف اشرف میں شائع ہوئی۔

یہ تاریخی کتاب ہے جس میں چوتھی صدی سے لے کر عہد حاضر تک کے اسلام کے شہید علماء کے حالات زندگی مذکور ہیں، علامہ نے ایک سوتیس ان شہیدوں کے نام گنائے ہیں جنہوں نے حمایت دین اور دفاع اسلام کی خاطر اپنی جان قربان کردی ہے۔

علامہ نے اس کتاب میں ان شہداء کو شمار کیا ہے: چوتھی صدی کے چار شہداء، پانچویں صدی کے پانچ شہداء، چھٹی صدی کے پندرہ شہداء، ساتویں صدی کے چار شہداء، آٹھویں صدی کے بارہ شہداء،

نویں صدی کے ایک شہید، دسویں صدی کے سترہ شہداء، پندرہویں صدی کے سات شہداء، بارہویں صدی کے بائیس شہداء، تیرہویں صدی کے انیس شہداء، چودہویں صدی کے تیرہ شہداء۔ جن مشہور علماء کے حالات زندگی کو علامہ امینیؒ نے اس کتاب میں بیان کیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں: علامہ ادیب ابو الحسن تہامی معروف بہ علی بن محمد حسن عاملی شامی، امام ابوالمحاسن رویانی طبری، ابو علی فتال نیشاپوری، ابن راوندی، طغرائی، علامہ طبرسی جن کی شہادت مشہور نہیں تھی اس لئے کہ ان کی شہادت زہر سے واقع ہوئی تھی۔ شہید اول محمد بن مکی عاملی نبطی جزینی، یہ سب سے پہلے شیعوں میں اس لقب سے مشہور ہوئے، علی بن ابوالفضل حلبی، سید الحکماء ابوالمعالی، سید فاضل امیر غیاث الدین، علامہ محقق کرکی، شہید ثانی زین الدین بن علی عاملی، شہید ثالث شہاب الدین بن محمود بن سعید تستری خراسانی، شیخ جلیل ملا احمد، علامہ قاضی تستری مرعشی، علامہ سید محمد مومن، علامہ مدرس ابوالفتح، فقیہ شیخ محمد، علامہ شیخ محمد حسین اعسم، علامہ شیخ فضل اللہ ابن ملا عباس نوری، اور ایسے ہی دسیوں افراد جنہوں نے درخت اسلام کی آبیاری کی اور اپنا خون، دین اور اہل دین کی راہ میں پیش کیا۔

۲۔ سیرتنا و سنتنا :

یہ کتاب نجف اشرف میں ۱۳۸۳ھ میں اور تہران میں ۱۳۸۶ میں شائع ہوئی۔

یہ کتاب علامہ امینیؒ کے ان دروس کا مجموعہ ہے جو انہوں نے شام میں ۱۳۸۴ کو بیان کیا تھا۔ اس میں ان سوالوں کا مکمل اور جامع جواب ہے جو اہل بیت کی محبت کے سلسلے میں شیعوں کے غلو آمیز رویہ اور امام حسینؑ کی عزاداری کے متعلق ان سے کئے گئے تھے۔

علامہ نے ان تہمتوں کا جواب دیا ہے جیسے یہ کہ شیعہ کربلا کی مٹی کو سجدہ گاہ قرار دیتے ہیں، انہوں نے اس کا جواب دیا:

''شیعہ کربلا کی تربت پر سجدہ کو واجب نہیں سمجھتے بلکہ جائز جانتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح تمام زمین پر سجدہ کو جائز سمجھتے ہیں، نئی بات صرف یہ ہے کہ شیعہ حضرات امام حسینؑ کی تربت پر سجدہ اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ رسول خداؐ کی بیٹی کے فرزند سے محبت کریں اور یہ اعلان کریں کہ شیعہ امام حسینؑ

کی سیرت کے مطابق زندگی گذارتے ہیں۔علامہ امینیؒ کے مطابق: شیعہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ ہماری محبت ہے، یہ ہمارے حسینؑ ہیں اور یہ ہے ان کی عزاداری، یہ ہے ان کی تربت جو ہماری سجدہ گاہ ہے، خدا ہمارا خالق ہے اور رسول خداؐ کی سنت وسیرت ہی ہماری سنت وسیرت ہے''۔

۳۔ تصحیح کامل الزیارات:

یہ شیخ الطائفۃ ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ (متوفی ۳۶۷ھ) کی کتاب ہے، اس کی سند صحیح اور روایتیں متواتر ہیں، جنہیں موثق علماء نے نقل کیا ہے، مختلف طرق سے ائمہ طاہرینؑ کی طرف نسبت دی گئی ہے، اس کے راوی چھ سو سے زائد ہیں جو سب کے سب موثق ہیں۔

علامہ امینی نے اس کتاب کی تحقیق کی ہے اور اس کی تصحیح میں کتاب میں مذکور قابل اعتماد تمام مآخذ (وسائل الشیعہ، مستدرک الشیعہ، بحارالانوار، اور دوسری معتبر رجالی کتابوں) کی طرف رجوع کیا ہے۔

۴۔ تفسیر فاتحۃ الکتاب: ۱۳۵۹ھ میں تہران سے شائع ہوئی۔

یہ کتاب علامہ کی پہلی تالیف اور تالیف وتحقیق کے میدان میں ان کا پہلا قدم ہے، اس سورہ کی آیات پر مشتمل ان کی تفسیر میں واضح اور اہم ترین مطالب، توحید، قضاوقدر، جبروتفویض جیسے مسائل مذکور ہیں، یہ تمام مطالب رسول خداؐ اور اہل بیت کرام کی روایتوں سے مستفاد ہیں، علامہ امینی نے اس تفسیر میں چند مسائل کی طرف اشارہ کیا ہے: صفات یعنی صفات ذاتی وصفات فعلی، علم اجمالی وتفصیلی، مشیت ازلی ومحدثہ، ارادۂ تکوینی وتشریعی، اور بھی دوسرے کلام اور فلسفہ کے پیچیدہ مسائل۔ جن میں سے بعض کا مکمل اور مناسب جواب دیا گیا ہے۔

۵۔ ادب الزائر لمن یمم الحائر: ۱۳۶۲ھ میں نجف اشرف سے شائع ہوئی۔

امام حسین کے زائر کے لئے جو اعمال ضروری ہیں، ان اعمال پر مشتمل یہ مختصر رسالہ ہے، اس میں امام حسین کے حرم میں دعا کے آداب کو بیان کیا گیا ہے، اس میں دعائے علقمہ کی شرح بھی موجود ہے۔

۶۔ تعالیق فی اصول الفقہ علی کتاب الرسائل، تالیف شیخ انصاری: یہ خطی کتاب ہے۔

۷۔ **المقاصد العلية فی المطالب السنية**: قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر پر مشتمل یہ خطی کتاب ہے۔

۸۔ **ریاض الانس**: دو جلدوں میں خطی نسخہ ہے۔

۹۔ **رجال آذربایجان**: خطی ہے۔

۱۰۔ **ثمرات الاسفار**: خطی ہے۔

۱۱۔ **العترة الطاهرة فی الکتاب العزیز**:

۱۲۔ **موسوعة الغدیر**: جو علامہ کی نصف صدی کی تلاش و کوشش کا ثمرہ ہے۔

''الغدیر'' آپ کا نازش آفریں کارنامہ:

''الغدیر'' علامہ امینیؒ کا نازش آفریں کارنامہ ہے، آپ کی تمام عمر کی تلاش و کاوش کا ماحصل، نیز آپ کی خانوادۂ عصمت و طہارت سے والہانہ عقیدت کا ثبوت۔ اس کتاب کی تالیف میں آپ نے نجف اشرف کے تمام کتب خانے چھان مارے، ایران، ہندوستان، شام، ترکی اور دیگر ممالک کا سفر کیا۔ ان ممالک کے اہم کتب خانوں کا عرق ریزی سے مطالعہ کیا اور جو کچھ بھی موضوع ولایت سے متعلق مواد ملا اسے اس میں جمع کر دیا ہے۔ یہ شیعیت کا انسائیکلو پیڈیا کہی جا سکتی ہے، شاندار عربی ادب کا نمونہ ہے، علمی و ادبی پایہ دونوں ہی بلند ہے، بیس جلدوں میں یہ کتاب ترتیب دی ہے اور ابھی تک صرف گیارہ جلدیں طبع ہوئی ہیں۔ تقریباً (۵۵) سال پہلے کتاب ''الغدیر'' لکھی گئی تھی، یہ بات جرأتمندانہ کہی جا سکتی ہے کہ اسلامی تحقیق کی دنیا میں کوئی نہیں جو الغدیر اور علامہ امینی سے ناواقف ہوگا۔

حالانکہ الغدیر کے مطالب بہت سے لوگوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں لیکن چونکہ اسے قابل اعتماد منابع و مآخذ کے ذریعہ لکھا گیا ہے، اسی لئے ان ۵۵ برسوں میں کوئی بھی فرقہ الغدیر کی تردید یا انتقاد نہیں کر پایا، یا حتی اس کے ایک صفحہ کی بھی تردید نہیں کر پایا۔ خود علامہ امینی فرماتے ہیں: میں نے الغدیر لکھنے کے لئے دس ہزار کتابوں کو (جن میں سے ہر ایک ممکن ہے کئی جلدوں پر مشتمل ہو) اول سے آخر

تک پڑھا ہے، (۱۰۰) ہزار کتابوں کی طرف کئی مرتبہ رجوع کیا ہے۔

کتاب الغدیر میں جن منابع ومصادر سے استناد کیا گیا ہے وہ سب کے سب علمائے اہل سنت کے منابع ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اہل سنت کی کتابیں علامہ کی نظر میں معتبر، اور علمائے شیعہ کی کتابیں نا قابل اعتماد تھیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مناظرے میں حریف کے سامنے جو بات پیش کی جائے اسے منطقی اعتبار سے انہیں کے علماء کی کتابوں کے ذیل میں پیش کی جائے، آپ نے اسی مسلمہ منطقی اصول پر الغدیر لکھی ہے، وہ خود فرماتے ہیں: الغدیر میں جو مطالب لکھے گئے ہیں وہ مذہبی نہیں بلکہ اسلامی ہیں۔ یعنی یہ ایسے مسائل نہیں جو صرف شیعوں کا عقیدہ کہے جائیں بلکہ یہ وہ مسائل ہیں جو تمام مذاہب و فرق اسلامی میں متفقہ اور مسلمہ ہیں۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں: شیعہ، اہل سنت کے ساتھ مناظرہ کرتے وقت، انہیں قائل کرنے کے لئے انہیں کی احادیث سے احتجاج واستناد کرتے ہیں؛ اس لئے کہ خود اہل سنت کی حدیث، انہیں قانع کرنے کے لئے زیادہ مقبول ہے، ورنہ شیعوں کو ان کی احادیث کی قطعی ضرورت نہیں، مناظرہ واحتجاج کا معقول ومقبول طریقہ بھی یہی ہے، نہ وہ راستہ جسے وہ خود اختیار کرتے ہیں؛ اس لئے کہ وہ سب ہر ایک مسئلہ میں اپنے ہی علماء اور اپنی ہی کتابوں کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں اور ایسا استدلال، بحث ومناظرہ کے قوانین سے خارج ہے۔

اگر کتاب ''الغدیر'' کا دقیق نظری سے مطالعہ کیا جائے تو اس کی بعض خصوصیات کھل کر سامنے آئیں گی، مثلاً:

۱۔ علامہ امینیؒ نے جدل کی روش پر مباحث کی تدوین وترتیب کی ہے، یعنی حریف کو انہیں کے عقائد کے ذریعہ مغلوب کیا ہے۔

۲۔ انہوں نے بحث ومناظرہ کے میدان میں مطالب واحتجاجات کو مستند بنایا ہے۔

۳۔ تمام مباحث میں بلیغ، سادہ وسلیس اور بہترین نثر سے استفادہ کیا ہے۔

۴۔ مطالب میں جابجا عربی محاوروں کو برمحل استعمال کیا ہے۔

۵۔مطالب کے اختتام یاان کے درمیان قرآنی آیات سے استفادہ کیا ہے۔
۶۔حدیث، تاریخ، عقائد، اخلاق، فقہ، رجال و... پر مشتمل اساسی مسائل کے سلسلے میں مفصل بحث پیش کی ہے اورحق مطلب کی ادائیگی کی ہے۔

مولف و کتاب: علماء ودانشوروں کی نظر میں

کتاب ''الغدیر'' کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء اور محققین نے اسے ایک باعظمت اور عالی کتاب پایا۔ دسیوں بلکہ سیکڑوں ادیب، شاعر، عالم، محقق، مورخوں اور مفسروں نے اس کتاب پر تقریظیں لکھیں، شعر کہے اور تعریف وتمجید کے پیغام روانہ کئے۔ قاہرہ سے لبنان تک، بغداد سے ٹیونس تک، تہران سے دہلی تک اور اسلام آباد سے شام تک دنیا کے بہت سے علمی اور تحقیقاتی مراکز کی طرف سے اس کتاب کی تعریف وتمجید ہوئی، اگران سب کے تاثرات اور خیالات لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوجائے گی، اسی لئے یہاں بعض علماء کے بعض اقتباسات قلمبند کیا جارہے ہیں:

۱۔آیۃ اللہ سید محسن حکیم اورآیۃ اللہ سید حسین حمامی اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں: **﴿لا یاتیه الباطل من بین یدیه﴾**۔

۲۔آیۃ اللہ سید عبد الہادی شیرازی، شیخ محمد رضا آل یاسین اور علامہ اردوبادی کہتے ہیں: **﴿لا ریب فیه هدی للمتقین﴾**۔

۳۔علامہ بزرگ تہرانی صاحب الذریعہ فرماتے ہیں:

''میں اس عظیم کتاب کے اوصاف بیان کرنے سے قاصر ہوں اور الغدیر کا مقام اس سے بالاتر ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔ تنہا کام جو حقیر اس سلسلے میں انجام دے سکتا ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مولف کی عمر دراز ہو اور ان کی عاقبت بخیر ہو اور خلوص نیت کے ساتھ خدا سے چاہتا ہوں کہ میری باقیماندہ زندگی بھی مولفؒ کی عمر شریف میں اضافہ فرمائے۔

کچھ سنی علماء ودانشوروں نے کتاب کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں، وہ خطوط کی شکل میں

الغدیر میں شائع ہوئی ہیں، یہاں ان کا اقتباس پیش کیا جا رہا ہے:

۱۔ ڈاکٹر محمد غلاب مصری: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

۲۔ محمد عبدالغنی حسن مصری: الغدیر عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے۔

۳۔ ڈاکٹر عبدالرحمان کیالی حلبی: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

۴۔ ڈاکٹر توفیق الفلکی بغدادی: یہ کتاب آبشار حقیقت اور بے نظیر دائرۃ المعارف ہے۔

۵۔ عبدالفتاح عبدالمقصود مصری: الغدیر اپنے اندر معرفت کی ایک وسیع دنیا سمائے ہوئے ہے۔

۶۔ علاء الدین خروفہ ازہری: الغدیر چونکا دینے والی کتاب ہے۔

اولاد

علامہ کی پہلی بیوی سے تین بیٹے ہوئے، جو یہ ہیں:

۱۔ ڈاکٹر شیخ محمد ہادی امینی؛ جو تحقیق و تالیف میں مشغول ہیں۔

۲۔ حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ رضا امینی، علامہ امینی جہاں بھی جاتے وہ ان کے ساتھ ہوتے تھے، وہ سایہ کی طرح اپنے والد کے ہمراہ لگے رہتے تھے۔ خاص طور سے ہندوستان، شام، ترکی اور دوسرے اسلامی ملکوں میں جہاں علامہ امینی نے تحقیق و تالیف کے سلسلے میں سفر کیا۔

۳۔ ان کے تیسرے فرزند محمد صادق امینی مرحوم ہیں، یہ اہل بیت اور ان کے مکتب کے پکے حامی و دوستدار تھے۔

اور ان کی دوسری بیوی علویہ بنت سید علی خلخالی سے ان کے یہ فرزند ہوئے: شیخ احمد، شیخ محمد امینی و.....

وفات و تدفین

یہ عظیم مجاہد کثرت مطالعہ سے صاحب فراش ہوا اور بروز جمعہ ۲۸/ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ بروز جمعہ ظہر

سے قبل تہران میں وفات پا گیا۔

انتقال سے پہلے تربت کربلا سے مخلوط پانی سے اپنا لباس مرطوب کیا اور اپنے فرزند آقای رضا امینی نجفی سے فرمایا کہ میرے لئے دعائے عدیلہ پڑھو، انہوں نے دعائے عدیلہ پڑھ لی تو مناجات خمس عشر کی فرمائش کی پھر دعائے متوسلین پھر مناجات معتصمین پڑھوائی۔

رضا امینی دعائیں پڑھتے جاتے اور علامہ محزون انداز میں دہراتے جاتے، آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی، آپ کی زبان پر آخری کلمات دعا کے یہ فقرے تھے: **اللھم ھذہ سکرات الموت قد حلت فاقبل الی بوجھک الکریم واعنی علی نفسی بما تعین بہ الصالحین علی انفسھم....**

پچاس سال تک مسلسل تحقیق وتلاش کرنے والا یہ تلاطم انگیز دریا خاموش ہو گیا، شمع فروزاں بجھ گئی، آپ کا جنازہ نجف اشرف منتقل کیا گیا اور وصیت کے مطابق کتب خانہ امیر المومنین میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

''سید شاہد جمال رضوی''

۴ر شعبان ۱۴۳۱ھ

گفتار مترجم

واقعۂ غدیر ایک موڑ ہے الٰہی نظام ہدایت کے تسلسل و ارتقاء کا۔ جس کے بعد دین کامل ہوا، پروردگار عالم کی نعمت تمام ہوئی اور کفار اپنی مساعی سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو گئے۔ اس مایوسی کی جھنجھلاہٹ نے سازشوں کے نئے نئے جال بنے، انگاروں کا سودا کیا، ذہن وضمیر پر پہرے بٹھائے، خون کے دریا بہائے اور اس کے برخلاف ان تانوں بانوں کے تار و پود بکھیرنے اور حق کو اپنے تمام جلال و جمال کے ساتھ جلوہ گر کرنے میں راسخون فی العلم، خاصان خدا اور دانشوران امت اپنی تمام تر علمی وفکری توانائیاں صرف کرتے رہے، عقیدہ وعمل، اخلاق وثقافت اور معیار واقدار کو اسی سرچشمے سے سیراب کرنے کی تاکید فرماتے رہے، علم ودانش کی مجموعی پونجی اسی راہ میں لٹاتے رہے، اس درخشان ترین روایت کی معنوی وروحانی برتری کے لئے اپنا سب کچھ برباد کر کے بھی شاداں تھے کہ ہم نے سب کچھ پالیا، آگ وخون کے طوفان میں ان کی مساعی جمیلہ آندھیوں میں چراغ جلاتی رہیں، خون کے طوفانوں کو سفینہ بناتی رہیں، خود سلگتے رہے لیکن احساس حق سلگاتے رہے، ان بہار آفریں توانائیوں کا عطر ہے علامہ عبدالحسین الامینی کی کتاب ''**الغدیر فی الکتاب والسنة والادب**''

ضرورت ہے کہ اس کتاب کا دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں ترجمہ کیا جائے، کیونکہ خاتم النبین نے خود اعلان غدیر کے وقت تاکید فرمائی تھی کہ " **الا فیبلغ الشاھد الغائب**"

یہ کتاب میرے لئے زمانۂ تالیف ہی سے مرکز توجہ رہی ہے، طالب علمی کے ایام میں علامہ امینی لکھنؤ تشریف لائے تھے، استاذی علامہ اختر علی تلہری مرحوم نے تعارف کراتے ہوئے فرمایا تھا کہ آپ حدیث غدیر پر ایک جامع اور بیسیوں جلدوں پر مشتمل عظیم الشان کتاب تالیف فرما رہے ہیں اور ہماری

توفیقات پر ضرب لگاتے ہوئے فرمایا تھا کہ علماء عراق وایران فقط مواد فراہم کرنے کے لئے ملکوں ملکوں کا چکر لگاتے ہیں، لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہادیتے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ......

کتاب شائع ہوئی تو سراپا شوق بن کے دیکھا، واقعی یہ کتاب دینی، علمی، فنی، تاریخی اور ادبی کتاب تھی۔ ولایت کی خوشبو، ادب عالیہ کا رنگ، ازسوی یک نویسندہ بےنظیر، محقق مشیع، عالم مخلص، مجاہد شجاع مرد میدان علم وفضیلت یعنی علامہ امینی۔ میرا ذوق ادب و جمال ناچنے لگا، اسے اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے، لیکن اپنے پاؤں کی طرف دیکھ کے مایوسی ہوئی، ایک بے مایہ انسان ''الغدیر'' جیسی تحقیقی کتاب کا ترجمہ کیسے کرے؟ اور اگر پتا مار کے یہ دیوانگی کر بھی گزرے تو طباعت کے وسائل کہاں سے لائے؟ حباب کی طرح یہ جذبہ شعور سے لاشعور میں پہونچ گیا، بات آئی گئی ختم ہوگئی۔

ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ گزرا کہ برادر عزیز حجۃ الاسلام مولانا سید نیاز علی صاحب قبلہ کا خط قم مقدسہ سے پہونچا کہ مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ آقائی ناصر مکارم شیرازی مدظلہ العالی ''الغدیر'' کا ترجمہ کرانا چاہتے ہیں، قرعہ فال آپ کے نام پڑا ہے۔ خط پڑھ کر لاشعور میں دبا ہوا وہ جذبہ اچانک شعور میں مدوجزر پیدا کرنے لگا۔ میں نے انجام پر نظر کئے بغیر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ تقریبا تین ماہ بعد مجھے دین ودنیا کی عظیم ولا فانی دولت نصیب ہوئی، حضرت آیۃ اللہ مکارم شیرازی مدظلہ العالی کا نامہ مبارک موصول ہوا کہ موضوع ولایت سے متعلق الغدیر کا ترجمہ کرڈالئے۔

مرجع عالی قدر کی عظمت میرے قلب ودماغ میں ایک طویل عرصہ سے مرتسم ہے، آپ کی اکثر تصانیف کے ترجمے ہندوپاک کے جلیل القدر علماء نے کئے ہیں۔ ان میں موضوعات کا تنوع، اسلوب کی جاذبیت اور مواد کی ہمہ جہتی احاطہ بندی کا ایسا نکھرا ستھرا شعور ملتا ہے کہ پڑھ کر روحانیت شاداب ہوجاتی ہے، پھر اصل کتاب کو دیکھ کر مترجم کی اہمیت کے باوجود اندازہ ہوتا ہے کہ ''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا''۔

عصری مسائل پر ایسی بلیغ وعمیق نظر ہے کہ دانشوران مغرب آپ کے سامنے پانی بھرتے نظر آتے ہیں، طرز تحریر میں بین السطور حقائق ومعارف کے دریا بہتے ہیں بصیرت شرط ہے، محدود موضوعات کو بھی

آپ کی روشن فکری آفاقی نہج عطا کردیتی ہے۔

دانش وتقوی کا یہ ہمالیہ، کردار وعمل کا آفتاب تازہ بھی ہے، انقلاب اسلامی کے رگ وریشے میں اس کے شواہد موجود ہیں، قید وبند اور جلا وطنی کی تفصیل جہد بوذر وعزم میثم کی حزیں وحسین تفسیر ہے۔
ہمارے یہاں مراجع کرام کا تصور بڑا خشک وسادہ مگر احترام سے بھرپور ہے، مرجع عالی قدر کی خصوصی ملاقات میں یہ اندازہ ہوا کہ یہ تصور غلط ہے، ان کے جلو میں انسانی فضائل ومحاسن کے شاداب ترین نظائر ہیں۔ اپنے الطاف وکرم، اشفاق وتفضل، رحم وعطوفت کی نرم پھواروں سے خشک ٹہنیوں کو شاخ تازہ تر بنا دیتے ہیں، مور بے مایہ کو ہمدوش سلیماں کر دیتے ہیں۔ ایک گھنٹہ کی وہ ملاقات بڑی جذباتی اور والہانہ تھی، خیریت پوچھی، ہندوستان خصوصا بہار کے مومنین کے حالات استفسار فرمائے، بہ نفس نفیس اپنا مخصوص اور نفیس ترین کتب خانہ دکھایا، جو کچھ تفصیل بیان فرمائی اسے میری شدت احساس کی وحشت درک نہ کر سکی، نائب امام کی اقتداء میں مغربین کی نماز ادا کرنے کی روحانی حرارت زندگی بھر فراموش نہ ہو سکے گی، لوگ کہتے تھے اور کبھی کبھی میرے ذہن میں بھی یہ سوال کلبلاتا تھا کہ امام خمینیؒ کی دلسوزی، سوجھ بوجھ، معنوی جمال اور تہ در تہ عصری مسائل پر مضبوط گرفت کا خلاء شاید پر نہ ہو سکے لیکن ملاقات کے بعد میرا یہ خیال قطعی غلط ثابت ہوا، خداوند عالم ان مراجع کرام کا سایہ تا دیر امت کے سر پر باقی رکھے جو زمانۂ غیبت میں انسداد باب العلم کی گھٹن کا احساس مومنین کے قلب ودماغ سے رفع کر رہے ہیں۔

بہر حال یہ ترجمہ وتلخیص آپ کے سامنے ہے۔ اس کی تلخیص صرف مرجع عالی قدر کے امتثال امر کے بطور ہے چونکہ جلد اول میں حدیث غدیر کے استناد پر قرآن وحدیث کی روشنی میں وقیع بحث کی گئی ہے اس لئے بہت زیادہ کتر بیونت موضوع غدیر کی حق تلفی کے مترادف ہوتی، بنابریں اردو داں حضرات کے فہم وادراک کے مطابق ضروری مباحث کی مجموعی ہیئت برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔

ترجمہ کی وادی جس قدر سنگلاخ ہے، ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے میں نے اس سنگلاخ وادی کو طے کرنے کا بیڑا ''الغدیر'' جیسی عظیم علمی، تحقیقی وادبی کتاب کے ذریعہ اٹھایا ہے، خدا کرے یہ بیڑا پار ہو جائے۔

ارباب علم کی عالی ظرفی سے گزارش ہے کہ معمولی تسامحات کو دامن عفو میں جگہ دیں اور اہم غلطیوں سے مطلع فرمادیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جاسکے۔

والسلام

سید علی اختر رضوی

۲۸/اگست ۱۹۹۰ء

صفائیہ، کوچہ بیگدلی بلاک/۲۵۹

قم مقدس، ایران

انتساب

اے امیر المومنینؑ!

اے حامل ولایت کبریٰ، سردار امت!

آپ سے زیادہ اس انتساب کا مستحق کون ہے؟

جہاں پناہ!

ہم اور ہمارے اہل وعیال سخت مصیبت میں مبتلا ہیں

اور ہم کچھ حقیری سی پونجی لے کر آئے ہیں

آپ ہمیں بھرپور جزا عنایت کریں اور ہم کو خیرات دیں

خدا احسان کرنے والوں کو جزا دیتا ہے

یہ حقیری سی پونجی

یہ نکھری ستھری کتاب ولایت.....

اسے قبولیت سے سرفراز فرمائیں

خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

عبدالحسین احمد امینی

خلاصۂ کلمات مؤلف

ارباب دانش سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ اس کتاب کی جمع و ترتیب میں برسوں پاپڑ بیلنا پڑے ہیں، بڑے دکھ درد جھیل کر شیفتگان علم وفن کی بارگاہ میں یہ مجموعہ پیش کرنے کے قابل ہو سکا ہوں تا کہ فرہنگ قرآن وتوحید کا بول بالا ہو اور محققین کو ایک علمی دستاویز فراہم ہو سکے۔

جو لوگ مباحث کا دقت نظر سے مطالعہ کریں گے انھیں معلوم ہوگا کہ اس خدمت کی بجا آوری میں کیا کچھ مصائب و آلام برداشت کئے گئے ہیں مجھے اطمینان ہے کہ ہر دانش مند ذی ہوش مطالعۂ کتاب کے بعد میری طویل ترین جد و جہد کی پذیرائی میں احساسات قدر دانی انگیز کر کے پریشانیوں میں میری مدد کریگا اور اسی اطمینان و امید کے جذبات کے ساتھ امتنان وسپاس گزاری کے جذبات ان دانش وروں اور حق کے پرستاروں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جنھوں نے اس مقدس پروگرام کی نشر و اشاعت میں تمام تر حوصلوں اور توانائیوں کے ساتھ میری مدد کی یا تعاون کا ہاتھ بڑھایا، بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ انھیں توفیق خیر، ثبات قدم اور استحکام کی دولت نصیب ہو۔

امینی نجفی

ابتدائیہ

تمام ستائش مالک حقیقی سے مخصوص ہے اور صلوات اس کے نبی پر، ائمہ پر
اور والیان امت پر ''ہماری یہ کتاب تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے''

غدیر خم کے بارے میں اہم ترین بات پیغام الٰہیہ کی بات ہے، ولایت کبریٰ کی بات ہے اور تکمیل دین، اتمام نعمت اور خوشنودیٔ پروردگار کی بات ہے ان آیات کے مطابق جن پر قرآن نازل ہوا، متواتر احادیث رسولؐ نے وضاحت کی، ان کے اسناد کا سلسلہ حلقۂ زنجیر کی طرح عہد صحابہ وتابعین سے لے کر عہد حاضر تک تسلسل پذیر ہے۔

اس کتاب کے مطالب حدیث غدیر کے گرداگرد واضح حقائق پر مشتمل متن حدیث سے مربوط اسناد کی احاطہ بندی کرتے ہیں، مندرجات کا پیرایۂ اظہار ایسا اختیار کیا گیا ہے کہ گڈ مڈ مطالب اور بے ہنگم سروں کو کاٹ چھانٹ کر قارئین کے سامنے حقیقت حال انڈیل دی گئی ہے، اس کے بعد واقعات غدیر کو نظم کرنے والے شعراء کے حالات ان کے قصائد واشعار کی توضیح وتشریح پیش کی جائے گی۔ پہلی صدی سے عصر حاضر تک کے تمام عندلیبان غدیر کو اس کتاب میں سمیٹ دیا گیا ہے، اس سے ہمارا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ اس موضوع سے متعلق تواتر وشہرت کو ثابت کیا جا سکے کہ داستان غدیر ہر صدی اور ہر زمانے میں ادیبوں، شاعروں اور دانش وروں کی زبان پر جاری رہا اور نظم ونثر میں اس کے اختصاصی امور کو بیان کیا جاتا رہا۔

یہ کتاب متذکرہ خصوصیات کے ساتھ مجموعی حیثیت سے سولہ جلدوں پر محیط ہے اور یہ سب کچھ محض خدمت دین، کلمہ حق کی سربلندی، اسلامی قومیت کا احیاء، ذکر علیؑ کی ابدآثار بلند آہنگی اور صاحب ولایت

کبریٰ سے شدید وابستگی کی غرض سے کیا گیا ہے، اس خدمت کی بجا آوری کے لئے خدا ہی سے مدد کا طالب ہوں کہ مجھے اس اہم اور مقدس ترین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق کرامت فرمائے۔

''اول وآخر تمام ستائش اسی سے مخصوص ہے''۔

تاریخ صحیح

ہر قوم وملت تدوین تاریخ کے سلسلے میں کسی فرقے کی جدوجہد اپنے حریف کے جوش وجذبے سے پیچھے نہیں رہتی، ہر ایک کا اپنا مقصد اور مخصوص نقطہ نظر ہوتا ہے جس پر اس کی نشانہ بازی ہوتی ہے۔

مؤرخ کا بطور کلی نکتہ نظر یہ ہوتا ہے کہ حوادث روزگار اور اقوام کے احوال منضبط کرے۔ جغرافیہ داں کا مقصد کرۂ ارض کی حد بندیوں سے آشنا ہو کر قوموں کی فتح وشکست اور حکومتوں کی تقسیم کے گونا گوں اسباب وعلل معلوم کرنا ہوتا ہے، خطیب تاریخ کا تجزیہ کر کے واقعات میں بکھرے پند ونصیحت اور عبرت کے گوشے تلاش کرتا ہے، مثلاً قومیں کس طرح مٹ گئیں، بادشاہ کیسے فنا ہو گئے، قوموں کو اپنے جرائم کی سزا کیونکر ملی، اس کے برخلاف شائستہ کردار قومیں خوش بختیوں سے کس طرح نہال ہوئیں، دیندار کا مقصد اعتقادات کی چھان بین کر کے بنیادی اسباب کی واقفیت حاصل کرنا ہوتا ہے تاکہ حرص وطمع کی بازی گری اور خواہشات کی آلودگیوں کا سد باب کیا جا سکے۔ ماہر اخلاق کا مقصد اعمال صالحہ اور ملکات فاضلہ کا صحت مند تجزیہ ہوتا ہے، وہ بلند اخلاق قوموں کی نیک نامی اور پست اخلاق قوموں کی بدنامی سے واقفیت حاصل کرتا ہے اس طرح وہ اپنے معاشرے کو اجتماعی وانفرادی سطح پر ایک لائحہ عمل دیتا ہے، سیاست داں اس کے ذریعہ قوموں کے عروج وزوال کا پتہ لگاتا ہے کہ وہ کس طرح نفسانی گراوٹوں کی وجہ سے بھولی بسری داستان بن گئیں اور کن بنیادوں پر زندگی کے صبر آزما مراحل نے تجربات عطا کئے اور اس طرح وہ قوم کو ایک دستور العمل حوالے کرتا ہے، ادیب بھی گزشتہ امتوں کے احوال سے ادب کے دقیق نکتے، آرائش الفاظ کے باعظمت فقرے اور اسلوب کلام میں تیرتے ہوئے نثر ونظم کے فنی اشارات واستعارات سے اپنی پیاس بجھاتا ہے۔

تاریخ کے وسیع حدود کا علم رجال وطبقات کی روشنی میں تجزیہ فقیہ کو لامحالہ سروکار پیدا کر دیتا ہے اسناد حدیث کی صحت اور فتویٰ کی مضبوطی کے لئے تاریخ کی بہر حال احتیاج پیدا کر دیتی ہے، محدث بھی تاریخ کا محتاج ہے وہ روایات پر وثوق حاصل کرنے کے لئے، مثلاً انبیاءؑ کے حالات وتعلیمات کے تجزیے میں اختلافات روایات کو تاریخ ہی کے سہارے موازنہ کر کے صحیح رائے قائم کرتا ہے، مفسر بھی تاریخ کا محتاج ہے، کیونکہ تفسیر قرآن کے سلسلے میں ایسی آیات بھی سامنے آتی ہیں جن کی حکیمانہ مصلحت امم سابقہ کے حالات کی طرف اشارہ کرتی ہیں ایسی آیات بھی آتی ہیں جو مخصوص جگہوں پر نازل ہوئیں، یہ تمام باتیں تاریخ ہی بیان کرتی ہے۔

غرض ارباب علم جس علم میں غور کریں انھیں اس علم سے تاریخ کا واضح تعلق معلوم ہوگا کہ بغیر اس کے اس علم کی غایت ہی پوری نہیں ہوسکتی۔ اس بنا پر تاریخ دانشور کی گم شدہ پونجی، اہل ہنر کا مطلوب، سرمایۂ اہل تحقیق، دیندار کی آرزو، ماہر سیاست کی تمنا اور ادیب کی غرض وغایت ہے، مختصر یہ کہ تمام اجتماع بشری تاریخ کی محتاج ہے لیکن سچی تاریخ وہی ہے جس میں واقعیت پسندی ہو اور جسکا مقصد صرف یہ ہو کہ اصل منشاء کے ساتھ حقائق واقعات سامنے لائے جائیں۔ جذبات کا کھلواڑ نہ ہو، خواہشات کی آمیزش نہ ہو مثلاً وہ تاریخ جو قائدوں اور حکمرانوں کی خوشنودی کے لئے لکھی گئی ہو یا کسی مخصوص نقطۂ نظر کی پچ رکھنے کے لئے ترتیب دی گئی ہو یا کسی کو بلند و پست کرنے کے لئے لکھی گئی ہو ایسی تاریخوں میں اختلاف موارد کی وجہ سے اغراض ومقاصد مشتبہ ہو جاتے ہیں، وسعت معلومات کا زعم سچ اور جھوٹ کو گڈمڈ کر دیتا ہے، اس سے ان مورخین کا مقصد فقط اپنی شہرت حاصل کرنا ہوتا ہے حالانکہ کسی واقعہ کی جوں توں روایت ہی تاریخ نہیں ہے بلکہ عظمت انسان کا معیار درایت ہے نہ کہ روایت۔(۱) نتیجے میں بعض مورخین نے

۱۔ کتاب زید الزراد میں امام جعفر صادقؑ کی روایت ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا: اے فرزند! شیعیان علیؑ کی منزلت ان کی معرفت روایت سے پہچانو کیونکہ معرفت روایت کی درایت کا نام ہے اور درایت مومن کو بلند درجہ ایمان پر پہونچا دیتی ہے، میں نے کتاب علیؑ میں دیکھا ہے کہ ہر شخص کی قدر وقیمت اس کی معرفت کے اعتبار سے متعین ہوتی ہے، خدا بندوں کا حساب ان کی عقل کے لحاظ سے کریگا، کتاب غیبۃ نعمانی میں صفحہ ۷۰ پر ہے کہ صادق آل محمدؑ نے فرمایا درایت شدہ ایک خبر دس روایتوں سے بہتر ہے کیوں کہ ہر حق ایک حقیقت رکھتا ہے اور ہر صواب ایک نور ہے۔ کشف الغمہ شعرانی ج ا ص ۴۰ پر ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: محافظ بنو فقط راوی نہ بنو۔

تاریخ کو بے سروپا واقعات کا پلندہ بنا دیا، انھیں اندازہ نہ ہوا کہ اس طرح وہ ایک خاص گروہ کے وفادار اور دوسرے گروہ کے معاند بن گئے ہیں، ایسے لوگ محض سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے ایسا پاپ کرنے پر آمادہ ہوئے، اس بے راہ روی کے نتیجے میں سادہ لوح افراد نے اس قسم کے واقعات کو صحیح سمجھ کر قبول کرلیا، وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ سب کچھ تقلید وطمع کا پلندہ ہیں لیکن ارباب بصیرت نے انھیں تنقید کر کے مسترد کر دیا ایسا کرنے میں انھیں ذرا خوف محسوس نہ ہوا کہ وہ تاریخ پر طعن کر رہے ہیں، کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب محض تقلید وطمع کی آفتیں ہیں، غیر ذمہ دار اور بد کردار مورخین سے فن تاریخ بوجھل ہے لیکن اس سے فن تاریخ کی حقیقی عظمت متاثر نہیں ہوتی، اگر ان شواہد کا تذکرہ کیا جائے تو کتاب اپنے موضوع سے بہت دور ہو جائے گی۔

مختصر یہ کہ ان ہی وجوہات سے اصل حقیقت افراط وتفریط کا پلندہ بن کر رہ گئی ہے، تعصب و جانبداری اور خواہشات کا شکار ہوئی ہے، لہٰذا ارباب بحث وتحقیق پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اس وادی میں قومی جذبات ومیلانات سے بلند ہوکر، پسند وناپسند اور ضد وعناد سے الگ ہوکر مسلمہ اصولوں کے برجستہ معیار کے مطابق تاریخی صفحات کو پرکھیں، اگر متعینہ معیار سے پست ہو تو مسترد کر دیں اور پورا اترے تو اعتماد کریں، اس سے زیادہ تفصیل کا موقع نہیں۔

واقعہ غدیر کی تاریخی اہمیت

ہر دانش مند سمجھتا ہے کہ کسی چیز کی عظمت اس کے مقصد کی بلندی میں ہے اس لحاظ سے انسانی تاریخ کے وہی واقعات عظیم ہیں جو کسی دین کی اساس، کسی ملت کی ڈگر اور کسی قوم کے معتقدات کی بنیاد ہوں یا جن کے تعلق سے حکومتوں کی تشکیل ہوتی ہو۔

واقعاتی اہمیت کی بنا پر ہی تاریخ نگاروں نے ادیان کے مبادیات وتعلیمات قلم بند کرنے کا بیڑا اٹھایا، ان کی تبلیغی تحریکات ومحاربات کے شب وروز تاریخ میں ثبت ہوئے۔

''یہ اللہ کی متعینہ ڈگر ہے لوگوں کے معاملے میں اور خدا کی سنت میں ہرگز تبدیلی نہیں''۔

جب کوئی مؤرخ اہم واقعات بیان کرنے میں تساہلی برتتا ہے تو تاریخ میں ایسا خلاء پیدا ہوتا ہے کہ کوئی امر اس کی بھرپائی نہیں کرپاتا اور تاریخ کی ابتداء وانتہاء ابہام کے اندھیروں میں پہونچ جاتی ہے نتیجہ میں قاری جہالت کا شکار ہوجاتا ہے۔

واقعۂ غدیر خم اسی قسم کے عظیم واہم ترین واقعات میں سے ہے جس کی بنیاد پر دوسرے متوازن دلائل کے علاوہ کروڑوں پیروان آل محمدؐ کا مذہب مستقیم واستوار ہے، دنیا بھر میں پھیلی اس قوم میں علم وبزرگی ہے۔ان میں دانشوروں اسکالروں اور مایہ ناز ہستیوں پر مشتمل علوم قدیم وجدید پر حاوی ارباب کمال ہیں ان میں بادشاہ، سیاست داں، اعیان مملکت، قیادت مآب، نازش آفریں ادیب اور عظمت وشرف کے تاجدار ہیں اس طبقہ کے پاس قیمتی کتابوں سے بھرپور علمی سرمایہ ہے۔

اگر مؤرخ اسی طبقہ کا ہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی قوم کے لوگوں کو ابتدائے دعوت ''غدیر خم'' کی بات سے باخبر کرے اور اگر اس قوم سے متعلق نہیں تو اس کے لئے مناسب نہیں کہ اس جیسی وقیع وکبیر قوم کی تاریخ لکھتے وقت اس واقعہ کو اجمالی طریقے پر پیش کرے یا اپنے جذبات کے ماتحت قومی عصبیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے طنزیہ انداز میں اس کی حقیقی دلالت پر ناتمامی اور نقص کی دھول جمادے۔حالانکہ اس کی سند میں کسی قسم کا عیب نکالا ہی نہیں جاسکتا کیونکہ رسول اسلامؐ نے غدیر خم میں حدیث کا جو کچھ مفاد ومفہوم واضح فرمایا تھا اس کے بارے میں آج تک دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اب جو کچھ حدیث کے مفہوم ومطلب میں اختلاف کیا جارہا ہے وہ سراسر اغراض وعناد کا کرشمہ ہے، اہل بصیرت اسے خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

ائمہ تاریخ میں مندرجہ ذیل لوگوں نے واقعۂ غدیر کا تذکرہ کیا ہے:

۱۔بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ) نے ''انساب الاشراف'' میں

۲۔ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے ''معارف'' اور ''الامامۃ والسیاسۃ'' میں

۳۔طبری (متوفی ۳۱۰ھ) نے ''کتاب مفرد'' میں

۴۔ابن ذولاق (متوفی ۲۸۷ھ) نے اپنی ''تالیف'' میں

۵۔خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی ''تاریخ'' میں

۶۔ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) نے ''استیعاب'' میں

۷۔شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) نے ''الملل والنحل'' میں

۸۔ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) نے اپنی ''تاریخ'' میں

۹۔یاقوت حموی نے ''معجم الادباء'' کے آخری ایڈیشن میں

۱۰۔ابن اثیر (متوفی ۶۳۰ھ) نے ''اسد الغابہ'' میں

۱۱۔ابن ابی الحدید (متوفی ۶۵۶ھ) نے ''شرح نہج البلاغہ'' میں

۱۲۔ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) نے اپنی ''تاریخ'' میں

۱۳۔یافعی (متوفی ۷۶۸ھ) نے ''مرأۃ الجنان'' میں

۱۴۔ابن شیخ بلوی (متوفی ۶۰۵ھ) نے ''الف، باء'' میں

۱۵۔ابن کثیر شامی (متوفی ۷۷۴ھ) نے ''البدایہ والنہایہ'' میں

۱۶۔ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے ''مقدمہ تاریخ'' میں

۱۷۔شمس الدین ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں

۱۸۔نویری (متوفی لگ بھگ ۸۳۳ھ) نے ''نہایۃ الارب فی فنون الادب'' میں

۱۹۔ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے ''اصابہ'' اور ''تہذیب التہذیب'' میں

۲۰۔ابن صباغ مالکی (متوفی ۸۵۵ھ) نے ''الفصول المہمہ'' میں

۲۱۔مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ) نے ''الخطط'' میں

۲۲۔جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۰ھ) نے اپنی اکثر کتب میں

۲۳۔قرمانی دمشقی (متوفی ۱۰۱۹ھ) نے ''اخبار الدول'' میں

۲۴۔نورالدین حلبی (متوفی ۱۰۴۴ھ) نے ''سیرۃ حلبیہ'' میں

اس کے دوسرے مورخین۔

یہ تو تاریخ کی آئینہ بندی تھی۔لیکن فن حدیث کا اہتمام بھی کچھ کم نہیں کیونکہ محدث جس وقت اپنے فن

کے وسیع تر گوشوں کی طرف ملتفت ہوگا تو اسے صحاح ومسانید میں واقعۂ غدیر کو ولایت امر دین کی حیثیت سے مندرج پائے گا اس تاریخی واقعہ کی نا قابل فراموش اہمیت کے پیش نظر اخلاف نے اسلاف سے اس کی روایت کی ہے پھر یہ سلسلہ اس خبر کو محفوظ رکھنے والے صحابہ کی جماعت تک پہونچا، انھوں نے متعدد طبقات گزرنے کے باوجود اس میں چکا چوند کرنے والی شعاعیں دیکھیں۔ اس اہمیت کے باوجود اگر کوئی محدث اس کے ضبط و اندراج میں غفلت برتے تو گویا اس نے قومی حقوق میں ڈنڈی ماری اور اس پاکیزہ سرمایہ سے محروم کر دیا جسے رسول رحمتؐ نے حوالے کیا تھا اور جس مثالی ڈگر کی طرف آپ کی رحمت واسعہ نے نشاندہی کی تھی۔

واقعہ غدیر کو جن ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ شافعیوں کے امام ''ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی'' بروایت نہایہ

۲۔ حنبلیوں کے امام ''احمد بن حنبل'' (متوفی ۲۴۱ھ) نے اپنی مسند ومناقب میں

۳۔ ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ) نے سنن میں

۴۔ ترمذی (متوفی ۲۷۶ھ) نے صحیح میں

۵۔ نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) نے خصائص میں

۶۔ ابویعلی الموصلی (متوفی ۳۰۷ھ) مسند میں

بغوی ''مصابیح السنۃ'' میں۔ دولابی ''الکنی والاسماء'' میں۔ طحاوی ''مشکل الآثار'' میں۔ حاکم ''المستدرک'' میں۔ ابن مغازلی ''مناقب'' میں۔ ابن مندہ اصفہانی متعدد طرق سے اپنی تالیف میں گنجی ''کفایہ'' میں۔ طبری ''ریاض وذخائر'' میں۔ حموینی ''فرائد'' میں۔ ذہبی ''تلخیص'' میں۔ ہیثمی ''مجمع'' میں۔ جزری ''اسنی المطالب'' میں۔ قسطلانی ''مواہب'' میں۔ ملا متقی ''کنز العمال'' میں۔ ہروی ''مرقاۃ'' میں۔ مناوی ''کنوز'' میں۔ شیخاوی ''صراط السوی'' میں۔ با کثیر مکی ''وسیلۃ المآل'' میں زرقانی ''شرح مواہب'' میں۔ ابن حمزہ ''الدیان والتعریف'' میں۔

ان کے علاوہ دوسرے بہت سے محدثین......

محدثین کی طرح مفسرین نے بھی داد تحقیق دی ہے کیونکہ جو آیات اس واقعہ سے متعلق نازل ہوئیں

،ان کا بیان مفسر کے لئے واجب و لازم تھا۔

ان مفسرین میں اہم نام یہ ہیں:

طبری، ثعلبی، واحدی، بغوی، قرطبی، فخر الدین رازی، قاضی بیضاوی، ابن کثیر شامی، نیشاپوری ،سیوطی، عمادی، خطیب شربینی، قاضی شوکانی، آلوسی بغدادی اور دوسرے......

علماء علم کلام موضوع امامت کے سلسلہ میں اپنے حریف پر غلبہ یا نقل دلیل یا دوسری وجھوں سے واقعۂ غدیر کو نقل کئے بغیر نہ رہ سکے۔ جن متکلمین نے واقعہ غدیر نقل کیا ہے ان کے نام ہیں: قاضی ابو بکر باقلانی، قاضی ایجی شافعی، شریف جرجانی، بیضاوی، شمس الدین اصفہانی، تفتازانی، اور قوشجی...

ان متکلمین کے الفاظ یہ ہیں:

بلا شبہ رسول خداؐ نے غدیر خم (جو مکہ و مدینہ کے درمیان مقام جحفہ میں واقع ہے) کے دن حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے لوگوں کو جمع فرمایا، وہ دن بڑا جھلستا ہوا تھا، لوگ گرمی سے ردائیں پاؤں کے نیچے رکھے ہوئے تھے، آپؐ نے پالان شتر کے منبر پر لوگوں کو خطاب فرمایا:

''اے گروہ مسلمانان! کیا میں تمھارے نفسوں پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں''؟

سب نے کہا: ''خدا گواہ ہے آپ ہمارے نفسوں پر ہم سے زیادہ با اختیار ہیں''۔

پھر فرمایا: ''**من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه وانصر من نصره و اخذل من خذله**''۔

جن دوسرے متکلمین نے واقعہ غدیر کو نقل کیا ہے ان میں قاضی نجم محمد شافعی، سیوطی، مفتی شام سماوی اور علامہ آلوسی بغدادی۔

ماہرین لغت کو بھی حدیث غدیر کا اشارتی تذکرہ کئے بغیر چارہ نہ تھا، انہیں مولا، خم، غدیر اور ولی کے معنی بیان کرنا ہی تھا۔ ان ماہرین لغت میں ابن درید، ابن اثیر، حموی، زبیدی اور نبہانی لائق ذکر ہیں۔(۱)

۱۔ الجمہرہ ج ۱ص ۷۱، (ج ۱ص ۱۰۸)؛ (النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر ج ۵ص ۲۲۸)؛ (معجم البلدان ج ۲ص ۳۸۹)؛ (تاج العروس ج ۱۰ص ۳۹۹)

واقعۂ غدیر

ہجرت کے دسویں سال رسول خداؐ نے حج کا قصد فرمایا اور لوگوں میں اس کا اعلان کرا دیا۔ یہ سن کر بہت سے لوگ مدینے آگئے تا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ اس حج سے سرفراز ہوں، جسے حج اسلام (۱)، حج بلاغ، حج کمال اور حج تمام کہا جاتا ہے۔ ہجرت کے بعد رسولؐ نے صرف یہی حج فرمایا اس کے بعد کوئی حج نہ فرمایا، آنحضرتؐ نے حج کی غرض سے غسل کر کے روغن استعمال فرمایا اور پا پیادہ مدینے سے مکے کی طرف روانہ ہو گئے، آپؐ صحاری قسم کے دو کپڑوں ازار و قمیص میں ملبوس تھے، سنیچر کا دن تھا اور ماہ ذی قعدہ کی پانچ یا چھ راتیں باقی رہ گئی تھیں آپؐ کے ہمراہ آپ کی ازواج بھی ہودجوں میں تھیں، ان کے علاوہ آپ کے اہل بیتؑ، انصار و مہاجرین کی بڑی تعداد تھی، عوام الناس اور قبائل عرب بھی حسب توفیق شامل تھے۔ (۲)

روانگی کے وقت لوگوں میں چیچک یا خسرہ کا مرض پھیل جانے کی وجہ سے اکثر لوگ آپؐ کے ہمراہ حج نہ کر سکے، اس کے باوجود ٹھاٹھیں مارتے ہوئے مجمع کو اللہ ہی جانتا تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپؐ کے ساتھ نوے ہزار آدمی تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار، ایک لاکھ بیس ہزار اور ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ لوگ تھے۔ یہ تو وہ لوگ تھے جو آپؐ کے ہمراہ تھے، جو لوگ مکے میں آپ

۱۔ ہمارا جوش گمان یقین کے برابر ہے کہ حجۃ الوداع کو حج بلاغ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر آیہ بلّغ کا نزول ہوا نیز حج تمام و کمال اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" کی آیت نازل ہوئی۔

۲۔ طبقات ابن سعد ج/۳ ص/۲۲۵ (ج/۲ ص/۱۷۳)، مقریزی کی الامتاع ص/۵۱۰، ارشاد الساری ج/۶ ص/۴۲۹ (ج/۹ ص/۴۲۶)

کے ساتھ حج بجالائے وہ ان سے کہیں زیادہ تھے، مثلاً شہر مکہ کے باشندے، یمن سے امیر المومنین علیؑ اور ابو موسیٰ کے ساتھ آئے ہوئے لوگ۔ (۱)

آنحضرتؐ نے اتوار کی صبح یلملم میں بسر کی، پھر وہاں سے شام کو شرف السیالہ پہونچے، وہیں مغرب وعشاء کی نماز ادا کی نماز صبح غرق انظبیہ میں پڑھی، اس کے بعد روحاء میں قیام فرمایا وہاں سے کوچ کر کے عصر کی نماز منصرف اور مغربین کی نماز متعشی میں بجالائے، وہیں شام کا کھانا کھایا صبح کی نماز اثابہ میں پڑھی۔ منگل کی صبح عرج میں کی اور لحی جمل (عقبہ کی گھاٹی) میں قیام فرمایا اس کے بعد سقیا میں اتر پڑے۔

بدھ کا دن آیا تو صبح کی نماز ابواء میں پڑھی، پھر وہاں سے چل کر جمعہ کے دن جحفہ میں اتر پڑے، وہاں قدید کے لئے روانہ ہوئے اور سنیچر کے دن وہیں قیام فرمایا، اتوار کا دن عفان میں گزارا وہاں سے روانہ ہو کر غمیم پہونچے تو پیادہ حاجیوں سے ملاقات ہوئی انھوں نے صفیں باندھ لیں اور پا پیادہ زحمت سفر کا آپ سے شکوہ کیا، آپ نے فرمایا:

نسلان سے مدد حاصل کرو (نسلان بگٹٹ دوڑ کو کہتے ہیں) جب انھوں نے ایسا کیا تو راحت محسوس کی، دوشنبہ کے دن حضور مرالظہر ان پہونچے، شام تک وہیں رہے اور غروب آفتاب کے وقت سرف پہونچ گئے، شام کی نماز وہیں پڑھی یہاں تک کہ آپ مکہ پہونچ گئے، جب آپ ثنیتین کے مقام پر پہونچے تو رات کو ان دونوں کے درمیان قیام فرمایا، اس طرح آپؐ نے منگل کے دن مکہ میں ورود فرمایا۔ (۲)

مناسک حج پورے کر کے مدینہ کی طرف واپس ہوئے، آپ کے ہمراہ تمام متذکرہ افراد تھے آپؐ مقام جحفہ واقع غدیر خم پہونچ گئے۔ اس مقام پر مدینہ، عراق ومصر کے راستے پھوٹتے ہیں وہ جمعرات

ا۔ سیرۃ حلبیہ ج/۳ص/۲۸۳ (ج/۳ص/۲۵۷)؛ سیرۃ احمد زینی دحلان ج/۳ص/۳ (ج/۳ص/۱۴۳) تذکرۃ خواص الامۃ ص/۱۸ (ص/۳۰)، فرید وجدی کی دائرۃ المعارف ج/۳ص/۵۴۲

۲۔ الامتاع مقریزی ص/۵۱۷و۵۱۳

کا دن اور ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ تھی یہیں پر جبرئیل امینؑ پروردگار عالم کی طرف سے یہ آیت لئے ہوئے نازل ہوئے "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک" اے رسولؐ! آپ پہونچا دیجئے جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل ہو چکا ہے۔

اور جبریلؑ نے آپ کو حکم خداوندی سے باخبر کیا کہ حضرت علیؑ کو لوگوں کے لئے نشان ہدایت قرار دیں اور ولایت علیؑ کی بات تمام لوگوں تک پہونچا دیں اور یہ کہ تمام لوگوں پر آپ کی اطاعت فرض ہے اس وقت قافلہ کا اگلا دستہ مقام جحفہ کے قریب پہونچ چکا تھا آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ آگے بڑھ جانے والے پلٹیں اور جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کا انتظار کیا جائے آپؐ نے پانچ درختوں کی بڑی ٹہنیوں کے سائے میں بیٹھنے سے لوگوں کو منع فرمایا، یہاں تک کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر اطمینان سے بیٹھ گئے پھر ان درختوں کے نیچے جھاڑو دی گئی اور نماز ظہر کا اعلان ہوا، آنحضرتؐ ان درختوں کے سائے میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی یہ سخت گرمی کا دن تھا، تمازت کی وجہ سے لوگ اپنی ردائیں پیروں تلے رکھے ہوئے تھے بعض اپنا سر چھپائے تھے، آنحضرت کو دھوپ سے بچانے کے لئے درخت سمرہ پر کپڑا باندھ دیا گیا، نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کے وسط (بڑا اور دوسرے راویوں کے مطابق) میں پالان شتر (۱) پر خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے، بلند آواز سے خطاب فرمایا:

''تمام تعریف خدا ہی کے لئے مخصوص ہے، ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں ہم اپنے نفسانی شرارتوں اور برے اعمال سے خدا کی پناہ طلب کرتے ہیں، وہ خدا جو گمراہ کی ہدایت نہیں کرتا اور ہدایت پسند کو گمراہ نہیں کرتا میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسولؐ ہے۔

اما بعد ......اے لوگو! مجھے پروردگار لطیف وخبیر نے خبر دی ہے کہ ہر نبی کی عمر اس کے پیش رو سے نصف ہوتی ہے مجھے جلد ہی بلالیا جائے گا اور میں لبیک کہوں گا، مجھ سے اور تم سے سوال کیا جائے گا تم کیا جواب دو گے؟

۱۔ثمار القلوب ص ۵۱۱ (ص ۶۳۶ نمبر ۱۰۶۸)

لوگوں نے کہا: ہم کہیں گے کہ آپؐ نے پیغام خداوندی پہونچا دیا اور نصیحت و تبلیغ رسالت میں جدو جہد کی، خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ''کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں، جنت و جہنم برحق ہے، موت حق ہے اور قیامت آنے والی ہے اور خدا لوگوں کو قبروں سے اٹھائے گا''؟

انھوں نے کہا: ''ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں''۔

آپ نے فرمایا: ''خدایا! تو گواہ رہنا''۔

پھر آنحضرتؐ نے خطاب فرمایا: لوگو! کیا تم سنتے نہیں ہو؟

سب نے کہا: ہاں! ہم سن رہے ہیں۔

فرمایا: میں حوض کوثر پر پہلے پہونچنے والا ہوں اور تم میرے پاس وہاں پہونچو گے، اس کا پھیلاؤ صنعاء اور بصرہ کے درمیان والی زمین کے برابر ہے، اس میں ستاروں کی تعداد کے برابر چاندی کے پیالے ہیں، ذرا غور تو کرو کہ تم میرے بعد ثقلین کی بابت میری کیا رعایت کروگے''

کسی نے پوچھا: خدا کے رسول! ثقلین سے کیا مراد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ''ثقل اکبر خدا کی کتاب ہے اس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں اور دوسرا تم لوگوں کے ہاتھ میں ہے تم اس کے ساتھ وابستہ رہو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ثقل اصغر میرے اہل بیتؑ ہیں، رب لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے ساتھ وارد ہوں، ان دونوں کے آگے بڑھنا یا کوتاہی کرنا ہلاکت کا مستوجب ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اس قدر بلند کیا کہ دونوں بغل کی سفیدی کا لوگوں نے مشاہدہ کیا، فرمایا: ''لوگو! مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ کس کا حق ہے؟''

سب نے کہا ''خدا اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں''۔

فرمایا: ''بے شک! اللہ میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں، میں ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ با اختیار ہوں بس جس کا میں مولا ہو اس کے یہ علی مولا ہیں''۔ (اسے حضورؐ نے تین مرتبہ فرمایا، احمد

بن حنبل کے مطابق چار مرتبہ فرمایا)۔

پھر فرمایا: ''خدایا! تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے، اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھے، اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے، اس سے عناد رکھ جو اس سے عناد رکھے، اسے چھوڑ دے جو اسے چھوڑ دے اور حق کو ادھر موڑ دے جدھر یہ مڑے۔ اچھی طرح سن لو، یہ پیغام حاضرین کو غائبین تک پہونچانا چاہئے''۔

ابھی لوگ متفرق بھی نہیں ہوئے تھے کہ جبرئیل امینؑ وحی لائے: ''آج میں نے تمھارے لئے دین کامل کر دیا، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی''۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ کی شان کہ اس نے دین کامل اور نعمت تمام کر دی، پروردگار میری تبلیغ ولایت علیؑ سے راضی ہوگیا۔

پھر تو لوگ امیرالمومنینؑ کو مبارکباد دینے امنڈ پڑے، صحابہ میں سب سے پہلے شیخین (ابو بکر وعمر) نے مبارکباد دی، دونوں نے آواز دی ''مبارک ہو اے ابو طالب کے بیٹے! آپ میرے اور تمام مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے''۔

ابن عباسؓ پکارے: ''خدا کی قسم قوم کی گردن پر ولایت لازم ہوگئی''۔

حسان نے رسول اللہؐ سے چند ابیات پڑھنے کی اجازت طلب کی، حضرتؐ نے فرمایا: خدا کی برکت سے پڑھو...... حسان نے کھڑے ہو کر کہا: قریش کے بزرگو! ولایت کی گواہی کے بارے میں رسول اللہؐ کے قدم بہ قدم میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد نغمہ سرا ہوئے:

ینادیھم یوم الغدیر نبیّھم   بخم فاسمع بالرسول منادیاً

یہ ہے غدیر کا اجمالی واقعہ...... ان الفاظ کی تفصیل آگے بیان ہوگی، اس واقعہ پر تمام امت کا اتفاق ہے دنیا میں اس کے سوا کوئی اسلامی واقعہ نہیں جو غدیر کے نام سے موسوم ہو۔

لفظ غدیر سے اسی واقعہ کی طرف ذہن ملتفت ہوتا ہے، جب مقام غدیر بولا جاتا ہے تو اسی جگہ پر ذہن مرتکز ہو جاتا ہے جو مشہور اور جحفہ کی بلندیوں پر واقع ہے اس کے سوا کسی محقق نے اس نام کی دوسری

سرزمین کا پتہ نہیں لگایا ہے۔ البتہ صرف ڈاکٹر ملحم ابراہیم الاسود نے دیوان ابی تمام کے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ واقعہ غدیر ایک مشہور جنگ کا واقعہ ہے۔

ہماری اس سلسلے میں تفصیلی بحث کتاب کے جزء دوم میں ابی تمام کے تذکرہ میں آئے گی۔

حدیث غدیر پر خصوصی توجہات

خداوند عالم کی عنایتِ مزید سے حدیث غدیر عام و خاص کی زبانوں اور راویوں کی زمزمہ سنجیوں سے تمام دنیا میں مشہور ہو کر حامی دین، امام مقتدی حضرت علیؑ کے لئے ایک زبردست حجت بن گئی۔

اس اہتمام حجت کے لئے آنحضرتؐ کو اس وقت تبلیغ ولایت کا حکم ہوا جب لوگوں کا عظیم اجتماع تھا اور آپؐ حج اکبر کے بعد واپس آ رہے تھے۔ مختلف قبائل آپ کے اردگرد تھے، ایسے میں آپؐ نے آگے بڑھ جانے والوں کو پیچھے لوٹایا، پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کیا، پیغام (۱) سنا کر حاضرین کو غائبین تک پہونچانے کی تاکید کی تاکہ وہ سب مل جل کر اس حدیث کے راوی بن جائیں جب کہ خود وہیں حاضرین کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی اس کے علاوہ بھی خدا نے اس سے متعلق آیت کریمہ نازل فرمائی کہ گزرتے زمانوں کے ساتھ لوگ اس کی تلاوت کرتے رہیں اور اس واقعہ کو قلب و نظر میں تازہ رکھیں کیونکہ اسی کی بدولت اساسِ ہدایت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اسی سے دینی احکام اخذ کرنا لازم قرار دیا گیا ہے۔

حدیث غدیر کی بدولت رسول اعظمؐ کا بھی یہی اہتمام رہا، آپؐ نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو اپنے ساتھ لیا، آپؐ جانتے تھے کہ اختتام سفر پر وہ عظیم پیغام ملے گا جس سے قصر دین کی بنیاد مستحکم ہوگی، امت

۱۔ خصائص نسائی کی ایک سند میں ابو الطفیل کا بیان ہے کہ میں نے خود رسول کو فرماتے سنا ہے اور جو کوئی وہاں چھاؤں تلے تھا اس نے دیکھا تھا ذہبی نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے۔ مناقب خورزمی میں حضور کی بلند آواز اعلان کی تصریح ہے۔ ابن جوزی نے مناقب میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ صحابہ بادیہ نشین اور مکہ و مدینہ کے آس پاس رہنے والوں میں سے ایک لاکھ بیس ہزار افراد تھے وہ لوگ آپؐ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں تھے، انھوں نے ارشاد رسولؐ سنا۔'' خصائص/۲۱ (ص/۹۶ حدیث نمبر ۷۹، سنن کبریٰ ج/۵ ص/۱۳۰ احدیث نمبر ۸۴۶۴)؛ تاریخ ابن کثیر ج/۵ ص/۲۰۸ (ج/۵ ص/۲۳۶ حوادث ۱۰ھ)؛ مناقب خوارزمی ص/۹۴''۔

سرداری حاصل کرے گی اور مشرق سے مغرب تک تمام عالم میں اس کی حکومت پھیل جائے گی، بشرطیکہ وہ خیر وصلاح اور ہدایت کی راہ پر لگ بھی جائے۔(۱) لیکن اس مقصد کے پیش نظر ائمہ اہل بیتؑ بھی ہمیشہ یہ آواز آگے بڑھاتے رہے اور اس سے اپنے عظیم پیشرو حضرت علیؑ کے ثبوت امامت کی دلیلیں قائم کرتے رہے، جس طرح خود حضرت علیؑ اپنی تمام زندگی اس کے ذریعہ دعویٰ امامت کرتے رہے، اور بہت سی محفلوں میں حجۃ الوداع کے عینی گواہوں سے اقرار کراتے رہے، یہ سب کچھ محض اس لئے تھا کہ زمانہ کی گردش کا اثر اس واقعہ کو کہنہ نہ کردے، خاص اسی مقصد سے ائمہؑ نے اپنے شیعوں کو عید غدیر کے موقع پر جشن اور اجتماعات میں باہمی مبارکبادی پیش کرنے کی تاکید کی تاکہ یہ عظیم واقعہ بار بار ذہنوں میں تازہ وشاداب ہوتا رہے، تفصیل آگے آئے گی۔

شیعہ امامیہ کا بروز عید غدیر مرقد اطہر امیر المومنینؑ نجف اشرف میں پرشکوہ اجتماع ہوتا ہے، اس میں مختلف قبائلی گروہ زیارت کرنے آتے ہیں، اس یادگاری دن میں وہ اپنے ائمہؑ سے ماثور زیارتوں میں ایسے کلمات دہراتے ہیں جن میں ائمہ کی تعداد اور روایت غدیر کی تفصیل درج ہے، زیارت کرنے والوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ان کلمات کو بلند کئے شکرِ خداوندی بجالاتا ہے کہ اسے نعمتِ ولایت ملی، سیدھے راستے کی ہدایت ملی، اسی طرح گویا ہر ایک اپنے کو اس فضیلت کا راوی سمجھ کر استواری ومقصد پر ایمان کا اظہار کرتا ہے۔

جو لوگ اس دن مرقد اطہر پر حاضر نہیں ہو سکتے وہ اپنے دور افتادہ شہروں میں ہی یہ مراسم کرتے ہیں روز غدیر کی بہت سے اعمال وارد ہیں جیسے نماز، روزہ، ماثور دعائیں ...ان میں بھی حدیث غدیر کی گونج ہوتی ہے، ان وظائف کو شیعہ طبقہ دنیا کے بڑے بڑے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں پابندی سے بجا لاتا ہے، یہ طبقہ عالم اسلام کا تہائی یا نصف ہے، یہ بھی حدیثِ غدیر کے راوی ہیں، اس کی حقانیت کے

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج۱/ص۱۰۹/ (ج۱/ص۱۷۵/حدیث نمبر۸۶۱)، تاریخ بغداد ج۱۱/ص۴۷/نمبر۵۷۲۸، حلیۃ الاولیاء ج۱/ص۶۴/، کنز العمال ج۶/ص۱۶۰/ (ج۱۱/ص۶۳۰/حدیث نمبر۳۳۰۷۲)، کفایۃ الطالب ص۶۷/ (ص۱۶۳/)، مستدرک علی الصحیحین ج۳/ص۱۵۳/، مناقب خوارزمی ص۶۸/ (ص۱۱۴/حدیث نمبر۱۲۴)، البدایۃ والنہایۃ ج۷/ص۳۶۰/ (ج۷/ص۹۷/حوادث ۴۰ھ)

آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے اور دینی حیثیت سے ایمان لائے ہوئے ہیں۔ شیعوں کے اس طریقہ کار کے علاوہ ان کی کتابیں خواہ تفسیر کی ہوں یا حدیث کی، یا تاریخ وکلام کی وہ سب بیان غدیر سے بھری پڑی ہیں، اوراس مقصد کے اثبات کے سلسلے میں احتجاج کرتی نظر آتی ہیں، ان کا سلسلہ سند مرکز نبوت تک پہونچتا ہے اور حذف اسناد کے بعد بھی اس موضوع پر احادیث پائی جاتی ہیں، سلسلۂ اسناد اس لئے حذف کیا گیا کہ اس موضوع کی صحت احادیث پر سب کا اجماع ہے، لیکن میرے علم کے مطابق حدیث غدیر ثابت کرنے میں اہل سنت بھی کسی طرح شیعوں سے پیچھے نہیں، وہ اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرتے ہیں، اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اس کے اسناد کو صحیح ومتواتر قرار دیتے ہیں۔ ایسے بہت کم نظر آتے ہیں جو راہ حق سے بھٹکے ہوں اور تعصب وعناد کی وجہ سے اس کی صحت پر شک وشبہ کا اظہار کرتے ہوں، انھیں گروہ علماء نے ملامت کا نشانہ بنایا، ورنہ تحقیق کرنے والوں نے کبھی اس پر شک وشبہ ظاہر نہیں کیا، کیونکہ وہ مضبوط سلسلۂ سند بلکہ تواتر (۱) کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں اور اسے صحابہ وتابعین تک پہونچایا ہے ان کی تفصیل حروف تہجی کے اعتبار سے پیش کی جارہی ہے:

۱۔ احمد بن حنبل نے چالیس، ابن جریر طبری نے ستر، جزری مقری نے اسی، ابن عقدہ نے ایک سو پانچ، ابو سعید سجستانی نے ایک سو بیس، ابوبکر جعابی نے ایک سو پچیس اور حداہ العقول (ص ۳۰) کے بقول امیر محمد یمنی نے ایک سو پچاس طرق سے اس کی روایت کی ہے۔

رواۃ حدیث غدیر: (صحابہ)

(الف)

۱۔ابو ہریری دوسی۔وفات ۵۷۔۵۸۔۵۹ھ بعمر ۷۸ سال،ان کی بیان کردہ احادیث مختلف کتب میں موجود ہیں۔(۱)

۲۔ابولیلیٰ انصاری۔کہا جاتا ہے کہ جنگ صفین میں شہادت پائی،ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۲)

۱۔تاریخ خطیب بغدادی ج/۸ص/۲۹۰ میں دوطریقوں سے مطروراق اورشہر بن حوشب؛تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج/۲۰ ص/۴۸۴نمبر۴۰۸۹؛تہذیب التہذیب ج/۷ص/۳۳۷(ج/۷ص/۲۹۶)؛مناقب خوارزمی ص/۱۳۰(۱۵۶حدیث نمبر۱۸۴) (مقتل خوارزمی ج/۱ص/۴۸؛اسنی المطالب ص/۳(ص/۴۸)؛تفسیر در منثور ج/۲ ص/۲۵۹(ج/۳ص/۱۹)؛تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴(ص/۱۵۸)؛(فرائد السمطین ج/۱ص/۷۷ باب ۱۳ حدیث نمبر۴۴)؛کنز العمال ج/۶ ص/۱۵۴ (ج/۱۱ص/۱۰۹ (حدیث نمبر ۳۲۹۵،ج/۱۳ص/۱۵۷حدیث نمبر ۳۶۴۸۶)؛استیعاب ج/۲ص/۴۷۳(القسم الثالث ص۱۰۹۹نمبر۱۸۵۵)؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۱۴(ج/۵ص/۲۳۲حوادث ۱۰ھ کتاب حدیث الولایۃ میں موجود ابن عقدہ کے طرق کو اسد الغابہ، الاصابۃ اور ابن طاؤس کی کتاب طرائف (ص/۱۴۱۔۱۴۰) سے نقل کیا ہے۔؛مناقب ابن شہر آشوب ج/۱ص/۵۲۹ (ج/۳ ص/۳۴)؛نزل الابرار ص/۲۰(۵۳)؛مسند ابی یعلی ج/۱۱ص/۳۰۷ حدیث نمبر۶۴۲۳؛مصنف ابن ابی شیبہ ج/۱۲ص/۶۸ حدیث نمبر۱۲۱۴۱ کتاب فضائل علی بن ابی طالبؑ۔

۲۔مناقب خوارزمی ص/۳۵(ص/۶۱ حدیث نمبر۳۱) میں مع سند حدیث خیبر اور حدیث غدیر کا بیان ہے؛حدیث الولایۃ ابن عقدہ ؛تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴(ص/۱۵۸)؛(جواہر العقدین صفحہ۱۷۱قلمی)"۔

۳۔ابوزینت انصاری۔ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۱)

ابوزینت ان لوگوں میں ہیں جن سے حضرت علیؑ نے بمقام رحبہ مناشدہ فرمایا تھا۔

۴۔ابوفضالہ انصاری:۔جنگ بدر میں شریک تھے جنگ صفین میں شہادت پائی، مقام رحبہ میں یہ موجود تھے اور انھوں نے حدیث غدیر کی گواہی دی تھی۔(۲)

۵۔ابوقدامہ انصاری۔یہ بھی مقام رحبہ مناشدہ میں موجود تھے، حدیث غدیر کی گواہی دی تھی، ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۳)

۶۔ابوعمرہ بن عمرو بن محسن انصاری۔اسد الغابہ ابن اثیر کے مطابق یہ بھی مقام رحبہ میں گواہی دینے والوں میں تھے۔(۴)

۷۔ابوالھیثم بن تیھان۔صفین میں شہید ہوئے، ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۵)

۸۔ابورافع قبطی۔(رسول خداؐ کے غلام):ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۶)

۹۔ابوذویب خویلد یا خالد بن خالد بن محرث ہذلی۔جاہلی و اسلامی دونوں عہد کے شاعر تھے، خلافت عثمان کے زمانے میں انتقال کیا، روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۷)

۱۔"اسد الغابہ ج۳ص۳۰۷، ج۵ص۳۰۵ (ج۳ص۴۶۹، ج۶ص۱۳۰نمبر۵۹۲۶) اور اصابہ ج۲ص۴۰۸، ج۵ص۸۰ پر اصبغ بن نباتہ سے اور ابن عقدہ کے حوالے سے سعد اسکاف اور اصبغ سے"۔

۲۔اسد الغابۃ ج۳ص۳۰۷، ج۵ص۲۰۵ پر بحوالہ ابن عقدہ اور تاریخ آل محمد ص۶۷ پر ان کی روایات ہیں۔

۳۔اسد الغابۃ ج۵ص۲۷۶ (ج۶ص۲۵۲نمبر۶۱۶۹)؛ جواہر العقدین ص۱۷۱؛ الاصابۃ ج۴ص۱۵۹ (ذہبی نے کتاب الغدیر حدیث نمبر۱۲۳ میں ابوقدامہ انصاری کو ان لوگوں میں بتایا ہے کہ جنہوں نے حدیث غدیر کی گواہی دی تھی۔

۴۔اسد الغابۃ ج۳ص۳۰۷ (ج۳ص۴۷۰نمبر۳۳۴۱)

۵۔حدیث الولایۃ عقدہ، نخب المناقب ابن جعابی (ج۴ص۱۵۹)؛ تاریخ آل محمد ص۶۷

۶۔حدیث الولایۃ ابن عقدہ، نخب المناقب؛ مقتل الامام الحسین ج۱ص۴۸

۷۔حدیث الولایۃ ابن عقدہ؛ مقتل الامام الحسین ج۱ص۴۸ (ذہبی نے کتاب الغدیر حدیث نمبر۱۲۱ میں ان لوگوں میں ان کو شمار کیا ہے جن سے اس حدیث کی روایت کی گئی ہے)

۱۰۔ابوبکر بن قحافہ تیمی۔ان کی حدیثِ غدیر کو مندرجہ ذیل کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔(۱)

۱۱۔اسامہ بن زید بن حارثہ کلبی۔وفات ۵۴ھ بعمر ۷۵ سال،ان کی روایات حدیث الولایۃ اور نخب المناقب میں ہیں۔

۱۲۔ابی بن کعب انصاری۔سید القراء تھے،وفات ۳۰۔۳۲ ہجری،ان کی روایت ابوبکر جعابی نے نخب میں نقل کی ہے۔

۱۳۔اسعد بن زرارہ انصاری۔ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں:

حدیث الولایۃ ابن عقدہ،(۲) نخب المناقب ابوبکر جعابی،کتاب الولایۃ ابوسعید مسعود سجستانی۔(۳)

۱۴۔اسماء بن عمیس خثعمیہ۔ان کی روایت ابن عقدہ کی کتاب الولایہ میں ہے۔

۱۵۔ام سلمہ زوجہ رسولؐ۔ابن عقدہ نے عمرو بن سعد بن عمرو بن جعدہ بن ہبیرہ،انھوں نے اپنے باپ دادا کی سند سے،ام سلمہ نے فرمایا کہ رسولؐ نے غدیر خم میں علیؑ کو اس قدر بلند کیا کہ سفیدی بغل نمایاں ہوگئی،پھر فرمایا:"من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اس کے بعد حدیث ثقلین بیان کی۔(۴)

۱۶۔ام ھانی بنت ابوطالب۔انھوں نے غدیر کی تفصیلات بیان کی ہیں جسے بزاز نے اپنی مسند میں اور ان سے سمہودی نے اور ینابیع المودۃ کے علاوہ ابن عقدہ کی حدیث الولایۃ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔(۵)

۱۷۔ابوحمزہ انس بن مالک انصاری خزرجی۔خادم رسولؐ تھے، ۹۳ھ میں انتقال کیا،ان سے

۱۔حدیث الولایۃ ابن عقدہ،نخب جعابی،حدیث غدیر منصوری رازی؛(ذہبی کی کتاب الغدیر حدیث نمبر۱)؛اسنی المطالب ص/۳(ص/۴۸)

۲۔ابن طاؤس کتاب الیقین باب ۳۷(ص۱۸۳)

۳۔ابن طاؤس کی کتاب الیقین (باب ۱۷ص ۱۶۸)،ابن حاتم کی الدر النظیم فی الائمۃ اللھامیم (باب ص ۱۰۵)؛(ان کی سند میں سُنّین بھی ہیں) اسنی المطالب ص/۴(ص/۴۸)

۴۔اس حدیث کو جواہر العقدین صفحہ ۱۷؛ینابیع المودۃ ص/۴۰(ج/۱ص/۳۸باب۴)؛وسیلۃ المآل ص/۱۱۷باب ۴ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

۵۔جواہر العقدین صفحہ ۱۷۴؛ینابیع المودۃ ص/۴۰(ج/۱ص/۳۸باب۴)

مندرجہ ذیل علماء نے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۱)

(ب)

۱۸۔ براء بن عاذب انصاری اوسی۔کوفہ میں رہتے تھے، ۷۲ھ میں انتقال کیا، ان کی حدیث مندرجہ ذیل کتب میں ہے:

مسند احمد میں دو طریقوں سے، اول میں عفان اور دوسرے میں عدی ہیں۔(۲)

سنن ابن ماجہ، اس میں ابن حدیمان کی روایت ہے۔براء کہتے ہیں کہ ہم حج اکبر میں رسول اللہؐ کے ساتھ تھے آپ ایک جگہ ٹھہرے نماز جماعت کے بعد علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنین کی جانوں پر ان سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ سب نے تائید کی تو فرمایا: یہ علیؑ بھی مومنین کا ولی ہے جس کا میں ولی ہوں۔خدایا! تو اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ۔(۳) اس کے علاوہ بے شمار علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔(۴)

۱۔ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد ی ج ۷ ص ۳۷۷؛ ابن قتیبہ دینوری: المعارف ص ۲۹۱ (ص ۵۸۰)؛ ابن عقدہ، حدیث الولایہ میں؛ ابو بکر جعابی، نخب میں؛ خطیب خوارزمی، مقتل الامام الحسین ج ۱ ص ۴۸؛ سیوطی تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴ (ص ۱۵۸) المعجم الاوساط ج ۳ ص ۱۳۳ حدیث نمبر ۲۲۷؛ متقی ہندی، کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۳،۱۵۴ (ج ۱۱ ص ۶۰۹ حدیث نمبر ۳۲۹۵۰، ج ۱۳ ص ۱۵۷ حدیث نمر ۳۶۴۸۶؛ بدخشی، نزل الابرار ص ۲۰ (ص ۵۳)؛ جزری، اسنی المطالب ص ۴ (ص ۴۸) (ص ۵۳)

۲۔ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۸۱ (ج ۵ ص ۳۵۵ حدیث نمبر ۱۸۰۱۱)

۳۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۱۔۲۹ (ج ۱ ص ۴۳ حدیث نمبر ۱۱۶)

۴۔ خصائص نسائی ص ۱۶ (ص ۱۰۲ حدیث نمبر ۸۸ نسائی ہی کی سنن کبریٰ ج ۵ ص ۱۳۲ حدیث نمبر ۸۴۷۳)؛ تاریخ بغدادی ج ۱۴ ص ۲۳۶؛ تفسیر طبری ج ۳ ص ۴۲۸؛ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۲۰ ص ۴۸۴ نمبر ۴۰۸۹؛ (الکشف والبیان معروف بہ تفسیر ثعلبی تفسیر آیہ ۶۷ سورۂ مائدہ)؛ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۷۳ (القسم الثالث ص ۱۰۹۹ نمبر ۱۸۵۵)؛ الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۶۹ (ج ۳ ص ۱۱۳)؛ مناقب خوارزمی ص ۹۴ (ص ۱۵۵ حدیث نمبر ۱۸۳)؛ الفصول المہمۃ ص ۲۵ (ص ۴۰)؛ ذخائر العقبیٰ ص ۶۷؛ کفایۃ الطالب ص ۱۴ (ص ۵۸ باب ۱)؛ تفسیر کبیر معروف بہ تفسیر رازی ج ۳ ص ۶۳۶ (ج ۱۲ ص ۵۰۔۴۹)؛ تفسیر نیشاپوری ج ۶ ص ۱۹۴؛ نظم درر السمطین (ص ۱۰۹)؛ الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۲ ص ۵۵۵ (ج ۲ ص ۶۴۲ حدیث نمبر ۹۰۰۰)؛ مشکوۃ المصابیح ص ۵۵۷ (ج ۳ ص ۳۶۰ حدیث نمبر ۶۱۰۳)؛ شرح دیوان امیر المومنین (ص ۴۰۶)؛ فرائد السمطین (ج ۱ ص ۶۴ باب ۹ حدیث نمبر ۳۰) میں پانچ سلسلوں سے حدیث غدیر کی روایت ہے؛ کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۲ (ج ۱۱ ص ۶۰۲ حدیث نمبر ۳۲۹۰۴، ج ۱۳ ص ۱۳۳ حدیث نمبر ۳۶۴۲۰) میں بحوالہ سنن حافظ ابن شیبہ مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱۲ ص ۷۸ حدیث نمبر ۱۲۱۶۷)

البدایہ والنہایہ ابن کثیر میں ابن ماجہ، حافظ عبدالرزاق، حافظ ابو یعلی موصلی، حافظ حسن بن سفیان اور ابن جریر طبری کی سند سے، اس طریق روایت میں معمر، ابن جدعان اور عدی کی سند ہے، وہ براء سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ غدیر خم میں پہونچے، اس کے بعد نماز اور اولی بالتصرف کا اقرار چار مرتبہ اس کے بعد حدیث غدیر اور دعائے ولایت کا ذکر ہے، بعد میں عمر بن الخطاب نے تہنیت پیش کی، حافظ ابو محمد عاصی زین الفتی میں ابو بکر جلدب سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

نزل الابرار میں بطرق احمد ابو نعیم کے سلسلے سے بحوالہ فضائل الصحابہ براء ہی سے روایت ہے۔(۲)

خطط مقریزی، مناقب الثلاثہ، روح المعانی، تفسیر المنار، اور اسنی المطالب جزری میں حدیث غدیر کے راوی براء ہیں۔(۳)

۱۹۔ بریدہ بن الحصیب ابو سہل اسلمی۔ متوفی ۶۳ھ، ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں: مستدرک حاکم، حلیۃ الاولیاء، استیعاب، مقتل خوارزمی، تاریخ الخلفاء، جامع الصغیر، کنز العمال، مفتاح النجا، نزل الابرار، تفسیر منار۔(۴)

(ث، ج)

۲۰۔ ابو سعید ثابت بن ودیعہ انصاری خزرجی مدنی۔ حضرت علیؑ کی حلفیہ گواہ طلبی (مناشدہ) کے موقع پر انھوں نے بھی گواہی دی تھی، ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اس کی

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۰۹ (حوادث ۱۰ھ، ج/۷ص/۳۸۶ حوادث ۴۰ھ)

۲۔ نزل الابرار ص/۱۹ (ص/۵۲۔۵۳)

۳۔ خطط مقریزی ج/۲ص/۲۲۲؛ مناقب ثلاثہ (ص/۱۹)؛ روح المعانی ج/۲ص/۳۵۰ (ج/۶ص/۱۹۴)؛ تفسیر المنار ج/۶ ص/۴۶۴)؛ اسنی المطالب ص/۳ (ص/۵۳)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین ج/۳ص/۱۱۰ (ج/۳ص/۱۱۹ حدیث نمبر ۸۵۷۸)؛ حلیۃ الاولیاء ج/۴ص/۲۳؛ الاستیعاب ج/۲ص/۴۷۳ (القسم الثالث ص ۱۰۹۹ نمبر ۱۸۵۵)؛ مقتل خوارزمی (ج/۱ص/۴۸)؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴ (ص ۱۵۸)؛ جامع الصغیر ج/۲ص/۵۵۵ (ج/۲ص/۶۴۲ حدیث نمبر ۹۰۰۰)؛ کنز العمال ج/۶ص/۳۹۷ (ج/۱۳ص/۱۳۴ حدیث نمبر ۳۶۴۲۲)؛ مفتاح النجا (ص/۲۵ باب/۳ فصل ۱۴؛ نزل الابرار ص/۲۰ (ص/۵۳)؛ تفسیر المنار ج/۶ص/۴۶۴

روایت کی۔ تاریخ آل محمدؐ میں انھیں راویان حدیث غدیر میں شمار کیا گیا ہے۔(۱)

۲۱۔ جابر بن سمرہ بن جنادہ ابو سلیمان سوائی۔ کوفے میں قیام تھا، ان کا انتقال ۷۰ھ یا ۷۴ھ میں ہوا۔(۲) مندرجہ ذیل کتب میں ان کی روایت ہے: حدیث الولایۃ ابن عقدہ، مقتل خوارزمی، کنز العمال متقی۔(۳)

۲۲۔ جابر بن عبد اللہ انصاری۔ انھوں نے ۹۴ سال عمر پائی، ۷۳، ۷۴ یا ۷۸ میں مدینہ میں انتقال کیا، ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ میں ان کی جس روایت کا ذکر کیا ہے اس تقریر میں مقام حدیثِ ثقلین اور حدیث ِولایت کا ذکر ہے۔

جعابی نے نخب میں، استیعاب میں ابن عبد البر نے، اسماء الرجال میں ابی الحجاج نے، اس کے علاوہ تہذیب التہذیب اور کفایۃ الطالب میں ان کی روایت ہے۔(۴) آخر الذکر کے اسناد میں مشائخ ہیں، اسی کی روایت حموینی نے فرائد اور ابن کثیر نے البدایہ میں کی ہے۔(۵)
کنز العمال متقی، جواہر العقدین سمہودی، ینابیع المودہ قندوزی اور الاکتفاء وصابی میں بھی ہے۔(۶)

ابن بطریق کے بقول حافظ ابن مغازلی نے بکر بن مواد، قبیصہ بن ذویب، ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن اور جابر سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ "ہم رسولؐ کے ساتھ خم میں فروکش ہوئے تو لوگ آپؐ سے دور ہٹنے لگے... آپ نے علیؑ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو مجتمع کریں، پھر آپ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر حمد و ثنائے

۱۔ اسد الغابۃ ج۱ر۳ص ۳۰۷، ج۵ر ص۲۰۵ (ج۳ر ص۴۶۹ نمبر ۳۳۴۱)؛ تاریخ آل محمد ص ۶۷
۲۔ الاصابۃ ج۱ر ص۲۱۲ نمبر ۱۰۱۸
۳۔ مقتل خوارزمی (ج۱ر ص۴۸ فصل۴)؛ کنز العمال ج۶ر ص۳۹۸ (ج۱۳ر ص۱۳۶ حدیث نمبر ۳۶۴۳۰)
۴۔ الاستیعاب ج۱ر۲ص ۴۷۳ (القسم الثالث ص۱۰۹۹ نمبر ۱۸۵۵)؛ تہذیب الکمال (ج۲۰ر ص۴۸۴ نمبر ۴۰۸۹)؛ تہذیب التہذیب ج۷ر ص۳۳۷ (ج۷ر ص۲۹۶)؛ کفایۃ الطالب ص۱۶ (ص۶۱ باب ۱)
۵۔ فرائد السمطین (ج۱ر ص۶۲ حدیث نمبر ۲۹ باب ۹ سمط ۱)؛ البدایہ والنہایۃ ج۵ر ص۲۰۹ (ج۵ر ص۲۳۲ حوادث ۱۰ھ)
۶۔ کنز العمال ج۶ر ص۳۹۸ (ج۱۳ر ص۱۳۷ حدیث نمبر ۳۶۴۳۰، ۳۶۴۳۳)؛ ینابیع المودۃ ص۴۱ (ج۱ر ص۳۹ باب۴)

الٰہی کے بعد فرمایا: لوگو! تم مجھ سے یوں دور بھاگ رہے ہو جیسے مجھ سے زیادہ تمھیں وہ درخت محبوب ہے ، لیکن علیؑ کا درجہ خدا کے نزدیک وہی ہے جو میرا ہے خدا بھی اس سے اسی طرح راضی ہے جیسے میں راضی ہو ں ، کیونکہ وہ میرے قریب اور میری محبت کے مقابلے میں دوسری کوئی چیز اختیار نہیں کرتا ، اس کے بعد حدیث ولایت فرمائی ۔(۱)

جابر کا بیان ہے کہ پھر لوگ روتے ہوئے رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے ، معذرت میں ایک دوسرے سے بازی لئے جارہے تھے کہ یارسول اللہؐ ہم صرف اس لئے دور ہٹے تھے کہ آپ کو کسی قسم کی دشواری نہ ہو ، ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں رسول کی ناخوشی سے ، آنحضرتؐ ان سے راضی ہو گئے ۔ یہ روایت تفسیر ثعلبی میں بھی ہے ۔(۲)

مقتل خوارزمی ، اسنی المطالب اور تاریخ آل محمد میں بھی جابر کی روایات ہیں ۔(۳)

۲۳۔ جبلہ بن عمرو ۔ ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ میں ان سے روایت کی ہے ۔

۲۴۔ جبیر بن مطعم بن عدی قرشی نوفلی ۔ ۵۷، ۵۸ یا ۵۹ میں وفات پائی ، تاریخ آل محمدؐ ، مودۃ القربیٰ اور ینابیع المودۃ میں ان کی روایات غدیر ہیں ۔(۴)

۲۵۔ جریر بن عبداللہ بن جابر بجلی ۔ وفات ۵۱ھ یا ۵۴ھ میں ہوئی ، حافظ ہیثمی نے مجمع الزواید میں بحوالہ معجم کبیر بشر کی روایت نقل کی ہے :

''ہم حجۃ الوداع غدیر خم میں موجود تھے ، نماز کے بعد مہاجرین و انصار کے درمیان رسولؐ نے کھڑے ہو کر لوگوں سے پوچھا : تم کس چیز کی گواہی دیتے ہو ۔ جب کلمہ کا اقرار لے چکے تو علیؑ کا بازو پکڑ کر اٹھایا پھر بازو چھوڑ کر کہنیوں کو پکڑا پھر حدیث ولایت اور دعا فرمائی ، اس کے بعد فرمایا : خدایا ! دو صالح بندوں کے بعد زمین پر میں کسی کو امین نہیں پاتا تو ہی اس کام کو پورا کر ۔ بشر کا بیان ہے کہ میں نے

۱۔ العمدۃ ص/۵۳ (ص/۱۰۷ حدیث نمبر ۳۷)؛ مناقب ابن مغازلی (ص/۲۵ حدیث نمبر ۳۷)

۲۔ الکشف والبیان تفسیر آیہ ۶۷ سورۂ مائدہ

۳۔ مقتل خوارزمی (ج/۱ ص/۴۸)؛ اسنی المطالب ص/۳ (ص/۴۸)؛ تاریخ آل محمد ص/۶۷؛

۴۔ تاریخ آل محمد ص/۸؛ مودۃ الثانیہ؛ ینابیع المودۃ ص/۳۱، ۳۳۶ (ج/۱ ص/۳۰ باب ۴، ج/۲ ص/۷۱ باب ۵۶)

پوچھا دو صالح بندے کون؟ انھوں نے کہا: مجھے نہیں معلوم''۔(۱)

سیوطی نے تاریخ الخلفاء، ابن کثیر نے بدایہ، متقی نے کنز العمال، وصابی نے اکتفا، بدخشی نے مفتاح النجا اور خوارزمی نے مقتل میں بھی ان کی روایات لکھی ہیں۔(۲)

۲۶۔ابوذر جندب بن جنادہ غفاری۔متوفی ۳۱ھ ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں:

ولایۃ ابن عقدہ، نخب جعابی، فرائد السمطین، مقتل خوارزمی، اسنی المطالب جزری۔(۳)

۲۷۔ابوجنیدہ جندع بن عمرو بن مازن انصاری۔ابن اثیر نے اسد الغابہ میں عبداللہ العلاء، زہری سعید، خباب، ابی عنفوانہ مازنی اور وہ جندع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کو فرماتے سنا، میری طرف جھوٹ کی نسبت دینے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے اور میں کہنے سے خاموش نہیں رہوں گا آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع کی واپسی میں غدیر کے مقام پر حدیث ولایت ارشاد فرمائی۔

عبداللہ بن علاء نے زہری سے سوال کیا: ''شام میں علیؑ پر سب و شتم ہوتا ہے، وہاں یہ حدیث کیوں نہیں بیان کرتے؟

جواب میں عبداللہ نے کہا:

''خدا کی قسم! میرے پاس فضائل علیؑ میں اس قدر احادیث ہیں کہ اگر بیان کروں تو قتل کر دیا جاؤں''۔اس روایت کو مشائخ ثلاثہ نے بیان کیا ہے۔(۴)

شیخ محمد صدر العالم کی معارج العلی اور تاریخ آل محمدؐ میں بھی جندع کی حدیث غدیر موجود ہے۔(۵)

۱۔مجمع الزوائد ج۹/ص/۱۰۶؛ المعجم الکبیر (ج۲/ص/۳۵۷) حدیث نمبر ۲۵۰۵)

۲۔تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴؛ البدایۃ والنھایۃ ج۷/ص/۳۴۹ (ج۷/ص/۳۸۶ حوادث ۴۰ھ)؛ کنز العمال ج۶/ص/۱۵۴، ۳۹۹ (ج۱۱/ص/۶۰۹ حدیث نمبر ۳۲۹۴۸، ج۱۳/ص/۱۳۸ احدیث نمبر ۳۶۴۳۷)؛ مفتاح النجا (ج۱/ص/۴۵ باب ۳ فصل ۱۴)؛ مقتل خوارزمی ج۱/ص/۴۸

۳۔فرائد السمطین (ج۱/ص/۳۱۵ حدیث نمبر ۲۵۰ باب ۵۸)؛ مقتل خوارزمی (ج۱/ص/۴۸)؛ اسنی المطالب ص۴ (ص۴۸)

۴۔اسد الغابہ ج۱/ص ۳۰۸ (ج۱/ص ۶۴ ۳ نمبر ۸۱۲)

۵۔تاریخ آل محمد ص/۶۷

(ح)

۲۸۔حبہ بن جوین۔ابوقدامہ عرنی بجلی،متوفی ۷۶ یا ۷۹ھ،ہیثمی نے ان کو معتبر مانا ہے خطیب نے ان کا تابعین کے زمرے میں ذکر کر کے ثقہ ہونے کی تائید کی ہے۔(۱)

ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں:

ابن عقدہ کی حدیث الولایت،دولابی کی الکنی والاسماء،مغازلی کی مناقب اور ابن اثیر کی اسد الغابہ میں یعقوب کی سند سے ان کی حدیث غدیر لکھی ہے اور اس حدیث کو ابن حجر نے اصابہ اور قندوزی نے ینابیع میں ذکر کیا ہے۔(۲)

۲۹۔حبشی بن جنادہ سلولی۔کوفے کے باشندے تھے،مناشدہ رحبہ میں موجود تھے،ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں: حدیث الولایۃ ابن عقدہ،اسد الغابہ ابن اثیر،ریاض النضرہ طبری،جمع الجوامع سیوطی،کنز العمال متقی،البدایہ والنہایہ ابن کثیر اور حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ان سے روایات نقل کی ہیں،سیوطی کی تاریخ الخلفاء بدخشی کی نزل الابرار،مفتاح النجا،الاکتفا اور اسنی المطالب میں حبشی راویان حدیث میں شمار ہے کیا ہے۔(۳)

۳۰۔حبیب بن بدیل بن ورقاء خزاعی۔ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہیں: ابن عقدہ/حدیث الولایۃ،ابن اثیر نے اسد الغابہ اور ابن حجر نے اصابہ۔حبیب بھی حدیث رکبان کی ایک فرد تھے۔(۴)

۱۔مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۳؛ تاریخ بغدادی ج/۸ص/۲۷۶

۲۔الکنی والاسماء ج/۲ص/۸۸؛ مناقب ابن مغازلی (ص/۲۰ حدیث نمبر ۲۷)؛ اسد الغابۃ ج/۱ص/۳۶۵۷؛ الاصابۃ ج/۱ص/۳۷۲

۳۔ینابیع المودۃ ص/۳۴ (ج/۱ص/۳۸ باب ۴)؛ اسد الغابہ ج/۱ص/۳۷۰،ج/۵ص/۲۰۵ (ج/۳ص/۲۹۰ نمبر ۳۳۳۱) ریاض النضرۃ ج/۲ص/۱۶۹ (ج/۳ص/۱۱۴)؛ جامع الاحادیث (ج/۲ص/۲۰۱ حدیث نمبر ۴۱۹۰)؛ کنز العمال ج/۶ص/۱۵۴ (ج/۱۱ص/۶۰۹ حدیث نمبر ۳۲۹۴۶)؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۱۱،ج/۷ص/۳۴۹ (ج/۵ص/۲۲۸ حوادث ۱۰ھ،ج/۷ص/۳۸۶ حوادث ۴۰ھ)؛ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۶؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴ (ص/۱۵۸) (۲۱) نزل الابرار ص/۲۰ (ص/۵۳)؛ مفتاح النجا ص/۲۵ باب ۳ فصل ۱۴؛ اسنی المطالب ص/۴ (ص/۴۸)

۴۔اسد الغابہ ج/۱ص/۳۶۸ (ج/۱ص/۴۴۱ نمبر ۱۰۳۸)؛ الاصابہ ج/۱ص/۳۰۴

۳۱۔ حذیفہ بن اسید ابو سریحہ غفاری۔ اصحاب بیعت رضوان میں ہیں ۴۱ھ یا ۴۰ھ میں انتقال کیا، ابن عقدہ کی حدیث الموالات اور ینابیع المودۃ میں بحوالہ سمہودی ان کی روایت ہے اس میں حدیث غدیر اور حدیث ثقلین کا بیان ہے۔ اسے ابن عقدہ نے دوسرے طرق سے بھی بیان کیا ہے۔ (۱)

طبرانی کی الکبیر اور ضیا کی مختارہ کے علاوہ صحیح ترمذی نے بھی اس حدیث کو لکھ کر صحیح و حسن ہونے کی توثیق کی ہے۔ (۲)

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اور حموینی نے فراید میں ابو عمرو، ابو نعیم، ابو موسیٰ جیسے حفاظ کی سند سے اور ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ میں عجلی کی سند سے بحوالہ الموجز فی فضائل الخلفاء الاربعہ میں پوری حدیث نقل کی ہے۔ (۳)

مناقب ثلاثہ، بدایہ والنہایہ، صواعق ابن حجر، سیرۂ حلبیہ، نوادر الاصول ترمذی، طبرانی، کبیر نے بھی ان سے روایت لی ہے جیسا کہ مفتاح النجا میں مذکور ہے۔ (۴)

قرمانی کی اخبار الاول، سیوطی کی تاریخ الخلفاء، خطیب کی متفق اور قاضی کی تاریخ آل محمدؐ میں بھی حذیفہ کو راویان حدیث غدیر میں شمار کیا گیا ہے۔ (۵)

۳۲۔ حذیفہ بن یمان الیمانی۔ متوفی ۳۶ھ ان کی روایت مندرجہ ذیل کتب میں ہیں: حدیث الولایۃ ابن عقدہ، نخب جعابی، دعاۃ الہداۃ حسکانی، اسنی المطالب جزری۔ (۶)

۱۔ ینابیع المودۃ ص/۳۸ (ج/۱ص/۳۷ باب۴؛

۲۔ المعجم الکبیر (ج/۳ص/۱۸۰ حدیث نمبر ۳۰۵۲)؛ سنن ترمذی ج/۲ص/۲۹۸ (ج/۵ص/۵۹۱ حدیث نمبر ۳۷۱۳)

۳۔ اسد الغابہ (ج/۶ص/۱۳۶ نمبر ۵۹۴۰)؛ فرائد السمطین (ج/۲ص/۲۷۴ حدیث نمبر ۲۱۲ باب ۵۵)؛ الفصول المہمۃ ص/۲۵ (ص/۴۰)

۴۔ مناقب ثلاثہ ص/۱۹؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۱۰۹، ج/۷ص/۳۴۸ (ج/۵ص/۲۳۱ حوادث ۱۰ھ، ج/۷ص/۳۸۵ حوادث ۴۰ھ)؛ الصواعق المحرقۃ ص/۲۵ (۴۳)؛ السیرۃ الحلبیۃ ج/۳ص/۳۰۱ (ج/۳ص/۲۷۴)؛ نوادر الاصول (ج/۱ص/۱۶۳، اصل ۵۰)؛ المعجم الکبیر (ج/۳ص/۱۸۰ حدیث نمبر ۳۰۵۲)؛ مفتاح النجا (ص/۴۴ باب ۳ فصل ۱۴)

۵۔ اخبار الدول ص/۱۰۲؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴؛ تاریخ آل محمد ص/۶۸

۶۔ اسنی المطالب ص/۴ (ص/۴۸)

۳۳۔حسان بن ثابت۔ پہلی صدی ہجری کے شعراء غدیر میں ان کے مکمل حالات درج ہیں۔

۳۴۔امام حسن مجتبیٰؑ۔ابن عقدہ اور جعابی وخوارزمی نے آپ کو راویان حدیث غدیر میں شمار کیا ہے

۳۵۔امام حسینؑ شہید کربلا۔آپ کی روایات ابن عقدہ کی حدیث الولایہ اور نخب جعابی کے علاوہ مقتل خوارزمی میں ہے۔حافظ عاصمی نے زین الفتیٰ میں روایت کی ہے جسے حافظ مغازلی نے مناقب اور حافظ ابونعیم نے حلیہ میں بھی درج کیا ہے۔(۱)

امام حسینؑ کا احتجاج اپنے محل پر آئے گا۔

(خ)

۳۶۔ابوایوب خالد زید انصاری۔۵۰،۵۱یا۵۲ ہجری میں غزوہ روم میں شہید ہوئے۔

ان سے مندرجہ ذیل علماء نے روایت کی ہے: ابن عقدہ، جعابی، محب الدین طبری، ابن اثیر، ابن کثیر، سیوطی، متقی ہندی، ابن حجر عسقلانی، بدخشی، اور جزری وغیرہ۔(۲)

۳۷۔ابوسلیمان خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی۔۲۱یا۲۲ ہجری میں وفات پائی۔جعابی نے مناقب میں ان سے روایت لی ہے۔

۳۸۔خزیمہ بن ثابت الانصاری۔ذوالشہادتین ۳۸ھ میں جنگ صفین میں شہید ہوئے، ان کی روایت مندرجہ ذیل علماء نے کی ہے: ابن عقدہ، جعابی، سمہودی، ابن اثیر، جزری اور قاضی۔(۳)

۳۹۔ابوشریح خویلد (معروف بہ) ابن عمرو خزاعی: مدینہ میں سکونت پذیر تھے، ۶۸ھ میں وفات

۱۔(ذہبی کی کتاب الغدیر حدیث نمبر ۶۴؛ مقتل خوارزمی (ج۱ص۴۸)؛ حلیۃ الاولیاء ج۹ص۶۴

۲۔الریاض النضرۃ ج۲ص۱۶۹ (ج۳ص۱۱۳)؛ اسد الغابہ ج۵ص۶ (ج۵ص۲۹۶ نمبر ۵۱۶۲، ج۳ص۴۶۹ نمبر ۳۳۴۱، ج۶ص۱۳۰ نمبر ۵۹۲۶)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۵ص۲۰۹ (ج۵ص۲۳۱ حوادث ۱۰ھ)؛ جامع الاحادیث (ج۷ص۳۶۹ حدیث نمبر ۲۳۰۳) تاریخ الخلفاء ص۱۱۴ (ص۱۵۸)؛ کنز العمال ج۲ص۱۵۴ (ج۱۱ص۶۰۹ حدیث نمبر ۳۲۹۵۰)؛ الاصابہ ج۷ص۷۸۰، ج۶ص۲۲۳ (ج۴ص۸۰ نمبر ۴۷۸) (۲۷) نزل الابرار ص۲۰ (ص۵۳)

۳۔اسنی المطالب ص۴ (ص۴۸)؛ جواہر العقدین (ص۱۷۱)؛ اسد الغابہ ج۳ص۴۶۹ نمبر ۳۳۴۱) (۳۱) اسنی المطالب ص۴ (ص۴۸)؛ تاریخ آل محمد ص۶۷

پائی، یہ مناشدہ رحبہ میں موجود تھے۔

(ر۔ز)

۴۰۔ رفاعہ بن عبد المنذر انصاری۔ ان کی روایات ابن عقدہ، جعابی اور منصور رازی نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔

۴۱۔ زبیر بن العوام قرشی۔ ۳۶ھ میں مارے گئے۔ ان سے حسب ذیل علماء نے حدیث لی ہے: ابن عقدہ، جعابی، منصور رازی، ابن مغازلی، جزری۔(۱)

۴۲۔ زید بن ارقم انصاری خزرجی۔ وفات ۶۶ھ میں ہوئی، احمد بن حنبل نے مسند میں ان سے روایت لی ہے، ابن نمیر، عبدالملک عطیہ عوفی نے زید بن ارقم سے پوچھا: میرا ایک داماد ہے جو حدیث غدیر بیان کرتا ہے اسے آپ سے سننا چاہتا ہوں، زید نے کہا: تم عراق والے کینہ توز ہو، میں نے کہا: میری طرف سے کوئی اندیشہ نہ کیجئے۔ اس اطمینان کے بعد انھوں نے پوری حدیث غدیر بیان کی۔ عطیہ نے پوچھا: اس موقع پر حضورؐ نے اللھم وال من والاہ بھی فرمایا تھا۔ زید نے جواب دیا: میں تو تم سے اسی طرح بیان کرتا ہوں جس طرح میں نے سنا ہے۔(۲)

اس طرح خصائص میں قتیبہ بن سعید، ابن ابی عدی، عوف، ابو عبداللہ میمون اور انھوں نے زید بن ارقم سے......(۳). اس حدیث کو دولابی نے الکنی والاسماء میں، احمد بن شعیب، قتیبہ بن سعید، ابن ابی عوف، میمون انھوں نے زید سے۔(۴)

صحیح مسلم میں ابن حبان، یزید ابن حبان، انھوں نے زید سے۔(۵)

حافظ بغوی اور حافظ ترمذی نے بھی اس حدیث کو لکھ کر کہا ہے کہ یہ حسن اور صحیح ہے۔(۶)

۱۔ مناقب ابن مغازلی (ص/۲۷ حدیث نمبر ۳۹)؛ اسنی المطالب ص/۳ (ص/۴۸)

۲۔ مسند احمد بن حنبل ج/۴ ص/۳۶۸ (ج/۵ ص/۴۹۴ حدیث نمبر ۱۸۷۹۳) ص/۴ ص/۳۷۲ (ج/۵ ص/۲۰۵)

۳۔ خصائص نسائی ص/۱۵۔۱۶ (ص/۱۰۰ حدیث نمبر ۸۴، سنن نسائی ج/۵ ص/۳۷۲ حدیث نمبر ۸۴۶۹)

۴۔ الکنی والاسماء ج/۳ ص/۶۱ ۵۔ صحیح مسلم ج/۲ ص/۳۲ (ج/۵ ص/۲۵ حدیث نمبر ۳۶ کتاب فضائل الصحابہ)

۶۔ مصابیح السنہ ج/۲ ص/۱۹۹ (ج/۴ ص/۱۷۲ حدیث نمبر ۴۷۶۷)؛ سنن ترمذی ج/۲ ص/۲۹۸ (ج/۵ ص/۵۹۱ حدیث نمبر ۳۷۱۳)

مستدرک حاکم میں ابوالحسین محمد بن احمد بن تمیم حنظلی، ابوقلابہ عبدالملک بن محمد الرقاشی، یحییٰ بن حماد ، ابومصر احمد بن سہل ،فقیہ بخاری، حافظ بغدادی، خلف بن سالم، ابوعوانہ، سلیمان بن اعمش، حبیب بن ثابت، ابوالطفیل انھوں نے زید بن ارقم سے حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔اس روایت میں رسولؐ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد" ما شاء الله ان يقول" فرمایا۔اس کے بعد حدیث ثقلین اور اپنی اولویت کا تین بار اقرار لے کر حدیث غدیر فرمائی۔(۱) مستدرک میں محمد بن علی شیبانی کوفی کی بھی روایت ہے احمد بن حازم غفاری ابونعیم، کامل ابوالعلا، حبیب بن ابی ثابت، یحییٰ بن جعدہ کے واسطے سے زید سے روایت کی ہے۔

حافظ عاصمی کی سند میں شیخ احمد بن اسحاق بن جمع، علی بن حسین بن علی، محمد بن حسین بن قاسم، محمد بن اکرام، علی بن اسحاق، حبیب بن حسیب، ابی اسحاق ہمدانی عمرو انھوں نے زید بن ارقم سے۔اس میں حدیث غدیر اور دعا کے بعد علیؑ سے فرمایا: میں تم کو چند کلمات سکھا دوں جس سے دعا کرو تو ایک ریگستان کے برابر بھی گناہ دھل جائیں، حالانکہ تم پہلے ہی آمرزیدہ ہو۔وہ دعا ہے: "اللهم لا اله الا انت تبارکت سبحانک و رب العرش العظيم " اس حدیث کو فرائد اور طبری نے ریاض میں میبندی نے شرح دیوان علی، ذہبی نے تلخیص میں نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔(۲) میزان الاعتدال میں عندر سے روایت ہے انھوں نے شعبہ، میمون، زید بن ارقم.....۔(۳)

ابن صباغ نے فصول میں ترمذی و زہری سے اس کی روایت کی ہے۔(۴)

اسی کو ابن طلحہ نے مطالب السؤل میں ترمذی سے، حافظ ابوبکر ہیثمی نے مجمع میں احمد طبرانی اور بزاز کے طریق سے۔ اسی مجمع میں دوسری جگہ بھی اسی سند سے بدلے ہوئے الفاظ کے ساتھ روایت

۱۔المستدرک علی الصحیحین ج۳ص۱۰۹ (ج۳ص۱۱۸ حدیث نمبر ۴۵۷۶ و حدیث نمبر ۴۵۷۷، ج۳ص۶۱۳ حدیث نمبر ۶۲۷۲)

۲۔فرائد السمطین (ج۱ص۳۱۵ حدیث نمبر ۲۵۰؛ الریاض النضرۃ ج۳ص۱۱۳؛ تلخیص المستدرک ج۳ص۵۳۳ (ج۳ص۶۱۳ حدیث نمبر ۶۲۷۲)

۳۔میزان الاعتدال ج۳ص۲۲۴ (ج۴ص۲۳۵ نمبر ۸۹۷۱)

۴۔الفصول المہمہ ص۲۴ (ص۳۹)

ہے۔(۱)

زید بن ارقم کی روایت کو حافظ زرقانی مالکی وضیاء مقدسی نے صحیح مان کر نقل کیا ہے۔(۲) خطیب خوارزمی نے مناقب میں حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، انھوں نے حافظ محمد بن یعقوب، احمد بن سہل، صالح بن محمد بغدادی، خلف بن سالم، یحیٰ بن حماد، ابوعوانہ، سلیمان اعمش، حبیب بن ثابت، ابی طفیل اور انھوں نے زید بن ارقم کی سند سے، الفاظ خصائص نسائی کے ہیں۔(۳) ابن عبد البر نے استیعاب میں، ابوالحجاج نے تہذیب الکمال میں، ابن کثیر شامی نے البدایہ میں صحیح اور جید سند کے ساتھ حدیث کی روایت کی ہے۔(۴) بدایہ کی ساتویں جلد میں غدر کے طریق سے ہے متذکرہ کتاب میں احمد کے سلسلے سے نقل کر کے کہا کہ اس حدیث کو ایک بڑی جماعت نے زید سے روایت کیا ہے اس میں ابواسحاق سبیعی، حبیب الاساف، عطیہ عوفی، ابوعبداللہ شامی اور ابوطفیل عامر بن واثلہ ہیں۔

کفایۃ المطالب میں حافظ گنجی نے بھی احمد کے تین طریقوں سے روایت کی ہے پھر کہتے ہیں کہ حدیث غدیر کو احمد بن حنبل نے اپنی سند میں بیان کیا ہے۔(۵) اگر وہ ایک ہی سند پر اکتفا کرتے تو چون وچرا کی گنجائش نہ تھی چہ جائیکہ ان جیسے امام نے روایت کے سارے طرق جمع کر دئے ہیں۔

اس کے بعد اپنے مشائخ حفاظ اربعہ سے روایت کی ہے وہ ہیں: ابومحمد عبداللہ بن ابی الوفاء باذرائی، عبدالکریم بن عبدالاحمد انصاری، قرج بن عبداللہ قرطبی، نصر اللہ بن ابی بکر، زید سے مزید حدیث غدیر روایت مندرجہ ذیل کتب میں ہیں: جمع الجوامع، تاریخ الخلفاء، جامع الصغیر، تہذیب التہذیب، ریاض

۱۔ مطالب السئوول ص/۱۶؛ مجمع الزوائد ج/۹ ص/۱۰۴۔۱۰۵ (ج/۹ ص/۱۶۳)؛ مسند احمد بن حنبل (ج/۵ ص/۵۰۱ حدیث نمبر ۱۸۸۳۸)؛ المعجم الکبیر (ج/۵ ص/۱۶۶ حدیث نمبر ۴۹۷۱)

۲۔ شرح المواہب ج/۷ ص/۱۳

۳۔ مناقب خوارزمی ص/۹۳ (ص/۱۵۴ حدیث نمبر ۴۹۷۱)

۴۔ الاستیعاب ج/۲ ص/۴۷۷ (القسم الثالث ص/۱۰۹۹ نمبر ۱۸۵۵)؛ تہذیب الکمال (ج/۲۰ ص/۴۸۴ حدیث نمبر ۴۰۸۹) البدایۃ والنہایۃ (ج/۵ ص/۲۳۱ حوادث ۱۰ھ) ج/۷ ص/۳۴۸

۵۔ کفایۃ الطالب ص/۱۴۔۱۵ (ص/۵۹۔۵۸ باب ۱)

الصالحین، البیان والتعریف۔(۱) اس کی سند میں سیوطی کا فقرہ بھی نقل ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح: تذکرہ خواص الامہ اور احمد کی الفضائل، محمد بن اسماعیل یمنی نے الروض الندیہ، شرح تحفہ علویہ میں مختلف طریق سند ذکر کر کے لکھا ہے کہ خطبہ غدیر کو علامہ فقیہ الحمید المحلی نے بسند خود زید بن ارقم سے محاسن الازہار میں ذکر کیا ہے پھر زید کا تفصیلی خطبۂ غدیر نقل کیا ہے۔(۲)

اس حدیث کو حرف بہ حرف مغازلی نے مناقب میں لکھا ہے۔(۳) ان کی سند میں ابو یعلی علی بن ابی عبداللہ بن العلاف بزاز، عبدالسلام بن عبدالملک بن حبیب بزاز، عبداللہ محمد بن عثمان، محمد بن بکر بن عبدالرزاق، ابو حاتم مغیرہ بن محمد مہلبی، مسلم بن ابراہیم، نوح بن قیس صدانی، ولید بن صالح، زید بن ارقم۔

اس کے علاوہ بدخشانی نے نزل الابرار اور آلوسی نے روح المعانی میں بھی زید بن ارقم سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۴)

۴۳۔ **ابو سعید زید بن ثابت**۔ متوفی ۴۸ھ بعض نے ۵۰ھ کے بعد لکھا ہے ان سے ابن عقدہ، ابوبکر جعابی اور جزری نے روایت کی ہے۔(۵)

۴۴۔ **زید، یزید بن شراحیل انصاری**۔ انھوں نے بھی مناشدہ میں حضرت علیؑ کے سامنے گواہی دی تھی۔ اسے ابن عقدہ، ابن اثیر، ابن حجر، مقتل خوارزمی اور تاریخ آل محمد میں دیکھا جا سکتا ہے۔(۶)

۴۵۔ **زید بن عبداللہ انصاری**۔ ان کی حدیث ابن عقدہ نے باسناد خود لکھی ہے۔

۱۔ جامع الاحادیث (ج۱۶، ص۲۶۲، حدیث نمبر ۷۸۹۷)؛ تاریخ الخلفاء، ص۱۱۴ (ص۱۵۸)؛ الجامع الصغیر ج۲، ص۵۵۵، (ج۲ ص۶۴۲ حدیث نمبر ۹۰۰۰)؛ تہذیب التہذیب ج۷ ص۳۳۷ (ج۷ ص۲۹۶)؛ ریاض الصالحین ص۱۵۲ (ص۱۵۶ حدیث نمبر ۳۴۶)؛ البیان والتعریف ج۲ ص۱۳۶، ۲۳۰ (ج۳ ص۴۷ حدیث نمبر ۱۲۹۰، ص۲۳۳ حدیث نمبر ۱۵۷۶)

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح ص۵۵۷ (ج۳ ص۳۶۰ حدیث نمبر ۶۱۰۳)؛ خواص الامہ ص۱۸ (ص۲۹)؛ فضائل الصحابہ (ج۲ ص۶۸۵ حدیث نمبر ۹۹۲، مسند احمد بن حنبل ج۵ ص۴۹۴ حدیث نمبر ۱۸۷۹۳)؛ الروضہ الندیہ شرح التحفۃ العلویہ (ص۱۵۸، ۱۵۷)

۳۔ مناقب ابن مغازلی (ص۱۶ حدیث نمبر ۲۳)

۴۔ نزل الابرار ص/۱۹، ۲۱ [ص/۵۳]؛ روح المعانی ج/۲ ص/۳۵ (ج/۶ ص/۱۹۴)

۵۔ اسنی المطالب ص/۴ (ص/۴۸)

(۶) اسد الغابۃ ج/۲ ص/۲۳۳ (ج/۲ ص/۲۹۰ نمبر ۱۸۴۴)؛ الاصابۃ ج/۱ ص/۵۶۷؛ مقتل خوارزمی (ج/۱ ص/۴۸)؛ تاریخ آل محمد ص/۴۷

(س)

۴۶۔ابو اسحاق سعد بن ابی وقاص۔ متوفی ۵۴، ۵۵، ۵۶ یا ۵۸ ہجری، نسائی نے خصائص میں مہاجرین سمار بن سلمہ، عائشہ بنت سعد، انھوں نے اپنے باپ سے، اس میں حدیث غدیر کے فقرے ہیں ''یہ میرا ولی ہے میرا قرض ادا کرے گا میں اس کے دوست کا دوست اور دشمن کا دشمن ہوں''۔(۱)

اور چوتھے صفحہ پر عبدالرحمٰن بن سابط سے مروی ہے کہ سعد نے کہا: ''ایک محفل میں لوگوں نے علیؑ کی مذمت کی، میں نے کہا کہ حدیث رسولؐ ہے کہ علیؑ کی تین خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بھی ملتی تو سرخ اونٹوں سے زیادہ مجھے عزیز ہوتی، ان میں اول حدیث منزلت، دوم خیبر میں علم پانا اور تیسرے حدیث غدیر ہے''۔

صفحہ ۱۸ پر مہاجر بن مسمار سے بنت سعد کی روایت حدیث غدیر ہے اس کے بعد عامر بن سعد اور ابن عیینہ عائشہ بنت سعد سے یہی حدیث ہے اس کی روایت عبداللہ بن احمد بن حنبل نے عبداللہ بن صقر سے کی ہے جیسا کہ عمدہ میں ہے۔(۲) ابن ماجہ نے سنن میں عبدالرحمان بن سابط سے سعد کی روایت نقل کی ہے۔(۳)

ایک مرتبہ معاویہ حج کے لئے آیا وہاں سعد سے ملاقات ہوگئی، معاویہ نے علیؑ کے لئے نامناسب باتیں کہیں سعد برافروختہ ہوگئے اور کہا کہ تم اس شخص کے بارے میں ایسی بات کہہ رہے ہو جس کے لئے رسولؐ نے غدیر میں اعلان ولایت کیا اور حدیث منزلت فرمائی اور خیبر میں اس کے ہاتھوں میں خود علم دے کر محبوب خدا ہونے کا اعلان کیا۔

مستدرک حاکم میں ابو ذکریا یحییٰ بن محمد عنبری، ابراہیم بن ابی طالب، علی بن منذر، ابوفضیل، مسلم

۱۔خصائص نسائی ص/۳ (ص/۲۸ حدیث نمبر ۹، سنن نسائی ج/۵ ص/۱۰۷ حدیث نمبر ۸۳۹۷)، ص/۴ (ص/۳۸ حدیث نمبر ۱۲؛ ج/۵ ص/۱۰۸ حدیث نمبر ۸۳۹۹)، ص/۱۸، ۲۵ (ص/۱۱۴ حدیث نمبر ۹۶)

۲۔ابن بطریق کی العمدہ ص/۴۷ (ص/۹۷ حدیث نمبر ۱۲۸)

۳۔سنن ابن ماجہ ج/۱ ص/۳۰ (ج/۱ ص/۴۵ حدیث نمبر ۱۲۱)

ملائی، خثیمہ بن عبدالرحمن انھوں نے کہا: سعد سے کسی نے سوال کیا: حضرت علیؑ آپ سے غائبانہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ آپ نے ان کے بارے میں پہلوتہی کی۔ سعد نے کہا: وہ تو بخدا! میری صواب دید تھی لیکن انھوں نے غلطی قرار دی حضرت علیؑ کو تین فضیلتیں ایسی ملی ہیں کہ ان کی ایک بھی میرے لئے دنیا و مافیھا سے بہتر تھی غدیر میں ولایت کا اعلان، خیبر میں آشوب زدہ آنکھوں میں لعاب دہن لگا کر علم حوالے کرنا، اور مسجد سے سب کو نکال کر علیؑ کو ٹھہرنے کا حکم۔ (۱)

حافظ ابونعیم نے حلیہ میں شعبہ، حکم، ابی لیلیٰ اور سعد سے تین اہم باتوں میں ......رایت خیبر، حدیث طیر اور حدیث غدیر کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

سعد سے حدیث غدیر کی روایت مندرجہ ذیل علماء نے کی ہے:

ابن عقدہ، سعید بن حسیب، انھوں نے سعد سے؛ عاصمی نے زین الفتی میں ابن عقدہ کے طریق سے؛ طحاوی نے مشکل الآثار میں مصعب بن سعد اور شعبہ بن الحجاج سے (۳)؛ حموینی نے فراید میں عائشہ بنت سعد سے۔ (۴)

مقتل خوارزمی، اسنی المطالب جزری، کفایہ گنجی شافعی میں دو حافظوں یوسف ابن خلیل دمشقی اور محمد بن علی نرسی سے اور ان دونوں نے جدعان سے۔ (۵)

کفایہ میں سند یوں ہے: ہم کو خبر دی شیخ الشیوخ عبداللہ عمر حمویہ نے دمشق میں حافظ ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ، ابوالفضل فضیلی، احمد بن شداد ترمزی علی بن قادم، اسرائیل، عبداللہ بن شریک، حارث بن مالک کا بیان ہے کہ میں مکہ آیا اور سعد سے ملاقات کر کے ایک فضیلت سننے کی فرمائش کی، انھوں نے کہا: میں نے علیؑ کی چار فضیلتیں اپنی آنکھوں دیکھی ہیں کہ اگر مجھے نصیب ہوتیں تو دنیا بھر کی نعمتوں سے

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج۳ص۱۱۶ (ج۳ص۱۲۶ حدیث نمبر۴۶۰۱)

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج۴ص۳۵۶)

۳۔ مشکل الآثار ج۲ص۳۰۹

۴۔ فرائد السمطین (ج۱ص۷۰ باب۱۱ حدیث نمبر۳۷)

۵۔ مقتل خوارزمی (ج۱ص۴۸)؛ اسنی المطالب ص۳ (ص۴۸)؛ کفایۃ الطالب ص۱۶ (ص۶۲)

بہتر تھیں تفصیل کے ساتھ چار باتیں ہیں:

۱۔سورۂ برأۃ کا ابوبکر سے لے کر خود مکہ جانا۔

۲۔مسجد رسولؐ سے سب کو نکالنا اور علیؑ کو قیام کا حکم دینا۔

۳۔خیبر کے دن علیؑ کو علم ملنا۔

۴۔غدیرخم میں رسولؐ نے فصیح و بلیغ خطبے میں علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا۔(۱)

حافظ گنجی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔(۲) اس کی ابن ماجہ اور ترمذی نے محمد بن یسار اور انھوں نے محمد بن جعفر سے روایت کی ہے۔(۳)

حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں بزاز سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۴)

ابن کثیر شامی نے بدایہ والنہایہ میں بحوالہ الغدیر طبری، ابوالجوزا، احمد بن عثمان، محمد بن خالد، عثمان، موسیٰ بن یعقوب زمعی صدوق، مہاجر بن مسمار، عائشہ بنت سعد اس کے بعد تبصرہ کیا ہے کہ یہ حدیث حسن وغریب ہے۔(۵) بدایہ جلد ہفتم میں حسن بن عرفہ عبدی، محمد بن حازم، ابومعاویہ نابینا، موسیٰ بن مسلم سبائی، عبدالرحمن سابط نے سعد وقاص سے معاویہ کے حج میں سعد سے ملاقات کی تفصیل اور تین فضیلتوں کا بیان ہے۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل محدثین نے بھی سعد سے روایت کی ہے:

جلال الدین سیوطی، جمع الجوامع، تاریخ الخلفاء بروایت طبرانی، متقی ہندی کنز العمال میں بحوالہ فضائل الصحابہ ابونعیم، تاریخ الخلفاء میں جریر طبری نے، وصابی نے الاکتفاء میں بروایت ابن ابی عاصم اور سعید میں منصور، بدخشانی نے نزل الابرار میں طبرانی و ابونعیم سے، مقتل خوارزمی و ابن مغازلی نے دس

۱۔کفایۃ الطالب ص/۱۵۱(ص/۲۸۵)

۲۔کفایۃ الطالب (ص/۲۸۷ باب ۷۰)

۳۔سنن ابن ماجہ (ج/۱ص/۴۵ حدیث نمبر ۱۲۱)؛ سنن ترمذی (ج/۵ص/۵۹۱ حدیث نمبر ۳۷۱۳)

۴۔مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۷؛ مسند البزاز (ج/۳ص/۴۱ حدیث نمبر ۱۲۰۳)

۵۔البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۱۲(ج/۵ص/۲۳۱ حوادث ۱۰)، ج/۷ص/۳۴۰(ج/۷ص/۳۷۶ حوادث ۴۰)

راویان غدیر میں سعد کو بھی شمار کیا ہے۔(۱)

۴۷۔سعد بن جنادہ عوفی والد عطیہ عوفی، ان سے ابن عقدہ، جعابی وخوارزمی نے روایت کی ہے۔

۴۸۔سعد بن عبادہ انصاری خزرجی۔ متوفی ۱۴یا ۱۵ ہجری بارہ نقیبوں میں ایک، ابوبکر جعابی نے نخب میں ان سے روایت کی ہے۔

۴۹۔ابوسعید، سعد بن مالک انصاری خدری۔ متوفی ۶۳، ۶۴ یا ۶۵ ہجری مزار بقیع میں مدفون ہیں۔

ابن عقدہ نے سہم بن حصین اسدی سے روایت کی ہے کہ میں اور عبد اللہ بن علقمہ مکہ چلے گئے، عبد اللہ علیؑ پر سب وشتم عرصہ سے کیا کرتا تھا میں نے اس سے کہا: تمھیں ابوسعید خدری سے تعارف ہے اس نے کہا: ہاں! ہم دونوں نے وہاں جا کر پوچھا: کیا آپ کے پاس فضیلت علیؑ کی کوئی بات ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! لیکن جو کہوں اسے مہاجرین وانصار قریش سے دریافت کر لینا۔ حضرت رسول خداؐ نے غدیر کے دن فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا:

لوگو! کیا میں مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ تین بار پوچھنے پر سب نے تین بار اقرار کیا پھر علیؑ کو نزدیک بلا کر اتنا بلند کیا کہ سفیدی بغل نمایاں ہوگئی اور کہا: من کنت مولاہ...۔

اس موقع پر بن علقمہ نے ابوسعید خدری سے پوچھا: کیا آپ نے بذات خود اپنے کانوں سے سنا ہے؟

ابوسعید نے کان اور سینے پر ہاتھ مار کر کہا: اسے دونوں کانوں نے سنا اور دل نے یاد کیا ہے۔

عبد اللہ بن شریک نے کہا کہ اس واقعہ کے بعد ہمارے پاس ابن علقمہ آئے اور ظہر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوئے اور یوں دشنام علیؑ پر تین بار توبہ کی: ''میں دشنام علیؑ پر توبہ کرتا ہوں اور خدا سے استغفار چاہتا ہوں''۔

۱۔جامع الاحادیث (ج/۱۱ص/۲۲۶ حدیث نمبر ۳۳۰۹۶)؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴ (ص/۱۵۸)؛ کنز العمال ج/۶ص/۱۵۴ (ج/۱۱ص/۶۰۹ حدیث نمبر ۳۲۹۵۰، ج/۱۳ص/۱۶۲ حدیث نمبر ۳۶۴۹۵)؛ (۳) تاریخ الخلفاء ص۴۰۵۳؛ نزل الابرار (ص/۵۳۔۵۲)؛ مناقب ابن مغازلی (ص/۲۷ حدیث نمبر ۳۹)؛ مقتل خوارزمی (ج/۱ص,۴۸)

حافظ بن مردویہ اور حافظ ابونعیم نے بھی ابوسعید سے روایت غدیر کی ہے۔(۱)

حافظ ابوسعید مسعود بن ناصر بجستانی نے کتاب الولایۃ میں اور حافظ ابوالقاسم حسکانی اور حافظ ابو الفتح محمد بن علی نطنزی نے خصائص علویہ میں، حسن بن احمد، احمد بن عبداللہ بن احمد، محمد بن احمد بن علی، محمد بن عثمان بن شیبہ، یحییٰ حمانی، قیس بن ربیع، ابوہارون، انھوں نے ابوسعید خدری سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۲)

اس میں درخت کے کانٹے صاف کرنے، جھاڑو دینے، حدیث رسولؐ، آیۂ اکمال پر رسولؐ کے نعرۂ تکبیر بلند کرنے اور حسانؔ کے نعرے نقل کئے ہیں کہ قریش والو! علیؑ کی ثابت شدہ ولایت کے بارے میں آنحضرتؐ نے جو گواہی دی اسے میری زبان سے سن لو، پھر اشعار پڑھے۔

ان کے علاوہ ابوسعید خدری سے جنھوں نے روایت کی ان کے نام یہ ہیں: تفسیر نیشاپوری؛ فرائد حموینی دو سلسلوں سے عبدی کی روایت؛ مناقب خوارزمی؛ ابن صباغ مالکی فصول المہمہ؛ حافظ ہیثمی، مجمع الزوائد؛ تفسیر ابن کثیر؛ البدایہ والنہایہ؛ جمع الجوامع، تاریخ الخلفاء، تفسیر درمنثور، جلال الدین سیوطی، کنز العمال، ملا علی متقی؛ نزل الابرار بدخشانی؛؛ روح المعانی آلوسی؛ تفسیر المنار؛ بدرالدین محمود بن عینی، عمدۃ القاری؛ اسنی المطالب جزری۔(۳)

۵۰۔سعید بن زید قرشی عدوی۔متوفی ۵۰۔۵۱ھ عشرہ مبشرہ میں ہیں، ابن مغازلی نے سو اصحاب راویان غدیر میں انھیں بھی شمار کیا ہے۔(۴)

۱۔ مانزل من القرآن فی علی (ص/۵۶)　　　۲۔شواہد التنزیل (ج/۱ص۲۰۱حدیث نمبر۲۱۱)

۳۔تفسیر نیشاپوری ج/۶ص/۱۹۴؛ فرائد السمطین (ج/۱ص۷۲حدیث نمبر۳۹)؛ مناقب خوارزمی ص/۸۰(ص/۱۳۵حدیث نمبر ۱۵۲)؛ الفصول المہمۃ ص/۲۷(ص/۴۲)؛ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۸؛ تفسیر ابن کثیر ج/۲ص/۱۴؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۷ ص/۳۴۹۔۳۵۰(ج/۷ص/۳۸۶حوادث ۴۰ھ)؛ جامع الاحادیث (ج/۱۹ص/۴۶۷حدیث نمبر۱۵۱۱۳)؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴(۱۵۸/)؛ تفسیر در منثور ج/۲ص/۲۵۹(ج/۳ص/۱۹۔۱۱۷)؛ کنز العمال ج/۶ص/۳۹۰۔۴۰۳ (ج/۱۳ص/۱۰۴ حدیث نمبر۳۶۳۴۱، ص/۱۵۷حدیث نمبر ۳۶۴۸۶)؛ نزل الابرار ص/۲۰(ص/۵۳)؛ روح المعانی ج/۲ص/۳۴۹(ج/۶ ص/۱۹۳)؛ تفسیر المنار ج/۶ص/۴۶۳؛ عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری (ج/۱۸ص/۲۰۶)؛ اسنی المطالب ص/۳(ص/۴۸)

۴۔مناقب ابن مغازلی (ص/۲۷حدیث ۲۰۶)

۵۱۔**سعید ابن سعید بن عبادہ انصاری**۔ابن عقدہ نے کتاب الولایۃ میں ان سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

۵۲۔**ابوعبداللہ سلمان فارسی**: متوفی ۳۶۔۳۷ھ ان کی عمر تین سو سال بتائی جاتی ہے۔

ان سے مندرجہ ذیل علماء نے حدیث کی روایت کی ہے: حافظ ابن عقدہ جعابی، جزری اسنی المطالب۔(۱)

۵۳۔**ابومسلم سلمہ بن اکوع اسلمی**: متوفی ۷۴ھ ابن عقدہ نے ان سے روایت کی ہے۔(۲)

۵۴۔**ابوسلیمان سمرہ بن جندب فرازی**: حلیف انصار، بصرہ میں انتقال کیا سال مرگ ۵۸۔۵۹۔۶۰ ہے۔ان سے ابن عقدہ جعابی اور جزری نے روایت ہے۔(۳)

۵۵۔**سہل بن حنیف انصاری اوسی**: متوفی ۳۸ھ، حافظ ابن عقدہ، جعابی اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں روایت کی ہے یہ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے رحبہ میں حدیث غدیر کی گواہی دی تھی۔

۵۶۔**ابوالعباس سہل بن سعد انصاری خزرجی**: ساعدی، سو سال کی عمر میں ۹۱ھ میں انتقال کیا مناشدہ میں انھوں نے بھی گواہی دی تھی ان سے سمہودی نے جواہر العقدین میں ابن عقدہ کی سند سے روایت کی ہے ینابیع المودۃ اور تاریخ آل محمدؐ کے مطابق راویان حدیث غدیر میں ہیں۔(۴)

(ص۔ض)

۵۷۔**ابوامامہ الصدی بن عجلان باہلی**: شام میں رہتے تھے، ۸۶ھ میں انتقال کیا۔ان سے ابن عقدہ نے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

۱۔(ذہبی کی کتاب الغدیر حدیث نمبر ۱۱۳)؛ اسنی المطالب ص/۴ (ص/۴۸)

۲۔(ذہبی کی کتاب الغدیر حدیث نمبر ۱۲۱)

۳۔اسنی المطالب ص/۴ (ص/۴۸)

۴۔اسد الغابۃ ج/۳ ص/۳۰۷ (ج/۳ ص/۴۶۹ حدیث نمبر ۲۳۴۱)؛ ینابیع المودۃ ص/۳۸ (ج/۱ ص/۳۶ باب ۴)؛ تاریخ آل محمد ص ۶۷

۵۸۔ **ضمیرہ اسدی**: ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ اور کتاب الغدیر میں ان سے روایت کی ہے کتاب الغدیر میں ضمیرہ بن حدید لکھا ہے، حالانکہ ضمیرہ بن جندب یا ضمیرہ بن حبیب ہونا چاہئے۔

(ط)

۵۹۔ **طلحہ بن عبید اللہ تمیمی** ز ۳۶ ھ میں بعمر ۶۳ سال جنگ جمل میں مارے گئے، انھوں نے جنگ جمل میں حدیث غدیر کی گواہی دی، مندرجہ ذیل علماء نے ان سے روایت کی ہے:

مسعودی نے مروج الذہب، حاکم نے مستدرک میں، خوارزمی نے مناقب میں ہیثمی نے مجمع، سیوطی نے جمع الجوامع میں، ابن حجر نے تہذیب میں بحوالہ حافظ نسائی، متقی نے کنز العمال میں بحوالہ ابن عساکر و حاکم عاصمی نے زین الفتی میں ھل اتی کی تفسیر کرتے ہوئے محمد بن زکریا، ابوالحسن محمد بن اسماعیل علوی، محمد بن عمر بزاز، عبداللہ بن زیاد مقبری، حفص بن عمر العمری، غیاث بن ابراہیم، طلحہ بن یحیی، ان کے چچا عیسیٰ انھوں نے طلحہ بن عبیداللہ سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔ (۱)

ابن کثیر نے بدایہ میں براء سے روایت کی ہے، لکھا ہے کہ یہ حدیث سعد، طلحہ، جابر، ابوسعید خدری، حبشی بن جنادہ، جریر بن عبداللہ، عمر بن خطاب اور ابوہریرہ نے بھی روایت کی ہے۔ (۲) حافظ مغازلی نے مناقب میں سو راویوں میں سے طلحہ کو بھی شمار کیا ہے۔ (۳)

(ع)

۶۰۔ **عامر بن عمیر نمیری**۔ ابن عقدہ اور ابن حجر نے اصابہ میں ان سے روایت کی ہے۔ (۴)

۶۱۔ **عامر بن لیلی بن ضمرہ**۔ مندرجہ ذیل علماء نے ان سے روایت غدیر کی ہے:

۱۔ مروج الذہب ج۲ص۱۱ (ج۲ص۳۸۲)؛ المستدرک علی الصحیحین ج۳ص۳۷۱ (ج۳ص۴۱۹ح۵۵۹۴)؛ مناقب خوارزمی ص۱۱۲ (ص۱۸۲ح۲۲۱)؛ مجمع الزوائد ج۹ص۱۰۷؛ جامع الاحادیث ج۱۷ص۱۳ح۸۹۳۴)؛ تہذیب التہذیب ج۱ص۳۹۱ (ج۱ص۳۴۲)؛ کنزل العمال ج۶ص۸۳، ۱۵۴ (ج۱۱ص۳۳۲ح۳۱۶۶۲)

۲۔ البدایہ والنہایہ ج۷ص۳۴۹ (ج۷ص۳۸۶حوادث ۴۰ھ)

۳۔ مناقب ابن مغازلی (ص۲۷ح۳۹)　　۴۔ الاصابہ ج۲ص۲۵۵)

ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ میں، ابن اثیر نے اسد الغابہ میں (۱)، ابن صباغ مالکی نے کتاب الموجز سے (۲)، ابن حجر نے اصابہ میں ابن عقدہ کے حوالے سے انھوں نے ابوموسیٰ کی روایت کی بھی نشان دہی کی ہے۔ (۳) سمہودی نے ابن عقدہ ابوموسیٰ اور ابوالفتوح سے نقل کیا ہے ان کے سلسلے میں عامر اور حذیفہ بن اسید دونوں ہیں ان کے تفصیل بیان میں رسول کا جحفہ میں قیام، درختوں کے پاس ٹھہر نے سے منع کرنا، جھاڑو دینا، نماز جماعت اور خطبہ نقل ہے، خطبہ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہنے اہل بیتؑ کے لئے حسن سلوک کی تاکید کے بعد لوگوں کو گواہ کر کے حدیث غدیر فرمائی، اس کے آخر میں حدیث ثقلین نقل کی ہے۔

خطیب خوارزمی نے مقتل میں عامر کو راویان حدیث غدیر میں شمار کیا ہے۔

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں عامر کے مقام رحبہ گواہی دینے کی نشان دہی کی ہے۔ (۴)

۶۲۔ عامر بن لیلی غفاری۔ ابن حجر نے اصابہ میں عامر کے ذکر کے بعد عامر غفاری کا علاحدہ تذکرہ کیا ہے۔ (۵) ابن مندہ نے بھی علاحدہ ذکر کیا ہے ابن مندہ کی سند میں عمر بن عبداللہ بن لیلی بن مرہ، انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے، حدیث رحبہ کوفہ میں سترہ آدمیوں نے گواہی دی ان میں عامر غفاری بھی تھے۔

ابوموسیٰ نے پہلے عامر کو مانا ہے ابن اثیر نے بھی ان کا قول تسلیم کرتے ہوئے تصحیف کی نشاندہی کی ہے اور اس میں لکھا گیا ہے: اس میں شک نہیں کہ ہر غفاری ہمزہ ہی کے ساتھ منسوب ہے اور غفار بن ملیل بن ضمرہ ان کا سلسلہ ہے لیکن میرے خیال میں ان نسبت کا مخرج مختلف ہونے کی وجہ سے دو عامر ماننا ہی چاہیئے۔ (۶)

۱۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۹۲ (ج ۳ ص ۱۳۹ نمبر ۲۷۲۷)

۲۔ الفصول المھمۃ (۴۰) ۳۔ الاصابہ ج ۲ ص ۲۵۷)

۴۔ اسد الغابۃ ج ۳/ ص ۹۳/ (ج ۳/ ص ۱۳۹/ حدیث نمبر ۲۷۲۷)

۵۔ الاصابۃ ج ۲/ ص ۲۵۷/

۶۔ اسد الغابۃ (ج ۲/ ص ۱۳۹/ نمبر ۲۷۲۸)

۶۳۔**ابوطفیل عامر بن واثلہ**۔متوفی ۱۰۰۔۱۰۲۔۱۰۸یا۱۱۰ھ احمد بن حنبل نے مسند میں علی بن حکیم ،شریک اعمش ،حبیب بن ابی ثابت اور ابوطفیل کے سلسلۂ سند سے زید بن ارقم سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔جلد سوم میں رحبہ کے مناشدہ کی تفصیل ہے۔(۱) خصائص نسائی میں ابوطفیل کے سلسلۂ سند سے زید بن ارقم سے روایت ہے۔(۲)

صحیح ترمذی میں سلمہ بن کہیل سے ابوطفیل کی روایت ہے۔(۳)

عاصمی نے زین الفتی میں فطر سے حدیث مناشدہ کی روایت کی ہے ابن اثیر نے اسد الغابہ میں دو جگہ جلد سوم و پنجم میں ،خوارزمی نے مناقب میں، گنجی نے کفایہ میں ،اور طبرانی نے ریاض میں ،ابن حمزہ دمشقی نے البیان والتعریف میں ،ابن کثیر نے بدایہ والنہایہ میں ،ابن حجر نے اصابہ میں ، ملا علی متقی نے کنز العمال میں ،سمہودی نے جواہر العقدین میں ،قندوزی نے ینابیع المودۃ میں حدیث غدیر کو ابوطفیل سے نقل کیا ہے۔(۴)

۶۴۔**عائشہ بنت ابوبکر بن ابی قحافہ (زوجۂ رسولؐ)**۔ان سے ابن عقدہ نے حدیث کی روایت کی ہے۔

۶۵۔**عباس بن عبدالمطلب (رسولؐ کے چچا)** ۳۲ھ میں وفات پائی، ابن عقدہ و جزری نے روایت کی ہے۔(۵)

۱۔مسند احمد بن حنبل ج۱ص۱۱۸(ج۱ص۱۹۰حدیث نمبر۹۵۵)ج۴ص۳۷۰(ج۵ص۴۹۸حدیث نمبر۱۸۸۱۵)

۲۔خصائص نسائی ص۱۵۔۱۷(ص۹۶حدیث نمبر۷۹ حدیث نمبر۹۳،سنن نسائی ج۵ص۱۳۰حدیث نمبر۸۴۶۴)

۳۔سنن ترمذی ج۲ص۲۹۸(ج۵ص۵۹۱حدیث نمبر۳۷۱۳)

۴۔اسد الغابۃ ج۳ص۹۲(ج۳ص۱۳۹نمبر ۲۷۲۷)، ج۵ص۲۷۶(ج۶ص۲۵۲)؛مناقب خوارزمی ص۳۹نمبر ۶۱۶۹(ص۱۵۴حدیث نمبر۱۸۲،ص۳۱۳حدیث نمبر ۳۱۴)؛کفایۃ الطالب ص۱۵(ص۹۳۔۵۶باب ۱)؛ریاض النضرۃ ج۲ص۱۷۹(ج۳ص۱۱۴)؛البیان والتعریف (ج۳ص۴۷حدیث نمبر ۱۲۹۰)؛البدایۃ و النہایۃ ج۵ص۲۱۱، ج۷ص۳۴۶،۳۴۸(ج۵ص۳۱حوادث ۱۰ھ ج۷ص۳۸۳،۳۸۵حوادث ۴۰ھ)؛الاصابۃ ج۴ص۱۵۹، ج۶ص۳۹۰(ج۲ص۲۵۷نمبر ۴۴۲۱)؛کنز العمال ج۶ص۳۹۰(ج۱۳ص۱۰۴حدیث نمبر۳۶۳۴۰)؛ینابیع المودۃ ص۳۸(ج۱ص۳۶باب۴)۔

۵۔اسنی المطالب ص۳(ص۴۸)

۶۶۔ **عبدالرحمن بن عبدرب انصاری**۔ انھوں نے بھی رحبہ میں گواہی دی تھی ان سے ابن عقدہ نے اور ابن اثیر نے اسد الغابہ جلد سوم و پنجم میں، ابن حجر نے اصابہ اور عبدالرحمن نے تاریخ آل محمدؐ میں حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۱)

۶۷۔ **ابومحمد عبدالرحمن بن عوف قرشی زہری**۔ متوفی ۳۱۔۳۲ھ ان سے روایت ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ، منصور رازی نے کتاب الغدیر، یہ بھی عشرہ مبشرہ میں ہیں، ابن مغازلی نے سو اصحاب رواۃ غدیر میں ان کو بھی شمار کیا ہے۔(۲)

۶۸۔ **عبدالرحمن بن یعمر الدیلی**۔ کوفہ میں قیام تھا ان سے غدیر کی روایت ابن عقدہ اور خوارزمی نے کی ہے۔(۳)

۶۹۔ **عبداللہ بن ابی عبدالاسد مخزومی**۔ ابن عقدہ نے روایت کی ہے۔

۷۰۔ **عبداللہ بن بدیل بن ورقاء**۔ قبیلہ خزاعہ کے سردار، صفین میں شہید ہوئے، حدیث رکبان میں یہ بھی گواہان غدیر میں تھے۔

۷۱۔ **عبداللہ بن بشیر مازنی**۔ ابن عقدہ نے ان سے روایت غدیر کی ہے۔

۷۲۔ **عبداللہ بن ثابت انصاری**۔ مناشدہ میں یہ بھی گواہ تھے، تاریخ آل محمدؐ میں انھیں بھی راویان حدیث غدیر میں شمار کیا گیا ہے۔(۴)

۷۳۔ **عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ ہاشمی**۔ ۸۰ھ میں انتقال کیا۔ ابن عقدہ نے روایت کی ہے۔ معاویہ سے ان کا احتجاج آگے آئے گا۔

۷۴۔ **عبداللہ بن حنطب قرشی مخزومی**۔ سیوطی نے احیاء المیت میں بحوالہ طبرانی حدیث کی روایت کی ہے۔(۵)

۱۔ اسد الغابۃ ج ۳/ص ۳۰۷ (ج ۳/ص ۴۶۹ نمبر ۳۳۴۱) ج ۵/ص ۲۰۵، (ج ۶/ص ۱۳۰ نمبر ۵۹۲۶)؛ الاصابۃ ج ۲/ص ۴۰۸؛ تاریخ آل محمد ص ۶۷۔

۲۔ مناقب ابن مغازلی (ص ۲۷ حدیث نمبر ۳۹)

۳۔ مقتل خوارزمی (ج ۱/ص ۴۸)

۴۔ تاریخ آل محمد ص ۶۷

۵۔ احیاء المیت ص ۲۶۰ حدیث نمبر ۳۸

۷۵۔ عبداللہ بن ربیعہ۔ خوارزمی نے مقتل میں ان سے روایت کی ہے۔ (۱)

۷۶۔ عبداللہ بن عباس۔ متوفی ۶۸ھ خصائص نسائی میں میمون ابن مثنی، ابوالوضاح ابوعوانہ، ابو بلج بن ابی سلیم، عمرو بن میمون انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ (۲)

''میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا، آپ کے پاس نو گروہ آئے، ان سے ساتھ چلنے یا خلوت میں بات کرنے کی فرمائش کی، یہ ساتھ چلنے پر راضی ہوئے۔ ابن عباس ابھی نابینا نہیں ہوئے تھے، ایک جگہ جمع ہو کر باتیں کیں، ہمیں ان کی باتوں کا علم نہ ہو سکا، وہاں سے ابن عباس دامن جھاڑتے ہوئے آئے اور بولے: افسوس! ان لوگوں نے ایسے پر سب وشتم کیا ہے جس کے دس فضائل کا حامل کوئی نہیں ہے جس کے لئے رسولؐ نے فرمایا: میں علم دے کر ایسے کو روانہ کروں گا جو خدا کو محبوب اور وہ خدا کو دوست رکھتا ہے۔ کسی نے لالچی نظر سے حضور کو دیکھا تو رسولؐ نے فرمایا: علیؑ کہاں ہیں؟ کہا گیا: وہ آٹا پیسنے میں لگے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا ان کے سوا آٹا پیسنے والا نہ تھا؟ ایسے میں علیؑ آئے تو آشوب چشم میں مبتلا تھے، حضورؐ نے لعاب دہن لگایا اور پرچم کو تین بار جھٹکا دے کر علیؑ کے حوالے کیا، علیؑ صفیہ بنت حی کو لے کر واپس ہوئے۔ رسولؐ نے فلاں کو سورہ توبہ دے کر بھیجا، پھر عقب میں علیؑ کو روانہ کیا، رسولؐ نے فرمایا کہ سورہ توبہ کی تبلیغ کا حق یا مجھے ہے یا جو مجھ سے ہے۔ رسولؐ نے اپنے چچازاد بھائیوں سے پوچھا: تم میں کون ہے جو مجھے دنیا و آخرت میں دوست رکھتا ہو؟ سب جواب سے ہچکچائے، علیؑ نے جواب دیا، رسولؐ نے بار بار علیؑ کو نظر انداز کر کے سب سے پوچھا، لیکن ہر بار علیؑ کا جواب ملا تو رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: تم تو دنیا و آخرت میں میرے محبوب ہو۔

علیؑ خدیجہ کے بعد سابق الاسلام تھے۔ آیہ تطہیر نازل ہوئی، رسولؐ کے بستر پر سوئے ابوبکر آئے اور رسول کو پکارا علیؑ نے جواب دیا وہ تو بئر میمون کی طرف چلے گئے ان کے پیچھے جاؤ چنانچہ ابوبکر، رسولؐ کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے مشرکین نے آ کر علیؑ پر پتھر برسانا شروع کر دئے، جس طرح رسولؐ پر پتھر

۱۔ مقتل خوارزمی ج ۱/ص ۴۸

۲۔ خصائص نسائی ص ۷ (ص ۴۷ حدیث نمبر ۲۴، سنن نسائی ج ۵/ص ۱۲ حدیث نمبر ۸۴۰۹)

برساتے تھے، علیؑ بستر پر پہلو بدلتے رہے، صبح تک چادر نہیں سرکائی، صبح کو مشرکین نے علیؑ کی استقامت پر تعجب کا اظہار کیا۔

رسولؐ نے جنگ تبوک میں علیؑ کو ساتھ نہیں لیا علیؑ رونے لگے تو حدیث منزلت فرمائی، رسولؐ نے علیؑ کو تمام مومنوں کا آقا کہا: رسولؐ نے علیؑ کے سوا سب کے دروازے بند کر دیئے اور رسول خداؐ نے غدیر خم میں فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" ۔اس حدیث کو بے شمار علماء و محدثین نے نقل کیا ہے۔(۱)

۷۷۔عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی۔متوفی ۸۷، ۸۶ھ، ۸۸ھ۔ابن عقدہ نے روایت کی ہے۔

۷۸۔ابوعبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن خطاب عدوی۔متوفی ۷۲ھ حافظ ہیثمی نے مجمع میں بسلسلۂ طبرانی عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے۔(۲) اس روایت کو مندرجہ ذیل علماء نے نقل کیا ہے۔

سنن ابن شیبہ، اکتفا وصابی، جمع الجوامع، و تاریخ الخلفاء سیوطی، کنز العمال متقی، نزل الابرار بدخشانی، مقتل خوارزمی، اسنی المطالب جزری۔(۳)

۱۔مسند احمد بن حنبل ج/۱ص/۳۳۱ (ج/۱ص/۵۴۴ حدیث نمبر ۳۰۵۲)؛ المستدرک علی الصحیحین ج/۳ص/۱۳۲ (ج/۳ص/۱۴۳ حدیث نمبر ۴۶۵۲)؛ مناقب خوارزمی ص/۷۵ (ص/۱۲۵ حدیث نمبر ۱۴۰)؛ ریاض النضرۃ ج/۲ص/۲۰۳ (ج/۳ص/۱۵۳)؛ فرائد السمطین (ج/۱ص/۳۲۷ حدیث نمبر ۲۵۵ باب ۵۹)؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۷ص/۳۳۷، ج/۷ص/۳۴۷، ۳۷۳ حوادث ۴۰ھ؛ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۱۹؛ کفایۃ الطالب ص/۱۱۵ (ص/۲۴۱ باب ۶۲)؛ الاصابۃ ج/۲ص/ ۵۰۹؛ کنز العمال ج/۶ص/۱۵۳ (ج/۱۱ ص/۶۰۳ حدیث نمبر ۳۲۹۱۶)؛ الاربعین فی فضائل امیر المومنین ص/۴۰ حدیث نمبر ۱۳؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴ (ص/۱۵۸)؛ مسند مشمس الاخبار ص/۳۸ (ج/۱ص/۱۰۱ باب ۷)؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۷ص/۳۴۸ (ج/۷ص/۳۸۵ حوادث ۴۰ھ)؛ الکشف والبیان معروف بہ تفسیر ثعلبی آیت ۶۷ سورۂ مائدہ؛ تفسیر رازی ج/۳ص/۶۳۶ (ج/۱۲ص/۴۹)؛ تفسیر نیشاپوری ج/۶ص/۱۹۴؛ روح المعانی ج/۲ ص/۳۴۸ (ج/۶ص/۱۹۳)؛ مفتاح النجا (ص/۴۵۔۴۴ باب ۳ فصل ۱۴)

۲۔مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۲۶

۳۔جامع الاحادیث ج/۷ص/۳۶۹ حدیث نمبر ۲۳۰۰۳)؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴ (ص/۱۵۸)؛ کنز العمال ج/۶ ص/۱۵۴ (ج/۱۱ص/۶۰۹ حدیث نمبر ۳۲۹۵۰)؛ نزل الابرار ص/۲۰ (ص/۵۴)؛ مقتل خوارزمی (ج/۱ص/۴۸)؛ اسنی المطالب ص/۴ (ص/۴۸) (۲۷) درمنثور ج/۲ص/۲۹۸ (ج/۳ص/۱۱۷)

(۳) فتح القدیر ج/۲ص/۵۷ (ج/۲ص/۶۰)؛ روح المعانی ج/۲ص/۳۴۸ (ج/۶ ص/۱۹۳)؛ مقتل خوارزمی (ج/۱ص/۴۸)؛ اسنی المطالب ص/۴ (ص/۴۸)

۷۹۔ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود ہذلی۔متوفی ۳۲۔۳۳ھ مزار بقیع میں دفن ہیں، درمنثور کے مطابق حافظ بن مردویہ نے ان سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

ان کے علاوہ قاضی شوکانی نے تفسیر میں، آلوسی نے روح المعانی میں، خوارزمی و جزری نے اسنی المطالب میں ان کو راویان حدیث غدیر میں شمار کیا ہے۔

۸۰۔عبداللہ بن یامین۔ابن عقدہ نے مفرد میں ابراہیم بن محمد، جعفر بن محمد انھوں نے اپنے باپ اور ایمن بن قال بن عبداللہ بن یامین سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔اس حدیث کو ابن اثیر نے اسد الغابہ اور ابن حجر نے اصابہ اور قندوزی نے ینابیع میں نقل کیا ہے۔(۱)

۸۱۔عثمان بن عفان۔متوفی ۳۵ھ ابن عقدہ نے کتاب الولایہ، منصور نے الغدیر میں ان سے روایت کی ہے ابن مغازلی کے مطابق سو راویان غدیر میں یہ بھی ہیں۔(۲)

۸۲۔عبید بن عاذب انصاری (براء بن عاذب کے بھائی)۔مناشدہ رحبہ میں یہ بھی موجود تھے۔

۸۳۔ابوطریف عدی بن حاتم۔سو سال کی عمر میں ۱۰۰ھ میں انتقال کیا، مناشدہ رحبہ میں موجود تھے۔حافظ بن عقدہ نے حدیث الولایۃ، قندوزی نے ینابیع اور شیخ احمد مکی نے وسیلۃ المآل میں ان سے روایت غدیر کی ہے۔(۳)

اور تاریخ آل محمد کے مطابق یہ بھی راویان غدیر میں ہیں۔(۴)

۸۴۔عطیہ بن بسر مازنی۔ابن عقدہ نے ان سے روایت غدیر کی ہے

۸۵۔عقبہ بن عامر جہنی۔معاویہ کی طرف سے تین سال تک مصر کے گورنر رہے، ۶۰ھ میں انتقال کیا۔ابن عقدہ نے مناشدہ رحبہ میں ان کی گواہی کا ذکر کیا ہے عدی بن حاتم کی گواہی کا ذکر ہو چکا، قاضی نے تاریخ آل محمدؐ میں انھیں راویان غدیر میں شمار کیا ہے۔(۵)

۱۔اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۷۴ (ج ۳ ص ۴۱۵ نمبر ۳۲۲۳)؛ الاصابۃ ج ۲ ص ۳۸۲؛ ینابیع المودۃ ص ۳۴ (ج ۱ ص ۳۲ باب ۴)

۲۔مناقب ابن مغازلی (ص ۲۷ حدیث نمبر ۳۹)

۳۔ینابیع المودۃ ص ۳۸ (ج ۱ ص ۳۶ باب ۴)؛ وسیلۃ المآل (ص ۱۱۸ باب ۴)

۴و۵۔تاریخ آل محمد ص ۶۷

۸۶۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ۔ حدیث غدیر کے سلسلے میں آپ کے اشعار کی علماء نے روایت کی ہے بروز شوری، روز جمل اور رحبہ میں آپ کے احتجاجات کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

احمد بن حنبل نے مسند میں حجاج بن شاعر کی روایت نقل کی ہے: شباحبہ، نعیم بن حکیم، ابومریم کو ایک شخص نے جو حضرت علیؑ کا رفیق تھا، بتایا کہ حضرت علیؑ نے حدیث غدیر بیان فرمائی۔ (۱) اس حدیث کو ابن کثیر نے بدایۃ النہایہ میں متعدد طرق سے اور ہیثمی نے مجمع میں بسلسلہ احمد روایت کر کے توثیق کی ہے، سیوطی نے جمع الجوامع اور تاریخ الخلفاء میں بسلسلہ احمد روایت کی ہے ان کے علاوہ ابن حجر نے تہذیب، بدخشانی نے نزل الابرار اور مفتا النجاح میں بھی روایت کی ہے۔ طحاوی نے مشکل الآثار میں یزید بن کثیر (صحیح کثیر بن زید ہے) محمد بن عمر بن علی امیر المومنینؑ، انھوں نے بھی اپنے باپ سے حدیث ثقلین و حدیث ولایت پر مشتمل خطبہ نقل کیا ہے۔ (۲)

اس کی روایت ابن کثیر نے بدایہ والنہایہ اور متقی ہندی نے کنز العمال میں بحوالہ معجم کبیر ضیاء مقدسی، ابن ابی عاصم، ابن راہویہ اور ابن جریر ابن ابی عاصم اور محاملی سے بحوالہ امالی تین جگہ نقل کیا ہے۔ (۳) وصابی نے الاکتفاء میں سنن ابن عاصم اور سنن سعید بن منصور ابن شعبہ نسائی سے روایت کی ہے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال (۴) میں مخول بن ابراہیم، جابر بن حر، ابواسحاق، عمرو ذی مر کے سلسلے سے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ حموینی نے فرائد میں عمرو ذی مر اور ابوراشد حرانی کی سند سے ابونعیم اصفہانی نے حلیہ میں عبداللہ بن جعفر، احمد بن یونس ضبی، عمار بن نضر، ابراہیم بن یسع مکی اور جعفر بن محمد

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج۱ص۱۵۲ (ج۱ص۲۶ حدیث نمبر۱۳۱۳)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ج۷/ص۳۴۸ (ج۷/ص۳۸۵ حوادث ۴۰ھ)؛ مجمع الزوائد ج۹/ص۱۰۷؛ جامع الاحادیث (ج۷/ص۳۶۹ حدیث نمبر۲۳۰۰۳)؛ تاریخ الخلفاء ص۱۱۴ (ص۱۵۸)؛ تہذیب التہذیب ج۷/ص۳۳۷ (ج/ص۲۹۶)؛ نزل الابرار ص۲۰ (۵۳)؛ مفتاح النجا (ص۴۵ باب۳ فصل۱۴)؛ آل الآثار ج۲/ص۳۰۷

۳۔ البدایۃ والنہایۃ ج۵/ص۲۱۱ (ج۵/ص۲۳۰ حوادث ۴۰)؛ کنز العمال ج۶/ص۱۵۴ (ج۱۱/ص۶۰۹ حدیث نمبر۳۲۹۵۰) ج۶/ص۳۹۷ (ج۱۳/ص۱۳۱ حدیث نمبر۳۶۴۱۸، ص۱۴۰ حدیث نمبر۳۶۴۴۱، ص۱۶۸ حدیث نمبر۳۶۵۱۱)

۴۔ میزان الاعتدال ج۲/ص۳۰۳ (ج۳/ص۲۹۴ حدیث نمبر۶۴۸۱)

سے روایت کی ہے، انھوں نے اپنے والد اور جد امجد سے روایت کی ہے۔(۱)

حافظ عاصمی نے حدیث غدیر کے مفہوم پر جو حضرت علیؑ کا ارشاد نقل کیا ہے آگے بیان ہوگا۔

۸۷۔ **ابوالیقظان عمار بن یاسر عنسی:** ۳۷ھ میں جنگ صفین میں شہید ہوئے کتاب صفین نصر بن مزاحم میں ان کا عمرو عاص سے حدیث غدیر پر احتجاج درج ہے۔(۲) ان کے علاوہ نہج البلاغہ ابی الحدید، فرایدحموینی، خوارزمی، جزری اسنی المطالب میں بھی ہے، اور یہ کہ ان صحابہ میں ہیں جنھوں نے حدیث غدیر کی روایت کی۔ حدیث رکبان میں گواہی دی تھی۔(۳)

۸۸۔ **عمارہ خزرجی انصاری:** جنگ یمامہ میں مارے گئے، حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں بزاز کی سند سے، سیوطی نے تاریخ الخلفاء، بدخشانی نے مفتاح ونزل الابرار میں بطریق بزاز، عمارہ سے روایت کی ہے۔(۴)

۸۹۔ **عمر بن ابی سلمہ بن عبدالاسد مخزومی:** پروردۂ رسولؐ، ان کی ماں ام سلمہ رسول اللہؐ کی زوجہ تھیں ۸۳ھ میں انتقال کیا، ابن عقدہ نے ان سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

۹۰۔ **عمر بن خطاب:** مقتول ۲۳ھ، ابن مغازلی نے مناقب میں دو طریقوں سے عمران بن مسلم سے روایت کی ہے۔ سوید بن ابی صالح، انھوں نے اپنے باپ سے ابو ہریرہ، عمر بن خطاب اور اس کی روایت سمعانی نے فضائل الصحابہ میں ابو ہریرہ، انھوں نے عمر بن خطاب سے کی ہے۔(۵)

محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں مناقب احمد و ابن سمعان اور ذخائر العقبیٰ میں مناقب احمد وشعبہ سے اس کی روایت خواجہ پارسا نے فصل الخطاب میں کی ہے۔(۶)

۱۔فرائد السمطین (ج۱ص۶۷ حدیث نمبر۳۳ باب۱، ص۶۷ حدیث نمبر۳۳ باب۱۴)؛ حلیۃ الاولیاء ج۹ص۶۴

۲۔کتاب وقعۃ الصفین ص۱۸۶ (ص۳۳۸)

۳۔شرح نہج البلاغہ ج۲ص۲۷۳ (ج۸ص۲۱ خطبہ۱۲۴)؛ فرائد السمطین (ج۱ص۱۹۵ حدیث نمبر۱۵۳، ص۳۱۵ حدیث نمبر)؛ مقتل خوارزمی (ج۱ص۴۸)؛ اسنی المطالب ص۴ (ص۴۸)

۴۔مجمع الزوائد ج۹ص۱۰۷؛ تاریخ الخلفاء ص۶۵ (۱۵۸)؛ مفتاح النجا (ص۴۵ باب۳ فصل۱۴)؛ نزل الابرار (ص۵۳)

۵۔مناقب ابن مغازلی (ص۲۲ حدیث ۳۱)

۶۔الریاض النضرۃ ج۲ص۱۶۱ (ج۳ص۱۱۴۔۱۱۳، ج۲ص۲۰۴)؛ احمد بن حنبل کی مناقب علی (ص۲۲ حدیث نمبر ۲۱۱)؛ ذخائر العقبیٰ ص۶۷

مقتل خوارزمی، بدایہ ابن کثیر، اسنی المطالب جزری، مودۃ القربیٰ، سید علی ہمدانی میں بھی حضرت عمر سے روایت ہے۔(۱)

آخر الذکر میں حضرت عمر کا بیان ہے:

''میں نے آنحضرتؐ سے عرض کی: میرے پہلو میں ایک خوبصورت جوان خوشبو میں بسا ہوا موجود تھا، اس نے مجھ سے کہا: اے عمر! رسول کا یہ عہد و پیان سوائے منافق کے کوئی بھی نہیں توڑے گا، رسولؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، وہ جبرئیل تھے، میں نے جو کچھ علی کے بارے میں کہا ہے وہ اسے لوگوں میں مضبوط کر رہے تھے''۔

اس کی روایت قندوزی نے ینابیع المودۃ میں کی ہے، ابن کثیر نے تاریخ میں ابن جریر کی کتاب غدیر خم میں محمود بن عوف طائی سے روایت کی ہے انھوں نے عبداللہ بن موسیٰ سے انھوں نے اسماعیل بن کشیط سے، انھوں نے جمیل بن عمارہ سے، انھوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے۔(۲)

ابن جریر کہتے ہیں کہ میرے خیال میں راوی نے مجھے بجائے عبداللہ بن عمر کے عمر کہا، لیکن میری کتاب میں ایسا نہیں ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسالت مآب کو حدیث غدیر فرماتے خود سنا۔

۹۱۔ ابو نجید عمران بن حصین خزاعی۔ بصرہ میں ۵۲ھ میں وفات پائی، ان سے مندرجہ ذیل افراد نے روایت کی ہے۔ ابن عقدہ، مولوی محمد سالم بخاری بہ نقل حافظ ترمذی، خطیب خوارزمی، شمس الدین جزری۔(۳)

۹۲۔ عمرو بن حمق خزاعی۔ متوفی ۵۰ھ ابن عقدہ و خطیب خوارزمی نے ان سے روایت نقل کی ہے۔(۴)

۱۔ مقتل خوارزمی (ج۱ص۴۸)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷ص۳۴۹ (ج۷ص۳۸۶ حوادث ۴۰ھ)؛ اسنی المطالب ص۳ (ص۴۸)؛ مودۃ القربیٰ (مودۃ نمبر۵)

۲۔ ینابیع المودۃ ص۲۴۹ (ج۲ص۳۷ باب۵۶)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۵ص۲۱۳ (ج۵ص۲۳۲ حوادث ۱۰ھ)

۳۔ سنن ترمذی (ج۵ص۵۹۰ حدیث نمبر ۳۷۱۲)؛ مقتل خوارزمی (ج۱ص۴۸)؛ اسنی المطالب ص۴ (۴۸)

۴۔ مقتل خوارزمی (ج۱ص۴۸)

۹۳۔عمرو بن شراحیل۔مقتل خوارزمی کے مطابق راویان حدیث غدیر میں ہیں۔(۱)

۹۴۔عمرو بن عاصی۔پہلی صدی کے شعراء غدیر میں ہیں وہیں ان کے حالات بیان ہوں گے۔ انھوں نے معاویہ کے نام خط میں حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔مناقب خوارزمی اور الامامۃ و السیاسۃ میں ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے۔(۲)

۹۵۔ابوطلحہ یا ابومریم عمرو بن مرہ جہنی۔احمد بن حنبل اور طبرانی نے اپنی سند سے عمر جہنی سے روایت غدیر کی ہے،طبرانی سے کنز العمال اور الاکتفاء وصابی نیز معارج العلی محمد صدر عالم،مفتاح النجا بدخشانی اور نزل الابرار میں احمد و طبرانی سے نقل کیا ہے۔(۳)

(ف)

۹۶۔صدیقہ کبریٰ حضرت فاطمہ زہرا(س) بنت رسول خداؐ۔ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ، منصور رازی نے کتاب الغدیر جزری و مقدسی نے آپ کا حدیث غدیر کی بنیاد پر احتجاج نقل کیا ہے۔(۴) اور شہاب الدین سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں آپ سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۵)

۹۷۔فاطمہ بنت حمزہ بن عبد المطلب۔آپ سے ابن عقدہ اور منصور رازی نے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

(ق)

۹۸۔قیس بن ثابت بن شاس انصاری۔حدیث رکبان میں ایک گواہ تھے۔

ابن عقدہ حدیث الولایہ،ابن اثیر اسد الغابہ،ابن حجر اصابہ اور شیخ محمد صدر عالم نے معارج العلیٰ

۱۔مقتل خوارزمی (اص۴۹)

۲۔مناقب خوارزمی ص۱۲۶ (ص۱۹۹ حدیث نمبر ۲۴۰)؛ الامامۃ والسیاسۃ ص۹۳ (ج اص۹۷)

۳۔کنز العمال ج۶ ص۱۵۶ (ج۱۱ ص۶۱۰ حدیث نمبر ۳۲۹۵۱)؛ مفتاح النجا (ص۴۵ باب۳ فصل ۱۴)؛ نزل الابرار (ص۵۳)

۴۔اسنی المطالب (ص۵۰)

۵۔مودۃ القربی (مودۃ القربی نمبر۵)

میں ان سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۱)

۹۹۔قیس بن سعد بن عبادہ انصاری خزرجی۔پہلی صدی کے شعراء غدیر میں ہیں وہیں ذکر آئے گا حدیث رکبان کے ایک گواہ ہیں۔

(ک۔م)

۱۰۰۔ابومحمد کعب بن عجرہ انصاری مدنی: متوفی ۵۱ھ ابن عقدہ نے ان سے روایت کی ہے۔

۱۰۱۔ابوسلیمان مالک بن حویرث لیثی: مناقب احمد وحدیث الولایۃ ابن عقدہ حسین مالک حویرث سے، انھوں نے اپنے باپ ودادا سے اور انھوں نے اپنے دادا سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے، حافظ ہیثمی مجمع میں بسلسلۂ طبرانی، جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء، بدخشانی نے نزل الابرار اور شیخ محمد صدر العالم نے معارج العلی، وصابی نے اکتفامیں بحوالہ فضائل الصحابہ اور خوارزمی نے مقتل میں ان سے روایت کی ہے۔(۲)

۱۰۲۔مقداد بن عمرو کندی زہری: ستر سال کی عمر میں ۳۳ھ میں انتقال کیا، ابن عقدہ وحموینی نے فرائد میں ان سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۳)

(ن)

۱۰۳۔ناجیہ بن عمرو خزاعی۔انھوں نے بھی رحبہ میں غدیر کی گواہی دی تھی، ان سے حافظ ابن عقدہ نے عمرو بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ اور انھوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کی ہے، ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بحوالہ ابونعیم اور ابن حجر نے بحوالہ ابن عقدہ روایت کی ہے، خوارزمی نے مقتل میں انھیں بھی راویان غدیر میں شمار کیا ہے۔(۴)

۱۔اسد الغابہ ج۴ص ۳۶۸ (ج۴ص ۴۴۱نمبر ۴۳۸۰)؛ الاصابۃ ج۳ص ۲۰۵

۲۔مناقب علی (ص ۱۱۱حدیث نمبر ۱۶۴)؛ مجمع الزوائد ج۹ص ۱۰۸؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴(ص ۱۵۸)؛ نزل الابرار ص ۲۰(ص ۵۳)؛ مقتل خوارزمی (ج۱ص ۴۸)

۳۔فرائد السمطین (ج۱ص ۳۱۵حدیث نمبر ۲۵۰باب ۵۸)

۴۔اسد الغابۃ ج۵ص ۶ (ج۵ص ۲۹۶باب ۵۸)؛ الاصابۃ ج۳ص ۵۴۲؛ مقتل خوارزمی (ج۱ص ۴۸)

۱۰۴۔ابو برزۃ نضلۃ بن عتبۃ (عبید یا عبداللہ) اسلمی۔ ۶۵ھ میں خراسان میں وفات پائی، ابن عقدہ نے حدیث ولایت میں ان سے روایت کی ہے۔

۱۰۵۔نعمان بن عجلان انصاری۔ حدیث مناشدہ کے گواہ ہیں قاضی نے تاریخ آل محمدؐ میں راویان غدیر میں شمار کیا ہے۔(۱)

(و)

۱۰۶۔ابو وسمہ وحشی بن حرب حبشی حمصی۔ ابن عقدہ اور خطیب خوارزمی نے ان سے روایت کی ہے۔

۱۰۷۔وہب بن حمزہ۔ مقتل خوارزمی کے مطابق یہ بھی حدیث غدیر کے راوی ہیں، اصابہ کے مطابق (کسی سفر میں علیؑ کی بے توجہی پر انھوں نے ہی رسولؐ سے شکایت کی تھی تو رسولؐ نے فرمایا تھا کہ علیؑ کے بارے میں ایسی بات نہ کہنا وہ میرے بعد تمھارے ولی ہیں۔ (حاشیہ)

۱۰۸۔ابو جحیفہ وھب بن عبداللہ سوائی۔ انھیں وہب الخیر بھی کہا جاتا ہے، ۷۴ھ میں وفات ہوئی ابن عقدہ نے ان سے حدیث غدیر روایت کی ہے۔

ہ۔ی

۱۰۹۔ہاشم مرقال بن عتبہ بن ابی وقاص زہری مدنی۔ جنگ صفین میں شہید ہوئے، حدیث رکبان کے گواہ ہیں ابن عقدہ نے اور ان کے حوالے سے ابن اثیر نے اسد الغابہ اور ابن حجر نے اصابہ میں ان سے روایت کی ہے۔(۲) ابن حجر نے روایت کا ابتدائی حصہ حذف کر دیا ہے، اس خیانت کے نظائر ابن حجر کے یہاں اکثر ہیں۔

۱۱۰۔ابو مرازم یعلی بن مرہ بن وہب ثقفی۔ ابن عقدہ نے حافظ ابو موسیٰ و ابو نعیم کے سلسلے سے ان سے روایت کی ہے اور ان سے ابن اثیر نے اسد الغابہ اور ابن حجر نے اصابہ میں نقل کیا ہے۔(۲) حدیث

۱۔تاریخ آل محمد ص ۶۸

۲۔اسد الغابۃ ج۱ ص ۳۶۸ (ج۱ ص ۴۴۱ نمبر ۱۰۳۸)؛ الاصابۃ ج۱ ص ۳۰۵

۳۔اسد الغابۃ ج۴ ص ۲۳۳، ج۳ ص ۹۳، ج۵ ص ۶ (ج۴ ص ۲۹۰ نمبر ۱۸۴۴، ج۳ ص ۱۳۹ نمبر ۲۸۱۸ ج۵ ص ۲۹۶ نمبر ۵۱۶۲؛ الاصابۃ ج۴ ص ۵۴۲

مناشدہ میں بھی ان کا ذکر آئے گا۔

یہ ایک سو دس اصحاب رسولؐ کے اسماء تھے جنھوں نے حدیث غدیر کی روایت کی، ممکن ہے ان سے بھی زیادہ ہوں اور میری نظر ان تک نہ پہونچ سکی ہو کیونکہ ایک لاکھ افراد کے سامنے جس کا اعلان کیا گیا اس کے ''رواۃ'' کو اس سے کہیں زیادہ ہونا چاہیئے، فطری بات ہے کہ ان لوگوں نے گھر واپس جا کر سفر کے حالات کی طرح اس واقعہ کو ضرور بیان کیا ہوگا، سوائے ان چند افراد کے جن کے دل میں امیر المومنینؑ کی طرف سے کینہ تھا لیکن کثیر تعداد نے تو بہر حال اس کی روایت کی ہوگی اور اشاعت اعلان غدیر کا اہتمام کیا ہوگا اس طرح سلسلہ در سلسلہ یہ بات عام ہوئی کچھ لوگ جو راستے ہی میں موت سے ہمکنار ہو گئے یا جنھوں نے نا ملائم حالات میں خاموشی مصلحت اختیار کی ہوگی جیسے زید بن ارقم وغیرہ، کچھ لوگ جو عرب علاقے سے باہر کے تھے ان سے حدیث نہ ہو سکی۔

اس کے باوجود جو تعداد راویان غدیر کی ہم نے بیان کی ہے وہ اس کا تواتر ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

رواۃ حدیث غدیر؛ تابعین

الف

۱۔ابوراشد حبرانی شامی، ان کے فضل ودانش کی توثیق عجلی وابن حجر نے کی ہے۔(۱)

۲۔ابوسلمہ (عبداللہ۔اسماعیل) ان کے فقہ و وثاقت کا اقرار ابن سعد وابن حجر نے کیا ہے۔(۲)

۳۔ابوسلیمان مؤذن، تقریب میں ہے کہ جلیل القدر تابعی تھے۔(۳)

۴۔ابوصالح سمان، ذہبی واحمد نے ثقہ کہا ہے۔(۴)

۵۔ابوعنفوانہ مازنی۔

۶۔ابوعبدالرحیم کندی۔

۷۔ابوالقاسم اصبغ بن نباتہ، عجلی وابن معین انھیں ثقہ کہتے ہیں۔(۵)

۸۔ابولیلیٰ کندی، تقریب ومناقب احمد میں ثقہ کہا گیا ہے۔(۶)

۹۔ایس بن نذیر، ابن حبان ثقہ کہتے ہیں۔(۷)

۱۔تاریخ الثقات (ص ۴۹۷ نمبر ۱۹۴۴)؛ تقریب التہذیب ص ۴۱۹ (ج ۲ ص ۴۲۱ نمبر ۱ حرف ''ر'')

۲۔الطبقات الکبریٰ (ج ۵ ص ۱۵۷)؛ تقریب التہذیب (ج ۲ ص ۴۲۲۔۴۳۰ نمبر ۶۳ حرف ''سین'')

۳۔تقریب التہذیب (ج ۲ ص ۴۲۲ نمبر ۶۳ حرف ''سین'')

۴۔تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۸۷ (ج ۱ ص ۸۹ نمبر ۷۸)

۵۔تاریخ الثقات (ص ۷۱ نمبر ۱۰۹)

۶۔تقریب التہذیب (ج ۲ ص ۴۶۷ حرف ''لام'')؛ مناقب علی (ص ۱۱۷ حدیث نمبر ۱۷۰)

۷۔الثقات (ج ۶ ص ۶۵)

ج۔ح۔خ

۱۰۔جمیل بن عمارہ

۱۱۔حارثہ بن نصر

۱۲۔حبیب بن ثابت اسدی کوفی۔(۱)

۱۳۔حرث بن مالک

۱۴۔حسین بن مالک بن حویرث

۱۵۔حکیم بن عتیبہ کوفی کندی، ذہبی نے لکھا ہے: ثقہ وفقیہ و پابند شریعت تھے۔(۲)

۱۶۔حمید بن عمارہ خزرجی انصاری

۱۷۔حمید الطویل، ابوعبیدہ بن ابی حمید البصری، ذہبی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔(۳)

۱۸۔خیثمہ بن عبدالرحمن کوفی، ابن حجر، ابن معین نسائی نے معتبر مانا ہے۔(۴)

ر۔ز

۱۹۔ربیعہ جُرشی، تقریب اور دارقطنی میں ان کو معتبر مانا گیا ہے۔(۵)

۲۰۔ابوالمثنیٰ رباح بن حارث نخعی کوفی، ابن حجر، عجلی وابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔(۶)

۲۱۔ابوعمرو زاذان بن عمر کندی، میزان وتہذیب میں ان کو معتبر کہا گیا ہے۔(۷)

۱۔ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۰۳ (ج۱ص۱۱۶نمبر۱۰۰) پر انہیں فقیہ کوفہ اور ثقہ تابعین میں شمار کیا ہے اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب ج۱ص۱۷۸ (ج۲ص۱۵۶) پر ان کی وثاقت کی متعدد رجالیوں کی زبانی نقل کیا ہے۔

۲۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۰۴ (ج۱ص۱۱۷نمبر۱۰۲)

۳۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۳۶ (ج۱ص۱۵۲نمبر۱۴۶)

۴۔تہذیب التہذیب ج۳ص۱۷۹ (ج۳ص۱۵۴)؛ التاریخ (ج۴ص۶۴نمبر۳۰۶۷)

۵۔تقریب التہذیب (ج۲ص۲۴۷نمبر۶۴ حرف ''راء'')

۶۔تقریب التہذیب (ج۲ص۲۵۴نمبر۱۲۴ حرف ''راء'')، تہذیب التہذیب ج۳ص۲۹۹

۷۔تہذیب التہذیب ج۳ص۳۰۳ (ج۳ص۲۶۱)

۲۲۔ابومریم زر بن حبیش ، ذہبی وابونعیم نے جلیل القدر امام کہا ہے۔(۱)

۲۳۔زیاد بن ابی زیاد، ہیثمی وابن حجر نے ان کی توثیق کی ہے۔(۲)

۲۴۔زید بن یثیع ،تقریب میں جلیل القدر اور معتبر تابعی کہا گیا ہے۔(۳)

س

۲۵۔سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب قرشی عدوی۔تذکرہ وتہذیب میں فقیہ، عالم باعمل اور سات فقہا میں ایک نیز ثبت کہا گیا ہے۔(۴)

۲۶۔سعید بن جبیر اسدی کوفی ،تذکرہ وخلاصہ میں ثقہ امام وحجت کہا گیا ہے۔(۵)

۲۷۔سعید بن ابی حدان ، ابن حبان انھیں معتبر مانتے ہیں۔(۶)

۲۸۔سعید بن مسیب قرشی مخزومی ، داماد ابو ہریرہ، احمد بن حنبل مرسلات سعید کو صحاح کہتے ہیں۔(۷)

۲۹۔سعید بن وہب ہمدانی کوفی ، ابن معین نے معتبر کہا ہے، اکثر ائمہ حدیث ان سے روایت کرتے ہیں۔(۸)

۳۰۔ابو یحیٰ سلمہ بن کہیل حضرمی کوفی ، احمد وعجلی نے معتبر جانا ہے۔(۹)

۳۱۔ابو صادق سلیم بن قیس ہلالی ،فریقین کے نزدیک معتبر تابعی ہیں۔

۳۲۔ابومحمد سلیمان بن مہران اعمش ، ذہبی نے ان کی وثاقت وصداقت کا قصیدہ پڑھا ہے۔(۱۰)

۱۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۴۰(ج۱ص۵۷نمبر۴۰)؛حلیۃ الاولیاء ج۴ص۱۹۱۔۱۸۱

۲۔مجمع الزوائد(ج۹ص۱۰۶)؛تقریب التہذیب ص۱۳۶(ج۱ص۲۷۷نمبر۲۱۲حرف ''ز'')

۳۔تقریب التہذیب (ج۱ص۲۷۷حرف ''ز''

۴۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۷۷(ج۱ص۸۸نمبر۷۷)؛تقریب التہذیب (ج۱ص۲۸۰نمبر۱۱حرف سین''

۵۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۶۵(ج۱ص۷۶نمر۷۳)؛خلاصۃ الخزرجی ص۱۱۶(ج۱ص۴۷۴نمبر۲۴۲۵)

۶۔الثقات (ج۴ص۲۸۲)

۷۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۴۷

۸۔خلاصۃ تہذیب الکمال ص۱۲۲(ج۱ص۳۹۲نمبر۲۵۵۴)

۹۔العلل ومعرفۃ الرجال ج۱ص۱۸۱نمبر۱۴۲، ج۲ص۶۷نمبر۱۵۷۱)؛تاریخ الثقات (ص۱۹۷نمبر۵۹۱)

۱۰۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۳۸(ج۱ص۱۵۴نمبر۱۳۵)

۳۳۔ سہم بن حصین اسدی

۳۴۔ شہر بن حوشب

ض۔ ط

۳۵۔ ضحاک بن مزاحم ہلالی، ابومزاحم ہلالی، ابوالقاسم، احمد، ابن معین وابوذرعہ نے ثقہ کہا ہے۔(۱)

۳۶۔ طاؤس بن کیسان یمانی جندی، ابونعیم انھیں اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔(۲)

۳۷۔ طلحہ بن مصرف ایامی کوفی، ابن حجر انھیں قاری، ثقہ اور فاضل کہتے ہیں۔(۳)

ع

۳۸۔ عامر بن سعد بن وقاص مدنی، تقریب میں ثقہ کہا گیا ہے۔(۴)

۳۹۔ عائشہ بنت سعد، ابن حجر نے معتبر مانا ہے۔(۵)

۴۰۔ عبدالحمید بن منزر بن جارود عبدی، امام نسائی وابن حجر نے ثقہ کہا ہے۔(۶)

۴۱۔ ابوعمارہ عبدخیر بن یزید ہمدانی کوفی مخضرمی، ابن معین وعجلی نے معتبر مانا ہے بزرگ تابعی تھے۔(۷)

۴۲۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، کبار ائمہ تابعین میں ثقہ تھے۔(۸)

۴۳۔ عبدالرحمٰن بن سابط، ابن حجر ثقہ کہتے ہیں۔(۹)

۱۔ العلل ومعرفۃ الرجال ج۲ص۳۰۹نمبر۲۳۷۵)

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج۴ص۳،۲۳ ۳۔ تقریب التہذیب (ج۱ص۳۷۹نمبر۱۴۱حرف ''ط''

۴۔ تقریب التہذیب ص۱۸۵ (ج۱ص۳۸۷نمبر۴۲حرف ''ع'')

۵۔ تقریب التہذیب ص۴۷۳ (ج۲ص۶۰۶نمبر۳حرف ''ع'' باب التاء

۶۔ تقریب التہذیب ص۲۲۴ (ج۱ص۴۶۹نمبر۸۳۲حرف ''عین'')

۷۔ تاریخ الثقات (ص۲۸۶نمبر۹۲۴)

۸۔ میزان الاعتدال ج۲ص۱۱۵ (ج۲ص۵۸۴نمبر۴۹۴۸)؛ تقریب التہذیب (ج۱ص۴۹۶نمبر۱۰۹۴حرف ''ع'')

۹۔ تقریب التہذیب (ج۱ص۴۸۰نمبر۹۴۳حرف ''ع'')

۴۴۔عبداللہ بن اسعد بن زرارہ

۴۵۔ابو مریم عبداللہ بن زیاد اسدی کوفی، ابن حبان وابن حجر معتبر مانتے ہیں۔(۱)

۴۶۔عبداللہ بن شریک عامری کوفی، صدوق و مائل بہ تشیع کہا گیا ہے، احمد و ابن معین معتبر کہتے ہیں۔(۲)

۴۷۔ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عقیل ہاشمی مدنی، احمد، اسحاق وحمیدی ان کی حدیث سے احتجاج کرتے ہیں۔(۳)

۴۸۔عبداللہ بن یعلی بن مرہ

۴۹۔عدی بن ثابت انصاری کوفی، ذہبی انھیں صادق و عالم شیعہ اور عجلی ونسائی معتبر کہتے ہیں۔(۴)

۵۰۔ابو الحسن عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی کوفی، سبط ابن جوزی، ہیثمی وابن معین ثقہ کہتے ہیں۔(۵)

۵۱۔علی بن زید بن جدعان بصری، ابن ابی شیبہ، ترمذی وذہبی صدوق وثقہ کہتے ہیں۔(۶)

۵۲۔ابو ہارون عمارہ بن جوین عبدی

۵۳۔خلیفہ عمر بن عبد العزیز

۵۴۔عمر بن عبد الغفار

۵۵۔عمر بن علی امیر المومنینؑ، تقریب میں ان کو ثقہ کہا گیا ہے۔(۷)

۵۶۔عمرو بن جعدہ بن ہبیرہ

۱۔الثقات (ج ۵ ص ۵۸)؛ تقریب التہذیب ص ۱۳۰ (ج ۱ ص ۴۱۶ نمبر ۳۱۲ حرف ''ع'')

۲۔العلل ومعرفۃ الرجال (ج ۲ ص ۴۳۹ نمبر ۳۱۹۳)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۶

۳۔تقریب التہذیب (ج ۱ ص ۴۴۷ نمبر ۶۰۷ حرف ''ع'')

۴۔میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۹۳ (ج ۳ ص ۶۱ نمبر ۵۵۹۱)؛ تاریخ الثقات (ص ۳۳۰ نمبر ۱۱۱۵)

۵۔تذکرۃ الخواص ص ۲۵ (ص ۴۲)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۹؛ التاریخ ج ۳ ص ۵۰۰ نمبر ۲۴۴۶

۶۔تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۴۰ نمبر ۱۳۳)

۷۔تقریب التہذیب ص ۲۸۱ (ج ۲ ص ۶۱ نمبر ۴۹۰ حرف ''ع'')

۵۷۔عمرو بن مرہ ابوعبداللہ کوفی ہمدانی، عجلی و ذہبی نے ان کے ثقہ وثبت ہونے کا اقرار کیا ہے۔(۱)

۵۸۔ابواسحاق عمر بن عبداللہ سبیعی ہمدانی کوفی، ائمہ تابعین میں تھے، تذکرہ تقریب میں بڑی تعریف ہے۔(۲)

۵۹۔ابوعبداللہ عمرو بن میمون اودی، تذکرہ، تقریب میں ثقہ وعابد کہا گیا ہے۔(۳)

۶۰۔عمیرہ بن سعد ہمدانی کوفی، ابن حبان نے ان کو معتبر کہا ہے۔(۴)

۶۱۔عیسیٰ بن طلحہ بن عبیدہ اللہ تیمی، ابومحمد مدنی ابن معین نے ان کو معتبر کہا ہے۔

۶۲۔عمیرہ بنت سعد بن مالک

ف۔ق

۶۳۔ابوبکر بن خلیفہ مخزومی، ان کے ثقہ وصدوق ہونے کا اقرار احمد، ابن معین وعجلی نے کیا ہے۔(۵)

۶۴۔قبیصہ بن ذوئب، ذہبی وابن حبان نے ان کے ثقہ ہونے کا قصیدہ پڑھا ہے۔(۶)

۶۵۔ابومریم قیس ثقفی مدائنی، امام نسائی نے ان کو معتبر کہا ہے۔(۷)

م تا ی

۶۶۔محمد بن عمر بن علی امیر المومنینؑ، ابن حبان وابن حجر ان کو ثقہ وصدوق کہتے ہیں۔(۸)

۱۔تاریخ الثقات (۳۷۲ نمبر ۱۲۹۵)؛ تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۰۸ (ج۱ص۱۲۱ نمبر۱۰۵)

۲۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۰۱ (ج۱ص۱۱۴ نمبر۹۹)؛ تقریب التہذیب ج۲ص۷۳ نمبر ۶۲۳ حرف ''ع''

۳۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۵۶ (ج۱ص۶۵ نمبر۵۵)؛ تقریب التہذیب ص۲۸۸ (ج۲ص۸۰ نمبر۶۹۰ حرف ''ع'')

۴۔الثقات (ج۵ص۲۷۹)

۵۔العلل ومعرفۃ الرجال (ج۱ص۳۴۴ نمبر۹۹۳)؛ التاریخ (ج۳ص۲۶۷ نمبر ۱۲۵۴)؛ تاریخ الثقات (ص۳۸۵ نمبر ۱۳۶۰)

۶۔التذکرۃ الحفاظ ج۱ص۵۲ (ج۱ص۶۰ نمبر۴۷)؛ الثقات (ج۵ص۳۱۷)

۷۔خلاصہ الخزرجی ص۳۹۵ (ج۳ص۲۴۴ نمبر ۴۶۱)

۸۔الثقات (ج۵ص۳۵۳)؛ تقریب التہذیب (ج۲ص۱۹۴ نمبر ۵۶۲ حرف ''م'')

۶۷۔ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح ہمدانی کوفی عطار، ابن معین و ابوزرعہ معتبر مانتے ہیں۔(۱)

۶۸۔مسلم ملائی

۶۹۔ابوزرارہ مصعب بن سعد بن ابی وقاص زہری مدنی، تقریب میں ثقہ کہا گیا ہے۔(۲)

۷۰۔مطلب بن عبداللہ قرشی مخزومی مدنی، ابوزرعہ و دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔

۷۱۔مطر وراق

۷۲۔معروف بن خربوذ، ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔(۳)

۷۳۔مہاجر بن مسمار زہری مدنی، ابن حبان ثقہ کہتے ہیں۔(۴)

۷۴۔منصور بن ربعی

۷۵۔موسیٰ بن اکتل بن عمیر نمیری

۷۶۔ابوعبداللہ میمون بصری، ابن حبان، ابن حجر وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔(۵)

۷۷۔نذیرضّی کوفی بزرگ تابعی تھے۔

۷۸۔ہانی بن ہانی ہمدانی کوفی، امام نسائی ان سے روایت لینے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے۔(۶)

۷۹۔ابوبلج یحییٰ ابن سلیم فزاری واسطی، ابن معین و نسائی نے توثیق کی ہے، دارقطنی و حافظ ہیثمی نے بھی معتبر مانا ہے۔(۷)

۸۰۔یحییٰ ابن جعدہ بن ہبیرہ مخزومی، تقریب میں ان کے معتبر ہونے کا اقرار کیا گیا ہے۔(۸)

۱۔خلاصۃ الخزرجی ص ۳۲۱ (ج ۳ ص ۲۵ نمبر ۶۹۷۲)

۲۔تقریب التہذیب ص ۳۳۴ (ج ۲ ص ۲۵۱ نمبر ۱۱۵۲ حرف ''م'')

۳۔الثقات (ج ۵ ص ۴۳۹)   ۴۔الثقات (ج ۷ ص ۴۸۶)

۵۔الثقات (ج ۵ ص ۴۱۸)؛ القول المسدد ص ۱۷ (ص ۲۱)

۶۔تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۲)

۷۔خلاصۃ الخزرجی ص ۳۸۳ (ج ۳ ص ۲۰۷ نمبر ۹۳)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۹

۸۔تقریب التہذیب ص ۳۸۹ (ج ۲ ص ۳۴۴ نمبر ۳۲ حرف ''ی'')

۸۱۔ یزید بن ابی زیاد کوفی، کوفے کے امام جماعت تھے۔

۸۲۔ یزید بن حیان تیمی کوفی، نسائی، ابن حجر و عاصمی نے انکے معتبر ہونے کا اقرار کیا ہے۔(۱)

۸۳۔ ابوداؤد یزید بن عبدالرحمٰن بن اودی کوفی، ابن حبان نے معتبر مانا ہے۔(۲)

۸۴۔ ابونجیح یسار ثقفی، خلاصہ خزرجی کے مطابق ابن معین نے ان کے ثقہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔(۳)

ہماری آخری پکار ستائش پروردگار ہے

۱۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۳۷۰ (ج ۳ ص ۱۶۸ نمبر ۸۱۱۶)، تقریب التہذیب ج ۲ ص ۳۶۳ نمبر ۲۴۲

۲۔ الثقات (ج ۵ ص ۵۴۲)

۳۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۳۸۴ (ج ۳ ص ۱۸۰ نمبر ۸۲۱۷)

رواۃ حدیث؛ عہد بہ عہد علماء

حدیث غدیر پر خصوصی توجہات کا سلسلہ صحابہ وتابعین ہی پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ بعد کے علماء نے ہر صدی میں اس کے اثبات وتحفظ آثار میں گرانقدر خدمات انجام دیں اس طرح سلف نے خلف کے لئے منارۂ دانش تعمیر کیا۔ اس حدیث کی صحت کا اقرار کرنے والے مندرجہ ذیل علماء ہیں:

دوسری صدی

۱۔ ابو محمد عمرو بن دینار جمحی مکی خلاصہ خزرجی کے مطابق مسعر انھیں کہتے تھے: ثقہ ہیں، ثقہ ہیں، ثقہ ہیں۔ (۱)

۲۔ ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ قرشی زہری: حجاز وشام کے جلیل القدر عالم تھے، سب نے تعریف کی ہے۔ (۲)

۳۔ عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر تیمی: احمد، ابن سعد وابو حاتم نے معتبر مانا ہے۔ (۳)

۴۔ بکر بن سوادہ بن تمامہ بصری: ابن معین وابن سعد ونسائی انھیں بزرگ ترین فقیہ کہتے تھے۔ (۴)

۵۔ عبد اللہ بن ابی نجیح یسار ثقفی: خلاصہ وتقریب کے مطابق احمد انھیں معتبر مانتے تھے۔ (۵)

۱۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۲۴۴ (ج ۲ ص ۲۸۴ نمبر ۵۳۸۸) ۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۶ (ج ۱ ص ۱۱۳ نمبر ۹۷)

۳۔ الطبقات الکبری (القسم المتمم ص ۲۱۵ نمبر ۸۶)؛ الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۲۷۸ نمبر ۱۳۲۴)

۴۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۴۴ (ج ۱ ص ۱۳۴ نمبر ۸۲۶)

۵۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۱۸۳ (ج ۲ ص ۱۰۵ نمبر ۳۸۶۳)؛ تقریب التہذیب ص ۱۴۵ (ج ۱ ص ۴۵۶ نمبر ۶۹۰ حرف ''ع'')

۶۔حافظ مغیرہ بن مقسم، ابو ہشام ضبی کوفی، عرزمی و عجلی نے معتبر کہا ہے۔(۱)

۷۔ابو عبد الرحیم خالد بن زید جمی مصری، فقیہ و مفتی تھے، ابو زرعہ، عجلی، یعقوب و نسائی نے معتبر مانا ہے۔(۲)

۸۔حسن بن حکم نخعی کوفی، ابن معین نے ثقہ کہا ہے۔(۳)

۹۔ادریس بن یزید ابو عبد اللہ اودی کوفی، امام نسائی انھیں معتبر مانتے ہیں۔(۴)

۱۰۔یحیٰ بن سعید بن حیان تیمی کوفی۔عجلی و ابن حبان انھیں ثقہ و صالح کہتے ہیں۔

۱۱۔حافظ عبد الملک بن ابی سلیمان عرزمی کوفی، احمد و نسائی ان کے ثقہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔(۵)

۱۲۔عوف بن ابی جمیلہ عبدی ہجری بصری، امام نسائی کے ساتھ بہت سے افراد نے ثقہ کہا ہے۔(۶)

۱۳۔عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب عدوی عمری مدنی، سات فقہاء میں ایک ہیں، ابن معین، نسائی، ابو زرعہ اور ابو حاتم نے توثیق کی ہے۔(۷)

۱۴۔نعیم بن حکیم مداینی، ابو عوانہ و قطان ان سے روایت کرتے ہیں، ابن معین و عجلی معتبر مانتے ہیں۔(۸)

۱۵۔طلحہ بن یحیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ تیمی کوفی، عجلی، ابن معین، ابو زرعہ و نسائی ثقہ و صالح مانتے ہیں۔(۹)

۱۶۔ابو محمد کثیر بن زید اسلمی، ابو زرعہ صدوق کہتے تھے، بے شمار لوگوں نے مدح سرائی کی ہے۔(۱۰)

۱۔تاریخ الثقات (۴۳۷ نمبر ۱۶۲۲)، تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۴۳ نمبر ۱۳۶)

۲۔تاریخ الثقات (ص۱۴۲ نمبر ۳۷۳) ۳۔خلاصۃ الخزرجی ص۶۷ (ج۱ص۲۱۱ نمبر ۱۳۳۳)

۴۔تاریخ الثقات (ص۴۷۱ نمبر ۱۸۰۵)؛ الثقات (ج۷ص۵۹۲)

۵۔العلل و معرفۃ الرجال (ج۱ص۴۱۰ نمبر ۸۵۷)؛ تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۳۹ (ج۱ص۱۵۵ نمبر ۱۵۱)

۶۔خلاصۃ الخزرجی ص۲۵۳ (ج۲ص۳۰۸ نمبر ۵۴۸۶)، تقریب التہذیب ص۹۹ (ج۲ص۸۹ نمبر ۷۹۳ حرف ''ع'')

۷۔معرفۃ الرجال (ج۱ص۱۰۵ نمبر ۴۷۹)؛ الجرح والتعدیل (ج۵ص۳۲۶ نمبر ۱۵۴۵)

۸۔تاریخ الثقات (ص۴۵۱ نمبر ۱۶۸۶) ۹۔تاریخ الثقات (ص۲۳۷ نمبر ۷۲۸)؛ التاریخ (ج۳ص۱۵۸ نمبر ۶۶۸)

۱۰۔خلاصۃ الخزرجی ص۲۸۳ (ج۲ص۳۵۲ نمبر ۵۹۲۹)

۱۷۔ حافظ محمد بن اسحاق مدنی، صاحب السیرۃ النبویؐ، اعیان علماء نے ان کی امامت وعلم کی تعریف کی ہے۔(۱)

۱۸۔ حافظ معمر بن راشد، ابوعروہ ازدی بصری، عجلی، نسائی وسمعانی نے معتبر مانا ہے۔(۲)

۱۹۔ حافظ مسعر بن اکرام بن ظہر ہلالی رواسی، قطان، شعبہ، احمد وابوزرعہ نے ثقہ و بے مثل ہونے کا اقرار کیا۔(۳)

۲۰۔ ابوعیسی الحکم بن ابان عدنی، عجلی ان کو ثقہ اور پابند شریعت بتاتے ہیں۔(۴)

۲۱۔ عبداللہ بن شوذب بلخی، ان کا تذکرہ صوم غدیر میں آئے گا، بڑے خدارسیدہ بزرگ تھے۔

۲۲۔ حافظ شعبہ بن حجاج، ابوبسطام واسطی، ابن معین، ثوری وشعبہ امام المتقین وامیر المومنین فی الحدیث کہتے تھے۔(۵)

۲۳۔ حافظ ابوالعلاء کامل بن علاء تمیمی کوفی، ابن عدی، ابن معین، ونسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔(۶)

۲۴۔ حافظ سفیان بن سعید ثوری، ابوعبداللہ کوفی وخطیب کے مطابق مسلمانوں کے امام، عظیم دانشور اوران کی امامت پر سب کا اتفاق تھا، اتقان وضبط وحفظ ومعرفت وزہد وورع محتاج بیان نہیں تھا۔(۷)

۲۵۔ حافظ اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق سبیعی، ابویوسف کوفی، ابن معین ان کے ثقہ ہونے کی تعریف کرتے ہیں۔(۸)

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۵۵ (ج۱ص۱۷۲نمبر۱۶۷)، خلاصۃ الخزرجی ص۲۷۹ (ج۲ص۳۷۹نمبر۶۰۴۹)

۲۔ تاریخ الثقات (ص۴۳۵نمبر۱۶۱۱)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۶۹ (ج۱ص۱۸۸نمبر۱۸۳)، خلاصۃ الخزرجی ص۳۲۰ (ج۳ص۲۲نمبر۶۹۴۶)

۴۔ تاریخ الثقات (ص۱۲۶نمبر۳۱۲)

۵۔ معرفۃ الرجال (ج۱ص۱۱۴نمبر۵۵۲)

۶۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۶ص۸۳نمبر۱۶۱۵)؛ التاریخ (ج۳ص۲۷۳نمبر۱۳۰۳)؛ خلاصۃ الخزرجی ص۲۷۲ (ج۲ص۳۶۱نمبر۵۹۲۱)

۷۔ تاریخ خطیب بغدادی ج۹ص۱۵۲

۸۔ التاریخ (ج۴ص۶۵نمبر۳۱۶۹)

۲۶۔ جعفر بن زیاد کوفی ابوداؤد ثقہ شیعی کہتے، ابوزرعہ، ونسائی صدوق کہتے تھے۔(۱)

۲۷۔ مسلم بن سالم ہندی ابوفرہ کوفی، ابن معین و ابوحاتم نے صالح الحدیث ہونے کی توثیق کی ہے۔(۲)

۲۸۔ حافظ قیس بن ربیع ابومحمد اسدی کوفی، عفان و یعقوب انھیں ثقہ وصدوق کہتے تھے۔(۳)

۲۹۔ حافظ حماد بن سلمہ ابوسلمہ بصری، ابن معین، ابن معمر وقطان، ابدال وسید واعلم کہتے تھے۔(۴)

۳۰۔ حافظ عبداللہ بن لہیعہ ابوعبدالرحمن مصری، مصر کے بزرگ امام وعالم ومحدث تھے، احمد بن حنبل بے مثل کہتے تھے۔(۵)

۳۱۔ حافظ ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ لشکری واسطی بزاز، ان کے صدوق ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔(۶)

۳۲۔ قاضی شریک بن عبداللہ، ابوعبداللہ نخعی کوفی، امام فقیہ ومحدث تھے، بخاری و ابن معین نے توثیق کی ہے۔(۷)

۳۳۔ حافظ عبداللہ بن عبید الرحمن کوفی، ابن معین، ابن حجر اور ذہبی نے معتبر مانا ہے۔(۸)

۳۴۔ نوح بن قیس ابوروح صدانی بصری، مرہ و ابن معین انھیں ثقہ کہتے تھے۔(۹)

۱۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۵۳ (ج ۱ ص ۱۶۷ نمبر ۱۰۳۸)

۲۔ الجرح والتعدیل (ج ۸ ص ۱۸۵ نمبر ۸۰۸)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۱ ص ۲۲۶ نمبر ۲۱۱)

۴۔ معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۹۴ نمبر ۲۶۷)

۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۵ (ج ۱ ص ۲۳۷ نمبر ۲۲۴)

۶۔ تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۱۰۳)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۴۱ (ج ۱ ص ۲۳۶ نمبر ۲۲۳)

۷۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۰ (ج ۱ ص ۲۳۲ نمبر ۲۱۸)؛ التاریخ (ج ۳ ص ۳۶۹ نمبر ۱۷۹۶)

۸۔ معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۱۱۵ نمبر ۵۵۳)؛ تقریب التہذیب ص ۱۷۰ (ج ۱ ص ۵۳۶ نمبر ۱۳۸۱ حرف ''ع'')؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۸۴ (ج ۱ ص ۳۱۱ نمبر ۲۸۹)

۹۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۳۴۷ (ج ۳ ص ۱۰۲ نمبر ۱۷۵۷)؛ التاریخ (ج ۴ ص ۱۲۳ نمبر ۳۴۸۵)

۳۵۔ مطلب بن زیاد بن ابی زہیر، ابوطالب کوفی، اکثر حفاظ نے اعتماد کیا ہے، ابن معین، ابوداؤد اور ابن حجر انھیں صدوق و محدث جلیل کہتے ہیں۔(۱)

۳۶۔ قاضی حسان بن ابراہیم عنزی، احمد، ابوزرعہ، احمد اور ابن عدی نے ثقہ ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۲)

۳۷۔ حافظ جریر بن عبدالحمید ابوعبداللہ جبنی کوفی، تذکرہ ذہبی کے مطابق محدثین احادیث کے لئے حاضری دیتے چونکہ یہ ثقہ تھے۔(۳) حفظ و وسعت معلومات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

۳۸۔ فضل بن موسیٰ ابوعبداللہ مروزی سینانی، ابن معین و ابوحاتم نے ثقہ و ثبت کہا ہے۔(۴)

۳۹۔ حافظ محمد بن جعفر بن مدنی بصری، ابوعبداللہ غندر، ابن معین انھیں متقن حافظ کہتے تھے۔

۴۰۔ حافظ اسماعیل بن علیہ ابوبشر بن ابراہیم اسدی، ابن داود و ابن معین ثقہ و متقی کہتے، کبھی ان سے غلطی نہ ہوئی شعبہ سید المحدثین کہتے تھے۔(۵)

۴۱۔ حافظ محمد بن ابراہیم ابوعمرو بن ابی عدی سلمی بصری، نسائی و ابوحاتم نے معتبر مانا ہے۔(۶)

۴۲۔ حافظ محمد بن خازم ابومعاویہ تمیمی ضریر، عجلی، نسائی و ابن خراش نے معتبر مانا ہے۔(۷)

۴۳۔ حافظ محمد بن فضیل ابوعبدالرحمٰن کوفی، ابن معین، ابوزرعہ و نسائی انھیں ثقہ و صدوق و عارف کہتے ہیں۔(۸)

۱۔ التاریخ (ج ۳ ص ۲۷۲ نمبر ۱۲۹۳)

۲۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۶۴ (ج ۱ ص ۲۰۵ نمبر ۱۲۹۸)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۴۷ (ج ۱ ص ۲۷۱ نمبر ۲۵۷)

۴۔ التاریخ (ج ۴ ص ۳۵۴ نمبر ۴۷۴۴)؛ الجرح التعدیل (ج ۷ ص ۶۸ نمبر ۳۹۰)

۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۹۵ (ج ۱ ص ۳۲۲ نمبر ۳۰۳)؛ معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۱۰۴ نمبر ۴۷۱)

۶۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۹۶ (ج ۱ ص ۳۲۴ نمبر ۱۰۵، خلاصۃ الخزرجی ص ۷۶ (ج ۲ ص ۳۷۴)

۷۔ تاریخ الثقات (ص ۴۰۳ نمبر ۱۴۵۰)؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۲۸۵ (ج ۲ ص ۳۹۷ نمبر ۶۱۷۴)

۸۔ تقریب التہذیب (ج ۲ ص ۲۰۰ نمبر ۶۲۸ حرف ''م'')، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۸۸ (ج ۱ ص ۳۱۵ نمبر ۲۹۴)

۴۴۔حافظ وکیع بن جراح رواسی ابوسفیان کوفی، ابن معین، عجلی، وابن سعد نے توثیق کی ہے، احمد حنبل کہتے ہیں کہ حفظ علم ورع اور خشوع میں ان کا مثل نہ تھا۔(۱)

۴۵۔حافظ سفیان بن عیینہ ابومحمد ہلالی کوفی، ذہبی وابن خلکان ان کے حفظ وعلم وعظمت کا قصیدہ پڑھتے ہیں۔(۲)

۴۶۔حافظ عبداللہ بن نمیر ابوہشام ہمدانی خارفی، ابن معین نے توثیق کی ہے عظیم محدث تھے۔(۳)

۴۷۔حافظ حنش بن حرث بن لقیط نخعی کوفی، ابونعیم، ہیثمی اور ابوحاتم نے توثیق کی ہے۔(۴)

۴۸۔ابومحمد موسیٰ بن یعقوب زمعی مدانی، ابن معین معتبر اور ابوداؤد صالح کہتے ہیں۔(۵)

۴۹۔علاء بن سالم عطار کوفی، بزرگ پیشوا اور ثقہ تھے۔(۶)

۵۰۔ارزق بن علی بن مسلم حنفی ابوجہم کوفی، ابن حبان نے معتبر کہا ہے۔(۷)

۵۱۔ہانی بن ایوب حنفی کوفی، ابن کثیر ان کو موثق مانتے ہیں۔(۸)

۵۲۔فضیل بن مرزوق اغر رقاشی رواسی کوفی، ابوعبدالرحمٰن، ثوری ابن عیینہ وابن معین وغیرہ معتبر مانتے ہیں۔(۹)

۵۳۔ابوحمزہ سعد بن عبیدہ سلمی کوفی، نسائی وابن حجر نے توثیق کی ہے۔(۱۰)

۱۔التاریخ (ج۴ص۴۵نمبر۳۰۶۱)؛ تاریخ الثقات (ج۴ص۴۶نمبر۱۷۶۹)؛ الطبقات الکبریٰ (ج۶ص۳۹۴)
۲۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۲۳۹ (ج۱ص۲۶۲نمبر۲۴۹)؛ وفیات الاعیان ج۱ص۲۲۶ (ج۲ص۳۹۱نمبر۲۶۷)
۳۔معرفۃ الرجال (ج۱ص۷۹نمبر۳۲۷)
۴۔الجرح والتعدیل (ج۳ص۲۹۱نمبر۱۳۰۰)
۵۔التاریخ (ج۳ص۱۵۸نمبر۶۷۲)
۶۔تاریخ بغدادی (ج۱۴ص۲۳۶نمبر۷۵۴۵)
۷۔الثقات (ج۸ص۱۳۶)
۸۔البدایہ النہایہ ج۵ص۲۱۱ (ج۵ص۲۳۰حوادث ۱۰ھ)
۹۔التاریخ (ج۳ص۳۷۲نمبر۱۲۹۸)
۱۰۔خلاصۃ الخزرجی ص۱۱۵ (ج۱ص۳۷۰نمبر۲۳۹۴) تقریب التہذیب ص۸۹ (ج۱ص۲۸۸)

۵۴۔ موسیٰ بن مسلم حزامی شیبانی، موسی صغیر، ابن معین و ابن حبان نے ثقہ و معتبر کہا ہے۔ (۱)
۵۵۔ یعقوب بن جعفر بن ابی کثیر انصاری مدنی، موسیٰ بن یعقوب اور محمد بن یحییٰ معتبر مانتے ہیں۔
۵۶۔ عثمان بن سعد بن مرہ قرشی ائمہ حدیث نے روایت کی ہے، ابن حبان معتبر مانتے ہیں۔ (۲)

تیسری صدی

۵۷۔ حافظ حمزہ بن ربیعہ قرشی مدنی، احمد کے نزدیک معتبر ترین آدمی تھے۔ (۳)
۵۸۔ حافظ محمد بن عبداللہ زبیری ابو احمد کوفی، عجلی معتبر مانتے ہیں، سب نے تعریف کی ہے۔ (۴)
۵۹۔ مصعب بن مقدام خثعمی ابو عبداللہ کوفی، ابن معین و دار قطنی و ابو داؤد معتبر مانتے ہیں۔
۶۰۔ حافظ یحییٰ بن آدم بن سلیمان قرشی، ابو زکریا کوفی، ابن معین نسائی و ابن شیبہ معتبر مانتے ہیں۔
۶۱۔ حافظ زید بن حباب ابو حسین خراسانی، ابن مدنی، ابن معین و دار قطنی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔ (۵)
۶۲۔ ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی، شافعیوں کے امام ہیں۔
۶۳۔ حافظ ابو عمرو شبانہ بن سوار فزاری مداینی، ابن معین نے توثیق کی ہے۔ (۶)
۶۴۔ محمد بن خالد نجفی بصری، ابن حبان ثقہ اور ابو حاتم و ابو زرعہ صالح الحدیث کہتے ہیں۔ (۷)
۶۵۔ حافظ خلف بن تمیم کوفی بن شیبہ، ابو حاتم و ابن حبان نے توثیق کی ہے، ابن حجر، صدوق و عابد کہتے ہیں۔ (۸)

۱۔ التاریخ (ج۳ ص۳۳۵ نمبر۱۶۱۵)؛ الثقات (ج۷ ص۴۵۵)۔
۲۔ الثقات (ج۸ ص۴۵۰)
۳۔ العلل و معرفۃ الرجال (ج۲ ص۳۶۶ نمبر۲۶۲۴) ۴۔ تاریخ الثقات (ص۴۰۶ نمبر۱۴۶۹)
۹۔ ذکر اسماء التابعین (ج۲ ص۸۶ نمبر۳۶۳)، الجرح والتعدیل (ج۳ ص۵۶۱ نمبر۲۵۳۸)، الاکمال (ج۲ ص۱۴۳)
۸۔ خلاصۃ الخزرجی ص۱۴۲ (ج۱ ص۴۵۵ نمبر۲۹۹۲)
۷۔ الثقات (ج۹ ص۵۵)؛ الجرح والتعدیل (ج۷ ص۲۴۳ نمبر۲۶۳۶)
۸۔ الجرح والتعدیل (ج۳ ص۳۷۰ نمبر۱۶۸۴)؛ الثقات (ج۸ ص۲۲۸)؛ تقریب التہذیب (ج۱ ص۲۲۵ نمبر۱۳۵ حرف "خ"

۶۶۔ حافظ اسود بن عامر شاذان شامی، ابن مدنی، ابن حجر وغیرہ ان کو معتبر مانتے ہیں۔

۶۷۔ ابوعبداللہ حسین بن حسن اشقر فرازی کوفی، ابن حبان، ذہبی، وحاکم مستند مانتے ہیں۔(۱)

۶۸۔ حافظ حفص بن عبداللہ بن راشد ابوعمرو سلمٰی قاضی نیشاپور، ابن حبان ونسائی معتبر مانتے ہیں۔(۲)

۶۹۔ حافظ عبدالرزاق بن ہمام ابوبکر صنعانی، ذہبی کے مطابق بے شمار لوگوں نے ان کی توثیق کی ہے۔(۳)

۷۰۔ حسن بن عطیہ بن نجیح قرشی کوفی، ابوعلی بزاز، ابوحاتم صدوق کہتے ہیں۔(۴) بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔(۵)

۷۱۔ عبداللہ بن یزید عدوی، نسائی، ابن سعد وابن قانع نے توثیق کی ہے نیز خلیلی اور ابن حبان نے بھی۔(۶)

۷۲۔ حافظ حسین بن محمد بن بہرام ابومحمد تمیمی مروروزی، ابن سعد، ابن قانع وعجلی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔(۷)

۷۳۔ حافظ ابومحمد عبیداللہ بن موسیٰ عیسیٰ کوفی، صاحب مسند ہیں، ابوحاتم، ابن معین اور عجلی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔(۸)

۱۔ الثقات (ج ۸ ص ۱۸۴)؛ تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۱۳۰؛ مستدرک حاکم (ج ۳ ص ۱۴۱ نمبر ۴۶۴۷)

۲۔ الثقات ج ۸ ص ۱۹۹؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۴۷ (ج ۱ ص ۲۳۸ نمبر ۱۵۰۷)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۳۴ (ج ۱ ص ۳۶۴ نمبر ۳۵۷)

۴۔ الجرح والتعدیل (ج ۳ ص ۲۷ نمبر ۱۱۳)

۵۔ التاریخ الکبیر (ج ۱ ص ۳۰۱ نمبر ۲۵۴۱)

۶۔ الطبقات الکبریٰ (ج ۵ ص ۵۰۱)؛ الثقات (ج ۸ ص ۳۴۲)

۷۔ الطبقات الکبریٰ (ج ۷ ص ۳۳۸)

۸۔ الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۳۳۴ نمبر ۱۵۸۲)؛ تاریخ الثقات (ص ۳۱۹ نمبر ۱۰۷۰)

۷۴۔ابوالحسن علی بن قادم خزاعی کوفی ،ابن حبان ،ابن خلفون ،ابن قانع وابوحاتم وغیرہ نے معتبر جانا ہے۔(۱)

۷۵۔محمد بن سلیمان بن ابی داؤد حرانی ،ابوعوانہ وابن حبان نے معتبر تسلیم کیا ہے۔(۲)

۷۶۔عبداللہ بن داؤد بن عامر ہمدانی عرف خریبی ،ابن سعد ،ابن معین ،ابوذرعہ ونسائی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔(۳)

۷۷۔حافظ ابوعبدالرحمٰن علی بن حسن بن دینار عبدی مروزی ،امام بخاری نے ان سے روایت لی ہے احمد ،ابن معین ،ابن ابی شیبہ وابن حبان فاضل ترین اور ثقہ ترین کہتے تھے۔(۴)

۷۸۔حافظ یحییٰ بن حماد شیبانی بصری ،عجلی ،ابوحاتم ،ابن سعد وابن حبان نے توثیق کی ہے۔(۵)

۷۹۔حافظ حجاج بن منہال سلمی ابومحمد انماطی بصری ،عجلی ابن قانع ،ابوحاتم ونسائی نے توثیق کی ہے، فلاس کہتے ہیں کہ ان جیسا محاسن سے آراستہ و دیندار میں نے نہیں دیکھا۔(۶)

۸۰۔حافظ فضل بن دکین ابونعیم کوفی ، بن شیبہ، احمد ،ابوحاتم ،ابن مدنی وعجلی وغیرہ ثقہ، صدوق و ثبت کہتے ہیں۔(۷)

۸۱۔حافظ عفان بن مسلم ابوعثمان صفار انصاری بصری ،عجلی وابوحاتم نے ثقہ، ثبت وصاحب سنت کہا ہے، ابن عدی انھیں اشہر واصدق واوثق کہتے ہیں، ابن معین وابن سعد وابن قانع نے بھی توثیق کی

۱۔الثقات (ج۷ص۲۱۴)؛الجرح والتعدیل (ج۶ص۲۰۱نمبر۱۱۰۷)

۲۔الثقات (ج۹ص۶۹)

۳۔الطبقات الکبریٰ (ج۷ص۲۹۵)؛ذکر اسماء التابعین (ج۱ص۲۰۲نمبر۵۴۲)

۴۔الثقات (ج۸ص۴۶۰)

۵۔تاریخ الثقات (ص۴۷۰نمبر۱۸۰۰)؛الجرح والتعدیل (ج۹ص۱۳۷نمبر۵۸۳)؛ الطبقات الکبریٰ (ج۷ص۳۰۶)؛الثقات (ج۹ص۲۵۷)

۶۔تاریخ الثقات (ص۱۰۹نمبر۲۵۵)

۷۔الجرح والتعدیل (ج۷ص۶۱نمبر۳۵۳)؛تاریخ الثقات (ص۳۸۳نمبر۱۳۵۱)؛الطبقات الکبریٰ ج۶ص۴۰۰؛تاریخ اسماء الثقات ص۲۶۴نمبر۱۰۷۶؛تاریخ بغدادی ج۱۲ص۳۴۶نمبر۶۷۸۷)

ہے۔(۱)

۸۲۔حافظ علی بن عیاش بن مسلم الہانی ،نسائی ،دارقطنی وعجلی نے معتبر تسلیم کیا ہے۔(۲)

۸۳۔حافظ مالک بن اسماعیل بن درہم ابوغسان نہدی کوفی ، ابن معین ابن شیبہ ونسائی نے معتبر جانا ہے۔(۳)

۸۴۔حافظ قاسم بن سلام ابوعبیدی ہروی ،روحانی متقن اور حسن الروایۃ تھے کسی نے طعن نہیں کیا ہے۔(۴)

۸۵۔محمد بن کثیر ابوعبداللہ عبدی بصری ،ابن حبان فاضل وثقہ ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔(۵)

۸۶۔موسیٰ بن اسماعیل منقری بصری ،ابن معین وابن حاتم ثقہ وصدوق کہتے ہیں۔(۶)

۸۷۔قیس بن حفص بن قعقاع ابومحمد بصری ،ابن معین ،دارقطنی وابن حبان نے ثقہ کہا ہے راوی بخاری ہیں۔(۷)

۸۸۔حافظ سعید بن منصور بن شعبہ نسائی ابوعثمان خراسانی ،خزرجی کے بقول بڑے جولانی حافظ تھے،ابوحاتم وابن حجر نے متقن ،ثبت وثقہ کہا ہے۔(۸)

۸۹۔حافظ یحیٰ بن عبدالحمید حمانی ابوزکریا کوفی ،مرہ بن معین ،احمد ابن نمیر وغیرہ ثقہ کہتے ہیں۔(۹)

۱۔(تاریخ الثقات ص۳۳۶ نمبر۱۱۴۵؛ الجرح والتعدیل ج۷ص۳۰ نمبر۱۶۵؛ تہذیب التہذیب ج۷ص۲۰۵؛ الکامل فی ضعفاء الرجال ج۵ص۳۸۴ نمبر۱۵۵۰؛ التاریخ ج۴ص۲۸۵ نمبر۸۸۰۷؛ الطبقات الکبری ج۷ص۲۹۸)

۲۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۳۵۲ (ج۱ص۳۸۴ نمبر۳۸۳)؛ تہذیب التہذیب ج۷ص۳۶۸ (ج۷ص۳۲۲)

۳۔التاریخ (ج۴ص۱۲ نمبر۲۸۸۸)

۴۔وفیات الاعیان ج۱ص۴۵۷ (ج۴ص۶۰ نمبر۵۳۴)

۵۔الثقات (ج۹ص۷۷)

۶۔معرفۃ الرجال (ج۱ص۱۱۹ نمبر۵۸۴)؛ الجرح والتعدیل (ج۸ص۱۳۶ نمبر۶۱۵)

۷۔ذکر اسماء التابعین (ج۱ص۳۰۱ نمبر۸۹۱)؛ الثقات (ج۹ص۱۵)؛ صحیح بخاری (ج۱ص۵۸ حدیث نمبر۱۲۵)

۸۔خلاصۃ الخزرجی ص۱۲۱ (ج۱ص۳۰۱ نمبر۲۵۴۴)؛ تقریب التہذیب ص۹۴ (ج۱ص۳۰۶ نمبر۲۶۳ حرف ''س'')

۹۔التاریخ (ج۳ص۳۰۷ نمبر۱۲۷۳؛ معرفۃ الرجال ج۱ص۱۰۴ نمبر۴۷۰)

۹۰۔ حافظ ابراہیم بن حجاج بن زید ابواسحاق سامی بصری، ابن حبان و ابن حجر نے ثقہ کہا ہے۔(۱)
۹۱۔ حافظ علی بن حکیم بن ذبیان کوفی، ابن معین نسائی وحضرمی و ابن قانع نے معتبر تسلیم کیا ہے۔(۲)
۹۲۔ حافظ خلف بن سالم مہلبی مخزومی بغدادی، نسائی و ابن شیبہ وحمزہ نے ثقہ وصادق کہا ہے۔(۳)
۹۳۔ حافظ علی بن محمد ابوالحسن طنافسی کوفی، ابوحاتم وخلیلی نے عظمت کے اقرار کے ساتھ ثقہ وصدوق کہا ہے۔(۴)

۹۴۔ حافظ ہدبہ بن خالد ابوخالد قیسی بصری، ابن معین و ابن حبان وغیرہ نے ثقہ وصدوق کہا ہے(۵)
۹۵۔ حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابوبکر عیسی کوفی، عجلی، ابوحاتم وخراش نے توثیق کی ہے۔(۶)
۹۶۔ حافظ ابوسعید عبیداللہ بن عمر جشمی قواریری بصری، ابن معین، عجلی ونسائی نے معتبر مانا ہے۔(۷)
۹۷۔ حافظ احمد بن عمر بن حفص جلاب ابوجعفر وکیعی، بن معین و ابن احمد ومحمد بن عبدوس نے معتبر مانا ہے۔(۸)

۹۸۔ حافظ ابراہیم بن منذر بن عبداللہ حزامی، ابواسحاق مدنی، ان کی توثیق ابن معین وغیرہ نے کی ہے۔(۹)

۹۹۔ ابوسعید یحیٰ بن سلیمان کوفی جعفی مقری، دارقطنی، عقیلی و ابن حبان نے توثیق کی ہے۔(۱۰)

۱۔ الثقات (ج ۸ ص ۷۸)؛ تقریب التہذیب ص ۱۲ (ج ۱ ص ۳۳ نمبر ۱۸۶ حرف ''الف'')
۲۔ خلاصۃ الخزرجی (ج ۲ ص ۲۴۷ نمبر ۴۸۷۴)؛ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۱۱ (ج ۷ ص ۲۷۴)
۳۔ س خلاصۃ الخزرجی ص ۹۰ (ج ۱ ص ۲۹۲ نمبر ۱۸۵۴)
۴۔ الجرح والتعدیل (ج ۶ ص ۲۰۲ نمبر ۱۱۱۱)
۵۔ الثقات (ج ۹ ص ۲۴۶)
۶۔ تاریخ الثقات (ص ۲۷۶ نمبر ۸۷۸)؛ الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۱۶۰)
۷۔ تاریخ بغدادی ج ۱۰ ص ۳۲۳، ۳۲۰
۸۔ تاریخ بغدادی ج ۴ ص ۲۸۴
۹۔ ذکر اسماء التابعین (ج ۱ ص ۵۵ نمبر ۲۴)؛ الثقات (ج ۸ ص ۷۳)؛ خطیب بغدادی (ج ۶ ص ۱۷۹ نمبر ۳۲۲۵)
۱۰۔ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۲۷ (ج ۱۱ ص ۱۹۹)؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۳۶۴ (ج ۳ ص ۱۵۰ نمبر ۷۹۶۶)

۱۰۰۔ حافظ بن راہویہ اسحاق بن ابراہیم حنظلی مروزی، اکثر نے توثیق کی ہے احمد بزرگ پیشوا کہتے تھے۔ (۱)

۱۰۱۔ حافظ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ، صاحب مسند، ابن معین وعجلی کے ساتھ اکثر نے توثیق کی ہے (۲)

۱۰۲۔ حافظ قتیبہ بن سعید بن جمیل بغلانی ابورجاء ثقفی، ان سے ائمہ خمسہ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابوعیسیٰ، ابوعبدالرحمن نے روایت لی ہے، سمعانی کہتے تھے کہ وہ محدث عصر تھے۔ (۳)، ابن معین، نسائی وذہبی نے توثیق کی ہے۔ (۴)

۱۰۳۔ امام حنابلہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی نے اپنی مسند میں متعدد طرق سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

۱۰۴۔ حافظ یعقوب بن حمید بن کاسب ابویوسف مدنی، ابن معین، معصب اور ابومسلم کے ساتھ ابن حبان اور بخاری نے معتبر وصدوق کہا ہے۔ (۵)

۱۰۵۔ حافظ حسن بن حماد بن کسیب ابوعلی سجادہ، احمد، ابن حبان، صاحب سنت اور ثقہ کہتے تھے۔ (۶)

۱۰۶۔ حافظ ہارون بن عبداللہ بن مروان ابوموسیٰ بزاز، دارقطنی ونسائی وذہبی نے توثیق کی ہے (۷)

۱۰۷۔ ابوعمار حسین بن حریث مروزی، ابن حجر نے ان کو ثقہ مانا ہے۔ (۸)

۱۰۸۔ ہلال بن بشر بن محبوب ابوالحسن بصری احدب، نسائی وابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ (۹)

۱۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۲۳ (ج ۱ ص ۶۸ نمبر ۳۶۸)

۲۔ تاریخ بغدادی ج ۱۱ ص ۲۸۸، ۲۸۳؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۳۰ (ج ۲ ص ۴۴۴ نمبر ۴۵۰)

۳۔ الانساب (ج ۱ ص ۳۷۶)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۳۳ (ج ۲ ص ۴۴۶ نمبر ۴۵۳)

۵۔ الثقات (ج ۹ ص ۲۸۵)

۶۔ الثقات (ج ۸ ص ۱۷۵)؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۶۶ (ج ۱ ص ۲۱۱ نمبر ۱۳۳۴)

۷۔ ذکر اسماء التابعین (ج ۲ ص ۲۶۵ نمبر ۱۳۳۵)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۲ (ج ۲ ص ۴۷۸ نمبر ۴۹۱)

۸۔ تقریب التہذیب ص ۵۷ (ج ۱ ص ۱۷۵ نمبر ۳۵۲ حرف ''ح'')

۹۔ الثقات (ج ۹ ص ۲۴۸)

۱۰۹۔ابوالجوزاء احمد بن عثمان بصری، ابو حاتم و ابن ابی عاصم و بزاز و ابن حبان نے ثقہ و مامون کہا ہے۔(۱)

۱۱۰۔حافظ محمد بن علاء ہمدانی ابو کریب کوفی، ذہبی نے ثقہ کہا ہے۔(۲)

۱۱۱۔یوسف بن عیسیٰ بن دینار زہری ابو یعقوب مروزی، رجال کی کتابوں میں ان کو ثقہ و فاضل کہا گیا ہے۔(۳)

۱۱۲۔نصر بن علی بن نصر ابو عمرو جہضمی، ابو حاتم، نسائی و ابن خراش نے توثیق کی ہے۔(۴)

۱۱۳۔حافظ بن محمد بشافر معروف بہ بندار ابو بکر عبدی بصری، ائمۂ ستہ نے ان سے روایت لی ہے، عجلی وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔(۵)

۱۱۴۔حافظ یوسف بن موسیٰ عنزی، خطیب نے بڑی ستائش کی ہے تمام محدثین نے ان سے روایت لی ہے۔(۶)

۱۱۵۔حافظ محمد بن مثنی ابو موسیٰ ابو یعقوب قطان کوفی، اکثر ائمہ نے ان کی ستائش کی ہے، بخاری نے ان کی حدیث سے احتجاج کیا ہے۔(۷)

۱۱۶۔حافظ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری صحیح بخاری کے مؤلف۔(۸)

۱۱۷۔حافظ محمد بن عبدالرحیم ابو یحییٰ بغدادی بزاز بن احمد و نسائی و احمد و بن صاعد نے ثقہ کہا ہے متقن و عالم و حافظ تھے۔(۹)

۱۔الجرح والتعدیل (ج ۲ ص ۶۳ نمبر ۱۰۴)

۲۔تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۸۰ (ج ۲ ص ۴۹۷ نمبر ۵۱۲)

۳۔تقریب التھذیب (ج ۲ ص ۳۸۲ نمبر ۴۴۶ حرف "ی")؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۳۷۸ (ج ۳ ص ۱۸۹ نمبر ۸۲۹۰)

۴۔الجرح والتعدیل (ج ۸ ص ۴۶۶ نمبر ۲۱۳۶)

۵۔تاریخ الثقات (ص ۴۰۱ نمبر ۱۴۳۵)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۳ (ج ۲ ص ۵۱۱ نمبر ۵۲۶)

۶۔تاریخ بغداد (ج ۳ ص ۲۸۶، ۲۸۳)

۷۔تاریخ بغداد (ج ۱۴ ص ۳۴)

۸۔التاریخ الکبیر ج ۱ ص قسم ۱ ص ۳۷۵

۹۔تاریخ بغداد (ج ۲ ص ۳۶۳ نمبر ۸۷۳)

۱۱۸۔محمد بن عبداللہ عدوی مقری، بن حاتم، نسائی وخلیلی وغیرہ ثقہ وصدوق کہتے تھے۔(۱)

۱۱۹۔حافظ حسن بن عرفہ بن یزید ابوعلی عبدی بغدادی، ابن معین وابوحاتم بن قاسم وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔(۲)

۱۲۰۔حافظ عبداللہ بن سعید کندی کوفی، ذہبی، ابوحاتم وغیرہ نے ستائش کی ہے اور ثقہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔(۳)

۱۲۱۔حافظ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ نیشاپوری، ذہبی، وخطیب نے توثیق کے ساتھ بڑی ستائش کی ہے۔(۴)

۱۲۲۔حافظ حجاج بن یوسف ثقفی بغدادی ابومحمد معروف بہ ابن شاعر، سمعانی وذہبی وخطیب نے ثقہ وفہم وحفظ کا اقرار کیا ہے۔(۵)

۱۲۳۔احمد بن عثمان بن حکیم ابوعبداللہ اودی، نسائی وابن خراش وغیرہ نے توثیق کی ہے۔(۶)

۱۲۴۔حافظ عمر بن شبہ نمیری ابوزید بصری دارقطنی وخطیب وغیرہ نے ثقہ وصدوق کہا ہے۔(۷)

۱۲۵۔حافظ حمدان احمد بن یوسف بن حاتم سلمی ابوالحسن نیشاپوری، مسلم خلیل ودارقطنی نے توثیق کی ہے۔(۸)

۱۔الجرح والتعدیل (ج ۷ص ۳۰۷ نمبر ۱۶۶۸)؛ تہذیب التہذیب ج ۹ص ۲۸۴ (ج ۹ص ۲۵۲)

۲۔تاریخ بغدادی ج ۷ص ۳۹۴؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۶۷؛ تہذیب التہذیب ج ۲ص ۲۳۹

۳۔تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۸۴ (ج ۲ص ۵۰۲ نمبر ۵۱۷)؛ الجرح والتعدیل (ج ۵ص ۷۳ نمبر ۳۳۲)؛ تہذیب التہذیب (ج ۵ص ۲۰۸)

۴۔تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۱۱۱ (ج ۲ص ۵۳۰ نمبر ۵۴۹)؛ خطیب بغدادی ج ۳ص ۴۱۵

۵۔الانساب (ج ۳ص ۳۷۸)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۱۲۹ (ج ۲ص ۵۴۹ نمبر ۵۶۹)؛ تاریخ بغدادی ج ۸ص ۲۴۰

۶۔تاریخ بغدادی ج ۴ص ۲۹۶

۷۔تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۹۸ (ج ۲ص ۵۱۶ نمبر ۵۳۳)؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۲۴۰ (ج ۲ص ۲۷۱ نمبر ۵۱۸۱)؛ تاریخ بغدادی ج ۱۱ ص ۲۰۸

۸۔خلاصۃ الخزرجی ص ۱۲ (ج ۱ص ۳۶ نمبر ۱۵۰) تہذیب التہذیب ج ۱ص ۹۲ (ج ۱ص ۷۹)

۱۲۶۔ حافظ عبید اللہ بن کریم بن یزید ابوزرعہ مخزومی، ابوحاتم، نسائی، اور خطیب نے حفظ وصداقت وثقہ کا اقرار کیا ہے۔ (۱)

۱۲۷۔ حافظ احمد بن منصور بن سیار ابوبکر بغدادی، صاحب مسند، ابوحاتم، دارقطنی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔ (۲)

۱۲۸۔ حافظ اسماعیل بن عبداللہ بن مسعود عبدی ابوبشر اصفہانی، ابوالشیخ، ابونعیم حافظ، متقن وصدوق کہتے تھے۔ (۳)

۱۲۹۔ حافظ حسن بن علی بن عفان عامری ابومحمد کوفی، دارقطنی وابن حبان وغیرہ نے ثقہ کہا ہے ابن ماجہ کے شیخ تھے۔ (۴)

۱۳۰۔ حافظ محمد بن عوف بن سفیان ابوجعفر طائی حمصی، ذہبی کے مطابق اکثر لوگوں نے ان کی توثیق وتعریف کی ہے۔ (۵)

۱۳۱۔ حافظ سلیمان بن سیف بن یحیٰ طائی ابوداؤد حرانی، نسائی وابن حبان وغیرہ نے توثیق کی ہے (۶)

۱۳۲۔ حافظ بن یزید قزوینی، ابن ماجہ صاحب السنن، بہت سے لوگوں نے ثقہ ومعرفت وحفظ کی تعریف کی ہے۔ (۷)

۱۳۳۔ ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری، خطیب وابن خلکان نے ثقہ، متدین وفاضل کہا ہے (۸)

۱۔ تاریخ بغدادی ج ۱۰ ص ۳۳۷، ۳۲۶

۲۔ تاریخ بغدادی ج ۵ ص ۱۵۳، ۱۵۱؛ تہذیب التہذیب (ج ا ص ۷۲)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۴۵ (ج ۲ ص ۵۶۶ نمبر ۵۹۱)

۴۔ الثقات (ج ۸ ص ۱۸۱)؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۶۸ (ج ا ص ۲۱۶ نمبر ۱۳۶۲) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۲ ص ۲۶۱)

۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۹ (ج ۲ ص ۵۸۱ نمبر ۶۰۶)

۶۔ الثقات (ج ۸ ص ۲۸۱)

۷۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰۹ (ج ۲ ص ۶۳۶ نمبر ۶۵۹)

۸۔ تاریخ بغدادی ج ۱۰ ص ۱۷۰؛ وفیات الاعیان (ج ۳ ص ۴۲ نمبر ۳۲۸)

۱۳۴۔ حافظ عبد الملک بن محمد ابو قلابہ رقاشی، محدث بصرہ تھے ابو داؤد، امین مامون کہتے اکثر نے ستائش کی ہے۔(۱)

۱۳۵۔ حافظ احمد بن حازم غفاری کوفی ابن عزیزہ صاحب مسند، ابن حبان وذہبی نے بڑی ستائش و توثیق کی ہے۔(۲)

۱۳۶۔ حافظ محمد بن عیسیٰ ابو عیسیٰ ترمذی، صحاح ستہ کے علماء میں سے ایک اور توثیق سے بے نیاز ہیں۔

۱۳۷۔ حافظ احمد یحییٰ بلاذری، تمام مسلمانوں نے ان کی کتابوں پر اعتماد کیا ہے۔

۱۳۸۔ حافظ ابراہیم بن حسین کسائی ابو اسحاق دیزیل، ذہبی وحاکم نے ثقہ و مامون کہا ہے۔(۳)

۱۳۹۔ حافظ احمد بن عمرو ابو بکر شیبانی ابن ابی عاصم، ذہبی نے ان کے زہد وصدق وتفقہ کی تعریف کی ہے۔(۴)

۱۴۰۔ حافظ زکریا بن یحییٰ بن ایاس ابو عبد الرحمٰن سجزی خیاط، نسائی، ازدی وذہبی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔(۵)

۱۴۱۔ حافظ عبد اللہ بن احمد بن حنبل شیبانی، خطیب وذہبی نے ثقہ وثبت ہونے کی نشان دہی کی ہے معرفت رجال میں طاق تھے۔(۶)

۱۴۲۔ حافظ احمد بن عمرو ابو بکر بزاز بصری صاحب مسند خطیب وذہبی نے ثقہ وحافظ کہا ہے۔(۷)

۱۴۳۔ حافظ ابراہیم بن عبد اللہ بن مسلم صاحب السنن، ذہبی ودار قطنی نے ثقہ وعالم بالحدیث کہا

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۹۷ (ج ۲ ص ۵۸۰ نمبر ۶۰۴)؛ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۲۰ (ج ۶ ص ۳۷۱)

۲۔ الثقات (ج ۸ ص ۴۴)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۱ (ج ۲ ص ۵۹۴ نمبر ۶۱۷)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۸۳ (ج ۲ ص ۶۰۸ نمبر ۶۳۳)

۴، ۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۱۴ (ج ۲ ص ۶۴۰ نمبر ۶۶۳)

۶۔ تاریخ بغداد ی ج ۹ ص ۳۷۵؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳۷ (ج ۲ ص ۶۶۵ نمبر ۶۸۵)

۷۔ تاریخ بغدادی ج ۴ ص ۳۳۴؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۲۸ (ج ۲ ص ۶۵۳ نمبر ۶۷۵)

ہے۔(۱)

۱۴۴۔حافظ صالح بن عمرو بغدادی ملقب بہ جرزہ، خطیب وذہبی نے حافظ، عارف، ثقہ وصدوق کہا ہے۔(۲)

۱۴۵۔حافظ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، حافظ، صالح، حاکم وذہبی نے توثیق کی ہے۔(۳)

۱۴۶۔قاضی علی بن محمد مصیصی نسائی کے شیخ تھے، خلاصہ خزرجی وتقریب کے مطابق ثقہ تھے۔(۴)

۱۴۷۔ابراہیم بن یونس بن محمد مودب بغدادی، ابن حبان، ونسائی وغیرہ نے ثقہ وصدوق کہا ہے(۵)

۱۴۸۔ابو ہریرہ بن محمد بن ایوب واسطی، ابوحاتم، ابن حبان وحاکم نے ثقہ اور ستائش کی ہے۔(۶)

چوتھی صدی

۱۴۹۔حافظ عبداللہ بن صغر بن نصر ابوالعباس سکری، خطیب ودارقطنی نے ثقہ وصدوق کہا ہے۔(۷)

۱۵۰۔حافظ ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی صاحب السنن، دارقطنی وطحاوی وغیرہ نے ثقہ و اصدق وحافظ کہا ہے۔(۸)

۱۵۱۔حافظ حسن بن سفیان بن عامر ابوالعباس بالوذی صاحب مسند کبیر، سمعانی، سبکی وحاکم وغیرہ

۱۔تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۱۹۵(ج۲ص۶۲۰(ج۲ص۶۲۰نمبر۶۴۷)

۲۔تاریخ بغدادی ج۹ص۳۲۲؛ تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۲۱۵(ج۲ص۶۴۱نمبر۶۶۴)

۳۔تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۲۳۳(ج۲ص۶۶۱نمبر۶۸۱)

۴۔خلاصۃ الخزرجی ص۱۳۵(ج۲ص۲۵۶نمبر۵۰۴۶)؛ تقریب التہذیب(ج۲ص۴۴نمبر۴۰۸حرف ''ع''؛ تہذیب التہذیب ج۷ص۳۳۳)

۵۔الثقات(ج۸ص۸۲) تقریب التہذیب(ج۱ص۴۷نمبر۳۰۸حرف''الف'')

۶۔الجرح والتعدیل(ج۷ص۱۹۷نمبر۱۱۱۳)؛ الثقات(ج۹ص۱۱۴)

۷۔تاریخ بغدادی ج۹ص۴۸۳

۸۔تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۲۶۸(ج۲ص۶۹۸نمبر۷۱۹)؛ طبقات الشافعیہ ج۲ص۲۱۰(ج۳ص۲۶۳نمبر۱۷۰)

نے فقیہ وموثق وحافظ کہا ہے۔(۱)

۱۵۲۔حافظ احمد بن علی ابویعلی موسلی ساحب مسند کبیر، ابن حبان، حاکم، ذہبی وابن کثیر نے توثیق وستائش کی ہے۔(۲)

۱۵۳۔حافظ محمد بن جریر طبری، صاحب تفسیر وتاریخ، خطیب وذہبی وغیرہ نے بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۳)

۱۵۴۔ابوجعفر احمد بن محمد ضبی احول

۱۵۵۔حافظ احمد بن جمعہ بن خلف قہستان صاحب مسند کبیر، خطیب ذہبی وابوعلی نے توثیق وستائش کی ہے۔(۴)

۱۵۶۔حافظ عبداللہ ابن محمد بغوی، خطیب وابن ہارون کے نزدیک تفسیر سے بھی بلند تھے۔(۵)

۱۵۷۔ابوبشر احمد بن احمد دولابی، ابن خلکان کے مطابق معتمد علیہ تھے۔(۶)

۱۵۸۔ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن احمد بزاز ابن نیری، خطیب نے توثیق کی ہے۔(۷)

۱۵۹۔حافظ ابوجعفر احمد بن محمد ازدی طحاوی، شیخ فقہ اور مصر کے رفیق دینی تھے، ثقہ، فقیہ وعالم تھے(۸)

۱۶۰۔ابواسحاق ابراہیم بن عبدالصمد بن موسیٰ ہاشمی، خطیب نے بھی ستائش کی ہے۔(۹)

۱۔الانساب (ج۱ص۲۷۰)؛ طبقات الشافعیہ ج۲ص۲۱۰ (ج۳ص۲۶۳نمبر۱۷۰)

۲۔الثقات (ج۸ص۵۵)؛ تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۲۷۴ (ج۲ص۷۰۷نمبر۷۲۶)؛ البدایۃ والنھایۃ ج۱۱ص۱۳۰ (ج۱۱ص۱۴۹ حوادث ۳۰۷ھ)

۳۔تاریخ بغدادی ج۲ص۱۶۹، ۱۶۲؛ تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۲۸۳، ۲۷۷ (ج۲ص۷۱۰نمبر۷۲۸)

۴۔تاریخ بغدادی ج۲ص۱۶۹؛ تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۳۲۸ (ج۲ص۷۶۶نمبر۷۶۷)

۵۔تاریخ بغدادی ج۱۰ص۱۱۷، ۱۱۱)

۶۔وفیات الاعیان ج۲ص۸۵ (ج۴ص۳۵۲نمبر۶۴۶)

۷۔تاریخ بغدادی ج۴ص۲۲۶

۸۔البدایۃ النھایۃ ج۱۱ص۱۷۴ (ج۱۱ص۱۹۸حوادث ۳۲۱ھ)؛ تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۳۰ (ج۳ص۸۰۸نمبر۷۰۷)

۹۔تاریخ بغدادی ج۶ص۱۳۷

۱۶۱۔ حافظ حکیم محمد بن علی ترمذی صوفی شافعی، ابونعیم نے توثیق وستائش کی ہے۔(۱)

۱۶۲۔ حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس تمیمی حنظلی رازی، ذہبی وسبکی نے توثیق وستائش سے نوازا ہے۔(۲)

۱۶۳۔ ابوعمر احمد بن عبدربہ قرطبی، ابن خلکان نے بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۳)

۱۶۴۔ فقیہ ابوعبداللہ حسین بن اسماعیل بن سعید محاملی جنی، سمعانی کے نزدیک فاضل، صادق، متدین ثقہ وصدوق تھے۔(۴)

۱۶۵۔ ابونصر حبشون بن موسیٰ بن ایوب خلال، دارقطنی وخطیب نے توثیق وستائش کی ہے۔(۵)

۱۶۶۔ حافظ ابوالعباس احمد بن عقدہ، انھوں نے حدیث غدیر پر مستقل کتاب لکھی ہے۔(۶)

۱۶۷۔ ابوعبداللہ محمد بن علی بن خلف عطار کوفی، خطیب نے ثقہ و مامون و دانش مند ہونے کی گواہی نقل کی ہے۔(۷)

۱۶۸۔ حافظ ہیثم بن کلیب ابوسعید شاسی صاحب مسند کبیر، ذہبی نے توثیق کی ہے۔(۸)

۱۶۹۔ حافظ محمد بن صالح بن ہانی ابوجعفر وراق، ابن کثیر وسبکی نے ثقہ وزاہد ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۹)

۱۷۰۔ حافظ ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف شیبانی صاحب مسند کبیر، ذہبی وحاکم وغیرہ نے

۱۔ حلیۃ الاولیاء (ج ۱۰ص ۲۳۳ نمبر ۵۷۲)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ص ۴۸ (ج ۳ص ۸۲۹ نمبر ۸۱۲) طبقات الشافعیہ ج ۲ص ۲۳۷ (ج ۳ص ۳۲۴ نمبر ۲۰۷)

۳۔ وفیات الاعیان ج ۱ص ۳۴ (ج ۱ص ۱۱۰ نمبر ۴۶)

۴۔ الانساب (ج ۵ص ۲۰۸)

۵۔ تاریخ بغدادی ج ۸ص ۲۹۰

۶۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ص ۸۳۹ نمبر ۸۲۰؛ لسان المیزان ج ۱ص ۲۸۷ نمبر ۸۱۸)

۷۔ تاریخ بغدادی ج ۳ص ۵۷

۸۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ص ۶۶ (ج ۳ص ۸۴۸ نمبر ۸۲۷)

۹۔ البدایۃ النھایۃ ج ۱۱ص ۲۲۵ (ج ۱۱ص ۲۵۵ حوادث ۳۴۰ھ)؛ طبقات الشافعیہ ج ۲ص ۱۶۴ (ج ۳ص ۱۷۴ نمبر ۱۴۰)

ستائش کی ہے۔(۱)

۱۷۱۔حافظ یحیٰ بن محمد بن عبداللہ ابوزکریا عنبری بغیانی، سمعانی، سبکی اور حاکم وغیرہ نے ثقہ وستائش سے نوازا ہے۔(۲)

۱۷۲۔مسعودی علی حسین بغدادی مصری، سبکی نے ان کے مفتی وعلامہ ہونے کی نشاندہی کی ہے(۳)

۱۷۳۔ابوالحسین محمد بن احمد بن تمیم خیاط قنطری، خطیب نے ان کے حالات لکھے ہیں۔(۴)

۱۷۴۔حافظ جعفر بن محمد بن نصیر ابومحمد خواص، خلدی، خطیب نے ثقہ، صادق، متدین و فاضل کہا ہے۔(۵)

۱۷۵۔ابوجعفر محمد بن علی شیبانی کوفی، حاکم وذہبی نے ان کی توثیق کی ہے۔(۶)

۱۷۶۔حافظ دعلج بن احمد بن دعلج عبدالرحمٰن، خطیب ودارقطنی نے ثقہ، اصح اور مامون کہا ہے(۷)

۱۷۷۔ابوبکر محمد بن حسن بن محمد نقاش موصلی، ابن کثیر صالح وعابد شب زندہ دار کہتے ہیں۔(۸)

۱۷۸۔حافظ محمد بن عبداللہ شافعی بزاز، خطیب، دارقطنی وذہبی وغیرہ نے ثقہ ومامون کہا ہے۔(۹)

۱۷۹۔حافظ ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد تمیمی بستی، بقول ذہبی دین کے فقیہ وحافظ تھے، خطیب و حاکم، دانش مندترین کہتے تھے۔(۱۰)

۱۔تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۸۲(ج۳ص۸۶۴نمبر۸۳۶)

۲۔الانساب (ج۱ص۳۷۷)؛ طبقات الشافعیہ ج۲ص۳۲۱(ج۳ص۴۸۵نمبر۲۴۳)

۳۔طبقات الشافعیہ ج۲ص۳۰۷(ج۳ص۴۵۶نمبر۲۲۵)

۴۔تاریخ بغدادی ج۱ص۲۸۳

۵۔تاریخ بغدادی ج۷ص۲۳۱، ۲۲۶

۶۔(المستدرک علی الصحیحین نیز تلخیص مستدرک ج۳ص۱۶۸اح نمبر۴۷۳۳)

۷۔تاریخ بغدادی ج۸ص۳۹۲، ۳۸۷ ۸۔البدایہ والنھایہ ج۱۱ص۲۴۲

۹۔تاریخ بغدادی ج۵ص۴۵۶؛ تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۹۶(ج۳ص۸۸۰نمبر۸۴۹)؛ البدایہ النھایہ ج۱۱ص۲۶۰(ج۱۱ص۲۹۴)

۱۰۔تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۱۳۳(ج۳ص۹۲۰نمبر۸۷۹)

۱۸۰۔ حافظ سلیمان بن احمد بن ایوب لخمی ابوالقاسم طبرانی، ذہبی کے ساتھ اکثر علماء نے صدق وثقہ ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۱)

۱۸۱۔ احمد بن جعفر بن محمد بن سلمہ ابوبکر حنبلی، صاحب مسند کبیر، ابن کثیر انھیں معتبر جانتے ہیں۔(۲)

۱۸۲۔ ابوبکر احمد بن جعفر حمدان بن مالک قطیعی، خطیب و برقانی نے صدوق وثقہ کہا ہے۔(۳)

۱۸۳۔ ابو یعلی زبیر بن عبداللہ بن موسیٰ بن یوسف بغدادی توزی، خطیب و ابن اثیر نے بڑی ستائش کی ہے۔(۴)

۱۸۴۔ ابو یعلیٰ ابوبکر محمد بن احمد بن بالویہ نیشاپوری المعدل، خطیب و حاکم و برقانی نے توثیق کی ہے۔(۵)

۱۸۵۔ حافظ علی بن عمر بن احمد دار قطنی، اکثر نے ستائش کی ہے فرید عصر و امام وقت تھے اور تمام محاسن سے آراستہ تھے۔(۶)

۱۸۶۔ حافظ حسن بن ابراہیم بن الحسین ابومحمد مصری ابن زولاق، ابن خلکان و ابن کثیر نے ستائش کی ہے۔(۷)

۱۸۷۔ حافظ ابن بطہ، عبیداللہ بن محمد عکبری، سمعانی نے ان کی بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۸)

۱۸۸۔ حافظ مخلص ذہبی، محمد بن عبدالرحمن بن عباس، ابن کثیر و محب طبری وغیرہ نے بہت ستائش کی

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۳۱، ۲۶ (ج۳ ص۹۱۲ نمبر ۸۷۵)

۲۔ البدایہ والنھایہ ج۱۱ ص۲۸۳ (ج۱۱ ص۳۲۱ حوادث ۳۶۵ھ)

۳۔ تاریخ بغدادی ج۴ ص۷۴

۴۔ تاریخ بغدادی ج۸ ص؛ الکامل فی التاریخ ج۹ ص۴ (ج۵ ص۴۴ حوادث ۳۷۰ھ)

۵۔ تاریخ بغدادی ج۱ ص۲۸۲؛ المستدرک علی الصحیحین (ج۳ ص۱۴۶ ح نمبر ۴۶۶۱)

۶۔ تاریخ بغدادی ج۱۲ ص۳۴

۷۔ وفیات الاعیان ج۱ ص۱۴۶ (ج۲ ص۹۱ نمبر ۱۶۷)؛ البدایہ والنھایہ ج۱۱ ص۳۲۱ (ج۱۱ ص۳۶۸)

۸۔ الانساب (ج۱ ص۳۶۸)

ہے۔(۱)

۱۸۹۔حافظ احمد بن سمعل فقیہ بخاری، حاکم کے شیخ تھے ذہبی نے بھی بہت تعریف کی ہے۔(۲)

۱۹۰۔عباس بن علی بن عباس نسائی، خطیب نے حالات لکھ کر بہت ستائش کی ہے۔(۳)

۱۹۱۔یحیٰ محمد اخباری ابوعمر بغدادی، خطیب نے بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۴)

پانچویں صدی

۱۹۲۔قاضی ابوبکر باقلانی زبردست متکلم تھے، خطیب نے بہت ستائش کی ہے۔(۵)

۱۹۳۔ابن بیع نیشاپوری، محمد بن عبداللہ حاکم جنیٰ صاحب مستدرک، خطیب وذہبی نے توثیق کی ہے۔(۶)

۱۹۴۔احمد بن محمد بن موسیٰ بن قاسم بن صلت بغدادی خطیب نے بہت ستائش کی ہے۔(۷)

۱۹۵۔حافظ عبدالملک بن ابی عثمان، خرکوشی، ذہبی وحاکم نے محاسن کی تعریف کی ہے۔(۸)

۱۹۶۔حافظ محمد بن احمد بن محمد بن سہل ابن ابی الفوارس صاحب تصانیف کثیرہ تھے، خطیب نے توثیق کی ہے۔(۹)

۱۹۷۔حافظ احمد بن عبدالرحمٰن بن احمد ابوبکر فارسی، ذہبی نے انھیں حافظ جولان صدوق وثقہ کہا ہے۔(۱۰)

۱۔البدایہ والنھایہ ج۱۱ص۳۳۳(ج۱۱ص۳۸۲)

۲۔المستدرک علی الصحیحین (نیز تلخیص مستدرک ج۳ص۱۳۳ح نمبر۴۶۲۳)

۳۔تاریخ بغدادی ج۱۲ص۱۵۴

۴۔تاریخ بغدادی ج۱۴ص۲۳۶

۵۔تاریخ بغدادی ج۵ص۳۷۹

۶۔تاریخ بغدادی ج۵ص۴۷۳؛ تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۲۴۲(ج۳ص۱۰۳۹نمبر۹۶۲)

۷۔تاریخ بغدادی ج۵ص۹۵

۸۔العبر فی خبر من غبر (ج۲ص۲۱۴حوادث ۴۰۷)

۹۔تاریخ بغدادی ج۱ص۳۵۲

۱۰۔تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۲۶۷(ج۳ص۱۰۶۵نمبر۹۷۵)

۱۹۸۔حافظ احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصبہانی، حافظ ثبت تھے، علامہ تھے، ذہبی نے توثیق کی ہے(۱)

۱۹۹۔ابو علی مسکویہ احمد بن محمد بن یعقوب، ابو حیان ابن شاکر وغیرہ نے بہت ستائش کی ہے۔(۲)

۲۰۰۔قاضی بن سماک احمد بن حسین بن احمد، عظیم متکلم و واعظ تھے، خطیب نے بہت ستائش کی ہے(۳)

۲۰۱۔ابو اسحاق ثعلبی نیشاپوری، عظیم مفسر اور یگانہ روزگار تھے، ابن خلکان نے ستائش کی ہے۔(۴)

۲۰۲۔ابو محمد عبداللہ بن علی بن بشران، خطیب نے صحیح الحدیث کہا ہے اور ستائش کی ہے۔(۵)

۲۰۳۔ابو منصور عبدالملک بن محمد بن اسماعیل ثعالبی نیشابوری، امام لغت تھے، ابن کثیر و خلکان نے ستائش کی ہے۔(۶)

۲۰۴۔حافظ احمد بن عبداللہ ابو نعیم اصفہانی عظیم محدث و حافظ تھے ذہبی و ابن خلکان نے ستائش کی ہے۔(۷)

۲۰۵۔ابو علی حسن بن علی بن محمد تیمی، ابن مذہب، خطیب، ابن کثیر و ابن جوزی نے بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۸)

۲۰۶۔حافظ اسماعیل بن علی بن حسین بن سمان، ابن عساکر نے بڑی ستائش کی ہے حافظ و محدث تھے۔(۹)

۱۔تذکرۃ الحفاظ ج ۳ص ۲۵۲ (ج ۳ص ۱۰۱۵۰ نمبر ۹۶۵)

۲۔الامتاع ج ۱ص ۳۵؛ الوافی بالوفیات ج ۲ص ۲۶۹ (ج ۸ص ۱۰۹ نمبر ۳۵۲۵)؛ معجم الادباء ج ۵ص ۵،۱۹

۳۔تاریخ بغدادی ج ۴ص ۱۱۰

۴۔وفیات الاعیان ج ۱ص ۲۲ (ج ۱ص ۷۹ نمبر ۳۱)

۵۔تاریخ بغدادی ج ۱۰ص ۱۴

۶۔البدایۃ والنھایۃ ج ۱۲ص ۴۴؛ وفیات الاعیان ج ۱ص ۳۱۵ (ج ۳ص ۱۷۸ نمبر ۳۸۱)

۷۔تذکرۃ الحفاظ ج ۳ص ۲۹۲ (ج ۳ص ۱۰۹۲ نمبر ۹۹۳)؛ وفیات الاعیان ج ۱ص ۲۷ (ج ۱ص ۹۱ نمبر ۳۳)

۸۔تاریخ بغدادی ج ۷ص ۳۹۰؛ البدایۃ والنھایۃ ج ۱۲ص ۹۴ (ج ۱۲ص ۸۰ حوادث ۴۴۴)

۹۔تاریخ مدینہ دمشق ج ۳ص ۳۵ (ج ۲ص ۸۶۴؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۴ص ۳۶۸)

۲۰۷۔حافظ احمد بن حسین بن علی ابوبکر بیہقی، سبکی نے فقیہ جلیل، زاہد و متورع اور حدیث کا امام کہا ہے(۱)

۲۰۸۔حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر، صاحب استیعاب، ذہبی و ابوالولید وغیرہ نے بڑی ستائش کی ہے۔(۲)

۲۰۹۔حافظ احمد بن علی خطیب بغدادی، ابن اثیر، سبکی و ابن عساکر توثیق و ستائش کرتے ہیں (۳)

۲۱۰۔مفسر کبیر ابوالحسن بن احمد بن محمد واحدی، ابن خلکان وغیرہ نے بہت ستائش کی ہے۔(۴)

۲۱۱۔حافظ مسعود بن ناصر سجستانی، ذہبی و ابن کثیر ثقہ و معتبر کہتے ہیں۔(۵)

۲۱۲۔ابوالحسن علی بن محمد، ابن مغازلی، بلند پایہ عالم تھے صاحب مناقب ہیں۔

۲۱۳۔ابوالحسن علی بن حسن بن حسین قاضی قلعی، سبکی نے عظیم فقیہ و صاحب تصانیف کثیرہ ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۶)

۲۱۴۔حافظ عبیداللہ بن عبداللہ بن احمد حاکم نیشاپوری حسکانی، ذہبی نے بڑی ستائش کی ہے(۷)

۲۱۵۔ابومحمد احمد بن محمد بن علی عاصمی بلند پایہ مفسر و محدث تھے، متہم بالتشیع بھی تھے۔

چھٹی صدی

۲۱۶۔حجۃ الاسلام ابوحامد محمد بن محمد غزالی، ان کے اکثر حالات محققین نے لکھے ہیں اور مدح سرائی

۱۔طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۳ (ج ۴ ص ۸ نمبر ۲۵۰)

۲۔تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۲۴ (ج ۳ ص ۱۱۲۸ نمبر ۱۰۱۳)

۳۔الکامل فی التاریخ ج ۱۰ ص ۲۶ (ج ۶ ص ۲۴۹ حوادث ۴۶۳)؛ طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱۶، ۱۲ (ج ۴ ص ۲۹ نمبر ۲۵۸)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۱ ص ۳۹۸ (ج ۲ ص ۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۷۳)

۴۔وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۶۱ (ج ۳ ص ۳۰۳ نمبر ۴۳۸)

۵۔تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۶ (ج ۴ ص ۱۶ نمبر ۱۰۴۰)؛ البدایہ النہایہ ج ۱۲ ص ۱۲۷ (ج ۱۲ ص ۱۵۵ حوادث ۴۷۷)

۶۔طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۲۹۶ (ج ۵ ص ۲۵۳ نمبر ۴۹۹)

۷۔تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۹۰ (ج ۳ ص ۱۲۰۰ نمبر ۱۰۳۲)

کی ہے۔(۱)

۲۱۷۔ حافظ ابوالغنائم محمد بن علی نرسی، محدث کوفہ تھے، ذہبی نے حافظ وفقیہ ومتقن کہا ہے۔(۲)

۲۱۸۔ حافظ ابن مندہ یحییٰ بن عبدالوہاب اصفہانی، ابن خلکان انھیں محدث، ثقہ، حافظ اور صدوق کہتے ہیں۔(۳)

۲۱۹۔ حافظ حسین بن مسعود ابومحمد فرا القوی، ذہبی انھیں مجتہد لسنۃ اور یگانۂ روزگار کہتے ہیں۔(۴)

۲۲۰۔ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن محمد بن عبدالواحد شیبانی، ابن کثیر نے ان کو ثقہ وثبت کہا ہے۔(۵)

۲۲۱۔ ابن راغونی علی بن عبداللہ بن نصر بن سری، ابن کثیر نے حدیث فقہ ولغت کا امام اور عظیم واعظ کہا ہے۔(۶)

۲۲۲۔ ابوالحسن رزین بن معاویہ عبدی اندلسی، ذہبی نے ان کے حالات لکھے ہیں۔(۷)

۲۲۳۔ ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر زمخشری ابن خلکان، امام کبیر، سیوطی، حدیث وتفسیر کا امام کہتے ہیں۔(۸)

۲۲۴۔ حافظ قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی سبتی ابن خلکان امام وقت اور لغت ونحو وانساب کا ماہر کہتے ہیں۔(۹)

۱۔ طبقات الشافعیہ ج ۴ص ۱۸۲، ۱۰۱ (ج ۶ص ۱۹۱ نمبر ۶۹۴)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ص ۵۷ (ج ۴ص ۱۲۶۰ نمبر ۱۰۶۴)

۳۔ وفیات الاعیان ج ۲ص ۳۶۶ (ج ۶ص ۱۶۸ نمبر ۷۹۵)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ص ۵۴ (ج ۴ص ۱۲۵۷ نمبر ۱۰۶۲)

۵۔ البدایۃ النھایۃ ج ۱۲ص ۲۰۳ (ج ۱۲ص ۲۵۱ حوادث ۵۲۵)

۶۔ البدایۃ النھایۃ ج ۱۲ص ۲۰۵ (ج ۱۲ص ۲۵۴ حوادث ۵۲۷)

۷۔ العبر فی خبر من غبر (ج ۲ص ۴۴۷ حوادث ۵۳۵)

۸۔ وفیات الاعیان ج ۴ص ۱۹۷ (ج ۵ص ۱۶۸ نمبر ۷۱۱)؛ بغیۃ الوعاۃ ص ۳۸۸ (ج ۲ص ۲۷۹ نمبر ۱۹۷۷)

۹۔ وفیات الاعیان ج ۱ص ۴۲۸ (ج ۳ص ۴۸۳ نمبر ۵۱۱)

۲۲۵۔ابوالفتح محمد بن ابی القاسم عبدالکریم شہرستانی، ابن خلکان ان کو عظیم متکلم وفقیہ کہتے ہیں (۱)

۲۲۶۔ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطزی، سمعانی نے لغت وادب کا امام کہا ہے۔(۲)

۲۲۷۔حافظ ابوسعد عبدالکریم بن احمد سمعانی، ابن خلکان وذہبی نے بہت ستائش کی ہے۔(۳)

۲۲۸۔ابوبکر یحییٰ بن سعدون بن تمام ازدی قرطبی نحو کے امام وزاہد وعابد تھے، یاقوت حموی نے حالات لکھے ہیں۔(۴)

۲۲۹۔موفق بن احمد ابوالموید اخطب الخطباء خوارزمی، عظیم غدیری شاعر تھے۔

۲۳۰۔عمر بن محمد بن خضر اردبیلی معروف بہ ملا۔

۲۳۱۔حافظ علی بن حسن بن ہبۃ اللہ ابوالقاسم دمشقی شافعی، ابن عساکر: اپنے وقت کے یگانہ حافظ حدیث تھے۔(۵)

۲۳۲۔حافظ محمد بن ابی بکر عمر بن ابی عیسیٰ احمد ابوموسیٰ مدینی ابن خلکان نے امام عصر اور معرفت علوم کا نشان کہا ہے۔(۶)

۲۳۳۔حافظ محمد بن موسیٰ بن عثمان ابوبکر حازمی ہمدانی، سبکی وابن زینی، امام متقن اور زہد وعبادت کی علامت کہتے ہیں۔(۷)

۲۳۴۔حافظ عبدالرحمن بن علی بن محمد ابوالفرح ابن جوزی، اکثر علماء نے حالات میں تعریف لکھی ہے، ابن خلکان علامہ عصر کہتے ہیں۔(۸)

۱۔وفیات الاعیان (ج۴ص۲۷۳نمبر۶۱۱) ۲۔الانساب (ج۵ص۵۰۵)

۳۔وفیات الاعیان ج۱ص۳۲۶ (ج۳ص۲۰۹نمبر۳۹۵) تذکرۃ الحفاظ ج۴ص۱۱۱ (ج۴ص۱۳۱۶نمبر۱۰۹۰)

۴۔معجم البلدان ج۷ص۵۴ (ج۴ص۳۲۴)؛ معجم الدباء ج۲۰ص۱۴

۵۔وفیات الاعیان ج۱ص۳۶۳ (ج۳ص۳۰۹نمبر۴۴۱)؛ الکامل فی التاریخ ج۱۱ص۱۷۷ (ج۷ص۲۶۴ حوادث ۵۷۱)؛ البدایۃ والنھایۃ ج۱۲ص۲۹۴ (ج۱۲ص۳۶۱ حوادث ۵۷۱)

۶۔وفیات الاعیان ج۲ص۱۶۱ (ج۴ص۲۸۶نمبر۶۱۸)

۷۔طبقات الشافعیہ ج۴ص۱۸۹ (ج۷ص۱۳نمبر۷۱۰)

۸۔وفیات الاعیان ج۱ص۳۰۱ (ج۳ص۱۴۰نمبر۳۷۰)

۲۳۵۔فقیہ اسعد بن ابی الفضائل محمود بن خلف عجلی ابوالفتوح، ابن اثیر، امام فاضل اور سبکی و ابن خلکان نے ستائش کی ہے۔(۱)

ساتویں صدی

۲۳۶۔ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسن فخر الدین رازی ،صاحب تفسیر کبیر، ابن خلکان و ابن کثیر نے بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۲)

۲۳۷۔ابوالسعادات ابن اثیر شیبانی، ان کے بھائی ابن اثیر نے فقہ و اصول و جملہ علوم پر حاوی کہا ہے۔(۳)

۲۳۸۔ابوالحجاج یوسف بن محمد بلوی مالکی ابن الشیخ مولف الف باء، لوگوں نے بڑی تعریفیں کی ہیں۔(۴)

۲۳۹۔تاج الدین زید بن حسن بن زید کندی، ابن اثیر انھیں لغت ،نحو و حدیث اور جملہ علوم کا ماہر کہتے ہیں۔(۵)

۲۴۰۔شیخ علی بن حمید قرشی۔

۲۴۱۔ابوعبداللہ یاقوت حموی، ادب و دانش کے ماہر تھے ان کے حالات ابن خلکان نے لکھے ہیں۔(۶)

۱۔الکامل فی التاریخ ج۱۲ص۸۳(ج۷ص۴۷۰حوادث ۶۰۰)؛طبقات الشافعیہ ج۵ص۵۰(ج۸ص۱۲۶نمبر۱۱۱۵) وفیات الاعیان ج۱ص۷۱(ج۱ص۲۰۸نمبر۹۰)

۲۔وفیات الاعیان ج۲ص۴۸(ج۴ص۲۴۸نمبر۶۰۰)؛البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۵۵(ج۱۳ص۶۶حوادث ۶۰۶)

۳۔الکامل فی التاریخ ج۱۲ص۱۲۰(ج۷ص۵۲۶حوقادث ۶۰۶)

۴۔الاعلام ج۳ص۱۱۸۴(ج۸ص۲۴۷)

۵۔الکامل فی التاریخ ج۱۲ص۱۳۰(ج۷ص۵۴۲حوادث ۶۱۳)

۶۔وفیات الاعیان ج۲ص۳۵۵،۳۴۹(ج۶ص۱۲۷نمبر۷۹۰)

۲۴۲۔حافظ ابوالحسن علی بن محمد شیبانی۔ابن اثیر جزری (صاحب تاریخ کامل واسد الغابہ): حدیث کے امام تھے۔(۱)

۲۴۳۔حنبل بن عبداللہ بن فرج بغدادی رصافی عظیم محدث تھے۔(۲)

۲۴۴۔حافظ ضیاء الدین مقدسی، ابن کثیر و ذہبی نے بہت ستائش کی ہے ثقہ، عالم وفقیہ ہے۔(۳)

۲۴۵۔ابو سالم محمد بن طلحہ شافعی، ساتویں صدی کے شعرلۂ غدیر میں ہیں۔

۲۴۶۔ابوالمظفر یوسف الامیر حسام الدین قزاوغلی، ابن کثیر و ابوالحسنات نے ان کے تفقہ وعلم کی بڑی ستائش کی ہے۔(۴)

۲۴۷۔عزالدین عبدالحمید بن ہبۃ اللہ، ابن ابی الحدید، مؤلف شرح نہج البلاغہ، علم حدیث میں بڑا رسوخ تھا۔(۵)

۲۴۸۔حافظ محمد یوسف گنجی شافعی، صاحب کفایۃ الطالب، اکثر فنون میں کامل تھے، ابن صباغ نے امام الحافظ کہا ہے۔(۶)

۲۴۹۔حافظ ابو محمد عبدالرزاق بن عبداللہ بن ابی بکر رسعنی، ذہبی و ابن کثیر نے بڑی تعریف کی ہے(۷)

۲۵۰۔فضل اللہ بن ابی سعید حسن شافعی، سبکی نے بڑی ستائش کی ہے۔(۸)

۲۵۱۔حافظ محی الدین یحییٰ بن شرف بن حسن ابوزکریا نووی، سبکی و ابن کثیر نے فقہ وعبادت کی

۱۔وفیات الاعیان ج۲ص۳۷۸(ج۳ص۳۴۸نمبر۴۶۰)

۲۔ذیل الروضتین (ص۶۲؛ سیر اعلام النبلاء ج۲۱ص۴۳۱)

۳۔البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۱۶۹(ج۱۳ص۱۹۸حوادث ۶۴۳)؛ تذکرۃ الحفاظ ج۴ص۱۹۷(ج۴ص۱۴۰۵نمبر۱۱۲۹)

۴۔البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۱۹۴(ج۱۳ص۲۲۶حوادث ۶۵۴)؛ فوائد البھیہ ص۲۳۰

۵۔(فوات الوفیات ج۲ص۲۵۹؛ البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۲۳۳حوادث ۶۵۵؛ آداب اللغۃ ج۳ص۴۳)

۶۔(الفصول المھمۃ ص۱۲۴)

۷۔تذکرۃ الحفاظ ج۴ص۲۴۳(ج۴ص۱۴۵۲نمبر۱۱۵۲) البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۲۴۱(ج۱۳ص۲۷۹حوادث ۶۶۱)

۸۔طبقات الشافعیہ ج۴ص۱۴۶(ج۸ص۳۴۹نمبر۱۲۴۵)

تعریف کی ہے۔(۱)

۲۵۲۔ شیخ مجد الدین عبداللہ بن محمود، ابوالحسنات نے فوائد بہیہ میں مفتی وفقیہ ویگانہ روزگار کہا ہے۔(۲)

۲۵۳۔ قاضی ناصر الدین عبداللہ عمر بیضاوی، فقہ واصول وتفسیر کے امام تھے۔(۳)

۲۵۴۔ حافظ احمد بن عبداللہ محب الدین طبری، سبکی وابن کثیر نے ستائش کی ہے فقیہ حرم تھے۔(۴)

۲۵۵۔ ابراہیم بن عبداللہ وصابی، الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء کے مؤلف ہیں۔

۲۵۶۔ سعید الدین محمد بن احمد فرغانی، ذہبی وحلبی نے بہت ستائش کی ہے۔(۵)

آٹھویں صدی

۲۵۷۔ شیخ الاسلام جوینی، ذہبی وابن حجر نے ستائش کی ہے عظیم محدث اور عارف روایت تھے(۶)

۲۵۸۔ علاء الدین احمد بن محمد بن احمد سمنانی، ابن حجر وذہبی نے تمام علوم کا جامع اور کثیر التصانیف کہا ہے۔(۷)

۲۵۹۔ حافظ یوسف بن عبدالرحمن بن یوسف دمشقی، سبکی کے استاد اور یگانہ عصر تھے، ابن کثیر وابن حجر نے بھی ستائش کی ہے۔(۸)

۲۶۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، جزری وسبکی نے بہت زیادہ ستائش کی ہے(۹)

۱۔ طبقات الشافعیہ ج۵ص۱۶۸، ۱۶۶ (ج۸ص۳۹۵نمبر۱۲۸۸)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۱۳ص۲۷۸ (ج۱۳ص۳۲۶حوادث ۶۷۶)

۲۔ الفوائد البہیہ ص۱۰۶

۳۔ طبقات الشافعیہ ج۵ص۵۹ (ج۸ص۱۵۷نمبر۱۱۵۳)

۴۔ طبقات الشافعیہ ج۵ص۹ (ج۸ص۱۸نمبر۱۰۴۶)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۱۳ص۳۴۰ (ج۱۳ص۴۰۲حوادث ۶۹۴)

۵۔ العبر فی خبر من غبر ص۷۹۹ (ج۳ص۳۹۹)؛ کشف الظنون ج۱ص۲۰۹ (ج۲ص۱۸۵۸)

۶۔ تذکرۃ الحفاظ ج۴ص۲۹۸ (ج۴ص۱۵۰۵نمبر۲۴)؛ الدرر الکامنہ ج۱ص۶۷ (نمبر۱۸۱)

۷۔ الدرر الکامنہ ج۱ص۲۵۰ (نمبر۶۴۰)

۸۔ طبقات الشافعیہ ج۶ص۲۶۷، ۲۵۱ (ج۱۰ص۳۹۵)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۱۴ص۱۹۱ (ج۱۴ص۲۲۴)؛ الدرر الکامنہ ج۴ص۴۶۱، ۴۵۷

۹۔ طبقات القراء ج۲ص۷۱؛ طبقات الشافعیہ ج۵ص۱۲۹، ۲۱۶ (ج۹ص۱۰۰نمبر۱۳۰۶)

۲۶۱۔نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری، صاحب تفسیر کبیر۔

۲۶۲۔ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب عمری تبریزی، مشکاۃ المصابیح کے مولف ہیں۔

۲۶۳۔تاج الدین احمد بن عبدالقادر بن مکتوم ابو محمد قیسی حنفی نحوی، جزری، ابن حجر و سیوطی نے ستائش کی ہے۔(۱)

۲۶۴۔زین الدین عمر بن مظفر بن عمر معرّی حلبی شافعی ابن وردی، سیوطی نے امام بارع وفقیہ و حامل جملہ علوم کہا ہے۔(۲)

۲۶۵۔جمال الدین محمد بن یوسف بن حسن بن محمد زرندی مدنی حنفی، ابن حجر و تذکرہ نگاروں نے بڑی ستائش کی ہے۔(۳)

۲۶۶۔قاضی عبدالرحمٰن بن احمد لائجی شافعی، سبکی و ابن حجر نے معقولات و معارف کا امام کہا ہے۔(۴)

۲۶۷۔سعید الدین محمد بن مسعود بن محمد بن خواجہ مسعود کازرونی، ابن حجر نے محدث، فاضل کہا ہے۔(۵)

۲۶۸۔ابوالسعادات عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی، سبکی و ابن حجر نے بیحد ستائش کی ہے۔(۶)

۲۶۹۔حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، ابن حجر و ذہبی نے محدث بارع وفقیہ کہا ہے۔(۷)

۱۔طبقات القراء ج۱ص۷۰؛ الدرر الکامنہ ج۱ص۱۷۶،۱۷۴؛ بغیۃ الوعاۃ ص۱۴۳،۱۴۰ (ج۱ص۳۲۶نمبر۶۲۲)

۲۔بغیۃ الوعاۃ (ج۲ص۲۲۶نمبر۱۸۵۸)

۳۔الدرر الکامنہ ج۴ص۲۹۵

۴۔طبقات الشافعیہ ج۶ص۱۰۸ (۱۰ص۴۶نمبر۱۳۶۹)؛ الدرر الکامنہ ج۲ص۳۲۲

۵۔الدرر الکامنہ ج۴ص۲۵۵

۶۔طبقات الشافعیہ ج۶ص۱۰۳ (ج۱۰ص۳۳نمبر۱۳۵۴) الدرر الکامنہ ج۲ص۳۷۳

۷۔الدرر الکامنہ ج۱ص۳۷۳؛ المعجم المختص ص۷۵،۷۴

۲۷۰۔ ابوحفص عمر بن حسن بن مزید مراغی، جزری، ابن روزبہان وابن حجر نے دین وصلاح کی توثیق کی ہے۔(۱)

۲۷۱۔ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی اہوازی، ابن جابر اندلسی، آٹھویں صدی کے شعراء غدیر میں ہیں۔

۲۷۲۔ سید علی بن شہاب الدین ہمدانی، مشائخ کی ستائش ان کے حق میں بہت زیادہ ہے تصوف کے امام تھے۔(۲)

۲۷۳۔ حافظ شمس الدین ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد مقدسی، جزری وابن حجر وغیرہ نے امام ادب و لغت ونظم کی نشان دہی کی ہے۔(۳)

۲۷۴۔ سعد الدین مسعود عمر بن عبداللہ ہروی تفتازانی، ابن حجر نے علوم بلاغت ومعقول کا ماہر بتایا ہے۔(۴)

نویں صدی

۲۷۵۔ حافظ علی بن ابی بکر بن سلیمان ابوالحسن ہیثمی، سخاوی نے بہت ستائش کی ہے اقفہی نے ان کے محاسن گنائے ہیں۔(۵)

۲۷۶۔ حافظ ولی الدین عبدالرحمٰن بن محمد ابن خلدون، تاریخ وعلوم معقول ومنقول پر حاوی تھے۔(۶)

۱۔ طبقات القراء ج ۱ ص ۵۹۰؛ الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۱۵۹

۲۔ عبقات الانوار ج ۱ ص ۲۴۴، ۲۴۱ (حدیث غدیر)

۳۔ طبقات القراء ج ۲ ص ۶۲؛ الدرر الکامنہ ج ۴ ص ۴۶۵ (نمبر ۱۲۴۹)

۴۔ الدرر الکامنہ ج ۴ ص ۳۵۰ (نمبر ۹۵۴)

۵۔ الضوء اللامع ج ۵ ص ۲۰۳، ۲۲۰

۶۔ الضوء اللامع ج ۴ ص ۱۴۹، ۱۴۵

۲۷۷۔سید شریف جرجانی، سخاوی نے بہت زیادہ تعریف کی ہے فرید عصر وجید دہر کہا ہے۔(۱)

۲۷۸۔محمد بن محمد بن محمود حافظی بخاری خواجہ پارسا اور سخاوی وغیرہ نے تصوف ومعقول ومنقول کا امام کہا ہے۔(۲)

۲۷۹۔ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی۔

۲۸۰۔شمس الدین محمد بن محمد ابوالخیر دمشقی مقری شافعی ابن جزری، فقہ واصول ومعانی وبیان میں طاق تھے۔(۳)

۲۸۱۔تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر حسینی قاہری مقریزی، حامل فنون ومحاسن تھے۔(۴)

۲۸۲۔قاضی شہاب الدین احمد بن شمس الدین عمر دولت آبادی، نحو وتفسیر کے امام تھے۔(۵)

۲۸۳۔حافظ احمد بن علی بن محمد ابوالفضل ابن حجر عسقلانی، سخاوی وغیرہ نے عالم بالحدیث ویگانہ روزگار کہا ہے۔(۶)

۲۸۴۔نورالدین علی بن محمد بن احمد غزمی ابن صباغ، سخاوی نے ان سے اجازہ لیا اور ستائش کی ہے۔(۷)

۲۸۵۔محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد قاضی القضاۃ عینی، امام، علامہ اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں یگانہ تھے۔(۸)

۱۔الضوء اللامع ج۵ص۳۳۰، ۳۲۸

۲۔الضوء اللامع ج۱۰ص۲۰؛ فوائد البہیہ ص۱۹۹

۳۔الضوء اللامع ج۹ص۲۶۰، ۲۵۵

۴۔الضوء اللامع ج۲ص۲۵، ۲۱

۵۔عبقات الانوار ج۲ص۳۳، ۲۹

۶۔الضوء اللامع ج۲ص۴۰ص۳۶؛ شذرات الذہب ج۷ص۲۷۳، ۲۷۰ (ج۹ص۳۹۵)

۷۔الضوء اللامع ج۵ص۲۸۳

۸۔الضوء اللامع ج۱۰ص۱۳۵، ۱۳۱؛ بغیۃ الوعاۃ ص۳۸۶ (ج۲ص۲۷۵نمبر۱۹۶۷)

۲۸۶۔نجم الدین محمد بن القاضی عبد اللہ بن عبد الرحمن اذرعی ابن عجلون، سخاوی وعبد الحی امام و علامہ و یگانہ عصر کہتے ہیں۔(۱)

۲۸۷۔علاء الدین علی بن محمد قوشچی، بدر الدین وطاشکبری نے بڑی ستائش کی ہے علوم ریاضی کے ماہر تھے۔(۲)

۲۸۸۔عبد اللہ بن احمد حسینی لایجی شافعی، غیاث الدین وسخاوی نے جلالت وتقوی اور دانش کی ستائش کی ہے۔(۳)

۲۸۹۔ابو عبد اللہ محمد بن محمد سنوسی تلمسانی صاحب موہب قدسیہ نے آپ کی بڑی تعریف کی ہے۔

۲۹۰۔ابو الخیر فضل اللہ بن روز بہان خواجہ ملا، سخاوی نے ان کے مہارت علوم کے پل باندھے ہیں۔(۴)

دسویں صدی

۲۹۱۔کمال الدین حسین بن معین الدین یزدی میبدی، فلسفہ وحکمت کے عظیم منارہ تھے۔

۲۹۲۔حافظ جلال الدین سیوطی، عبد الحی نے ان کے کرامات واخلاقی محاسن کے ساتھ یگانہ عصر کہا ہے۔(۵)

۲۹۳۔نور الدین علی بن عبد اللہ سہودی، صاحب شذرات نے عالم ومفتی اور حجت ومتقن ہونے کی نشان دہی کی ہے۔(۶)

۱۔الضوء اللامع ج۸ص۹۶؛ شذرات الذهب ج۷ص۳۲۲(ج۹ص۴۸۰)

۲۔تعلیقہ بر فوائد البهیہ ص۲۱۴؛ الشائق النعمانیہ ج۱ص۱۸۱،۱۷۷(ص۹۹،۹۷)

۳۔حبیب السیر (ج۴ص۳۳۴)؛ الضوء اللامع ج۵ص۱۲

۴۔الضوء اللامع ج۶ص۱۷۱

۵۔شذرات الذهب ج۸ص۵۵،۵۱(ج۱۰ص۷۴)

۶۔شذرات الذهب ج۸ص۵۰(ج۱۰ص۷۳)

۲۹۴۔حافظ احمد بن محمد قسطلانی، صاحب نور السافر نے امام حافظ کے ساتھ محاسن اخلاق کی بھی نشاندہی کی ہے۔(۱)

۲۹۵۔سید عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین بخاری، ان کے علم وعمل اور جلالت قدر کی عبدالحق محدث دہلوی نے نشان دہی کی ہے۔(۲)

۲۹۶۔حافظ عبدالرحمن بن علی ابن دیبع شیبانی، نورالسافر میں امام وحافظ و حجۃ متقن کے ساتھ تعریف کی ہے۔(۳)

۲۹۷۔حافظ شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر شافعی، امام الحرمین ومفتی و بحر فقہ تھے۔(۴)

۲۹۸۔ملا علی متقی صاحب کنزالعمال، نورالسافر میں متقی ومجتہد نیز عالم باعمل ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۵)

۲۹۹۔شمس الدین محمد بن احمد شربینی، اکثر تذکروں میں امام وعلامہ کے الفاظ سے ستائش ہے(۶)

۳۰۰۔ضیاء الدین ابومحمد احمد بن محمد وزی شافعی متوفی مصر۔

۳۰۱۔حافظ جمال الدین محمد طاہر، ملک المحدثین ہندی فتنی، نورالسافر اور دوسرے تذکروں میں بڑی ستائش ہے۔(۷)

۳۰۲۔میرزا مخدوم بن عبدالباقی۔

۳۰۳۔شیخ عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری، مؤلف نزہۃ المجالس۔

۳۰۴۔جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ حسینی شیرازی، کشف الظنون میں ان کا تذکرہ وتعریف ہے۔(۸)

۱۔النورالسافر ص۱۱۵،۱۱۳(ص۱۰۷،۱۰۶)

۲۔عبقات الانوار ج۱ص ۵۳۷،۵۳۴(حدیث غدیر)

۳۔النورالسافر ص۲۲۱،۲۱۲(ص۹۹،۱۹۱)

۴۔النورالسافر ص۱۹۱،۲۸۷(۲۶۳،۲۵۸)

۵۔النورالسافر ص۳۱۹،۳۱۵(ص۲۸۶،۲۸۳

۶۔شذرات الذھب ج۸ص۳۸۴(ج۱۰ص۵۶۱)

۷۔النورالسافر ص۳۶۱(ص۳۲۳)

۸۔کشف الظنون ج۱ص۵۸۲(ج۱ص۹۲۲)

گیارہویں صدی

۳۰۵۔ ملا علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی ، بے شمار کتابوں کے مؤلف اور یگانہ عصر تھے بڑی ستائش کی گئی ہے۔(۱)

۳۰۶۔ ابو العباس احمد حلبی ابن یوسف بن احمد ''ابن سنان'' قرمانی دمشقی ، اخبار الدول کے مؤلف ہیں۔(۲)

۳۰۷۔ زین الدین عبد الرؤف بن تاج العارفین بن علی حدادی مناوی قاہری ، محبی نے بڑی ستائش کی ہے۔(۳)

۳۰۸۔ فقیہ شیخ بن عبد اللہ بن شیخ عبد اللہ بن شیخ بن عبد اللہ عیدروس ، محبی نے خلاصہ میں بڑی تعریف کی ہے۔(۴)

۳۰۹۔ محمود بن محمد بن علی شیخاوی قادری مدنی ، صراط السوی فی مناقب آل النبیؐ کے مولف ہیں۔

۳۱۰۔ نور الدین علی بن ابراہیم احمد حلبی شافعی ، محبی نے خلاصہ میں کوہ علم و بحر حلم کہا ہے، عظیم محقق تھے۔(۵)

۳۱۱۔ شیخ احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی شافعی ، حجاز کے عظیم علماء میں تھے علوم فلکیہ پر بڑا دسترس تھا(۶)

۳۱۲۔ حسین بن منصور باللہ قاسم بن محمد علی یمنی ، محبی اور قاضی حسین نے عظیم محقق و یگانہ عصر بتایا ہے۔(۷)

۳۱۳۔ شیخ احمد بن محمد بن عمر قاضی القضاۃ شہاب الدین خفاجی ، محبی نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔(۸)

۱۔ خلاصۃ الاثر ج ۳ ص ۱۸۵
۲۔ خلاصۃ الاثر ج ۱ ص ۲۰۹
۳۔ خلاصۃ الاثر
۴۔ خلاصۃ الاثر ج ۲ ص ۲۳۵
۵۔ خلاصۃ الاثر ج ۳ ص ۱۲۲
۶۔ خلاصۃ الاثر ج ۱ ص ۲۷۱
۷۔ خلاصۃ الاثر ج ۲ ص ۱۰۴
۸۔ خلاصۃ الاثر ج ۱ ص ۳۴۳، ۳۳۱

۳۱۴۔عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری، لمعات فی شرح المشکوٰۃ اور دوسری قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں۔

۳۱۵۔محمد بن محمد مصری الدرالعوال بحل الفاظ بدء المآل کے مؤلف ہیں۔

۳۱۶۔محمد محبوب العالم بن صفی الدین جعفر العالم، تفسیر شاہی کے مؤلف ہیں۔

بارہویں صدی

۳۱۷۔سید محمد بن عبدالرسول بن عبدالسید بن عبدالرسول حسینی شافعی برزنجی، مرادی نے ان کی بہت ستائش کی ہے۔(۱)

۳۱۸۔برہان الدین ابراہیم بن مرعی بن عطیہ شبرختی مصری مالکی، مصر کے عظیم عالم اور قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں۔(۲)

۳۱۹۔ضیاء الدین صالح بن مہدی بن علی بن عبداللہ مقبلی صنعانی، شوکانی نے ان کی بڑی ستائش کی ہے۔

۳۲۰۔ابراہیم بن محمد بن محمد کمال الدین حنفی، ابن حمزہ حرانی، مرادی ان کے متعلق عالم، امام و محدث کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔(۳)

۳۲۱۔ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی، مصر کے خاتمۃ المحدثین اور وقیع کتابوں کے مؤلف ہیں۔(۴)

۳۲۲۔حسام الدین بن محمد بایزید سہارن پوری، مرافض الروافض کے مؤلف ہیں۔

۳۲۳۔میرزا محمد بن معتمد خان بدخشی، عظیم عالم اور مفتاح النجا کے مؤلف ہیں۔

۳۲۴۔محمد صدر العالم، معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ کے مؤلف ہیں۔

۱۔سلک الدرر ج۴ص ۶۵ ۲۔البدر الطالع ج۱ص ۲۹۲، ۲۸۸

۳۔سلک الدرر ج۱ص ۲۴، ۲۲ ۴۔سلک الدرر ج۴ص ۳۲۔ج ۲ص ۱۹، ۱۱

۳۲۵۔حامد بن علی بن ابراہیم بن عبدالرحیم حنفی دمشقی عمادی، مرادی (۱) نے مفتی حنفیہ دمشق بتایا ہے۔

۳۲۶۔عبدالعزیز ابو ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم عمری دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ و دیگر قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں۔(۲)

۳۲۷۔محمد بن سالم بن احمد مصری حنفی شمس الدین شافعی، قاہرہ میں فقہ کے استاد تھے۔(۳)

۳۲۸۔سید محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی صنعانی حسینی، بارہویں صدی کے شعراء غدیر میں ہیں۔

۳۲۹۔شہاب الدین احمد بن عبدالقادر حفظی شافعی، یہ بھی بارہویں صدی کے غدیری شاعر ہیں۔

تیرہویں صدی

۳۳۰۔ابوالفیض محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی، لغات و معانی کے ماہر اور قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں۔

۳۳۱۔ابوالعرفان شیخ محمد بن علی صبان شافعی، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر اور محقق تھے۔

۳۳۲۔رشید الدین خان دہلوی، رسالۂ فتح المبین فی فضائل اہل البیت سید المرسلینؐ کے مؤلف ہیں۔

۳۳۳۔مولوی محمد مبین لکھنوی، وسیلۃ النجاۃ کے مؤلف ہیں۔

۳۳۴۔مولوی محمد سالم بخاری دہلوی، اصول الایمان کے مؤلف ہیں۔

۳۳۵۔مولوی ولی اللہ لکھنوی، مراۃ المومنین کے مؤلف ہیں۔

۳۳۶۔مولوی حیدر علی فیض آبادی۔

۱۔سلک الدرر ج ۴ص ۳۲۔ج ۲ص ۱۹، ۱۱

۲۔(نزھۃ الخواطر ج ۷ص ۲۸۳، ۲۷۵)

۳۳۷۔قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی، بالغ نظر فقیہ اور محاسن وفضائل سے آراستہ تھے۔

۳۳۸۔سید محمود بن عبداللہ حسین آلوسی شہاب الدین ابوالثنا بغدادی، عراق کے نابغہ عصر تھے۔

۳۳۹۔شیخ محمد بن درویش حوت بیروتی شافعی۔

۳۴۰۔شیخ سلیمان بن شیخ ابراہیم معروف بہ خواجہ کلاں ابن شیخ محمد بابا خواجہ حسینی قندوزی، مفتی قسطنطنیہ تھے۔

۳۴۱۔سید احمد بن مصطفےٰ قادین خانی، ہدایۃ المرتات فی فضائل الاصحاب کے مؤلف ہیں۔

چودہویں صدی

۳۴۲۔سید احمد بن زینی دحلان مکی، مکہ معظمہ کے مفتی شافعیہ تھے عظیم فقیہ ومؤرخ تھے۔

۳۴۳۔شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی بیروتی، بیروت کے رئیس محکمۂ حقوق تھے۔

۳۴۴۔سید مومن بن حسن شبلنجی، نورالابصار فی مناقب آلؑ بیت النبیؐ المختار کے مؤلف ہیں۔(۱)

۳۴۵۔شیخ محمد عبدہ بن حسن خیر اللہ مصری، مصر کے مفتی اور علامہ عصر تھے نیز علم واخلاق کے زیور سے آراستہ تھے۔

۳۴۶۔سید عبدالحمید بن سید محمود آلوسی، عراق کے زبردست عالم وادیب تھے۔

۳۴۷۔شیخ محمد حبیب اللہ بن عبداللہ یوسفی، مصر کے جلیل القدر محدث ومناظر تھے۔

۳۴۸۔قاضی بہلول بہجت شافعی قاضی زنکہ زور، میرزا مہدی تبریزی نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔

۳۴۹۔عبدالمسیح انطاکی مصری، عظیم ادیب اور چودھویں صدی کے شاعر غدیر ہیں۔

۳۵۰۔ڈاکٹر احمد فرید رفاعی۔

۳۵۱۔استاد احمد ذکی عدوی مصری۔

---

(۱) سلک الدرر ج ۴ ص ۴۹، ج ۲۱۰ ۷

۳۵۲۔استاذ احمد نسیم مصری۔

۳۵۳۔استاذ حسین علی اعظمی بغدادی شاعر غدیر ہیں۔

۳۵۴۔سید علی جلال الدین حسینی مصری، عظیم مناظر وادیب وشاعر۔

۳۵۵۔استاذ محمد محمود رافعی مصری۔

۳۵۶۔استاذ محمد شاکر خیاط نابلسی ازہری مصری۔

۳۵۷۔استاذ عبد الفتاح عبد المقصود مصری، حالات امیر المومنینؑ پر الامام العلیؑ چار جلدوں میں لکھی ہے۔

۳۵۸۔استاذ شیخ محمد سعید دحدوح، حلب کے امام جماعت تھے۔

۳۵۹۔استاذ صفا خلوصی، آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر تھے۔

۳۶۰۔حافظ مجتہد شہاب الدین ابو الفیض احمد بن محمد صدیق، عظیم اور قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں۔

مؤلفین حدیث غدیر

حدیث غدیر کے بارے میں علماء کی خصوصی توجہات کا دائرہ بہت دور تک پھیلا ہوا ہے، انھوں نے کہیں کہیں تو صرف روایت کے اسناد بیان کئے اور کچھ لوگوں نے اس موضوع پر مکمل کتاب تالیف کر کے سلسلۂ اسناد اور طرق حدیث کی صحت کو قلم بند کیا ہے، ان سب کی تمام تر جد و جہد صرف اس لئے تھی کہ کہیں اس کے متن و مواد تک تحریف کے ہاتھوں کی رسائی اسے بھولی بسری چیز نہ بنا دے۔

اس موضوع پر مستقل نگارشات پیش کرنے والے علماء کے نام پیش ہیں:

۱۔ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد طبری آملی (ولادت ۲۲۴ھ - وفات ۳۱۰ھ)

ان کی کتاب کا نام ہے "الولایۃ فی طرق حدیث الغدیر" جس میں انھوں نے پچھتر طریقوں سے اس حدیث کی روایت کی ہے، حموی نے معجم میں طبری کے حالات لکھتے ہوئے کہا ہے کہ انھوں نے حضرت علیؑ کے فضائل میں ایک کتاب لکھی ہے جس کے شروع میں غدیر خم سے متعلق صحت روایات کو ثابت کیا ہے، پھر فضائل بیان کئے ہیں یہ کتاب ناتمام رہ گئی۔(۱)

دوسری جگہ لکھا ہے: طبری کی عادت تھی کہ کسی بدعتی کو دیکھتے تو اس سے الگ ہو جاتے اور نظر سے گرا دیتے۔ایک بار بغداد کے مشائخ نے حدیث غدیر کی یہ کہہ کر تکذیب کی کہ جب رسول خداؐ غدیر خم میں تھے اس وقت تو علیؑ یمن میں تھے مزید یہ کہ اس شخص نے دو بیتی قصیدہ لکھ کر شہر شہر اور بستی بستی اسکا تذکرہ کیا، جس کے چند شعر یہ ہیں:

۱۔معجم الادباء ج ۱۸ص ۸۰۔۸۴

ترجمہ: ''پھر ہم غدیر سے گزرے جس کے متعلق لوگوں نے نبیؐ وعلیؑ پر جھوٹ کا طومار باندھا ہے''(۱)

جب ابوجعفر طبری نے یہ سب سنا تو انھوں نے فضائل علیؑ بیان کرنا شروع کئے، پھر حدیث غدیر کے طرق اسناد بیان کئے جسے سننے کے لئے لوگوں کی بھیڑ جمع ہونے لگی، ایک مرتبہ کسی رافضی سے صحابہ کے متعلق نامناسب بات سن لی تو فضائل ابوبکر وعمر بیان کرنے لگے۔

ذہبی نے طبقات میں لکھا ہے:

''جب طبری کو ابوداؤد کے اعتراض کی خبر ہوئی تو انھوں نے کتاب الفضائل لکھ کر صحت حدیث ثابت کی، میں نے طبری کی اسناد وطرق غدیر پر کتاب کئی جلدوں میں دیکھی، میں طرق کی کثرت دیکھ کر حیران رہ گیا''۔(۲)

ابن کثیر لکھتے ہیں: ''میں نے طبری کی احادیث غدیر پر مشتمل دو ضخیم جلدیں دیکھیں''۔(۳) اور ایک کتاب حدیث طیر کے ذکر پر جمع کی ہے، اس آخر الذکر کو ابن حجر نے طبری کی طرف منسوب کیا ہے۔(۴)

شیخ الطائفہ طوسی نے فہرست میں اس کتاب کو طبری کی تالیف بتایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کے بارے میں ہم کو احمد بن خلدون، ابوبکر دوری، ان کو ابن کامل نے آگاہ کیا۔(۵)

اور سید بن طاؤس نے اقبال میں لکھا ہے:

''حدیث غدیر کی روایت پر عظیم الشان تاریخ کے مؤلف طبری کی مستقل تصنیف ہے، اس کا نام ''الردعلی الحرقوصیہ'' ہے، اس میں پچھتر طریقوں سے حدیث کی روایت کی ہے''۔(۶)

۱۔معجم الادباء ج۱۸ص۸۰۔۸۴

۲۔تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۲۵۴(ج۲ص۷۱۳نمبر۷۲۸)

۳۔البدایہ والنھایہ ج۱۱ص۱۴۶(ج۱۱ص۱۶۷حوادث ۳۱۰ھ)

۴۔تہذیب التہذیب ج۷ص۳۳۹(ج۷ص۲۹۷)

۵۔الفہرست(۱۵۰)

۶۔الاقبال(ص۴۵۳)

۲۔ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید ہمدانی ''ابن عقدہ'' متوفی ۳۳۳ھ طرق حدیث پر ان کی کتاب ''الولایۃ'' ہے جس میں ایک سو پانچ طریقوں سے روایت کی ہے، ابن اثیر اور ابن حجر نے اس میں سے بیشتر حصہ نقل کیا ہے۔ ابن حجر نے حدیث غدیر کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ابوالعباس ابن عقدہ نے اس کی صحت اسناد پر خصوصی توجہ دی ہے اور ستر سے زیادہ صحابیوں سے اس کی روایت کی ہے۔(۱) فتح الباری میں وہ لکھتے ہیں کہ حدیث'' من کنت مولاہ ''کی روایت ترمذی ونسائی نے لکھی ہے، اس کے طرق اسناد بہت زیادہ ہیں، ابن عقدہ نے مستقل کتاب لکھ کر سب کو جمع کیا ہے، جس کے زیادہ تر اسناد صحیح وحسن ہیں۔(۲)

شمس الدین مناوی نے فیض القدیر میں اور سید بن طاؤس نے اقبال میں ابن عقدہ کی کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔(۳) حافظ گنجی نے کفایہ اور نجاشی نے فہرست میں اس کی نشان دہی کی ہے۔(۴)

اقبال کی عبارت ہے'' کتاب کا وہ نسخہ جو ۳۳۰ھ میں مصنف ہی کے زمانے میں لکھا گیا، اس پر شیخ طوسی اور دوسرے مشائخ کے دستخط تھے اس میں ولایت علیؑ کے ایک سو پانچ طرق مرقوم ہیں کتاب میرے پاس موجود ہے''۔(۵)

ہدار نے قول فصل میں لکھا ہے: ابن عقدہ نے ایک سو پچاس اصحاب رسولؐ سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۶)

۳۔ابو بکر محمد بن عمر بن محمد بن سالم تمیمی بغدادی، جعابی متوفی ۳۵۵ھ ان کی کتاب کا نام ''من روی حدیث غدیر خم'' ہے، نجاشی نے فہرست میں اس کی نشان دہی کی ہے۔(۷) سروی

۱۔تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۳۹ (ج ۷ ص ۲۹۷)

۲۔فتح الباری (ج ۷ ص ۷۴) ۳۔فیض القدیر ج ۶ ص ۲۱۸

۴۔کفایۃ الطالب ص ۱۵ (ص ۶۰ باب ۱) ؛ فہرست ص ۶۷ (رجال نجاشی ص ۹۴ نمبر ۲۳۳)

۵۔الاقبال ص ۶۶۳ (ص ۴۵۳) ۶۔القول الفصل ج ۱ ص ۴۴۵

۷۔فہرست ص ۲۸۱ (رجال نجاشی ص ۳۹۴ نمبر ۱۰۵۵)

مناقب میں لکھتے ہیں :جعابی نے حدیث غدیر کی ایک سو پچیس طریقوں سے روایت کی ہے۔

(۱)اور صاحب کافی کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم کو واقعہ غدیر خم قاضی ابو بکر جعابی نے ابو بکر، عمر اور عثمان کی روایت سے بتایا، یہاں تک کہ اٹھتّر (۷۸)اصحاب کے نام گنا ڈالے۔

ضیاء العالمین میں ہے کہ جعابی نے نخب المناقب میں حدیث غدیر کے ایک سو پچیس سلسلے لکھے ہیں۔

۴۔ابو طالب عبید اللہ (عبد اللہ) بن احمد بن زید انباری واسطی ''وفات :واسط میں ۳۵۶ ھ'' فہرست نجاشی کے مطابق انھوں نے طریق حدیث پر کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے: طریق حدیث الغدیر۔(۲)

۵۔ابو طالب احمد بن محمد بن محمد زراری متوفی ۳۸۶ ھ خطبہ غدیر پر ان کا کتابچہ ہے جس کی صراحت انھوں نے کتاب آل اعین میں کی ہے، اپنے پوتے ابو طاہر زراری کے نام معنون کیا ہے(۳)

۶۔ابو الفضل محمد بن عبد اللہ بن مطلب شیبانی متوفی ۳۷۲ ھ نجاشی کے مطابق ان کی کتاب کا نام من روی حدیث غدیر خم ہے۔(۴)

۷۔حافظ علی بن عمر، دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ کفایہ گنجی کے مطابق غدیر پر ایک جزوہ تالیف کیا ہے۔(۵)

۸۔شیخ محسن بن حسین بن احمد نیشاپوری خزاعی

ہمارے بزرگ عبد الرحمن نیشاپوری کے چچا تھے، فہرست منتجب الدین کے مطابق بیان حدیث غدیر انھیں کی تصنیف ہے۔(۶)

۱۔مناقب آل ابی طالب ج ۱ص ۵۱۹)

۲۔فہرست ص ۱۶۱(رجال نجاشی ص ۲۳۲ نمبر ۶۱۷)

۳۔رسالۃ ابی غالب الزراری ص ۱۸۰

۴۔فہرست ص ۲۸۲(رجال نجاشیص ۳۹۶ نمبر ۱۰۵۹)

۵۔کفایۃ الطالب ص ۱۵(ص ۶۰ باب ۱/)

۶۔الفہرست (ص ۱۵۶ نمبر ۳۶۰)

۹۔علی بن عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن عروہ جراح قناتی: متوفی ۴۱۳ھ

فہرست نجاشی کے مطابق ان کی کتاب طرق ''خبر الولایۃ'' ہے۔(۱)

۱۰۔ابوعبداللہ حسین بن عبیداللہ بن ابراہیم غضائری وفات ۱۵ صفر ۴۱۱ھ

کتاب یوم الغدیر کے مؤلف ہیں۔(۲)

۱۱۔حافظ ابوسعید مسعود بن ناصر بن ابی زید بجستانی متوفی ۴۱۱ھ

کتاب الدرایۃ فی حدیث الولایۃ کے مؤلف ہیں ایک سوبیس صحابہ کے طرق جمع کئے ہیں، مناقب بن شہر آشوب میں اس کا ذکر ہے۔(۳) اقبال کے مطابق سید بن طاوس کے مطابق یہ کتاب موجود تھی جو بیس اجزاء سے زیادہ پر مشتمل تھی۔(۴) الیقین میں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب شیخ عمادالدین طبری کے پاس موجود تھی۔(۵) اوراس سے وہ بشارۃ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ میں نقل کر کے کتاب الولایۃ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔(۶)

۱۲۔ابوالفتح محمد بن علی بن عثمان کراچکی متوفی ۴۴۹ھ

کتاب عدۃ البصیر فی حج یوم الغدیر کے مؤلف ہیں مستدرک علامہ نوری میں ہے کہ یہ مفید کتاب اثبات امامت علیؑ، واقعۂ غدیر کی بنیاد پر ہے، ایک جز واور دوسو اوراق پر مشتمل ہے، مؤلف نے اس میں انتہائی کمال دکھایا ہے موضوع امامت پر شیعوں کی مکمل دستاویز ہے، یہ کتاب طرابلس کے شیخ جلیل ابی الکتائب عمار کے لئے لکھی گئی۔(۷)

۱۳۔علی بن بلال (ہلال) بن معاویۃ بن احمد مھی، کتاب حدیث غدیر لکھی ہے۔(۸)

۱۔فہرست ص ۱۵ (رجال نجاشی ص ۲۶۹ نمبر ۷۰۶)
۲۔فہرست ص ۱۵ (رجال نجاشی ص ۶۹ نمبر ۱۶۶)
۳۔مناقب آل ابی طالب ج ۱ ص ۵۱۹ (ج ۳ ص ۳۴)
۴۔الاقبال ص ۶۶۳ (۴۵۷)
۵۔الیقین ص ۱۶۸ اباب ۲۷
۶۔بشارۃ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ (ص ۲۱۱)
۷۔المستدرک ج ۳ ص ۴۹۸
۸۔فہرست شیخ طوسیؒ ص ۹۶، مناقب آل ابی طالب ج ۱ ص ۵۲۹ (ج ۳ ص ۲۵) معالم العلماء ص ۵۹ (ص ۶۷ نمبر ۴۵۷)

۱۴۔ شیخ منصور لائی رازی

حدیث غدیر نام کی کتاب میں راویوں کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے لکھے ہیں۔(۱)

۱۵۔ شیخ علی بن حسن طاطری کوفی

فضائل امیر المومنینؑ اور حدیث الولایۃ نام کی دو کتابیں تالیف کی ہیں۔(۲)

۱۶۔ ابو القاسم عبید اللہ بن عبیدہ حسکانی

کتاب ''دعاۃ الہداۃ الیٰ اداء حق الموالاۃ'' کے مؤلف ہیں۔ اس میں حدیث غدیر کا تذکرہ کیا ہے۔ سید نے اقبال میں اس کی نشان دہی کر کے کہا ہے کہ یہ میرے پاس موجود ہے۔ شیخ ابوالحسن شریف نے بھی اسے حسکانی ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔(۳)

۱۷۔ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ

طرق حدیث الولایۃ کے مؤلف ہیں۔ انھوں نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ حدیث طیر کے کثیر اسناد کو اس کی صحت کی بنیاد پر میں نے علیحدہ کتاب کی شکل میں لکھا ہے۔ اسی طرح حدیث غدیر کے بہترین وصحیح اسناد کو علیحدہ کتاب میں جمع کیا ہے۔(۴)

۱۸۔ شمس الدین محمد بن محمد جزری، دمشقی، مصری، شافعی، متوفی ۸۳۳ھ

حدیث غدیر کے اسناد پر اور اس کے تواتر پر مستقل کتاب اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالبؑ ہے اسی سندوں سے اس کی روایت ہے اور منکر حدیث کو جاہل متعصب کہا ہے۔(۵)

سخاوی نے الضوء اللامع اور شیخ ابوالحسن شریف نے ضیاء العالمین میں اس کی نشاندہی کی ہے۔(۶) لکھنؤ کے کتب خانۂ ناصریہ (میر حامد حسین صاحب عبقات کے کتب خانہ) میں موجود ہے۔

۱۔ مناقب آل ابی طالب ج۱ص۵۲۹ (ج۳ص۲۵)

۲۔ فہرست شیخ طوسی ص۹۲ ۳۔ الاقبال ص۶۶۳ (ص۴۵۳)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۲۳۱ (ج۳ص۴۲ نمبر ۹۶۲)

۵۔ اسنی المطالب (ص۴۸) ۶۔ الضوء اللامع (ج۹ص۲۵۵ نمبر ۶۰۸)

۱۹۔ ملا عبداللہ شاہ منصور قزوینی طوسی

صاحب وسائل کے ہم عصر ہیں، ان کی کتاب کا نام رسالۂ غدیر یہ ہے۔ (۱)

۲۰۔ سید سبط حسن جائسی لکھنوی۔ اردو میں کتاب حدیث غدیر لکھی ہے۔

۲۱۔ میر حامد حسین بن سید محمد قلی موسوی لکھنوی (عبقاتی)

بعمر ساٹھ سال ۱۳۰۶ھ میں وفات ہوئی۔ حدیث غدیر پر عبقات کی دو جلدیں جو اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل ہیں، لکھی ہے۔ یہ بزرگ اپنے والد کی طرح دشمنان حق کے لئے شمشیر برہنہ، کامرانی حق کا پرچم اور آیۃ اللہ تھے، جن کے ذریعہ خدا نے اپنی حجت تمام کر کے راہ حق روشن کی۔ عبقات کی خوشبو تمام عالم میں پھیل گئی۔ یہ عظیم معجزہ ہے۔ ہم نے اس کتاب سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا ہے، جس کی بنا پر مصنف اور ان کے والد دونوں کے شکر گزار ہیں۔

۲۲۔ سید مھدی بن علی عزیفی بحرانی نجفی

کتاب ''حدیث الولایۃ فی حدیث غدیر،، کے مؤلف ہیں۔ ذریعہ میں اس کا ذکر ہے نیز مولف کے فرزند میرے نام خط میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ (۲)

۲۳۔ شیخ عباس بن محمد رضا قمی۔ بروز سہ شنبہ ۲۳؍ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ نجف اشرف میں وفات ہوئی۔ موصوف تصنیف و تالیف کے نابغۂ عصر ہیں۔ امت اسلامیہ پر ان کی خدمات عظیم ہیں۔ ان کی کتاب کا نام فیض القدیر فی حدیث الغدیر ہے۔

۲۴۔ سید مرتضیٰ حسین خطیب فتحپوری

آیت ''اکملت لکم دینکم'' کی تفسیر پر تفسیر التکمیل نام کی کتاب جس میں واقعۂ غدیر کا احاطہ کیا ہے مفید کتاب لکھی ہے۔

۱۔ امل الآمل (ج ۲؍ص ۱۶۱؍نمبر ۴۶۸)

۲۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ج ۲۵؍ص ۱۴۳؍نمبر ۸۳۷

۲۵۔شیخ محمد رضا بن شیخ طاہر آل فرح اللہ نجفی

میرے دوست اور علامہ ہیں؛ ''الغدیر فی الاسلام'' لکھ کر موضوع کا حق ادا کیا ہے، نجف اشرف میں چھپ چکی ہے۔

۲۶۔حاجی شیخ مرتضیٰ خسرو شاہی تبریزی

مفہوم ولایت پر تحقیقی کتاب ''اہداء الحقیر فی معنیٰ حدیث الغدیر'' نام سے لکھی ہے۔اس مقالے میں تحقیق کا حق ادا کر کے سب پر بازی لے گئے ہیں، عراق میں چھپ چکی ہے۔

تکملہ:

ابن کثیر نے بدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ مؤلف تاریخ وتفسیر طبری نے غدیر پر خصوصی توجہ کی اور اس کے اسناد ومتون پر دو جلدیں لکھیں۔(۱) ابن عساکر نے بھی خطبۂ غدیر کے سلسلے میں بیشمار احادیث اکٹھا کی ہیں۔(۲)

ینابیع المودۃ میں ہے کہ غزالی کے استاد امام الحرمین جوینی تعجب سے کہتے تھے: میں نے بغداد میں ایک جلد ساز کے یہاں کتاب دیکھی جس میں لکھا تھا کہ حدیث غدیر کی یہ اٹھائیسویں جلد ہے انتیسویں جلد بھی منظر عام پر آئے گی۔(۳)

علوی ہدار نے قول فصل میں لکھا ہے کہ حافظ عطار ہمدانی کہتے تھے: میں حدیث غدیر کی روایت دو سو پچاس طرق سے کرتا ہوں۔اس موضوع پر دوسری بہت سی کتابوں کا تذکرہ ''صلاۃ الغدیر'' میں آئے گا۔(۴)

یہ تو ایک نصیحت ہے،جس کا جی چاہے اسے قبول کرے
یہ مکرم صحیفوں میں درج ہے

۱۔البدایہ والنہایہ ج۵/ص/۲۰۸(ج۵/ص/۲۲۷حوادث ۱۰ھ)
۲۔تاریخ مدینہ دمشق ج۱۲/ص/۲۳۷۔۲۲۴
۳۔ینابیع المودۃ ص/۳۶(ج۱/ص/۳۴باب۴)
۴۔القول الفصل ج۱/ص/۴۴۵

مناشدہ واحتجاج

''مناشدہ کا مطلب ہے قسم دلانا، حجت قائم کرنے کے لئے حلفیہ کا گواہی طلب کرنا، استدلال قائم کرنے کے لئے حریف کا ذہن وضمیر بیدار کرنا، آواز دے کر پوچھنا گم شدہ چیز تلاش کرنا، بھولی بسری چیز کی تشہیر کرنا''۔

(مترجم)

واقعۂ غدیر خم ابتدائے وقوع سے لے کر گزرتی ہوئی صدیوں کے ساتھ عصر حاضر تک ایک تسلیم شدہ حقیقت اور ناقابل تردید داستان کی طرح ہے۔قریب اور وابستہ افراد بلاچون وچرا مانتے رہے اور مخالفین نے بلا انکار اس کی روایت کی، جب بھی حریف سے بحث ومناظرہ ہوا تو منکروں کو مانتے ہی بنی۔ بنابریں اس کی بنیاد پر بکثرت احتجاجات ہوئے اور مابین صحابہ وتابعین مناشدوں کی للکار گونجتی رہی ،امیر المومنین علیہ السلام کی خلافتِ ظاہری کے زمانے میں بھی اور اس سے قبل بھی۔اس سلسلے میں اولین احتجاج خود حضرت امیر المومنینؑ نے مسجد نبویؐ میں فرمایا، جس کا ذکر کتاب سلیم بن قیس میں موجود ہے۔ ارباب ذوق کو اسی طرف رجوع کرنا چاہئے۔یہاں ہم بعد کے تمام مناشدوں کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

مناشدۂ امیر المومنینؑ

بروز شوریٰ

اخطب الخطباء خوارزمی نے دوسلسلوں سے اس مناشدے کو نقل کیا ہے:

۱۔ شیخ امام شہاب الدین افضل الحفاظ ابو نجیب سعد بن عبداللہ مروزی نے ہمدان سے ایک مکتوب میں لکھا: ہم کو حافظ ابو علی حسن بن احمد نے اجازۂ روایت میں بتایا کہ مجھے شیخ ادیب عبدالرزاق بن عمر بن ابراہیم ہمدانی سے ۴۳۷ھ میں روایت کی، انھوں نے ابن مردویہ سے۔

۲۔ شیخ امام شہاب الدین سعد بن عبداللہ۔ سلیمان بن محمد ابن احمد، یعلی بن سعد رازی، محمد بن حمید، زافر بن سلیمان حارث بن محمد، ابوالطفیل عامر بن واثلہ صحابی سے۔

''میں شوریٰ کے دن حضرت علیؑ کے ہمراہ گھر پر تھا۔ میں نے ان کو حاضرین سے فرماتے سنا: میں تم سے ایسا احتجاج کروں گا کہ کسی عربی و عجمی کو تردید کی گنجائش نہ رہے۔ پھر فرمایا:

تمھیں خدا کی قسم ہے، بتاؤ تو تم میں کوئی بھی میرے سوا ایسا ہے جس نے مجھ سے پہلے وحدانیت کا اقرار کیا ہو۔ سب نے کہا: نہیں!

پھر فرمایا: تمھیں خدا کی قسم ہے بتاؤ تو تم میں کوئی ہے جس کا بھائی میرے بھائی جعفر طیار جیسا جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑنے والا ہو۔!

سب نے کہا: نہیں!

پھر فرمایا: تمھیں خدا کی قسم ہے بتاؤ تو تم میں کسی کا چچا حمزہؑ کے مانند، شہداء کا سردار، خدا اور رسول کا شیر ہے!

سب نے کہا: نہیں!

آپ نے فرمایا: تمھیں خدا کی قسم ہے بتاؤ تو تم میں کسی کی زوجہ میری زوجہ فاطمہؑ کی طرح ہے جنت کی عورتوں کی سردار..؟

سب نے کہا: نہیں!

پھر فرمایا: تمھیں خدا کی قسم ہے! بتاؤ تم میں میرے سوا کوئی اور ہے جس کے دو فرزند ہوں، حسنؑ و حسینؑ سردار جوانان جنت جیسے۔؟

انھوں نے کہا: نہیں!

آپ نے فرمایا: میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ تو سہی۔تم میں میرے سوا کوئی اور ہے جس نے رسول خداؐ کے ساتھ کئی بار صدقہ دے کر سرگوشیاں کی ہوں۔؟

سب نے کہا۔نہیں!

فرمایا: تمھیں خدا کی قسم ہے! بتاؤ میرے سوا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے لئے رسول اللہؐ نے فرمایا ہو ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ**'' اور اس پیغام کے متعلق حاضرین کو غائبین تک پہونچانے کی تاکید کی ہو۔؟

سب نے کہا: خدا گواہ ہے آپ ہی کے لئے کہا گیا۔(۱)

آخر حدیث تک۔فرائد حموینی میں یوں سلسلہ ہے:

مجھے خبر دی شیخ امام علی بن حب بن عبداللہ خازن بغدادی عرف بن ساعی نے، ابوالمظفر ناصر بن ابی مکارم مطرزی خوارزمی۔(۲) موفق بن احمد مکّی نے ابن حاتم شامی نے درالنظیم میں حافظ بن مردویہ کے طریق سے دوسری سند میں۔ابوالمظفر عبدالواحد بن حمد مقری عبدالرزاق بن عمر طہرانی۔ابوبکر احمد بن موسیٰ حافظ (ابن مردویہ) احمد بن محمد بن ابی دام (صحیح ابی دارم ہے) منذر بن محمد ان کے چچا، اور انھوں نے اپنے باپ سے۔ابان بن تغلب، عامر بن واثلہ........۔(۳)

اس کی روایت دارطنی نے بھی کی ہے اور اس کے کئی ٹکڑے ابن حجر نے صواعق میں نقل کرنے کے بعد کہا ہے: دارقطنی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے جن چھ آدمیوں کو شوریٰ کا معاملہ سپرد کیا تھا ،حضرت علیؑ نے ان پر اپنی متذکرہ حجت تمام کی تھی۔(۴) اور صفحہ ۹۳ پر بھی یہی لکھا ہے۔(۵) ابن عقدہ کہتے ہیں: علی بن محمد بن حبیبہ کندی نے مجھ سے حدیث بیان کی، انھوں نے حسن بن حسین، ابوغیلان سعد بن طالب شیلانی، اسحاق، ابوالطفیل سے مندرجہ حدیث نقل کی ہے، اور دوسری سند یوں ہے: احمد بن

۱۔مناقب خوارزمی ص/۲۱۷ (ص/۳۱۳ حدیث نمبر ۳۱۴)

۲۔فرائد السمطین (ج/۱ ص/۳۱۹ حدیث نمبر ۲۵۱ باب/۵۸)

۳۔الدر النظیم (ج/۱ ص/۱۱۶)

۴، ۵۔الصواعق المحرقہ ص/۷۵ (ص/۱۲۶) (ص/۱۵۶)

زکریا ازدی صوفی، عمرو بن حماد بن طلحہ قناد، اسحاق بن ابراہیم، معروف بن خربوز، زیاد بن منذر اور سعید بن محمد اسلمی۔ انھوں نے ابوالطفیل سے روایت کی۔

حضرت عمر نے انتقال کے وقت چھ افراد حضرت علیؑ، عثمان، زبیر، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور غیر رسمی طریقے سے عبداللہ بن عمر کو بھی ارکان شوریٰ میں متعین کیا۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو مجھے انھوں نے دروازے پر بیٹھنے کی تاکید کی تاکہ غیر متعلق افراد اندر نہ جا سکیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے مندرجہ کلام فرمایا۔

حافظ عقیلی کی سند یوں ہے: محمد بن احمد، یحییٰ بن مغیرہ، زافر، ایک نامعلوم شخص، حارث انھوں نے ابوالفضل سے۔ اس کے بعد حدیث شوریٰ کی تفصیل لکھی ہے۔ (۱)

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں:

''اس جگہ ہم اصحاب شوریٰ کا مناشدہ نقل کریں گے جو روایات سے قطعی ثابت ہے اور جس میں حضرت علی نے اپنے فضائل گنائے ہیں اور ان خصوصیات کو بھی بیان کیا ہے جن کی وجہ سے آپ اہل شوریٰ میں ممتاز تھے۔ لوگوں نے اس واقعہ کو لمبا بنا کر پیش کیا ہے۔ لیکن میری نظر میں صحیح بات یہ ہے کہ معاملہ کچھ ایسا نہ تھا کہ حضرت علیؑ اپنے فضائل بیان کرنے میں طول کلام فرماتے بلکہ جب عبدالرحمٰن اور بقیہ لوگوں نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ نے بیعت میں پس و پیش کیا تو فرمایا: خلافت تو ہمارا حق ہے اگر ہم کو ملا تو لے لیں گے نہ ملا تو اونٹوں کی پشت پر سوار ہوں گے اگر چہ سفر دراز ہی ہو' اس کے بعد مناشدہ میں مواخاۃ اور حدیث غدیر کا ذکر کیا''۔ (۲)

عبدالبر کی الاستیعاب میں یوں ہے: عبدالوارث، قاسم، احمد بن زبیر، عمرو بن جناد، اسحاق بن ابراہیم ازدی معروف خربوز، زیاد بن منذر، سعید بن محمد ازدی، انھوں نے ابوالطفیل سے۔ (۳)

رازی نے تفسیر کی تیسری جلد میں آیۂ ولایت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

۱۔ الضعفاء الکبیر (ج۱/ص۲۱۱/حدیث نمبر ۲۵۸)

۲۔ شرح نہج البلاغہ ج۲/ص۶۱/ (ج۶/ص۱۶۷/ خطبہ نمبر ۷۳)

۳۔ الاستیعاب ج۳/ص۳۵/ (القسم الثالث ص۱۰۹۸/ نمبر ۱۸۵۵)

''حضرت علیؑ ان رافضیوں سے زیادہ تفسیر جانتے تھے۔ یہ آیت آپ کی امامت پر دلالت کرتی تو وہ اس کی بنیاد پر کسی مجمع میں تو استدلال کرتے۔ پھر اس قوم کو یہ کہنے گنجائش نہ رہتی کہ آپ نے استدلال کو تقیہ کی بنا پر ترک کیا کیوں کہ وہ لوگ (روافض) بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے شوریٰ کے دن حدیث غدیر وآیۂ مباہلہ سے تمسک کرتے ہوئے استدلال کیا ہے اور اپنے فضائل شمار کئے ہیں لیکن وہاں اس آیت سے استدلال نہیں کیا۔''(۱)

رازی نے حدیث غدیر وغیرہ کے استدلال کی جو روایت صرف روافض سے منسوب کی ہے، یہ انکا تعصب وعناد ہے ورنہ ابھی ہم نے خوارزمی کی مشائخ حفاظ سے روایت۔ ابن مردویہ، دار قطنی، ابن حجر وغیرہ کی تصریحات پیش کی ہیں۔ ابن عقدہ وعقیلی کی روایت کے ثبوت دیئے ہیں ابن ابی الحدید کو قطعی محقق مانتے ہیں۔

عقیل کے سلسلۂ روایت میں چونکہ زافر اور ایک نا معلوم شخص آیا ہے اس لئے سیوطی نے اللئالی المصنوعہ میں سرے سے حدیث مناشدہ کو من گھڑت قرار دیا ہے۔(۲) لیکن ہم نے جن روایات کو بیان کیا ہے ان سے سیوطی کا خیال خود ہی بے قیمت ہو جاتا ہے۔ ان سلسلوں میں وہ بھی ہے جس میں نہ زافر ہے نہ ہی مجہول شخص۔ بالفرض اگر زافر ضعیف بھی ہے تو اس سے یہ نتیجہ کہاں نکلتا ہے کہ روایت مصنوعی ہے کیوں کہ یہ روایت مؤلفین کے عمل درآمد کے برعکس ہے اس طرح بے دھڑک بات کہہ کے سیوطی نے عدم بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ضعیف روایات سے استدلال صحیح نہیں لیکن دوسری مستند روایات سے تقویت دینے میں کوئی بھی ہرج نہیں ہے، ہم نے ثقہ حفاظ کا یہی طریقہ دیکھا ہے کہ وہ نا قابل اعتبار ضعیف راویوں کی بھی روایت صحیح قرائن کی بنا پر قبول کر لیتے ہیں۔ مثلاً کسی اہم شخص کا نوشتہ روایت کو معتبر بنا دیتا ہے کیوں کہ راوی ثقہ ہے اگر چہ دوسرے اعمال میں اس کا چلن مشکوک ہے۔ اسی نظریے کی بنا پر صحیحین میں خوارج

۱۔ التفسیر الکبیر ج ۳ ص ۴۱۸ (ج ۱۲ ص ۲۸)

۲۔ اللالی المصنوعہ ج ۱ ص ۱۸۷ (ج ۱ ص ۳۶۳۔ ۳۶۱)

ونواصب سے بھی روایات لی گئی ہیں۔ بہر حال تعصب کی بات الگ ہے ورنہ زافر کو احمد اور ابن معین نے معتبر مانا ہے۔(۱)

ابوداؤد وابوحاتم نے مرد صالح، ثقہ اور صداقت شعار کہا ہے۔(۲) روایتی طعن کا یہی چلن سیوطی کی طرح ذہبی کی میزان میں بھی ہے۔(۳)

ابن حجر لسان المیزان میں زافر کو مصنوعی روایت بنانے والا کہہ گئے ہیں یہ سب ذاتی غرض کی بنا پر ہے کہ کچھ غلط لوگوں کی مدح وستائش کی جائے اور اچھے لوگوں کو مشکوک بنایا جائے۔(۴)

ذہبی نے مستدرک کی تلخیص میں بھی خاصان خدا اور اہل بیتؑ کی مدح میں وارد احادیث کو مورد طعن بنایا ہے، اور ابن حجر نے بھی۔ یہ سب تعصب وعناد کے کرشمے ہیں۔

مناشدۂ امیر المومنینؑ

زمانۂ خلافت عثمان میں

شیخ الاسلام حموینی نے فرائد السمطین کے باب ۵۸ میں سلیم بن قیس ہلالی کی روایت نقل کی ہے(۵) سلیم کا بیان ہے کہ:

''زمانۂ خلافت عثمان میں مسجد نبوی کے اندر میں نے حضرت علیؑ کے ساتھ کچھ لوگوں کو علم وعفت پر گفتگو کرتے دیکھا، درمیان میں قریش کی فضیلت، اسلامی سبقت اور ہجرت کی بات چھڑ گئی۔ ان کے متعلق احادیث فضائل مثلاً ائمہ قریش سے ہوں گے یا لوگ قریش کے تابع ہیں یا قریش عرب کے امام ہیں، کی بات ہونے لگی۔ لوگوں نے ہر قبیلے کے مفاخر بیان کئے۔ وہاں لگ بھگ دوسو آدمیوں کا مجمع تھا

۱۔ العلل ومعرفۃ الرجال (ج۲رص۳۸۱رنمبر۲۶۹۹)

۲۔ الجرح والتعدیل (ج۳رص۶۲۴رنمبر۲۸۲۵)

۳۔ میزان الاعتدال (ج۱رص۴۴۱رنمبر۱۶۴۳)

۴۔ لسان المیزان (ج۲رص۱۹۹۔۱۹۸رنمبر۲۲۱۲)

۵۔ فرائد السمطین (ج۱رص۳۱۲رحدیث نمبر۲۵سمط۱رباب۵۸)

جن میں حضرت علیؑ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن ابن عوف، طلحہ، زبیر، مقداد، ہاشم بن عتبہ، ابن عمر، حسنؑ، حسینؑ، ابن عباس، محمد بن ابی بکر، عبداللہ بن جعفر۔ اور انصار میں ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابوایوب انصاری، ابوالہیثم بن تیہان، محمد بن سلمہ، قیس بن سعد، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، زید بن ارقم، عبداللہ بن ابی اوفع، ابولیلیٰ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن باپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے، یہ نوجوان، خوبصورت، داڑھی مونچھ بغیر تھے۔ اتنے میں ابوالحسن بصری اپنے بیٹے حسن بصری کے ساتھ آ گئے۔ یہ بھی نوجوان داڑھی مونچھ بغیر، حسین اور میانہ قد تھے۔ حسن بصری اور عبدالرحمٰن میں حسن کا تقابل مشکل تھا لیکن حسن ذرا لمبے تھے۔ حاضرین کی بات چیت کا سلسلہ صبح سے زوال تک چلا۔ عثمان اپنے گھر میں اکیلے تھے انھیں بات چیت کی کچھ خبر نہ تھی۔

حضرت علیؑ اور آپ کے اہل بیتؑ بیٹھے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگوں نے حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

''آپ مباحثے میں حصہ نہیں لے رہے ہیں نہ آپ کے اہل بیتؑ ہی کچھ بول رہے ہیں۔؟''

آپ نے فرمایا: ''دونوں قبیلوں ..... قریش وانصار، نے اپنے مفاخر بیان کئے اور جو کچھ کہا، سچ کہا لیکن میں گروہ انصار وقریش سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کو یہ فضیلت خدا نے کس کے سبب سے دی ہے تمھاری ذات قبیلہ اور گھرانے کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے''۔؟

سب نے کہا: ہمیں یہ فضائل خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کے واسطے سے عطا فرمائے ہیں ہماری ذات، قبیلہ اور گھرانے کی وجہ سے نہیں۔

حضرت نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ تمھیں دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں ہم اہل بیتؑ کی برکت ہی سے نصیب ہوئیں۔ دوسرے کسی سبب سے نہیں۔ میرے چچازاد بھائی رسول خداؐ نے فرمایا ہے: میں اور میرے اہل بیتؑ آدم کی پیدائش سے چودہ ہزار سال قبل پیکر نور میں خدا کے سامنے چلتے پھرتے تھے۔ جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا تو یہ نور ان کے صلب میں رکھ کر انھیں زمین پر اتارا۔ اس کے بعد یہ نور صلب نوحؑ میں کشتی پر آیا۔ پھر صلب ابراہیمؑ میں نار نمرود سے دوچار ہوا۔ اس کے بعد یوں ہی خدا

ہم کو شریف اصلاب اور پاکیزہ ارحام میں منتقل کرتا رہا۔ ہماری منتقلی کبھی بدکاریوں سے آلودہ نہیں ہوئی
اس پر سابقین بدر و احد کے اصحاب نے کہا:

''ہاں! ہم نے رسول خداؐ سے ایسے ہی سنا ہے۔''

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں خدا نے سابقین کو مسبوقین پر کئی آیتوں میں فضیلت دی ہے، اور میں تمام امت میں سابق الاسلام ہوں۔

سب نے کہا۔ ''خدا گواہ ہے ہاں۔''

پھر فرمایا: ''میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ جب '' **السابقون الاوّلون من المهاجرين والانصار ...... السابقون السابقون اولئک المقرّبون**'' کی آیات نازل ہوئیں تو لوگوں نے ان کے بارے میں پوچھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: اس میں خدا نے انبیاء و اوصیاء کا تذکرہ کیا ہے اور میں افضل الانبیاءؑ اور علی بن ابی طالبؑ افضل الاوصیاءؑ ہیں۔''

سب نے کہا: ''خدا گواہ ہے، ہاں۔''

پھر فرمایا:۔ ''میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب آیۂ اولی الامر اور آیۂ ولایت نازل ہوئی تو رسولؐ سے پوچھا گیا کہ یہ آیات خاص مومنین کے لئے ہیں یا عام مومنین مراد ہیں۔ تو خدا نے اپنے رسولؐ کو والیان امر کی نشاندہی کا حکم دیا۔ اور ولایت کی تفسیر و تبلیغ اس طرح کریں جیسے نماز، زکوٰۃ اور حج کی کر چکے ہیں۔ اور خدا نے حکم دیا کہ وہ مجھے غدیر خم میں اپنا جانشین قرار دیں۔ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

''لوگو! خدا نے مجھے ایسے پیغام کی تبلیغ پر مامور فرمایا ہے کہ میرا سینہ تنگی محسوس کر رہا ہے، مجھے اس پیغام کی تبلیغ میں لوگوں کی تکذیب کا ڈر تھا، خدا نے میری تہدید فرمائی کہ اسے ضرور پہنچاؤں ورنہ عذاب کیا جائے گا۔''

پھر رسول اللہؐ نے نماز جماعت کا اعلان کیا اور خطبہ فرمایا:

''اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ خدائے عزوجل میرا مولیٰ ہے اور میں مومنین کا مولیٰ ہوں، ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار ہوں۔''

فرمایا: اے علیؑ! کھڑے ہو جاؤ۔ پس میں کھڑا ہو گیا تو فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ. اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔**

اس وقت سلمان کھڑے ہوئے اور پوچھا: ''یارسول اللہؐ! یہ مولیٰ ہونا کس قسم کا ہے؟''

فرمایا: میرے ایسا مولیٰ ہونا۔ جس کے نفس پر میں بااختیار ہوں۔ اس وقت خداوند عالم نے آیت نازل فرمائی: آج میں نے تمھارے لئے دین کامل کر دیا۔ رسولؐ نے تکبیر بلند فرمائی اور کہا: خدا کی شان! میری نبوت تمام ہوئی اور میرے بعد علی کی ولایت وامامت سے دین کا کام پورا ہوا۔

اس وقت ابوبکر وعمر نے کھڑے ہو کر پوچھا: ''کیا یہ آیات خاص علیؑ کی شان میں ہیں''۔؟

فرمایا: ''ہاں علیؑ کے بارے میں اور میرے ان اوصیاؑ کے بارے میں جو قیامت تک ہوں گے''۔

دونوں نے عرض کی: ''ان کے اسماء بھی بتا دیجئے۔''

فرمایا: میرا بھائی علیؑ جو میرا وزیر، وارث ووصی، میری امت پر میرا جانشین۔ میرے بعد تمام مومنوں کا ولی ہے اس کے بعد میرے بیٹے حسنؑ وحسینؑ پھر حسینؑ کے صلب سے نو یکے بعد دیگرے ہوں گے۔ قرآن ان کے ساتھ اور وہ قرآن کے ساتھ ہیں اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔

سب نے کہا: ''ہم نے سنا اور آپ کے ارشاد پر گواہ ہیں۔''

بعض حاضرین نے حضرت علیؑ کے بیان پر عرض کی: ''آپ کے ارشاد کا کچھ حصہ ہمارے ذہن میں ہے لیکن تمام باتیں حافظے سے محو ہیں۔ جنھیں پوری بات یاد ہے وہ ہم سے بہتر ہیں۔''

حضرت نے فرمایا: ''ٹھیک ہے، سب کا حافظہ برابر نہیں ہوتا، میں ان لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں جو ارشاد رسولؐ حفظ کئے ہوئے ہیں، کہ اس کا اظہار کریں۔''

یہ سن کر زید بن ارقم، براء بن عاذب، سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے ارشاد رسولؐ حفظ کیا ہے۔ رسول خداؐ منبر پر تھے اور ہم ان کے بغل میں تھے رسول اللہ نے فرمایا تھا:

''خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھارے لئے امام مقرر کردوں، جو میرے بعد تمھارے درمیان میرا جانشین، وصی اور خلیفہ ہو۔اس کی اطاعت مومنین کے لئے میری اطاعت کے قریب اور تمھیں اس کی ولایت قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں نے خدا سے رجوع کر کے اہل نفاق کے طعن وتکذیب کا عذر کیا تو اس نے تبلیغ سے روگردانی کرنے پر معذب کرنے کی تہدید کی۔اے لوگو! خدا نے نماز، زکوٰۃ، صوم وحج کا حکم دیا تو اس کی وضاحت کی، میں نے اس کی تفسیر کی، اس نے تم کو قبول ولایت کا بھی حکم دیا ہے، میں تم کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ وہ ولایت خاص اس کے لئے ہے۔اور علیؑ پر ہاتھ رکھا۔اس کے بعد فرمایا: یہ مرتبہ اس کے فرزند کے لئے ہے، اس کے بعد ان اوصیاء کے لئے جو اس کی اولاد میں ہوں گے ۔نہ یہ قرآن سے جدا ہوں گے نہ قرآن ان سے جدا ہوگا۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں ۔لوگو! میں نے اپنے بعد کے لئے تمھاری پناہ امام، ہادی، ولی کی نشاندہی کردی۔وہ علیؑ کی ذات ہے۔تمھارے درمیان اس کی حیثیت میری جیسی ہے۔دین کے معاملے میں اس کی اطاعت کا طوق ڈال لو اور اپنے تمام تر معاملات میں اسی کی پیروی کرو۔کیوں کہ خدا نے جو کچھ علم وحکمت مجھے عطا فرمایا ہے وہ سب اس کے پاس ہے، اس سے سوال کرو۔اس سے اور اس کے بعد آنے والے اوصیاء سے سیکھو۔اور ان کو نہ سکھاؤ نہ ان سے آگے بڑھو اور ان سے پیچھے ہٹو۔یہ حق کے ساتھ ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے۔ ہمیشہ حق کے ہمنوا رہو حق ہر حال میں ان کے ساتھ ہوگا۔'' اس کے بعد تمام لوگ بیٹھ گئے۔(۱)

مناشدۂ امیر المومنین

یوم رحبہ

حضرت علیؑ کے اس دعویٰ پر کہ ''رسول خداؐ انھیں دوسروں پر مقدم فرمایا کرتے تھے۔لوگوں نے آپ پر تہمت طرازی شروع کردی۔آپ کی خلافت کے سلسلے میں بھی نزاع واختلاف نے سر ابھارا، اس

۱۔یہ حموینی کے الفاظ تھے۔کتاب سلیم بن قیس (ج۲؍ص؍۶۴۳ حدیث نمبر ۱۱) میں بھی کم وبیش یہی ہے۔کتاب سلیم پر ہماری گفتگو آگے آئے گی۔

وقت آپ مقام رحبہ میں تشریف لائے اور لوگوں کے بڑے مجمع میں حدیث غدیر کی بنیاد پر مناشدہ کر کے اپنے ہر مخالف کی تردید کی۔ اس مناشدہ کی روایتی اہمیت اس قدر بڑھ گئی کہ بہت سے تابعین وعلماء کی کتابیں اس کے اسناد سے بھر گئیں۔ ہم یہاں صرف چار صحابہ اور چودہ تابعین کی روایت پر اکتفا کر رہے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ابوسلیمان مؤذن

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں: ''ابواسرائیل نے حکم اور انھوں نے ابوسلیمان مؤذن سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے حدیث غدیر سننے والوں کو قسم دی کہ وہ گواہی دیں۔ بہت سے افراد نے گواہی دی لیکن زید بن ارقم نے باخبر ہونے کے باوجود گواہی نہ دی۔ حضرت علیؑ نے ان کے اندھے ہونے کی بددعا دی اور ان کی بصارت جاتی رہی۔ وہ نابینا حالت میں لوگوں سے حدیث بیان کرتے۔''(۱)

اسی کی ایک دوسری سند بھی آگے بیان ہوگی۔ شاید اسی کا ٹکڑا ہو۔

۲۔ ابوالقاسم اصبغ بن نباتہ

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں حافظ بن عقدہ سے روایت کی ہے۔ محمد بن اسماعیل بن اسحاق راشدی، محمد بن خلف نمیری، علی بن حسن عبدی، اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے رحبہ میں حدیث غدیر سننے والوں کو کھڑے ہو کر گواہی دینے کی قسم دی۔ حاضرین میں سے دس افراد اٹھے۔ ان میں ابوایوب انصاری، ابوعمرہ بن عمرو بن محصن، ابوزینب بن عوف انصاری، سہل بن حنیف، خزیمہ بن ثابت، عبداللہ بن ثابت انصاری۔ حبشی بن جنادہ صلولی، عبید بن عازب انصاری، نعمان بن عجلان انصاری، ثابت بن ودیعہ انصاری، عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری تھے۔ سب نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے خود رسولؐ سے حدیث غدیر سنی ہے۔(۲)

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ر ۱ ص ر ۳۶۲ (ج ر ۴ ص ر ۷۴ خطبہ ۵۶)

۲۔ اسد الغابہ ج ر ۳ ص ر ۳۰۷، ج ر ۵ ص ر ۲۰۵ (ج ر ۳ ص ر ۴۶۹ نمبر ۳۳۴۱)

اسد الغابہ میں اصبغ سے مروی ہے کہ علیؑ نے لوگوں کو اٹھ کر حدیث غدیر کی گواہی دینے کی قسم دی تو سترہ افراد ابوایوب و ابوزینب نے گواہی دی کہ ہم نے خود رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر بلند فرمایا اور کہا:

''لوگو! کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ میں نے تبلیغ و نصیحت کر دی۔ فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ۔ خدا میرا ولی اور میں مومنین کا ولی ہوں۔ اور جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ خدایا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ، اس کے محب سے محبت کر، اس کے مددگار کی مدد کر، اس سے کینہ رکھنے والوں سے کینہ رکھ۔ (۱) اس کا اخراج ابوموسیٰ نے اور اس کی روایت ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں کی ہے (۲) اس میں ایک صحابی عبدالرحمٰن بن عبدالرب کا اضافہ ہے۔

۳۔ حبہ بن جوین عرنی۔ ابوقدامہ بجلی صحابی

مناقب ابن مغازلی شافعی میں ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان، ابوعیسیٰ حافظ اور وہ حبہ عرنی سے مناشدہ علیؑ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس وقت بارہ افراد اہل بدر سے جن میں زید بن ارقم بھی تھے، کھڑے ہوئے۔ ان سب نے گواہی دی۔ (۳)

دولابی کی روایت ابوقدامہ کی سند سے گزر چکی جس میں حضرت علیؑ کے مناشدہ رحبہ میں دس آدمیوں کی گواہی کا ذکر ہے ان میں ایک آدمی جبہ اور حضرمی شلوار پہنے ہوئے تھا۔

۴۔ زادان بن عمر

امام احمد بن حنبل نے مسند میں ابن نمیر، عبدالملک، ابوعبدالرحیم کندی، اور انھوں نے زادان بن عمر سے۔ اس روایت میں تیرہ آدمیوں کے کھڑے ہو کر حدیث غدیر کی گواہی دینے کی بات ہے۔ (۴) اسے مندرجہ ذیل علماء نے لکھا ہے۔

۱۔ اسد الغابہ (ج۶/ص۳۰/ نمبر ۵۹۲۶)

۲۔ الاصابہ ج۲/ص۴۰۸، ج۴/ص۸۰)

۳۔ مناقب ابن مغازلی (ص۲۰/ حدیث ۲۷)

۴۔ مسند احمد بن حنبل ج۱/ص۸۴/ (ج۱/ص۱۳۵/ حدیث ۶۴۲)

حافظ ہیثمی نے مجمع میں احمد کے متذکرہ سلسلۂ سند سے۔(۱)ابوالفرج ابن جوزی نے صفوۃ الصفوۃ میں۔(۲)ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں۔(۳)ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول میں۔(۴) سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں۔سیوطی نے جمع الجوامع میں۔(۵)ابن ابی عاصم نے السنہ میں جیسا کہ کنزالعمال میں ہے۔(۶)

۵۔زر بن حبیش اسدی

زرقانی نے شرح مواہب میں ابن عقدہ سے روایت کی ہے اور انھوں نے زر بن حبیش سے۔اس میں بارہ آدمیوں کی گواہی ہے۔(۷)

۶۔زیاد ابن ابی زیاد

مسند احمد میں محمد بن عبداللہ، ربیع بن ابی صالح اسلمی ،انھوں نے زیاد بن ابی زیاد سے۔اس میں بھی بارہ اصحاب بدر نے حدیث غدیر کی گواہی دی۔(۸)اس کے علاوہ بہت سے علماء نے اس کی روایت کی ہے۔(۹)

۷۔زید بن ارقم انصاری صحابی

احمد نے اسود بن عامر،ابواسرائیل ،حکم،ابی سلیمان اور انھوں نے زید بن ارقم سے۔اس میں بھی بارہ بدری صحابیوں کی گواہی ہے۔زید کہتے ہیں کہ میں نے انکار کیا تو میری بصارت جاتی رہی۔(۱۰)

۱۔مجمع الزوائد ج۹ص۱۰۷

۲۔صفۃ الصفوۃ ج۱ص۱۲۱

۳۔البدایۃ والنہایۃ ج۵ص۲۱۰،ج۷ص۳۴۸

۴۔مطالب السئول ص۵۴

۵۔تذکرۃ الخواص ص۱۷

۶۔کنزالعمال ج۶ص۴۰۷

۷۔شرح المواہب ج۷ص۱۳

۸۔مسند احمد بن حنبل ج۱ص۸۸(ج۱ص۱۴۲حدیث۶۷۲)

۹۔مجمع الزوائد ج۹ص۱۰۶؛البدایۃ والنہایۃ ج۸ص۳۴۸(ج۷ص۳۸۴حوادث ۴۰ھ)؛الریاض النضرہ ج۲ص۱۷۰(ج۳ص۱۱۴)؛ذخائر العقبیٰ ص۶۷

۱۰۔مسند احمد بن حنبل(ج۶ص۵۱۰حدیث۲۲۶۳۳)

حافظ ہیثمی نے مجمع میں بحوالۂ احمد، طبرانی کبیر کی موثق روایت میں زید نے کہا: ''حضرت نے گواہی سے انکار کرنے والوں کو بددعا دی تھی''۔(۱)

ابن مغازلی نے مناقب میں ابوالحسین علی بن عمر بن شوذب۔ انھوں نے اپنے باپ اور انھوں نے محمد بن حسین زعفرانی، احمد بن یحییٰ، ابواسرائیل، حکم، ابوسلیمان اور انھوں نے زید بن ارقم سے.... ''میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے گواہی سے انکار کیا تھا، تو بددعا کی وجہ سے اندھا ہوگیا۔''(۲)

شیخ ابراہیم وصابی نے اکتفا میں بحوالہ معجم کبیر طبرانی سے سولہ آدمیوں کی نشاندہی کی ہے انھیں لفظوں میں ہیثمی نے مجمع، سیوطی نے جمع الجوامع میں بحوالہ معجم طبرانی۔ مگر اسی سند سے کنزالعمال میں بارہ آدمیوں کی گواہی ہے۔(۳)

حافظ محمد بن عبداللہ نے فوائد میں (یہ کتاب کتب خانہ مکہ میں موجود ہے) محمد بن سلیمان بن حرث، عبیداللہ بن موسیٰ، ابواسرائیل ملائی، حکم، ابوسلیمان مؤذن اور انھوں نے زید سے۔

''حضرت علیؑ نے لوگوں سے حلفیہ گواہی طلب کی جنھوں نے حدیث غدیر سنی ہو۔ یہ سن کر سولہ آدمی کھڑے ہوئے۔ میں بھی ان میں تھا''۔ اس حدیث کو ابن کثیر نے بدایہ میں نقل کیا ہے۔(۴)

۸۔ زید بن یثیع

مسند احمد میں علی بن حکیم اودی، شریک، ابواسحاق، سعد بن وہب اور زید بن یثیع سے۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ حضرت نے مقام رحبہ میں مناشدہ کیا تو سعد کی طرف سے چھ اور زید کے بغل سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور سب نے حدیث غدیر کی گواہی دی۔(۵)

۱۔ مجمع الزوائد ج۹/ص/۱۰۶؛ المعجم الکبیر (ج۵/ص/۱۷۵حدیث۴۹۹۶)

۲۔ مناقب ابن مغازلی (ص/۲۳حدیث۳۳)

۳۔ مجمع الزوائد ج۹ص/۱۰۷؛ المعجم الاوسط (ج۲/ص/۵۷۶حدیث ۱۹۸۷)؛ کنز العمال ج۶/ص/۴۰۳ (ج۱۳/ص/۱۵۷ حدیث۳۶۴۸۵)

۴۔ البدایۃ والنہایۃ ج۷/ص/۳۴۶ (ج۷/ص/۳۸۳حوادث ۴۰ھ)

۵۔ مسند احمد بن حنبل ج۱/ص/۱۱۸ (ج۱/ص/۱۸۹حدیث۹۵۳)

ابن اثیر بدایہ، گنجی کفایہ، خصائص نسائی اور جزری نے اسنی المطالب میں اس کو لکھا ہے۔(۱)
نسائی کی مسند میں: قاضی علی بن محمد، خلف بن تمیم، شعبہ، ابواسحاق اورانھوں نے سعید وزید سے(۲)
دوسری جگہ کی سند ہے: ابوداؤد سلیمان حرانی، عمران بن ابان، شریک، ابواسحاق، زید سے۔
طبری نے احمد بن منصور سے روایت کی ہے۔عبیداللہ بن موسیٰ، فطر بن خلیفہ، ابواسحاق، سعد بن وہب، زید بن یثیع اور عمرو ذی مر سے۔اس کا حوالہ تاریخ ابن کثیر میں بھی ہے۔(۳)
ابن عقدہ نے حسن بن علی بن عفان عامری سے روایت کی ہے۔عبیداللہ بن موسیٰ، فطر ابواسحاق، عمرو بن مرہ، سعید بن وہب اور زید بن یثیع سے۔اس میں تیرہ آدمیوں کی نشاندہی ہے۔یہ حدیث لکھ کر ابواسحاق نے کہا: اے ابوبکر کیسے مشائخ تھے۔ابن عقدہ سے ابن کثیر نے بھی یہی روایت کی ہے۔حافظ ہیثمی نے مجمع میں بزاز کے طریق سے صحیح سند کے ساتھ کنز العمال کے مطابق جمع الجوامع میں سیوطی نے نیز ابن جریر اور خلعی نے خلعیات میں بھی اسے لکھا ہے۔ہیثمی کے رجال ثقہ نہیں۔شیخ یوسف نبہانی نے اشرف المؤید میں بھی یہی لکھا ہے۔(۴)

۹۔سعید بن ابی حدّان

حموینی نے فرائد کے باب دہم میں شیخ عماد الدین عبدالحافظ بدران سے بطور درس۔قاضی محمد بن عبدالصمد خرستانی نے بطور اجازہ، ابوعبداللہ محمد بن فضل عراوی نے بطور اجازہ، ابوبکر احمد بن حسین حافظ بیہقی۔ابوبکر احمد بن حسین قاضی، ابوجعفر محمد بن علی دنعیم، احمد بن حازم بن عزیزہ، ابوعشان مالک، فضیل بن مرزوق، ابواسحاق انھوں نے سعید بن ابی حدان وعمرو ذی مر سے.....(۵) حضرت علیؑ نے رحبہ میں

۱۔البدایۃ والنھایۃ ج۵/ص۲۱۰؛ کفایۃ الطالب ص۱۷/(ص۶۳)؛ اسنی المطالب ص۴/(ص۴۹)
۲۔خصائص نسائی ص۲۲/(ص۱۰۱/حدیث ۸۷،ص۱۰۲/حدیث ۸۸ سنن کبریٰ، ج۵/ص۱۳۱/حدیث ۸۴۷۲،ص۱۳۲/حدیث ۸۴۷۳
۳۔البدایۃ والنھایۃ ج۵/ص۲۱۰ (ج۵/ص۲۲۹ حوادث ۱۰ھ)
۴۔البدایۃ والنھایۃ ج۷/ص۳۴۷ (ج۷/ص۳۸۴ حوادث ۴۰ھ)؛ مجمع الزوائد ج۹/ص۱۰۵، ۱۰۷؛ کنز العمال ج۶/ص۴۰۳ (ج۱۳/ص۱۵۸/حدیث ۳۶۴۸۷؛ جامع الاحادیث (ج۱۶/ص۲۶۳/حدیث ۷۸۹۹)؛ الشرف المؤبد ص۱۱۳/(ص۲۶۹)
۵۔فرائد السمطین (ج۱/ص۶۸/حدیث ۳۴ باب ۱۰)

فقط اصحاب رسولؐ سے حلفیہ گواہی طلب کی تو چھ سعید کے بغل سے اور چھ عمرو ذی مر کے بغل سے کھڑے ہوئے اور حدیث غدیر کی گواہی دی۔

۱۰۔ سعید بن وہب

مسند احمد میں علی بن حکیم رودی، شریک، ابواسحاق۔ انھوں نے سعید بن وہب اور زید بن یثیع سے متذکرہ روایت کی ہے۔ جلد پنجم میں محمد بن جعفر، شعبہ اور ابواسحاق سے روایت کی ہے کہ سعید نے کہا: حضرت علیؑ کے مناشدہ رحبہ میں پانچ افراد کھڑے ہوئے۔(۱)

خصائص نسائی میں حسین بن حریث مروزی، فضل بن موسیٰ، اعمش انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے سعید سے کہ اس میں سعد و زید کے بغل سے چھ افراد کھڑے ہوئے اور عمرو ذیمر نے گواہی دی اسی خصائص میں محمد بن مثنیٰ محمد بن جعفر غندر، شعبہ، ابواسحاق، انھوں نے سعید سے کہ چھ چھ افراد کھڑے ہوئے۔ عاصمی نے زین الفتیٰ میں ابوبکر جندب ابوسعید رازی، ابواحمد بن منہ نیشاپوری، ابوجعفر حضرمی علی بن سعید کندی، جریر بن سری ہمدانی انھوں نے سعید سے کہ بارہ آدمی کھڑے ہوئے۔(۲)

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ابن عقدہ سے بطریق موسیٰ بن نصر۔ ابن غیلان، ابواسحاق، سعید بن وہب، عمرو ذی مر، زید بن یثیع اور ہانی بن ہانی کے علاوہ بہت سے لوگوں نے حدیث نقل کی ہے۔(۳)

حضرت علیؑ نے رحبہ میں مناشدہ فرمایا تو ایک گروہ نے گواہی دی اور ایک گروہ نے گواہی چھپائی چھپانے والے مرنے سے قبل آفت میں مبتلا ہوئے یا اندھے ہوئے۔ ان میں یزید بن ودیعہ، عبدالرحمٰن بن مدلج خاص طور سے لائق ذکر ہیں۔

اسے ابن حجر نے اصابہ میں نقل کیا ہے۔ عبدالرحمٰن بن مدلج کے تذکرے میں لکھا ہے کہ اس کا

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱/ص ۱۱۸/ (ج ۱/ص ۱۸۹/ احدیث ۹۵۳)۔ ج ۵/ص ۳۶۶/ (ج ۶/ص ۵۰۴/ حدیث ۲۲۵۹۷)

۲۔ خصائص نسائی ص ۲۶/ (ص ۱۷/ ۱۱حدیث ۹۸، السنن الکبریٰ ج ۵/ص ۱۳۶/ احدیث ۸۴۸۳)، ص ۴۰/ (ص ۱۶۷/ حدیث ۱۵۷، السنن الکبریٰ ج ۵/ص ۱۵۴/ احدیث ۸۵۴۲)، ص ۲۲/ (ص ۱۰۱/ احدیث ۸۶، السنن الکبریٰ ج ۵/ص ۱۳۱/ احدیث ۸۴۷۱)

۳۔ اسد الغابۃ ج ۳/ص ۳۲۱/ (ج ۳/ص ۴۹۲/ نمبر ۳۳۸۲)

تذکرہ ابن عقدہ نے کتاب الموالاۃ میں کیا ہے اور موسیٰ بن نضر بن ربیع کے سلسلے میں روایت کی ہے انھوں نے سعد بن طالب ابوغیلان سے، انھوں نے ابواسحاق سے کہ مجھے بے شمار لوگوں نے حدیث بتائی کہ حضرت علیؑ نے مقام رحبہ میں حدیث غدیر کی حلفیہ گواہی طلب کی تو ایک گروہ نے جن میں عبدالرحمٰن بن مدلج بھی تھے، گواہی دی۔ اس روایت کو ابن شاہین اور ابن عقدہ نے بیان کیا ہے اور ابوموسیٰ نے اسے ملحق کیا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن حجر نے سند و متن کے ساتھ مذاق کیا ہے، چار راویوں کے نام اڑا دیئے گئے ہیں، گواہی چھپانے والوں کا قصہ اور اس کا ردعمل حذف کر دیا ہے۔ تماشہ یہ ہے کہ ابن مدلج جو چھپانے والوں میں تھے، انھیں راوی بنا دیا ہے۔ نقلِ حدیث کی اس امانت کا کیا کہنا ابن حجر کی اصابہ میں ایسے نمونے بہت ملتے ہیں۔

ان کے علاوہ حافظ ہیثمی نے مجمع میں، ابن کثیر نے تاریخ میں اور خوارزمی نے مناقب میں لکھا ہے (۱)

۱۱۔ ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی صحابی۔ متوفی ۱۰۰۔۱۰۲۔۱۰۸۔۱۱۰ھ

مسند احمد میں حسین بن محمد اور ابونعیم معنی سے روایت کی ہے۔ انھوں نے ابوالطفیل کا بیان نقل کیا ہے کہ:

''حضرت علیؑ نے مقام رحبہ میں ہر مسلمان کو قسم دی، جس نے حدیث غدیر سنی ہو۔ لوگوں میں سے تیس آدمی کھڑے ہوئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں مقام رحبہ سے اٹھا تو میرے دل میں شبہ تھا۔ میں زید بن ارقم سے ملا اور ان سے پوچھا کہ حضرت علیؑ یوں فرماتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ اس میں انکار کی کیا بات ہے میں نے خود بھی رسولؐ سے سنا ہے''۔ (۲)

اس کی روایت ہیثمی نے مجمع میں امام احمد بن حنبل کی سند سے کی ہے اور کہا ہے کہ سند کے سبھی راوی صحیح اور ثقہ ہیں۔ (۳)

۱۔ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۴؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۰۹ (ج/۵ص/۲۲۹ حوادث ۱۰ھ)، ج/۷ص/۳۴۷ (ج/۷ ص/۳۸۴ حوادث ۴۰ھ)؛ مناقب خوارزمی ص/۹۴ (ص/۱۵۶ حدیث ۱۸۵)

۲۔ مسند احمد بن حنبل ج/۴ص/۳۷۰ (ج/۵ص/۴۹۸ حدیث ۱۸۸۱۵)   ۳۔ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۴

خصائص نسائی میں ہارون بن عبداللہ بغدادی حمال، مصعب بن مقدام، فطر بن خلیفہ انھوں نے ابوالطفیل سے۔(۱) عاصمی نے زین الفتیٰ میں استاذ بن جلاب سے یہی روایت نقل کی ہے۔(۲) دوسرے استاذ سے محمد بن احمد، علی بن ابراہیم، محمد بن عبداللہ، احمد بن محمد لباد، ابونعیم، فطر، ابوالطفیل سے۔

ان ہی لفظوں میں گنجی نے کفایہ میں اپنے استاذ یحییٰ بن ابی معالی، محمد بن علی قرشی، ابوعلی حنبل بن عبداللہ بغدادی ابوالقاسم بن حصین، ابوعلی بن مذہب، ابوبکر قطیعی، عبداللہ بن احمد اور انھوں نے اپنے باپ سے۔(۳)

محب الدین طبری نے ریاض میں بھی یہی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ میں نے فطر سے پوچھا: اس قول اور موت کے درمیان کتنا وقفہ تھا...؟ انھوں نے کہا: سو دن۔(۴) حاتم نے تشریح کی ہے کہ اس سے حضرت علیؑ کی موت مراد ہے۔ ابن کثیر نے بدایہ اور بدخشی نے نزل الابرار میں یہی لکھا ہے۔(۵)

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اپنے استاد ابوموسیٰ سے، شریف ابومحمد حمزہ علوی، احمد باطرقانی، ابومسلم بن شہدل، ابن عقدہ، محمد اشعری، رجا بن عبداللہ، محمد بن کثیر، فطر اور ابن جارود اور انھوں نے ابوطفیل سے۔ اس روایت میں سترہ آدمیوں کی نشاندہی کی ہے۔ ابوقدامہ نے گواہی دی ہے کہ ظہر کا وقت تھا چند درختوں کو ملانے کے لئے کپڑا ڈال دیا گیا۔ نماز کے بعد تین بار اعلان ولایت علیؑ فرمایا۔ اس کی روایت ابوموسیٰ نے کی ہے۔(۶)

ابن حجر نے اصابہ میں ابن عقدہ کے حوالے سے۔ سمہودی نے جواہر العقدین میں حافظ ابونعیم کی

۱۔ خصائص نسائی ص/۱۷ (ص/۱۱۳ حدیث ۹۳، السنن الکبریٰ ج/۵ ص/۱۳۴ حدیث ۸۴۷۸)

۲۔ عاصمی کے الفاظ یہ ہیں: وفات رسولؐ اور ان کے درمیان میں کتنا وقفہ تھا۔ یہ نہ تو وفات نبیؐ سے میل کھاتا ہے نہ ہی وفات علیؑ سے کیوں کہ مناشدہ اوائل خلافت علیؑ ۳۵ھ میں پیش آیا۔ اس کے بعد آپ پانچ سال زندہ رہے، اور رسول خداؐ غدیر کے بعد ستر دن زندہ رہے۔ لیکن رسول خداؐ کے لئے یہ بات زیادہ چسپاں ہے۔

۳۔ کفایۃ الطالب ص/۱۳ (ص/۵۵)

۴۔ الریاض النضرۃ ج/۲ ص/۱۶۹ (ج/۳ ص/۱۱۴)

۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ ص/۲۱۱ (ج/۵ ص/۲۳۱ حوادث ۱۰ھ)؛ نزل الابرار ص/۲۰ (ص/۵۲)

۶۔ اسد الغابۃ ج/۵ ص/۲۷۶ (ج/۶ ص/۲۵۲ نمبر ۶۱۶۹)

حلیہ سے نقل کیا ہے، کہ ابوالطفیل نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے مقام رحبہ میں لوگوں کو قسم دے کر حدیث غدیر کی گواہی طلب کی۔ سترہ آدمی جن میں خزیمہ بن ثابت، سہل بن سعد، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، ابوایوب انصاری، ابوسعید خدری، ابوشرح خزاعی، ابوقدامہ انصاری ابولیلی (یا ابویعلی۔ ینابیع المودۃ)، ابوالہیثم بن تیہان اور قریش کے کئی آدمی کھڑے ہوئے۔ حضرت علیؑ نے ان سے گواہی مانگی تو انھوں نے حالات خطبہ اور متن خطبہ جس میں حدیث ثقلین بھی شامل ہے، کی گواہی دی۔(۱) ینابیع المودۃ میں بحوالہ سمہودی اور شیخ احمد بن محمد باکثیر نے وسیلۃ الآمال میں بھی یہی بیان کیا ہے۔(۲)

۱۲۔ ابوعمارہ عبدخیر بن یزید ہمدانی کوفی تابعی

خوارزمی نے مناقب میں حافظ احمد بن حسین بیہقی۔ ابومحمد عبداللہ بن یحییٰ بن ہارون عبدالجبار سکری، اسماعیل بن محمد صفار، احمد بن منصور مادی، عبدالرزاق، اسرائیل، سعید بن وہب اور عبدخیر سے متذکرہ حدیث نقل کی ہے۔(۳)

۱۳۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ

مسند احمد میں عبیداللہ بن عمر، یونس بن ارقم، یزید بن ابی زیاد، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ مناشدۂ رحبہ میں بارہ افراد کھڑے ہوئے۔ مسند میں دوسری جگہ بھی بارہ افراد کے کھڑے ہونے کا تذکرہ ہے لیکن صرف تین اشخاص نہیں کھڑے ہوئے حضرت نے بددعا کی جوان کو لگ گئی۔(۴)

احمد بن عاصمی نے زین الفتیٰ میں شیخ زاہد ابی عبداللہ احمد بن مہاجر، ابوعلی ہروی، عبداللہ بن عروہ یوسف بن موسیٰ قسطانی، مالک بن اسماعیل، جعفر بن زیاد احمر، یزید بن ابی زیاد اور مسلم بن سالم سے انھوں نے عبدالرحمٰن سے متذکرہ حدیث نقل کی ہے۔ انھیں الفاظ میں تاریخ خطیب بغدادی میں محمد بن

۱۔ الاصابۃ ج۴/ص/۱۵۹

۲۔ ینابیع المودۃ ص/۳۸ (ج۱/ص/۳۶ باب۴)؛ وسیلۃ المآل (ص/۱۱۸ باب۴)

۳۔ مناقب خوارزمی ص/۹۴ (ص/۱۵۶ حدیث ۱۸۵)

۴۔ مسند احمد بن حنبل ج۱/ص/۲۱۱۹ (ج۱/ص/۱۹۱ حدیث ۹۶۴ ص/۱۹۲ حدیث ۹۶۷)

عمر بن بکیر، ابوعمر یحییٰ بن محمد بن عمر بن اخباری سے ۳۶۳ھ میں ابوجعفر احمد بن محمد بن صفی۔ عبیداللہ ابن ابی سعید کندی، ابوسعید اشج، علاء بن سالم عطار، یزید بن ابی زیاد، انھوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے۔(۱)

طحاوی نے مشکل الآثار میں عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے۔(۲) ابن اثیر نے ابوالفضل عبیداللہ فقیہ سے۔ ابویعلی احمد بن علی قواریری، یونس بن ارقم، یزید بن ابی زیاد، عبدالرحمٰن سے۔ اس میں بارہ بدری صحابیوں کی گواہی مرقوم ہے۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ اسی طرح براء سے روایت ہے اس میں حضرت عمر کی تہنیت کا بھی ذکر ہے۔(۳)

حموینی نے فرائد باب دہم میں شیخ ابوالفضل اسماعیل بن ابی عبداللہ بن حماد قسفلانی کی کتاب کے حوالے سے روایت کی ہے۔ انھوں نے شیخ حنبل بن عبداللہ بن سعادہ مکی رصانی کی زبانی سنا۔ انھوں نے ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن محمد بن عبدالواحد بن حصین کی زبانی۔ انھوں نے ابوعلی مذہب کی زبانی، انھوں نے ابوبکر قطیفی سے، انھوں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے۔(۴)

اسی روایت کو جزری نے اسنی المطالب میں ابوحفص عمر بن حسن مراغی کی زبانی نقل کیا ہے۔(۵) ابوبکر ہیثمی نے مجمع میں انھیں کے الفاظ لکھے ہیں۔(۶) ابن کثیر نے بھی تاریخ میں دونوں صورتیں لکھی ہیں اور کہا ہے کہ ایسی ہی روایت ابوداؤد طہوری نے عمر بن عبداللہ بن ہند جملی اور عبدالاعلیٰ بن عامر ثعلبی ان دونوں نے عبدالرحمٰن سے کی ہے۔(۷) سیوطی نے جمع الجوامع میں جیسا کہ کنز العمال میں دار قطنی سے روایت کی ہے۔ اس میں دس آدمیوں نے گواہی دی۔ ایک گروہ نے پوشیدہ رکھا، اس گروہ کے لوگ یا تو برص میں مبتلا ہوئے یا اندھے ہوئے۔(۸)

۱۔ تاریخ بغدادی ج/۱۴ص/۲۳۶   ۲۔ مشکل الآثار ج/۲ص/۳۰۸

۳۔ اسد الغابۃ ج/۴ص/۲۸ (ج/۴ص/۱۰۸ نمبر ۳۷۸۳)

۴۔ فرائد السمطین (ج/۱ص/۶۹ حدیث ۳۶)

۵۔ اسنی المطالب ص/۳ (ص/۴۸۔۴۷)   ۶۔ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۵

۷۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۱۱ (ج/۵ص/۲۳۰ حوادث ۱۰ھ)، ج/۷ص/۳۴۶) ج/۷ص/۳۸۴ حوادث ۴۰ھ

۸۔ کنز العمال ج/۶ص/۳۹۷ (ج/۱۳ص/۱۳۱ حدیث ۳۶۴۱۷)

نیز یہ روایت کنز العمال میں امام احمد ،ابو یعلی موصلی ،ابن جریر طبری ،خطیب بغدادی اور ضیاً مقدسی کے طریق سند میں ہے۔(۱)

وصابی نے الاکتفا میں امام احمد کے لفظوں میں زوائد المسند عبداللہ بن احمد اور ابو یعلی کے طریق سند سے مسند میں ،تہذیب الآثار ابن جریر طبری ،تاریخ خطیب بغدادی اور المختارہ ضیاً مقدسی میں بھی روایت ہے۔(۲)

۱۴۔عمرو ذی مرّہ تابعی

مسند احمد میں علی بن حکیم۔شریک۔ابواسحاق۔انھوں نے عمرو سے۔(۳) نسائی نے خصائص میں علی بن محمد بن علی سے۔انھوں نے خلف بن تمیم ،اسرائیل ،ابواسحاق سے۔(۴) خصائص نسائی میں ایک دوسری سند بھی ہے۔(۵)

حموینی نے فرائد میں عمرو ذی مر سے ،حافظ ہیثمی نے مجمع میں اور گنجی نے کفایہ میں ،ذہبی نے میزان میں ،سیوطی نے تاریخ الخلفاء ،جمع الجوامع میں جیسا کہ کنز العمال میں ہے۔اور جزری نے اسنی المطالب میں عمرو سے مناشدہ رحبہ کی روایت کی ہے۔(۶)

۱۵۔عمیرہ بن سعد تابعی

ابونعیم نے حلیہ میں سلیمان بن احمد طبرانی ،احمد بن ابراہیم کیسان ،اسماعیل بن عمرو (یا عمر واسطی۔

۱۔کنز العمال ج۶ر ص ۴۰۷ر (ج۱۳ر ص ۱۷۰ر حدیث ۳۶۵۱۵)

۲۔زوائد المسند (ص ۴۱۳ر حدیث ۱۹۷ باب ۱۰)؛ مسند ابی یعلی (ج ۱ر ص ۴۲۸ر حدیث ۵۶۷)؛ عبقات الانوار ج ۷ر ص ۱۷ر

۳۔مسند احمد بن حنبل ج ۱ر ص ۱۱۸ر (ج ۱ر ص ۱۸۹ر حدیث ۹۵۴)

۴۔خصائص نسائی ص ۱۹ر (ص ۱۱۷ر حدیث ۹۹، السنن الکبریٰ ج ۵ر ص ۱۳۶ر حدیث ۸۴۸۴)

۵۔خصائص نسائی ص ۴۱ر (ص ۱۰۱ حدیث ۸۷، السنن الکبریٰ ج ۵ر ص ۱۵۴ر حدیث ۸۵۴۲)

۶۔فرائد السمطین (ج ۱ر ص ۶۸ر حدیث ۳۴ باب ۱۰)؛ مجمع الزوائد ج ۹ر ص ۱۰۵؛ کفایۃ الطالب ص ۱۷ر (ص ۶۳ر) میزان الاعتدال ج ۲ر ص ۳۰۳ر (ج ۳ر ص ۲۹۴ر نمبر ۶۴۸)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴ر (ص ۱۵۸ر) کنز العمال ج ۶ر ص ۴۰۳ر (ج ۱۳ر ص ۱۵۸ر حدیث ۳۶۴۸۷)؛ اسنی المطالب ص ۴ر (ص ۴۹ر)

ابن حجر) مسعر بن کدام، طلحہ بن مصرف انھوں نے عمیرہ سے، کہ:

''میں نے حضرت علیؑ کو منبر پر مناشدہ کرتے دیکھا۔ ارد گرد ابو سعید، ابو ہریرہ اور انس بن مالک تھے۔ آپ نے لوگوں کو قسم دی۔ سب ملا کر بارہ آدمی تھے، سب نے گواہی دی۔ ایک شخص بیٹھا ہی رہا۔ حضرت نے اس سے چھپانے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ اے امیر المومنینؑ! میں بوڑھا ہونے کی وجہ سے بھول گیا ہوں۔ آپ نے بددعا دی: خدایا! اگر یہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کو اچھی آفت (۱) میں مبتلا کر''۔ (۲)

راوی کا بیان ہے کہ مرنے سے قبل اس کی پیشانی پر سفید برص کا نشان نمایاں تھا جسے پگڑی بھی نہیں چھپا سکتی تھی۔

طلحہ کی یہ حدیث غریب ہے صرف مسعر نے روایت کی ہے۔ اسماعیل نے ابن عائشہ سے نیز اجلح اور ہانی بن ایوب نے اس کی روایت طلحہ سے کی ہے۔

خصائص نسائی میں محمد بن یحیٰ نیشا بوری اور احمد بن عثمان بن حکیم، عبد اللہ بن موسیٰ، ہانی بن ایوب ،طلحہ، عمیرہ بن سعد سے مناشدۂ رحبہ کی روایت کی ہے کہ چھ آدمیوں نے اٹھ کر گواہی دی۔ (۳)

ابن مغازلی نے مناقب میں ابوالقاسم فضل بن محمد بن عبد اللہ اصفہانی سے روایت کی ہے کہ موصوف ۴۳۴ھ میں مقام واسط میں میرے گھر رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو آئے۔ انھوں نے اپنی کتاب سے املا کرایا اور کہا کہ انھوں نے محمد بن علی عمر بن مہدی سے روایت کی ہے۔ انھوں نے سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی سے۔ انھوں نے احمد بن ابراہیم بن کیسان ثقفی اصفہانی سے، انھوں نے اسماعیل بن عمر بجلی سے، انھوں نے مسعر بن کدام، انھوں نے طلحہ بن مصرف سے اور انھوں نے عمیرہ بن سعد سے۔ میں نے حضرت کو منبر پر مناشدہ کرتے دیکھا۔ بارہ افراد نے کھڑے ہو کر حدیث غدیر کی گواہی دی

۱۔ بلاَ احسن: اچھی آفت کا لفظ تو راویوں کی اپج ہے ورنہ جو آفت انس پر وارد ہوئی وہ برص اور اندھاپن تھا۔ انھوں نے بڑھاپے کی وجہ بیان کر کے عذر کیا تھا، یہ اسی کا عذاب تھا۔ اچھی آفت تو رسوائی تھی جس کا اظہار وہ خود کرتے تھے۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج/۵ص/۲۶

۳۔ خصائص نسائی ص/۱۶ (ص/۱۰۰ حدیث ۸۵، السنن الکبریٰ ج/۵ص/۱۳۱ حدیث ۸۴۷۰)

ان میں ابوسعید خدری، ابوہریرہ اور انس بن مالک بھی تھے۔(۱) اس کی روایت تاریخ بن کثیر اور سیوطی نے جمع الجوامع میں بحوالہ کنز العمال ہے۔(۲)

شیخ وصابی نے الاکتفاء میں طبرانی کی کتاب الاوسط سے نقل کیا ہے۔

فائدہ

حافظ ہیثمی نے مجمع میں طبرانی کے طریق سند میں جوان کی کتاب اوسط اور صغیر میں ہی ہے۔(۳) عمیرہ بنت سعد کا مناشدہ رحبہ عمیرہ بن سعد کے لفظوں میں ذکر کیا ہے جو ابن مغازلی سے ذکر ہوا۔ بعض متاخرین اسی ڈگر پر عمیرہ بنت سعد ہی سے روایت کرتے چلے آئے حالانکہ یہ تصحیف تھی۔ اصل میں یہ وہی حدیث ہے جس کو حفاظ نے بسلسلۂ طبرانی عمیرہ سے روایت کی ہے۔

۱۶۔ یعلی بن مرّہ بن وہب ثقفی صحابی

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ابونعیم وابوموسیٰ سے روایت کی ہے، انھوں نے ابن عقدہ سے، انھوں نے عبداللہ بن ابراہیم بن قتیبہ، حسن بن زیادہ، عمرو بن سعید بصری، انھوں نے یعلی بن مرّہ سے۔ اس میں دس آدمیوں کی نشاندہی ہے۔(۴)

ان میں ابوایوب انصاری اور ناجیہ بن عمرو خزاعی بھی ہے۔ اس کی روایت ابن حجر نے اصابہ اور اسد الغابہ میں چار طریقوں سے کی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں: ''پھر تقریباً دس آدمیوں نے حلفیہ گواہی دی جن میں عامر بن لیلیٰ غفاری بھی تھے''۔(۵)

۱۔ مناقب ابن مغازلی (ص/۲۶ حدیث ۳۸)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۱۱ (ج/۵ص/۲۳۰ حوادث ۱۰ ھ)، ج/۷ص/۳۴۷ (ج/۷ص/۳۸۴ حوادث ۴۰ ھ)؛ کنز العمال ج/۶ص/۴۰۳ (ج/۱۳ص/۱۵۴ حدیث ۳۶۴۸۰، ص/۱۵۷ حدیث ۳۶۴۸۶)

۳۔ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۸؛ المعجم الاوسط (ج/۳ص/۱۳۳ حدیث ۲۲۷۵)؛ المعجم الصغیر ج/۱ص/۶۴

۴۔ اسد الغابۃ ج/۵ص/۶ (ج/۵ص/۲۹۷ نمبر ۵۱۶۲)

۵۔ الاصابۃ ج/۳ص/۵۴۲؛ اسد الغابۃ ج/۳ص/۹۳ (ج/۳ص/۱۳۹ نمبر ۲۷۲۸)

۱۷۔ ہانی بن ہانی ہمدانی کوفی تابعی

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ابن عقدہ، ابو موسیٰ کی سند سے ابو غیلان، ابو اسحاق، عمرو بن ذی مر، زید بن یثیع، سعید بن وہب اور ہانی بن ہانی سے ابن حجر کے کھلواڑ والی حدیث نقل کی ہے۔ اس پر تنقید گزر چکی۔(۱)

۱۸۔ حارثہ بن نصر تابعی

خصائص نسائی میں یوسف بن عیسیٰ، فضل بن موسیٰ، اعمش۔ انھوں نے ابو اسحاق سے سعید بن وہب کا بیان نقل کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے مقام رحبہ میں قسم دے کر لوگوں سے حدیث غدیر کی گواہی طلب کی، میرے بغل سے چھ آدمی اور حارثہ بن نصر نے کہا کہ چھ آدمی کھڑے ہوئے اور زید بن یثیع نے کہا کہ میرے پاس سے چھ آدمی کھڑے ہوئے، اور عمرو بن ذی مر نے اضافہ کیا کہ رسول اللہؐ نے '' احب من احبه و ابغض من ابغضه '' بھی کہا تھا۔(۲)

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں عثمان بن سعید سے شریک بن عبداللہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو یہ خبر ملی کہ آپ کو اس دعویٰ میں کہ رسولؐ آپ کو ہر معاملے میں مقدم اور فضیلت دیتے تھے، لوگ اتہام طرازی کرتے ہیں تو آپ نے اصحاب رسول کو حدیث غدیر کی گواہی دینے کی قسم دی تو آپ کے دائیں بائیں سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور گواہی دی۔(۳)

برہان الدین حلبی نے سیرت میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے خطبہ میں فرمایا کہ جو شخص غدیر خم میں حاضر رہا ہو اس کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اس کی گواہی دے، وہ نہ اٹھے جو یہ کہے کہ مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے (صرف چشم دید گواہ ہی اٹھ کر گواہی دیں) اس وقت سترہ صحابی کھڑے ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ تیس صحابی کھڑے ہوئے۔ معجم کبیر میں ہے کہ سولہ آدمی، ایک دوسری روایت میں ہے کہ بارہ آدمی کھڑے ہوئے۔ حضرتؑ نے ان سے فرمایا کہ تم نے جو کچھ سنا ہے بیان کرو۔(۴)

۱۔ اسد الغابۃ ج ۳ ص ۳۲۱ (ج ۳ ص ۴۹۲ نمبر ۳۳۸۲)

۲۔ خصائص نسائی ص ۴۰ (ص ۱۶۷ حدیث ۵۷، السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۱۵۴ حدیث ۸۵۴۲)

۳۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۰۹ (ج ۲ ص ۲۸۸ خطبہ ۳۷)

۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۳۰۲ (ج ۳ ص ۲۷۴)

ان لوگوں نے کہا کہ میں نے "**من کنت مولاہ فعلی مولاہ یا فھذا اعلیؑ مولاہ**" سنا ہے زید کا بیان ہے کہ میں نے اس موقع پر گواہی چھپائی تو خدا نے مجھے اندھا کر دیا کیوں کہ حضرت علیؑ نے بددعا دی تھی۔

ان روایات کے علاوہ متاخرین ارباب حدیث نے بھی اس مناشدہ کی روایت کی ہے۔ ہم اختصار کے خیال سے انھیں ترک کرتے ہیں۔

مناشدۂ رحبہ کے گواہوں کے اسماء

۱۔ ابوزینب بن عوف انصاری

۲۔ ابوعمرہ بن عمرو بن محصن انصاری

۳۔ ابوفضالہ انصاری۔ بدری۔ جنگ صفین میں موجود تھے۔

۴۔ ابوقدامہ انصاری۔ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

۵۔ ابولیلیٰ انصاری (یا ابویعلی انصاری۔ شداد بن اوس) صفین میں موجود تھے۔

۶۔ ابوہریرہ دوسی۔ متوفی ۵۷۔ ۵۸۔ یا ۵۹ ہجری

۷۔ ابوالہیثم بن تیہان بدری۔ صفین میں شہید ہوئے۔

۸۔ ثابت بن ودیعہ خزرجی مدنی۔

۹۔ حبشی بن جنادہ سلولی (تمام جنگوں میں علیؑ کے ساتھ رہے)

۱۰۔ ابوایوب خالد انصاری، بدری غزوۂ روم میں شریک تھے۔ متوفی ۵۰، ۵۱، ۵۲ھ

۱۱۔ خزیمہ بن ثابت انصاری ذوالشہادتین۔ صفین میں شہید ہوئے۔

۱۲۔ ابوشریح خویلد بن عمرو خزاعی متوفی ۶۸ھ

۱۳۔ زید یا یزید بن سراحیل انصاری

۱۴۔ سہل بن حنیف انصاری اوسی، بدری، متوفی ۳۸ھ

۱۵۔ابوسعید سعد بن مالک خدری انصاری متوفی ۶۴۔۶۵ھ

۱۶۔ابوالعباس سہل بن سعد انصاری متوفی

۱۷۔عمار بن لیلیٰ غفاری

۱۸۔عبدالرحمٰن بن عبد رب انصاری

۱۹۔عبداللہ بن ثابت انصاری۔خدمت گار رسولؐ

۲۰۔عبید بن عاذب انصاری۔مبلغ اسلام

۲۱۔ابوطریف عدی بن حاتم متوفی ۱۰۰ھ

۲۲۔عقبہ بن عامر رشتہ دار معاویہ متوفی ۶۰ھ

۲۳۔ناجیہ بن عمرو خزاعی

۲۴۔نعمان بن عجلان انصاری ترجمان وشاعر انصاری

ہماری تحقیق کے مطابق یہ تھے مناشدۂ رحبہ کے گواہ۔احمد بن حنبل کی سابقہ حدیث میں تیس نام ہیں،حافظ ہیثمی نے جس کی تائید کی ہے۔سبط ابن جوزی،سیوطی،حلبی وغیرہ نے بھی تصدیق کی ہے۔(۱) ابونعیم کے الفاظ ہیں کہ مناشدۂ رحبہ میں بے شمار لوگوں نے اٹھ کر گواہی دی تھی۔

توجہ طلب

آپ بخوبی واقف ہیں کہ مناشدۂ رحبہ ۳۵ھ میں واقع ہوا۔واقعۂ غدیر خم سے پچیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔اس درمیان بہت سے صحابہ انتقال کر چکے تھے،کچھ جنگوں میں مارے گئے تھے،اکثر مختلف شہروں میں بکھرے ہوئے تھے۔خود کوفہ اصحاب رسولؐ کے مرکزی شہر مدینہ سے کافی دوری پر واقع تھا ،صرف چند ہی صحابہ زمانۂ خلافت امیرالمومنینؑ میں ہجرت کر کے یہاں آبسے تھے،اور یہ مناشدہ ایک اتفاقی واقعہ تھا۔پہلے سے اس کا اعلان ہوتا تو اجتماع میں بیشمار گواہوں کی بھیڑ لگ جاتی۔مجمع میں کچھ

۱۔مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۱۰۴)؛تذکرۃ الخواص ص ۱۷ (ص ۲۹)؛تاریخ الخلفاء ص ۶۵ (ص ۱۵۸)؛السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۳۰۲ (ج ۳ ص ۲۷۴)

ایسے بھی تھے جنہوں نے حماقت وعناد کی بنا پر گواہی چھپائی۔ان وجوہات سے موانع کے باوجود اس قدر گواہیاں گزریں کہ حدیث کے تواتر پر کافی روشنی پڑتی ہے۔گواہوں کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ راویوں نے صرف انھیں کو بیان کیا جنہیں وہ پہچانتے تھے یا ان کی طرف توجہ دی یا ان کے پہلو یا منبر کے آس پاس تھے، باقی کو نظر انداز کر دیا یا پھر صرف بدری وانصاری ہی شمار کے لائق سمجھے گئے، اجتماع کے شور وشغب میں گواہوں کا احاطہ کرنا مشکل امر ہے۔بعض نے بعض پر غفلت برتی اور ہر ایک نے وہی گواہی دی جو اس نے دیکھا۔

مناشدۂ امیر المومنینؑ طلحہ سے

حافظ ابوعبداللہ حاکم نے مستدرک میں ولید اور ابوبکر بن قریش، حسن بن سفیان، نذیر کوفی کی روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔آپ نے آدمی بھیج کر طلحہ کو بلوایا اور ان سے کہا:

''میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔کیا تم نے ارشاد رسولؐ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ** سنا ہے''۔؟

طلحہ نے کہا: ہاں! میں نے سنا ہے۔

حضرت نے پوچھا: پھر مجھ سے کیوں جنگ پر آمادہ ہو؟

طلحہ بولے: میں بھول گیا تھا، پھر وہ میدان سے چلے گئے۔(۱)

اسی کو مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں:

''زبیر واپس گئے تو علیؑ نے طلحہ کو آواز دی: اے ابو محمد! تم کیوں برسر پیکار ہو۔؟ طلحہ بولے: خون عثمان کا بدلہ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: خون عثمان کے لئے تو ہم سے اور تم سے زیادہ سزاوار خداوند عالم ہے۔کیا تم

۱۔المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۷۱ (ج ۳ ص ۴۱۹ حدیث ۵۵۹۴)

نے ارشاد رسول نہیں سنا ہے: **اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ** ۔تم نے تو سب سے پہلے میری بیعت کی۔ پھر بیعت توڑ دی۔ حالانکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: **ومن نکث فانّما ینکث علیٰ نفسہ** (اب جو اس عہد کو توڑے گا تو اس کی عہد شکنی کا وبال اسی پر ہے)۔

طلحہ نے کہا: میں خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور پلٹ گئے۔ (۱)

مناقب خوارزمی میں حاکم کی سند سے رفاعہ کی اپنے باپ دادا سے یہی روایت نقل ہے۔ اس میں ہے کہ طلحہ کوئی جواب دیئے بغیر میدان سے پلٹ گئے۔ (۲)

اس واقعہ کو مزید جن لوگوں نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہیں: ابن عساکر، سبط ابن جوزی، ہیثمی، ابن حجر، علی متقی، سیوطی، مسلم، وشناتی مالکی، وصابی۔ (۳)

حدیث رکبان

امام حنابلہ احمد بن حنبل نے یحییٰ بن آدم، حنش بن حارث بن لقیط نخعی، ریاح بن حارث کی روایت نقل کی ہے:

رحبہ میں ایک وفد بارگارہ حضرت علیؑ میں حاضر ہوا۔ سب نے کہا: **السلام علیک یا مولانا** ۔

حضرت نے فرمایا: میں تمھارا مولا کیسے؟ تم تو عرب ہو....؟

انھوں نے کہا: ہم نے غدیر خم کے دن ارشاد رسولؐ سنا ہے: ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**''۔

ریاح کا بیان ہے کہ جب وہ لوگ واپس ہوئے تو میں نے ان کا تعاقب کر کے پوچھا: کون ہیں یہ حضرات؟

۱۔ مروج الذہب ج/۲ ص/۱۱ (ج/۲ ص/۳۸۲)

۲۔ مناقب خوارزمی ص/۱۱۲ (ج/۲ ص/۳۸۲)

۳۔ تاریخ مدینۂ دمشق ج/۷ ص/۸۳ (ج/۸ ص/۵۶۸، مختصر تاریخ دمشق ج/۱۱ ص/۲۰۴) تذکرۃ الخواص ص/۴۲ (ص/۷۲) مجمع الزوائد ج/۹ ص/۱۰۷؛ تہذیب التہذیب ج/۱ ص/۳۹۱ (ج/۱ ص/۳۴۲)؛ کنز العمال /۶ ص/۸۳ (ج/۱۱ ص/۳۳۲ حدیث ۳۱۶۶۲) شرح مسلم ج/۶ ص/۲۳۶۔

جواب ملا: یہ قبیلۂ انصار کے لوگ ہیں، ان میں ابوایوب انصاری بھی ہیں۔(۱)

اسی سند سے ریاح کی روایت ہے، میں نے حضرت علیؑ کی خدمت میں انصار کے کچھ لوگوں کو مقام رحبہ میں دیکھا، حضرت نے پوچھا: تمھارا تعارف؟۔ انھوں نے جواب دیا: ہم آپ کے غلام ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ تشریف فرما تھے، اتنے میں ایک شخص آیا، دھول میں اٹا ہوا۔ اس نے حضرت کو سلام کیا: **السّلام علیک یا مولای**.... آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب ملا: حضرت ابوایوب انصاری۔ آپ نے لوگوں سے کہا: انھیں جگہ دو۔ جب وہ بیٹھ گئے تو ابوایوب انصاری نے کہا: میں نے خود رسول اکرمؐ کا ارشاد سنا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ**۔

ابراہیم بن حسین بن علی کسائی معروف بہ ابن ویزیل نے کتاب صفین میں یحییٰ بن سلیمان جعفی، ابن فضیل، حسن بن حکم نخعی سے ریاح بن حارث نخعی کا بیان نقل کیا ہے:

''ہم لوگ حضرت علیؑ کی خدمت میں موجود تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ گرد میں اٹے ہوئے آئے اور کہا: **السّلام علیک یا مولانا**۔ آپ نے ان سے کہا: کیا تم عرب نہیں ہو؟ (کہ اپنے موالی ہونے کا اقرار کر رہے ہو) انھوں نے کہا: ہاں، ہم عرب ہیں۔ لیکن ہم نے رسول اکرمؐ سے بروز غدیر خم سنا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ وخذل من خذلہ**۔ میں نے حضرت کو دیکھا کہ اس قدر ہنسے کہ دندان مبارک نمایاں ہوگئے۔ پھر فرمایا: تم لوگ گواہ رہنا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے ان کا تعاقب کر کے ایک صاحب سے پوچھا: آپ حضرات کون ہیں؟ انھوں نے کہا ہم انصار ہیں.... اور ایک صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ صحابی رسولؐ حضرت ابوایوب انصاری ہیں جن کے گھر میں رسول اللہؐ نے ہجرت کے موقع پر قیام فرمایا تھا، میں نے ان سے مصافحہ کیا۔(۱)

حافظ ابوبکر بن مردویہ نے بھی ریاح کی یہی روایت نقل کی ہے، اس میں ایک باوقار سوار کا رحبہ میں اونٹ بٹھا کر حضرت کے سامنے چل کر آنا، آپکو السلام علیک یا امیر المومنین! کہہ کر سلام کرنا اور متذکرہ

۱۔ مسند احمد بن حنبل (ج ۶/ص ۵۸۳/حدیث ۲۳۰۵۱، ۲۳۰۵۲)

سوال و جواب نقل ہے، اتنا اضافہ ہے کہ ہم نے رسول اکرمؐ سے سنا تھا کہ وہ آپ کو بازوؤں پر بلند کر کے فرما رہے تھے:

''اے لوگو! کیا میں مومنوں پر ان کے نفسوں سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: ہاں! اے اللہ کے رسول! پھر آپ نے فرمایا تھا۔ یقیناً خدا ہمارا اولی ہے اور میں تمام مومنوں کا ولی ہوں، اور علیؑ ان سب کے مولا ہیں جن کا میں مولا ہوں۔ خدایا! جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھنا جو اسے دشمن رکھے تو اسے دشمن رکھنا''۔(۱)

بعد کی تمام باتیں سابقہ روایت میں بیان ہو چکی ہیں۔

اس کے علاوہ حبیب بن یسار کی روایت ابی رمیلہ سے چار سواروں کا اسی طرح خدمت علیؑ میں آنا مذکور ہے۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ابن عقدہ کی کتاب 'الموالاۃ' کے حوالے سے ابو مریم زر بن حبیش کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت علیؑ جیسے ہی محل سرا سے برآمد ہوئے، کچھ سوار، تلواریں حمائل کئے ہوئے آپ کے سامنے آئے۔ انھوں نے کہا: **السلام علیک یا امیر المومنین، السلام علیک یا مولانا ورحمة الله وبركاته** '..... حضرت نے فرمایا: یہاں اصحاب رسول کتنے ہیں۔ یہ سن کر بارہ حضرات کھڑے ہوئے جن میں قیس بن ثابت بن شماس، ہاشم بن عتبہ، حبیب بن بدیل بن ورقا تھے، کھڑے ہو کر گواہی دی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: **من كنت مولاه فعلي مولاه**۔(۲)

اس کی روایت ابو موسیٰ مدینی نے بھی کی ہے۔(۳) ابن حجر نے اصابہ میں بحوالہ ابن عقدہ یہی روایت نقل کی ہے لیکن گواہوں میں ہاشم بن عتبہ کا نام اڑا دیا ہے۔ خاصان خدا کی تنقیص ان کی پرانی عادت جو ٹھہری۔(۴)

محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں احمد کے طریق سے اور حافظ بغوی نے معجم میں احمد کے دوسرے بیان کے مطابق۔(۵)

۱۔(شرح نہج البلاغہ ج ۱ /ص ۲۸۹ (ج ۳ /ص ۲۰۸ خطبہ ۴۸)

۲۔ کشف الغمہ ص ۹۳ (ج ۱ /ص ۳۲۴)

۳۔ اسد الغابہ ج ۱ /ص ۳۶۸ (ج ۱ /ص ۴۴۱ نمبر ۱۰۳۸)

۴۔ الاصابہ ج ۱ /ص ۳۰۴

۵۔ الریاض النضرہ ج ۲ /ص ۱۶۹ (ج ۳ /ص ۱۱۳)

ابن کثیر نے تاریخ میں دو طریقوں سے دو لفظوں میں اور جلد ہفتم میں احمد کی روایت بلفظ اوّل نقل کی ہے۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ ابو بکر بن شیبہ نے حنش اور ریاح کی رحبہ والی روایت ابوایوب انصاری کی لکھی ہے۔(۱)

اس روایت کو حافظ ہیثمی نے مجمع میں احمد اوّل کے الفاظ میں ساتھ لکھا ہے۔(۲) پھر کہتے ہیں کہ اس کی روایت احمد وطبرانی نے بھی کی ہے۔ اس میں ان لوگوں کا بیان یوں ہے: ہم نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا: ''**من كنت مولاه فعلي مولاه وعاد من عاداه**''۔ اور یہ صحابی رسولؐ ابوایوب انصاری ہم لوگوں کے درمیان موجود ہیں۔ یہ سن کر ابوایوب انصاری نے عمامہ اپنے چہرے سے سرکایا اور کہا ''میں نے رسول کو فرماتے سنا ہے: ''**من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه**''۔ احمد کے تمام راوی موثق ہیں۔(۳)

جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی ''الاربعین فی مناقب امیر المومنین'' میں حدیث غدیر کا تذکرہ کرتے ہوئے زر بن حبیش کی روایت لکھتے ہیں:

''حضرت علیؑ محل سرا سے برآمد ہوئے تو کچھ سوار تلواریں حمائل کئے، نقابیں ڈالے، گرد سفر میں اٹے آپ کی خدمت میں آئے اور کہا: **السّلام عليك يا امير المومنين ورحمة الله وبركاته السّلام عليك يا مولانا** ۔ حضرت نے جواب سلام کے بعد فرمایا کہ ان میں اصحاب رسولؐ کتنے ہیں؟ یہ سن کر بارہ افراد کھڑے ہو گئے ۔ خالد بن زید، ابوایوب انصاری، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین، قیس بن ثابت بن شماس، عمار بن یاسر، ابوالہیثم بن تیہان، ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص، حبیب بن بدیل ورقا۔ ان سب نے گواہی دی کہ ہم نے بروز غدیر خم ارشاد رسولؐ سنا ہے: **من كنت مولاه فعلي مولاه**''۔(۴)

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج۵/ص۲۱۲ (ج۵/ص۲۳۱ حوادث ۱۰ھ)، ج۷/ص۳۴۷ (ج۷/ص۳۸۴، ۳۸۵ حوادث ۴۰ھ)
۲۔ مجمع الزوائد ج۹/ص۱۰۴
۳۔ المعجم الکبیر (ج۴/ص۱۷۳ حدیث ۴۰۵۳)
۴۔ الاربعین فی فضائل امیر المومنین (ص۴۲ حدیث ۱۳)

حضرت علیؑ نے انس بن مالک اور برّ اُ بن عاذب سے پوچھا: تم لوگوں کو کھڑے ہو کر گواہی دینے میں کیا رکاوٹ پیش آئی۔تم نے بھی تو ان لوگوں کی طرح یہ حدیث سنی ہے۔پھر حضرت نے بددعا فرمائی۔''اے خدا! اگر ان دونوں نے عناد میں یہ گواہی چھپائی ہے تو انھیں اذیت سے دوچار کردے۔'' اس کے بعد برّ اُ کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی ان کے مکان پر خیریت پوچھتا تو جواب دیتے کہ ''اس کے لئے بھلائی کہاں جسے بددعا نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو۔'' اور انس کے دونوں پاؤں مبروص ہو گئے تھے۔ان کے متعلق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ گواہی طلب کرنے پر انھوں نے نسیان کا عذر کیا تھا۔حضرتؑ نے بددعا دی کہ خدایا! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کو ایسی سفیدی سے دوچار کردے کہ عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔پھر تو ان کے منھ پر برص کے داغ نمایاں ہو گئے تھے اور وہ چھپانے کے لئے چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔(۱)

ابوعمرو کشی نے فہرست میں حدیث غدیر کے سنّی راویوں کے نام لکھے ہیں اور متذکرہ حدیث رکبان کے ذیل میں جو لوگ حضرت علیؑ کے کہنے پر کھڑے ہوئے ان میں مندرجہ بالا گواہوں کے نام ہیں۔حضرت نے برّ اُ اور انس سے گواہی نہ دینے کی وجہ پوچھنے کے بعد بددعا دی تو برّ اُ اندھے ہو گئے اور انس کے دونوں پاؤں مبروص ہو گئے۔اس کے بعد انس بن مالک نے قسم کھالی تھی کہ حضرت کی فضیلت کبھی نہ چھپاؤں گا۔برّ اُ سے جب کوئی ان کے گھر پر خیریت پوچھتا تو کہتے ''جسے بددعا لگ گئی ہو،اس کے لئے بھلائی کہاں''۔؟(۲)

گزشتہ روایات کی روشنی میں یوم رکبان حدیث غدیر کے گواہوں کے نام:

۱۔ابوالہیثم بن تیہان بدری

۲۔ابوایّوب انصاری

۳۔حبیب بن بدیل بن ورقا خزرجی

۱۔عبقات الانوار ج۱ص۲۱۱،ج۲ص۱۳۷(حدیث غدیر)

۲۔رجال کشی ص۳۰(ج۱ص۲۴۵حدیث ۹۵)

۴۔خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین بدری۔جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

۵۔عبداللہ بن بدیل بن ورقا۔جنگ صفین میں شہید ہوئے

۶۔عمار بن یاسر، باغی گروہ کے مقتول۔بدری۔جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

۷۔قیس بن ثابت بن شماس انصاری۔

۸۔قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی بدری

۹۔ہاشم بن مرقال۔پرچم بردار علیؑ۔جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

غدیر کی مار

گزشتہ حدیث مناشدہ میں کئی جگہ بیان ہوا کہ رحبہ اور رکبان کے دنوں میں کچھ اصحاب رسولؐ نے غدیر کے دن موجود ہوتے ہوئے بھی حدیث غدیر کو مجرمانہ طریقے سے چھپایا۔امیرالمومنینؑ نے ان لوگوں کو بددعا دی اور جن پر خدا کی مار پڑی ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ابوحمزہ انس بن مالک (متوفی ۹۰۔۹۱۔۹۳ ہجری)

۲۔براابن عاذب انصاری (متوفی ۷۱۔۷۲۔ہجری)

۳۔جریر بن عبداللہ بجلی (متوفی ۵۱۔۵۴ ہجری)

۴۔زید بن ارقم خزرجی (متوفی ۶۶۔۶۸ ہجری)

۵۔عبدالرحمان بن مدلج

۶۔یزید بن ودیعہ

روایات نفرین پر ایک نظر

بہت سی روایات،جن میں انس بن مالک کے گواہی چھپانے پر مبتلائے عذاب ہونے اور گواہی دینے والی روایات کے ابہام سے قاری شک وشبہ میں پڑ جاتا ہے۔لیکن اگر توجہ کی جائے تو معلوم

ہو جائے گا کہ انس کی گواہی والی روایت میں تحریف وخیانت کی گئی ہے۔ بالفرض اگر تحریف نہ بھی ہوتو ان کے گواہی چھپانے پر مبتلائے عذاب ہونے کی روایات اس قدر صراحت وکثرت سے ہیں کہ یہ تحریفات ان کے ہم پلہ نہیں ہوسکتیں۔ پھر یہ کہ اس بارے میں دوسری قطعی شہادتیں بھی موجود ہیں۔

ابومحمد ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں کہ انس بن مالک کے چہرے پر برص کے داغ نمایاں تھے۔ ایک گروہ کا بیان ہے کہ ان سے حضرت علیؑ نے غدیر کی گواہی دینے کے لئے کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میرا سن زیادہ ہوگیا ہے میں بھول گیا ہوں۔ علیؑ نے بددعا فرمائی: ''اگر جھوٹ بولتے ہوتو خدا تمہیں سفیدی کے داغ میں مبتلا کرے گا جسے عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں یہ ہے ابن قتیبہ کی تصریح۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن پر ابن ابی الحدید نے اعتماد کر کے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ ابن قتیبہ نے برص کا واقعہ اور امیرالمومنینؑ کی انس بن مالک پر نفرین کو کتاب معارف کے ''باب البرص من اعیان الرجال'' میں لکھا ہے کہ ''ابن قتیبہ کا علیؑ سے عناد مشہور ہے اور انھیں شیعیت سے متہم نہیں کیا جاسکتا''۔(۲) یہ تحریر کافی ثبوت فراہم کرتی ہے کہ ابن ابی الحدید کو عبارت کی صحت کا یقین تھا۔ انھوں نے اصل نسخہ سے مطابقت کر لی ہوگی۔ اسی طرح بہت سے افراد نے معارف سے اس عبارت کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ لیکن مصری مطابع، جن کے متعلق ہم خوش فہمی میں مبتلا تھے، شرمناک خیانت کے مرتکب نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اس میں ان فقروں کا بھی اضافہ کر دیا ہے جسے ابن قتیبہ نے نہیں لکھا۔ واقعۂ انس کو لکھنے کے بعد یہ جملہ بھی درج کر دیا ہے کہ ابومحمد ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کی کوئی اصلیت نہیں۔ وہ اس بات کو بھول گئے کہ اصل کتاب اس خیانت کی چغلی کردے گی اور خیانت کارانہ زیادتی کو ہضم نہ کر سکے گی۔ مؤلف کتاب المعارف نے موضوع کے انھیں مواد ومصادیق کو نقل کیا ہے جو ان کے نزدیک مسلم تھے۔ کتاب میں اوّل سے آخر تک کہیں بھی نہیں دیکھا گیا کہ کسی موضوع کا عنوان قائم کر کے اس کے مصادیق کا ذکر کریں اور پھر اس کی تردید

۱۔ المعارف ص ۵۲۱/ (۵۸۰)

۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۴/ص ۳۸۸/ (ج ۱۹/ص ۲۱۸/)

کریں، یہ شوشہ صرف اسی واقعہ میں دیکھنے کو ملتا ہے، کیوں کہ برص میں مبتلا پہلے شخص کی نشاندہی میں انس کو ہی لکھا ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرے افراد کا نام ہے۔ اس بنا پر کیا یہ ممکن ہے کہ مؤلف کسی معاملے کے اثبات میں جس کے مصداق کو سمجھ کر تصریح کریں پھر اس کا انکار کرتے ہوئے کہیں کہ اس واقعہ کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔؟

کتاب معارف کی متذکرہ تحریف کے علاوہ بھی نمونے ہیں۔ عنقریب چودہویں مناشدہ میں ایسے ہی حذف وتحریف کے نمونے دیکھنے کو ملیں گے۔ حالات محلب بن صفرہ، تاریخ بن خلکان ج ۲ ص/۲۷۳ میں ایسی ہی بات ہے جہاں مصری مطبع نے حذف کی شرمناک حرکت کی ہے۔

احمد بن جابر بلاذری متوفی ۲۷۹ھ نے انساب الاشراف میں لکھا ہے:

''حضرت علیؑ نے منبر پر اس شخص کو جس نے حدیث غدیر سنی ہے اٹھ کر گواہی دینے کی قسم دی۔ انس بن مالک، برّا بن عاذب اور جریر بن عبداللہ منبر کے نیچے تھے۔ علیؑ نے اپنی قسم کو مکرر بیان فرمایا۔ کسی نے بھی جواب نہیں دیا اس وقت حضرت نے بددعا کی: خدایا! جو بھی اس گواہی کو جان بوجھ کر چھپائے اسے دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھانا جب تک کوئی علامت نہ قرار دیدے جس سے وہ پہچان لیا جائے۔ نتیجہ میں انس مبروص ہوگئے، برّا اندھے ہوگئے، جریر اسلام کے بعد صحرائے جاہلیت میں سرگشتہ رہے بعد میں ماں کے مکان میں جہنم رسید ہوگئے''۔(۱)

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں: مشہور ہے کہ حضرت علیؑ نے رحبہ کوفہ میں لوگوں کو قسم دی کہ جس نے رسول کو حجۃ الوداع سے بازگشت میں فرماتے ہوئے سنا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** اٹھ کر گواہی دے۔ اکثر لوگوں نے گواہی دی، بعد میں علیؑ نے انس سے پوچھا: تم بھی تو اس دن موجود تھے، تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ امیر المومنینؑ! میں بوڑھا ہوں اس لئے زیادہ تر بھول گیا ہوں۔ کم ہی باتیں یاد ہیں۔ حضرت نے فرمایا: اگر تم جھوٹ بولتے ہو تو خدا تمھیں ایسی سفیدی (برص) میں مبتلا کرے گا کہ عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔ اس طرح موصوف قبل مرگ مبروص ہوگئے۔(۲)

۱۔ انساب الاشراف (ج ۲/ص/۱۵۶ حدیث ۱۶۹)

۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۴/ص/۳۸۸ (ج ۱۹/ص/۲۱۷)

شرح نہج البلاغہ کی پہلی جلد میں لکھتے ہیں کہ بغداد کے اساتذہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بہت سے صحابہ، تابعین اور محدثین علیؑ سے منحرف تھے اور انھیں برا بھلا کہتے تھے۔ دنیا کے چندروزہ فائدوں کے حصول میں فضائل علیؑ چھپاتے اور ان کے دشمن کی مدد کرتے۔ انھیں میں انس بن مالک بھی تھے۔ حضرت علی نے رحبہ قصر یا رحبہ مسجد جامع کے اندر لوگوں کو قسم دی کہ تم میں جس نے بھی حدیث غدیر سنی ہو گواہی دے۔ یہ سن کر بارہ افراد نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔ انس بھی اسی مجمع میں تھے وہ نہیں اٹھے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اے انس! تمھیں اٹھ کر گواہی دینے میں کیا رکاوٹ تھی حالانکہ تم بھی وہاں موجود تھے۔ انس بولے: اے امیر المومنین! بڑھاپے کی وجہ سے بھول گیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: خدایا! اگر یہ جھوٹ کہتا ہے تو اسے سفیدی (برص) میں مبتلا کر دے کہ عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔ طلحہ بن عمیر کا بیان ہے کہ قسم خدا کی! میں نے واضح طریقہ سے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان برص کا داغ دیکھا تھا۔ (۱)

عثمان بن مطرف کہتے ہیں: ایک شخص نے انس بن مالک سے زندگی کے آخری ایام میں حضرت علی کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے جواب دیا: میں نے واقعہ رحبہ کے بعد قسم کھالی ہے کہ علیؑ کے بارے میں کوئی بھی مجھ سے سوال کرے گا میں اسے چھپاؤں گا نہیں، علیؑ بروز قیامت متقین کے امام ہیں۔ بخدا میں نے اسے خود رسول اکرمؐ کی زبان سے سنا ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں مذکور ہے کہ احمد بن صالح عجلی نے کہا: اصحاب رسولؐ میں سے صرف دو ہی مبتلائے عذاب ہوئے: ایک تو معیقب بن ابی فاطمہ دوسی ازدی جو کوڑھی ہو گئے اور دوسرے انس بن مالک جو مبروص ہوئے۔ (۲)

ابوجعفر کا بیان ہے کہ میں نے انس کو کھانے میں مشغول دیکھا، بڑے بڑے لقمہ منھ میں ٹھونس رہے تھے اور برص کے داغ نمایاں تھے، داغ چھپانے کے لئے خلوق (زعفرانی کریم) ملتے تھے۔

عجلی کی اس بات کی حکایت ابوالحجاج مزی نے تہذیب میں کی ہے۔ سید حمیری نے پھٹکار کے واقعہ کو قصیدۂ لامیہ کے دو شعروں میں نظم کیا ہے۔ (۳) بقیہ قصیدہ آگے آئے گا۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج۱ ص۳۶۱ (ج۴ ص۷۴ خطبہ ۵۶)

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق ج۳ ص۱۵۰ (ج۳ ص۷۴)

۳۔ تہذیب الکمال (ج۳ ص۷۴ نمبر ۵۶۸)

فـی ردّہ سیّد کلّ الورای مولاھم فی المحکم المنزل

فاصدہ ذوالعرش عن رشدہ وشانہ بالبرص الانکل

''اس انس کی تردید سردار کائنات نے کی جو قرآن کی آیات میں مولا لقب ہیں۔ پس آسمان والے نے اس کو راہ راست سے روک دیا، اس کو ذلت آمیز برص نمایاں ہو گیا''۔

اور زاہی نے اپنے قصیدے میں یوں نغمہ سرائی کی ہے:

ذاک الذی استوحش منہ انس ان یشھد الحق فشاھد البرص

اذ قال من یشھد بالغدیر لی فبادر السامع وھو قد نکص

فقال انسیتُ فقال کاذب سوف تریٰ مالا تواری القمص

''(علیؑ کی ذات وہ ہے) جس سے انس حق کی گواہی میں متوحش ہو گئے نتیجے میں وہ مرض برص میں مبتلا ہوئے، جب علیؑ نے فرمایا: میرے متعلق کون غدیر کی گواہی دے گا، اس وقت سننے والے سامنے آ گئے لیکن انس گواہی دینے سے رک گئے، آپؑ نے فرمایا: کیا تم بھول گئے ہو؟ پھر فرمایا: تم جھوٹے ہو عنقریب تم ایسی بات دیکھو گے کہ کپڑا بھی جسے چھپا نہ سکے''۔

یہاں اجمالی طریقے سے ایک واقعہ اور بھی سنتے چلئے، خوارزمی نے مناقب بن مردویہ سے اخراج کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص سے کسی حدیث کے بارے میں سوال کیا، اس نے حضرت کو جھٹلایا، آپؑ نے فرمایا: تو نے میری تکذیب کی۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے آپ کی تکذیب نہیں کی ہے۔ حضرت نے کہا: میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اگر تو نے میری تکذیب کی ہے تو خدا تجھے اندھا کر دے۔ وہ بولا: دعا کیجئے۔ اس وقت حضرت نے نفرین کی۔ اور وہ ابھی رحبہ سے باہر بھی نہیں گیا تھا کہ اندھا ہو گیا.... یہ روایت خواجہ پارسا نے فصل الخطاب میں امام مستغفری کے طریق سے نقل کی ہے۔(۱)

اسی طرح نورالدین عبدالرحمٰن جامی نے بھی مستغفری سے روایت کی ہے۔ ابن حجر نے صواعق میں اس بات کو امیرالمومنین کی کرامات کے ذیل میں لکھا ہے۔ وصابی نے بھی الاکتفا میں زاذان کے

۱۔ مناقب خوارزمی (ص ۳۷۸، حدیث ۳۹۶)

حافظ عمر بن محمد ملائی کی سیرت کے طریق سے روایت کی ہے اور بھی دوسرے بہت سے افراد نے اس کو نقل کیا ہے۔(۱)

امیر المومنینؑ کا مناشدہ صفین میں

بزرگ تابعی ابو صادق سلیم بن قیس ہلالی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: صفین کے موقع پر حضرت علیؑ اپنے سپاہیوں کے درمیان منبر پر تشریف لے گئے، ارد گرد لوگوں کے ٹھٹ لگ گئے، ان موجود لوگوں میں مہاجرین وانصار کے افراد بھی تھے، آپ نے خدا کی حمد وستائش کے بعد فرمایا:

لوگو! میرے ذاتی فضائل ومحاسن شمار سے باہر ہیں۔ پھر یہ کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں آیات نازل کیں، رسولؐ نے حدیثیں فرمائیں، یہ فضائل ومناقب کافی سے زیادہ ہیں۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ خداوند عالم نے قرآن میں سابق کو مسبوق پر فضیلت دی ہے اور امت کا کوئی بھی فرد اس سلسلے میں مجھ سے بازی نہیں لے گیا ہے۔

سب نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا: میں آپ سب کو قسم دیتا ہوں کہ جب آیہ **"السابقون السابقون اولئک المقربون"** کے متعلق سوال کیا گیا تو کیا رسولؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ خدا نے یہ آیت انبیاء واوصیاء کے متعلق نازل کی ہے اور میں تمام انبیاء سے افضل میرا وصی علی بن ابی طالبؑ تمام اوصیاء سے افضل ہے۔

یہ سن کر لگ بھگ ستر مہاجرین وانصار کے بزرگ اصحاب نے کھڑے ہو کر اپنے کانوں سننے کی گواہی دی۔ ان میں ابوالہیثم بن تیہان، خالد بن زید، ابو ایوب انصاری اور مہاجرین میں عمار یاسر تھے۔

حضرت نے فرمایا: میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ آیۂ اولی الامر اور آیۂ ولایت نیز آیۂ ولیجہ کے متعلق لوگوں نے رسولؐ سے پوچھا کہ خاص مومنین کے لئے نازل ہوئی ہیں یا اس کے مصداق تمام مومنین ہیں ، نتیجہ میں خدا نے پیغمبر کو ولایت کی تفسیر وتبلیغ کا اسی طرح حکم دیا جس طرح نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کی تبلیغ

ا۔ الصواعق المحرقہ ص ۷۷ (ص ۱۲۹)

کا حکم دیا تھا۔

پھر آپ نے میری ولایت متعین کرتے ہوئے غدیر خم میں فرمایا کہ خدا نے مجھے ایک ایسے پیغام کی تبلیغ کی تاکید کی ہے کہ میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے، لیکن خدا کی سخت تہدید کہ بہر حال حکم پہونچادو ورنہ عذاب دوں گا۔

مجھ سے فرمایا: یا علیؑ کھڑے ہو جاؤ پھر لوگوں کو صلوٰۃ جامعہ کی منادی کرادی اور ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر فرمایا: لوگو! یقیناً خدا میر مولیٰ ہے اور میں تمام مومنین کا مولیٰ ہوں، ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار ہوں، جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ مولیٰ ہیں، خدایا! جوان سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر، جو دشمنی کرے تو بھی اس کا دشمن ہو جا، جو مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر جو انھیں چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے۔

سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا: یا رسول اللہؐ! یہ ولایت کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا جیسی ولایت میری ہے۔ جس کے نفسوں پر میں بااختیار ہوں یہ علیؑ بھی اس کے نفس پر بااختیار ہیں۔ اس وقت خدا نے آیت نازل فرمائی: آج تمھارے لئے دین کامل کر دیا، تم پر نعمت تمام کر دی اور دین اسلام سے راضی ہو گیا۔

یہ سن کر بارہ بدری صحابی کھڑے ہوئے، انھوں نے گواہی دی کہ ہم نے رسول خداؐ سے اسی طرح سنا ہے جس طرح آپ نے بیان فرمایا۔ یہ قصہ طویل اور بے شمار فوائد پر مشتمل ہے۔(۱)

صدّیقہ فاطمہؑ کا احتجاج

جزری نے ''اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب''. میں لکھا ہے کہ اس حدیث غدیر کی لطیف اور نادر ترین سند ہمارے استاذ خاتمۃ الحفاظ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محبّ مقدسی کی ہے۔ انھوں نے امام محمد زینب بنت احمد بن عبدالرحیم مقدسیہ، ابوالمظفر محمد بن فتیان مثنی، ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر حافظ، ابن عمہ

۱۔ کتاب سلیم بن قیس (ج۲ص ۷۵۷ حدیث ۲۵)

قاضی ابوالقاسم عبدالواحد بن محمد بن عبدالواحد مدنی ظفر علی داعی علوی، ابواحمد بن مطرف، ابوسعید ادریسی، محمد بن محمد بن حسن ہارون رشید کے بیٹے، ابوالحسن محمد بن جعفر حلوانی۔ علی بن محمد بن جعفر اہوازی ہارون کا غلام، بکر بن احمد قصری، فاطمہ، زینب وام کلثوم دختران امام موسیٰ بن جعفرؑ، فاطمہ بنت جعفر بن محمد الصادقؑ، فاطمہ بنت محمد بن علی، فاطمہ بنت علی بن حسینؑ۔ فاطمہ وسکینہؑ دختران حسینؑ، امّ کلثوم بنت فاطمہ بن نبیؐ، فاطمہؑ بنت رسولؐ خدا نے فرمایا: ''کیا تم بھول گئے غدیر خم میں ارشاد رسولؐ: من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور آپ کا یہ ارشاد کہ اے علیؑ! تمھیں مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی''۔(۱)

بزرگ حافظ ابوموسیٰ مدینی نے اپنی کتاب ''المسلسل بالاسماء'' میں اس کا اخراج کر کے فرمایا ہے کہ ایک حیثیت سے یہ حدیث مسلسل ہے۔ وہ یوں کہ پانچ خواتین اپنے بھائی کی بہن ہیں جنہوں نے اپنی پھوپھی سے روایت کی ہے۔

سبط اکبرؑ کی للکار

حافظ کبیر ابوالعباس بن عقدہ نے اخراج کیا ہے۔ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے خدا کی حمد وثنا اور محمد مصطفیؐ کی نبوت ورسالت کے تذکرے کے بعد فرمایا:

''ہم اہل بیت کو خدا نے اسلام کے ذریعے مکرم فرمایا۔ ہمارا اصطفیٰ وانتخاب کر کے ہم سے تمام قسم کے رجس کو دور کیا اور ہمیں اچھی طرح پاک کیا، آدمؑ سے لے کر جد امجد مصطفیٰؐ تک اگر انسانوں کے دو گروہ بھی ہوئے تو ہمیں بہترین گروہ قرار دیا، جب خدا نے محمدؐ کو نبوت کے لئے مبعوث اور رسالت کے لئے منتخب فرمایا تو ان پر کتاب نازل فرمائی اور لوگوں کو دعوت کا حکم دیا، اس وقت میرے والد ماجد نے خدا و رسولؐ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہی، سب سے پہلے ایمان لائے اور تصدیق کی۔ انھیں کے متعلق قرآن میں یہ آیت ہے:

﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِنْهُ...﴾. (پھر بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی

۱۔ اسنی المطالب (ص ۴۹)

طرف سے صاف دلیل رکھتا ہو پھر اس کے بعد ایک گواہ بھی اس کی تائید میں ہو)۔

اس آیت میں رب کی دلیل میرے جد اور ان کے گواہ میرے والد ماجد ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا:
اس قوم نے میرے جد کا یہ ارشاد سنا ہے کہ کسی قوم نے بہتر دانشور کو چھوڑ کر کسی کو اپنا ولی بنایا تو اس کے معاملات پستی کی طرف چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ پھر وہ اسی کی طرف رخ کریں گے جسے چھوڑ دیا تھا۔ اس قوم نے میرے جد کا یہ ارشاد بھی سنا ہے کہ میرے والد کے لئے فرمایا: **اَنتَ مِنّی بِمنزِلةِ ھارون مِن مُوسیٰ** (تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)۔

انھوں نے دیکھا اور سنا ہے کہ رسول خداؐ نے غدیر خم میں میرے والد کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ**۔ پھر رسول اللہ نے لوگوں کو تاکید فرمائی کہ یہاں موجود لوگ غائب افراد تک میرا پیغام پہونچا دیں''۔ احتجاج سے بھرپور یہ خطبہ قندوزی کی ینابیع المودۃ میں بھی ہے۔(۱)

فرزند رسولؐ امام حسینؑ کا مناشدہ

بزرگ تابعی ابو صادق سلیم بن قیس ہلالی نے اپنی کتاب میں شیعیان علیؑ پر معاویہ کی سخت گیری اور ان کے احتجاج کا بلیغ تجزیہ کیا ہے۔ امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد کا حال یوں لکھتے ہیں:

معاویہ کی موت سے دو سال قبل امام حسینؑ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا، آپ کے ہمراہ عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن جعفر بھی تھے۔ اس موقع پر امام نے بنی ہاشم کے مرد و زن حاجی و غیر حاجی، دوست دار شیعوں کے علاوہ معرفت شناس انصار جو صحابہ و تابعین میں عبادت گزار اور نیکیوں سے آراستہ تھے، سب کو جمع کیا، منیٰ کے میدان میں لگ بھگ سات سو آدمیوں میں معزز تابعین کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ اور تقریباً دو سو اصحاب رسولؐ بھی تھے، ان کے درمیان کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

۱۔ ینابیع المودۃ ص ۴۸۲ (ج ۳ ص ۱۵۰، باب ۹۰)

''اما بعد! اس بدکار سرکش (معاویہ) نے ہمارے شیعوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا اسے تم جانتے ہو، تم نے دیکھا اور مشاہدہ کیا، تمھارے پاس خبریں بھی پہنچتی ہیں، میں تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں، اگر میری بات سچ ہو تو تصدیق کرنا، غلط کہوں تو جھٹلا دینا۔ توجہ سے سنو اور لکھ لو۔ پھر تم اپنے وطن واپس جاؤ اور وہاں جسے لائق اعتماد سمجھو اسے ہمارے حقوق کی طرف دعوت دو اور جو کچھ تمھیں علم ہے بتاؤ۔ کیوں کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں یہ حق ملیا میٹ اور مغلوب نہ ہو جائے۔ حالانکہ خدا اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی گزرے''۔

اس موقع پر امامؑ نے اپنے بارے میں نازل آیات کی تلاوت اور اس کی تفسیر بیان کی۔ رسول خداؐ نے آپ کے والد ماجد، مادر گرامی اور آپ نیز آپ کے اہلبیتؑ کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا، اس کی روایت کی۔ آپ کی تقریر کے دوران بار بار صحابہ کہہ رہے تھے: خدا گواہ! یہ سب سچ ہے۔ اور تابعین کا نعرہ تھا: یہ سب معتبر صحابہ سے نقل ہوتا آیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں تمھیں قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسولؐ نے بروز غدیر خم (علیؑ کو) ولایت کے لئے تعین فرمایا اور اعلان کر دیا کہ جو یہاں حاضر ہیں غائب لوگوں تک پہنچا دیں۔ سب نے کہا: خدا گواہ ہے، بالکل سچ ہے... آخر حدیث۔(۱)

اس تقریر میں فضائل کی متواتر سندیں ہیں، اصل کی طرف رجوع کیا جائے۔

معاویہ سے عبداللہ بن جعفر کا احتجاج

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میں امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ساتھ معاویہ کے پاس موجود تھا، وہاں عبداللہ بن عباس اور فضل بھی تھے۔ معاویہ میری طرف متوجہ ہو کر بولا:

''تم حسنؑ و حسینؑ کی بڑی تعظیم کرتے ہو، حالانکہ نہ وہ تم سے بہتر ہیں نہ ان کے باپ، اگر دختر رسولؐ فاطمہؑ نہ ہوتیں تو میں کہتا کہ تمھاری ماں اسماء بنت عمیس سے بھی بہتر نہیں''۔

۱۔ کتاب سلیم بن قیس (ج۲/ص۷۸۸ حدیث ۲۶)

میں نے کہا: خدا کی قسم! تمھاری معلومات ان کے اور ان کے والدین کے بارے میں بہت کم ہیں۔ خدا کی قسم! یہ دونوں مجھ سے بہتر ہیں۔ ان کے والدین میرے والدین سے بہتر ہیں۔ اے معاویہ! جو کچھ میں نے ان کے متعلق اور ان کے والدین کے متعلق رسول خداؐ سے سنا اور حافظہ میں محفوظ کیا ہے اس سے تم قطعی غافل ہو۔

معاویہ نے کہا: اچھا تو وہ سب بیان کرو، تم نہ جھوٹے ہو نہ تم پر تہمت لگائی جاسکتی ہے۔

میں نے کہا: میرا خیال تمھارے خیال سے بہت بلند ہوگا۔

معاویہ نے کہا: ٹھیک ہے، چاہے وہ احد وحیرا سے بھی بڑا ہو۔ اس وقت تو خدا نے ان کو قتل کر دیا اور تمھاری جمعیت پراگندہ کر دی، خلافت کو اس کے مستحق تک پہونچایا۔ بیان فضائل میں کوئی ہرج نہیں، مجھے نقصان نہ ہوگا۔

میں نے کہا: جب یہ آیت "**وما جعلنا الرؤیا التی ارینک الّا فتنةً للناس والشجرة الملعونة فی القرآن**" (اور یہ جو میں نے تمھیں دکھایا ہے اس کو اور اس شجرہ کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے لوگوں کے لئے فتنہ قرار دیا ہے) لوگوں کے استفسار پر رسول خداؐ نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے منبر پر بارہ گمراہی کے سرداروں کو چڑھتے اور اترتے دیکھا اور امت کو الٹے پیر واپس کرنے کی سعی کرتے دیکھا میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ وہ ابوالعاص کے بیٹے ہیں، جب ان کی تعداد پندرہ تک پہنچ جائے گی تو کتاب خدا میں تحریف، بندگان خدا کو غلام اور مال خدا کو شخصی ملکیت سمجھنے لگیں گے۔

اے معاویہ! میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا ہے، وہ منبر پر تھے اور میں ان کے پہلو میں موجود تھا۔ منبر کے سامنے عمر بن ابی سلمہ، اسامہ بن زید، سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، ابوذر، مقداد اور زبیر بن العوام بھی تھے، حضرت نے فرمایا: کیا میں مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں۔ سب نے کہا: یقیناً ہیں اے خدا کے رسولؐ! پھر فرمایا: کیا میری بیویاں تمھاری مائیں نہیں ہیں۔ سب نے کہا: یقیناً ہیں۔ پھر فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** اس کے نفس پر اس سے زیادہ با اختیار اور علیؑ کے شانوں پر ہاتھ مارا اور فرمایا: **اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ** ۔ اے لوگو!

میں مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ با اختیار ہوں، مومنین پر صرف یہی میرا امر ہے۔ ان کے بعد میرا بیٹا حسن مومنین پر اولیٰ بالتصرف ہے اور مومنین پر صرف یہی اس کا امر ہے۔

دوبارہ لوگوں سے خطاب فرمایا: جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو علیؑ تمھارے نفسوں پر زیادہ مختار کل ہوں گے، جب علیؑ دنیا سے رخصت ہوں تو میرا بیٹا حسنؑ مالک و مختار ہے، حسن کے بعد میرا فرزند حسین مالک و مختار ہے۔

آخر میں عبداللہ کا بیان ہے: معاویہ کہنے لگا کہ اے فرزند جعفر! تم نے بڑی بات کہہ دی۔ اگر تمھاری بات سچ ہے تو تمھارے خاندان والوں کے سوا سبھی ہلاک ہو گئے، نہ مہاجر باقی بچے نہ انصار۔ میں نے کہا: خدا کی قسم! جو کچھ میں نے کہا وہ مطابق واقع اور حق ہے۔ میں نے خود رسولؐ سے سنا ہے۔

معاویہ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ نیز عبداللہ ابن عباس کی طرف رخ کر کے کہا: فرزند جعفر کیا کہہ رہے ہیں؟

ابن عباس نے جواب دیا: اگر تمھیں ان کے بیان پر ایمان نہیں تو انھوں نے جن لوگوں کا نام لیا ہے ان سے پوچھ لو۔ معاویہ نے عمر بن سلمہ اور اسامہ کے پاس آدمی بھیجا تو انھوں نے گواہی دی کہ فرزند جعفر نے جو کچھ کہا اسے ہم لوگوں نے خود بھی سنا ہے۔

آخر میں عبداللہ بن جعفر نے کہا:

ہمارے رسولؐ نے یقیناً بہترین فرد کو غدیر خم میں اور دوسرے مواقع پر امت کی ہدایت کے لئے متعین فرمایا، ان پر حجت قرار دی، ان کی اطاعت کا حکم دیا انھیں سمجھا دیا کہ علیؑ کی نسبت رسولؐ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اور یہ کہ رسولؐ کے بعد وہ تمام مومنوں کے ولی ہیں، اولیٰ بالتصرف ہیں رسولؐ کی طرح۔ علیؑ جانشینِ رسول ہیں، ان کے وصی ہیں، ان کی اطاعت خدا کی اطاعت، ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے، ان کی دوستی خدا کی دوستی ہے، ان سے کینہ خدا سے کینہ ہے۔ آخر حدیث تک بے شمار قیمتی فوائد پر مشتمل ہے۔ (۱)

۱۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲ / ص ۸۳۴ / حدیث ۴۲)

برد نے عمرو عاص کو لتھاڑا

ابن قتیبہ نے ''امامۃ والسیاسۃ'' میں لکھا ہے کہ مورخین کا بیان ہے کہ ہمدان کا ایک جوان برد نامی معاویہ کے پاس آیا تو عمرو عاص علیؑ کی مذمت کر رہا تھا، عمرو عاص سے برد نے پوچھا: ہمارے بزرگوں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** یہ حدیث غلط ہے کہ صحیح...؟

عمرو نے کہا: صحیح ہے۔ تم نے جو سنا ہے اس پر اضافہ سن لو کہ جتنے فضائل علیؑ کے ہیں کسی صحابی کے نہیں۔

''ہائیں!،، وہ جوان چیخ پڑا۔

عمرو بولا: ''لیکن علیؑ نے اقدام قتل عثمان کر کے تمام فضائل ملیامیٹ کر لئے''۔

برد نے پوچھا: ''علیؑ نے قتل عثمان کا حکم دیا تھا یا خود قتل کیا تھا''؟

عمرو نے کہا: ''یہ سب کچھ نہیں لیکن انھوں نے قاتلوں کو پناہ دی تھی اور انتقام میں رکاوٹ ڈالی تھی''۔

برد نے کہا: ''اس کے باوجود لوگوں نے ان کی بیعت کی''۔

عمرو نے کہا: ''ہاں''۔ برد نے پوچھا: ''پھر تم نے بیعت کیوں توڑ دی؟''۔

عمرو نے کہا: ''میں انھیں قتل عثمان میں متہم سمجھتا تھا''۔

برد نے کہا: تم پر بھی تو وہی تہمت عائد ہوتی ہے۔؟

عمرو نے کہا: تم ٹھیک کہتے ہو، اسی لئے میں فلسطین چلا گیا تھا۔

جب وہ جوان اپنے قوم قبیلے میں پہونچا تو لوگوں سے بولا: میں ایسے آدمیوں کے پاس سے آرہا ہوں کہ خود انھیں کی باتوں سے حجت قائم ہو جاتی ہے، علیؑ حق پر ہیں انھیں کی پیروی کرو۔(۱)

عمرو عاص کا معاویہ سے احتجاج

خطیب خوارزمی نے مناقب میں معاویہ و عمرو کے خطوط نقل کئے ہیں، معاویہ نے عمرو عاص کو جنگ

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ص ر ۹۳ (ج ر ۱ ص ر ۹۷)

صفین میں اپنی مدد کی ترغیب دی۔عمرو نے جواب دیا:عمرو کے جواب کے یہ فقرے ہیں:

''تم نے ابوالحسن برادر اور وصی رسول کی طرف جو بغاوت وحسد کی نسبت دی اور صحابہ کو فاسق اور قتل عثمان کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے،یہ تمام باتیں جھوٹ اور گمراہی پر مشتمل ہیں۔کیا تم نہیں جانتے کہ ابوالحسنؑ نے رسولؐ پر جان فدا کردی،شب ہجرت ان کے بستر پر سوئے،وہ ہجرت واسلام میں سابق ہیں،رسولؐ نے ان کے لئے کہاہے کہ وہ مجھ سے ہیں میں اس سے ہوں۔اور مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد نبی نہیں۔انھیں کے بارے میں غدیرخم میں رسول نے فرمایا:"**الا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ**"۔(۱)

عمار یاسر کا احتجاج

نصر بن مزاحم کتاب صفین میں عمار یاسر کی ایک طویل تقریر لکھتے ہیں،آپ نے بروز صفین عمرو عاص کو اس طرح مخاطب فرمایا:

''رسول خداؐ نے مجھے بیعت شکنوں سے جنگ کا حکم دیا وہ ہم کر چکے،مجھے قاسطین (منحرفین حق) سے جنگ کا حکم دیا وہ تم لوگ ہو،اب مارقین (دین سے نکل جانے والے) باقی رہ گئے ہیں۔میں نہیں جانتا کہ انھیں پاسکوں گا یا نہیں۔اے مقطوع النسل!کیا تو نہیں جانتا کہ رسول خداؐ نے علیؑ کے لئے فرمایا:**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ**۔

میرا مولا تو خدا اور رسولؐ اور ان کے بعد علیؑ ہیں۔تیرا کوئی مولا نہیں''۔

عمرو نے جواب میں کہا:''اے ابوالیقظان (عمار کی کنیت) مجھے ملامت نہ کرو''۔(۲)

بقیہ باتیں عمرو عاص کے حالات میں بیان ہوں گی۔اسے شرح نہج البلاغہ میں ابی الحدید نے بھی لکھاہے۔(۳)

۱۔مناقب خوارزمی ص/۱۲۴ (ص/۱۹۹ حدیث ۲۴۰)

۲۔وقعۂ صفین ص/۱۷۶ (ص/۳۳۸)

۳۔شرح نہج البلاغہ ج/۲ص/۲۷۳ (ج/۸ص/۲۱ خطبہ ۱۲۴)

اصبغ بن نباتہ کا احتجاج

امیر المومنینؑ نے صفین کے زمانے میں معاویہ کو خط لکھ کر اصبغ کے ہاتھوں روانہ کیا، اصبغ کا بیان ہے کہ معاویہ چرمی ٹکڑے پر بیٹھا تھا، دو سبز رنگ کی تکیہ لگی ہوئی ۔ داہنی طرف عمرو عاص، حوشب اور ذوالکلاح تھا، بائیں طرف اس کا بھائی عتبہ، عبداللہ بن عامر بن کریز، ولید (فاسق بنص قرآن) ابن عقبہ، عبدالرحمٰن، ابن خالد، شرجیل، ابن سمط اور اس کے سامنے ابوہریرہ، ابودرداء اور نعمان بن بشیر اور ابوامامہ باہلی بیٹھے ہوئے تھے۔ معاویہ نے خط پڑھ کر کہا: ''علیؑ قاتلان عثمان کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے''۔

اصبغ کہتے ہیں، میں نے کہا: ''اے معاویہ! خون عثمان کا بہانہ مت ڈھونڈو۔ تم حکومت واقتدار کے خواہشمند ہو، اگر تم چاہتے تو عثمان کی زندگی میں ان کی مدد کر سکتے تھے، لیکن تم تو ان کے قتل کے منتظر تھے تا کہ اس معاملے کو حصول حکومت کا وسیلہ قرار دے سکو''۔ معاویہ میری بات سے لال بھبوکا سرخ انگارہ ہو گیا۔ میں نے سوچا اس کا غصہ کچھ اور بھڑکے، ابوہریرہ کی طرف رخ کر کے میں نے کہا:

''اے صحابی رسولؐ! میں تمھیں اسی ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ تم مجھے بتاؤ کیا تم غدیر میں موجود تھے..؟

انھوں نے کہا: ''ہاں میں موجود تھا''۔

میں نے پوچھا: ''پھر تم نے علیؑ کے متعلق وہاں کیا سنا''۔؟

انھوں نے کہا: ''میں نے رسولؐ سے سنا **''من کنت مولاہ فعلی مولاہ''** خدایا! جو اسے دوست رکھے اس سے دوستی کر، جو اس کو دشمن رکھے اس کو دشمن رکھ، جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر، جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے''۔

میں نے کہا: ''اے ابوہریرہ! اب تو تمھاری یہ حالت ہے کہ ان کے دشمن سے تم نے دوستی گانٹھ رکھی ہے اور ان کے دوستوں کو دشمن رکھتے ہو''۔

یہ سن کر ابوہریرہ نے طویل ٹھنڈی سانس لے کر کہا: اَنَّا للہ وَاِنَّا اِلَیہ رَاجعون۔

اس کی روایت حنفی نے مناقب اور ابن جوزی نے تذکرہ میں کی ہے۔(۱)

ایک جوان نے ابو ہریرہ کو لتھاڑا

حافظ ابو یعلی موصلی اور حافظ طبری نے اپنی اسناد سے لکھا ہے:

ابو ہریرہ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے، ایک جوان کھڑا ہوا اور بولا: میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے ارشاد رسولؐ سنا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔**

ابو ہریرہ نے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں، میں نے یہ ارشاد سنا ہے''۔(۲)

اس کی روایت ابو بکر ہیثمی نے دو سندوں کی صحت و توثیق کے ساتھ نیز ابن کثیر اور ابن جریر طبری نے بھی کی ہے۔(۳)

ابن ابی الحدید نے سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن قاسم، عمر بن عبدالغفار کی سند سے لکھا ہے کہ جب معاویہ کے ساتھ ابو ہریرہ کوفے میں وارد ہوئے تو اکثر راتوں میں باب کندہ پر بیٹھک کیا کرتے تھے، لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ ایک دن کوفے کے ایک جوان نے ان سے پوچھا: ''میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ نے علیؑ کے متعلق یہ ارشاد رسولؐ سنا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ؟**

ابو ہریرہ بولے: ''میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے یہ سنا ہے''۔

وہ جوان کہنے لگا: ''تو میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ نے ان کے دشمن سے دوستی گانٹھ رکھی ہے اور ان کے دوستوں سے دشمنی کر رہے ہیں''۔(۴)

۱۔ مناقب خوارزمی ص/۱۳۰ (ص/۲۰۵ حدیث ۲۴۰) تذکرۃ الخواص ص/۴۸ (ص/۸۵)

۲۔ مسند ابی یعلی (۱۱/ص/۳۰۷ حدیث ۶۴۲۳

۳۔ مجمع الزوائد ج/۹ ص/۱۰۵؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ ص/۲۱۳ (ج/۵ ص/۲۳۲ حوادث ۱۰ھ)

۴۔ شرح نہج البلاغہ ج/۱ ص/۳۶۰ (ج/۴ ص/۶۸ خطبہ ۵۶)

راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ابو ہریرہ بچوں کے ساتھ راستے میں کھانا کھایا کرتے تھے، ان کے ساتھ کھیلتے بھی تھے، اپنے مدینے کی گورنری کے زمانے میں ایک دن انھوں نے خطبہ دیا:

''اس خدا کا شکر جس نے دین کو مستحکم اور ابو ہریرہ کو امام بنایا''۔

لوگ ان کی اس بات پر ہنس پڑے۔ اپنی گورنری کے زمانے میں مدینے کے راستوں پر چلتے ہوئے اگر اپنے آگے کسی کو چلتے دیکھتے تو پیر پٹک کر چلاتے: ''راستہ دو گورنر آرہا ہے''۔ اس سے خود اپنے کو مراد لیتے۔ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں ابن قتیبہ نے معارف میں حالات ابو ہریرہ کے ذیل میں لکھی ہیں جو ان پر حجت ہیں کیونکہ انھیں ابو ہریرہ کے معاملے میں عناد کا الزام نہیں دیا جا سکتا (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ان تمام باتوں کو معارف مطبوعہ مصر ۱۳۵۳ھ میں قلم انداز کر دیا گیا ہے، ہائے یہ تحریف کا کھلواڑ۔ اس قسم کی خیانتیں متعدد موقعوں پر ملتی ہیں۔

زید بن ارقم سے مناشدہ

ابو عبداللہ شیبانی (یا بزرگ تابعی۔ ابو عمرو۔ شیبان بن ثعلبہ کوفی) کہتے ہیں کہ ہم لوگ زید بن ارقم کے پاس بیٹھے تھے، اتنے میں ایک شخص وارد ہوا، اس نے پوچھا: ''تم میں زید بن ارقم کون ہے؟''

لوگوں نے کہا: ''یہ کیا ہیں زید بن ارقم''۔

نو وارد نے زید سے کہا: میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم نے رسول خدا کو ارشاد فرماتے سنا ہے:

''من کنت مولاہ فعلی مولاہ. اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ''؟

زید نے جواب دیا: ''ہاں! میں نے سنا ہے''۔ (۲)

عراقی کا جابر سے مناشدہ

علامہ گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں بلند مرتبہ مشائخ سے اخراج کیا ہے، شریف خطیب ابو تمام

۱۔ المعارف (ص ۲۷۸۔۲۷۷)

۲۔ مودۃ القربیٰ مودۃ نمبر ۵، ینابیع المودۃ ص ۲۴۹ (ج ۲ ص ۳۷ باب ۵۶)

علی بن ابی الفخار بن ابی منصور ہاشمی کرخ بغداد۔ ابوطالب عبداللطیف نہر معلیٰ۔ ابراہیم بن عثمان کاشغری ان سب نے۔ محمد بن عبدالباقی ابن بطی۔ ابن تاج القرأ۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ جابر کے گھر پر تھے، وہاں علی بن حسینؑ، محمد بن حنفیہ اور ابوجعفر بھی تھے، ایک عراقی نے جابر سے کہا: ''میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں۔ آپ مجھ سے ایسی حدیث بیان کیجئے جسے آپ نے رسولؐ سے دیکھا اور سنا ہو''۔ (۱)

جابر نے کہا: ''ہم جحفہ غدیر خم میں تھے، وہاں مجھ سے پہلے جہنیہ، مزنیہ اور غفار کے لوگ تھے، رسول خداؐ خیمہ سے (یا اونی چادر اوڑھے ہوئے) نکلے اور تین بار اپنے ہاتھوں سے اشارہ کیا۔ اس کے بعد حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ**''۔

حموینی نے فرائد کے باب نہم میں نفیس ترین سند سے شیخ مجد الدین عبداللہ بن محمود حنفی، مسمار بن عمر بن عویس، محمد بن عبدالباقی، ابن بطی، امام ابوغالب ہبۃ اللہ سامری، شیخ محاسن بن عمر، ابوبکر محمد بن عبداللہ بن نصر زعفرانی، ابوعبداللہ مالک بن احمد بن علی، ابن زاغوانی، ابوالحسن احمد بن محمد بن موسیٰ بن صلت، ابواسحاق ابراہیم بن عبدالصمد، ابوسعید اشج، ابوطالب مطلب بن زیاد۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل نے جابر کا بیان نقل کیا ہے۔ (اسی سند میں راویوں کے بیان کی تاریخ بھی درج ہے)۔ (۲)

تاریخ ابن کثیر کی سند ہے: مطلب بن زیاد، عبداللہ بن محمد بن عقیل نے جابر سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ جحفہ میں غدیر خم میں تھے کہ رسولؐ چادر اوڑھے ہوئے خیمے سے نکلے اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** ہمارے شیخ ذہبی کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے۔ (۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن کثیر کا جابر کے پاس موجود افراد اور مرد عراقی کے مناشدے کو نظر انداز کرنا ہمارے نزدیک چنداں اہمیت کا حامل نہیں، کیوں کہ اس بے حیا کی تاریخ بدایہ والنہایہ میں اہلبیتؑ اور خاصان خدا کے متعلق رسولؐ کے ارشاد کی خیانتیں بہت واضح طریقے سے نظر آتی ہیں۔ اس

۱۔ کفایۃ الطالب ص/۱۶ (ص/۶۱) ۲۔ فرائد السمطین (ج/۱ص/۶۲ حدیث ۲۹)

۳۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۱۳ (ج/۵ص/۲۳۲ حوادث ۱۰ھ)

کتاب میں ابن کثیر نے دوستان اہلبیت کی مذمت کی ہے اور انھیں گالی دی ہیں، دشمنان اہلبیت کی تعریفوں کے پل باندھے ہیں، اہل بیتؑ کی صحیح وصریح روایات کو جعلی بتایا ہے۔ان کے ثقہ راویوں کو ضعیف کہا ہے۔ان تمام باتوں میں اس نے بلا دلیل تحکمانہ رویہ اپنایا ہے اور تحریف کی شرمناک حرکتیں کی ہیں۔اگر ان تمام باتوں کا تذکرہ کیا جائے تو ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔اس کی تحریف کی صرف ایک مثال حدیث دعوۃ ہے کہ آیۃ ﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ کی شان نزول کے متعلق اپنی کتاب میں بیہقی کے طریق سے لکھتا ہے کہ یہ حدیث ابوجعفر نے محمد بن حمید ازدی سے روایت کی ہے پھر تمام سند بیان کی ہے۔رسولؐ کے اس ارشاد کے بعد کہ میں تمام دنیا کی بھلائی لایا ہوں، اس فقرے کا اضافہ کیا ہے: ''مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اس کی طرف دعوت دوں، اب تم میں کون ہے جو اس مرحلے پر میری حمایت کرے تا کہ میرا بھائی ہو اور ایسا ویسا''۔.....پھر علیؑ کا بیان نقل کیا ہے کہ ''تمام لوگ خوف کی وجہ سے پیچھے رہ گئے، صرف میں نے جواب دیا۔حالانکہ ان سب میں کم سن، چرک آلود آنکھ والا، بڑے پیٹ والا، کمزور پنڈلیوں والا تھا۔میں نے کہا: اے خدا کے رسولؐ میں ہوں، آپ کی ہر مرحلے پر مدد کروں گا۔رسولؐ نے میری گردن پکڑ کر فرمایا: ''یہ میرا بھائی ہے اور ایسا ویسا۔اب تم لوگ اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔'' علیؑ کہتے ہیں کہ پھر تمام لوگ ہنستے ہوئے اٹھ گئے۔ابوطالب سے کہنے لگے کہ تمھیں اپنے بیٹے کی اطاعت کا حکم دیا ہے''۔(۱)

اسی روایت کو اپنی تفسیر ج ۳ص ۳۵۱ میں ابوجعفر بن جریر کی متذکرہ سند کے ساتھ لکھا ہے۔لیکن میں تفسیر طبری کے الفاظ نقل کرتا ہوں تا کہ ہدایت گمراہی سے الگ ہو جائے:

''میں تمھارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائیاں لے کر آیا ہوں۔خدا نے مجھے تمھاری طرف دعوت حق کا حکم دیا ہے۔اب تم میں کون ہے جو اس معاملے میں میرا ہاتھ بٹائے تا کہ تمھارے درمیان میرا بھائی، وصی اور خلیفہ ہو۔حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ تمام لوگ ڈر سے چپ ہو گئے، لیکن میں نے کہا کہ اگر چہ میں کمسن ہوں، آنکھیں رمد آلود، پیٹ بڑا اور پنڈلیاں کمزور ہیں، اے خدا کے رسولؐ! میں ہوں، اس

۱۔البدایۃ والنہایۃ ج ۳ص ۴۰ (ج ۳ص ۵۳)

معاملے میں آپ کا بوجھ بٹاؤں گا۔ رسولؐ نے میری گردن پکڑی اور فرمایا: یقیناً یہ میرا بھائی میرا وصی اور تمھارے درمیان میرا خلیفہ اور جانشین ہے، اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ علیؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت قوم کے لوگ ہنستے ہوئے اور ابو طالب سے یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ (محمدؐ نے) تمھارے بیٹے کی اطاعت کا تمھیں حکم دیا ہے، پس میری شکایت خدا ہی سے ہے''۔(۱)

ابن کثیر نے طبری کے الفاظ کی تحریف کی ہے۔ کیا اسے مناسب نہ تھا کہ اصل الفاظ نقل کرتا، یا پھر دوسرے ائمہ حدیث و تاریخ کے الفاظ نقل کرتا لیکن وہ تو اپنے کینہ وعناد میں تحریف پر مصر تھا۔ حالانکہ خدا اس کے عناد سے واقف ہے۔(۲)

قیس بن سعد کا احتجاج

بعد شہادت امام حسنؑ، معاویہ اپنے زمانۂ حکومت میں حج کے بعد مدینہ پہونچے، مدینہ والوں نے ان کا استقبال کیا، اس موقع پر ان کے اور قیس بن سعد کے درمیان جو مکالمہ ہوا، اس کی تفصیل قیس کے حالات میں آئے گی۔ قیس نے معاویہ سے کہا: ''میری جان کی قسم! انصار قریش اور عرب وعجم کا کوئی بھی شخص علیؑ اور ان کی اولاد کے مقابلہ میں حقدار نہیں۔ اس سلسلے میں نص وارد ہے''۔

معاویہ بھڑک اٹھے، بولے: سعد کے بیٹے! یہ بات تم نے کہاں سے پائی، کس سے روایت کی، کس سے سنی۔؟

شاید تم نے اپنے باپ سے حاصل کی ہے۔

سعد نے متانت سے جواب دیا: میں نے جس سے سنا ہے وہ میرے باپ سے کہیں زیادہ افضل ہے۔

معاویہ نے پوچھا: کون۔؟

۱۔ تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۲۱۷ (ج ص ۳۲۱)

۲۔ جامع البیان ج ۱۹ ص ۷۴ (ج ۱۱ ص ۱۲۲)

جواب ملا: ''علی ابن ابی طالبؑ! جو اس امت کے عالم وصدّیق ہیں جن کے متعلق خدا نے آیت نازل کی: قل کفیٰ باللہ شھیداً بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب (کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا کی گواہی کافی ہے اور وہ جسے کتاب خدا کا مکمل اور بھرپور علم ہے)۔ اسی طرح علی کی شان میں نازل آیتوں کو سنایا۔

معاویہ نے کہا: اس امّت کے صدّیق تو ابوبکر اور فاروق امّت عمر ہیں اور جس کے پاس مکمل کتاب خدا کا علم ہے وہ عبداللہ بن سلام ہیں۔

قیس بولے: ان ناموں سے زیادہ حقدار وہ ہے جس کے لئے آیت اتری ہے: افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ (بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے صاف شہادت رکھتا ہے اور ایک گواہ) اور رسول خداؐ نے غدیر خم میں نصب کرتے ہوئے فرمایا: ''جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے نفس سے زیادہ اس پر بااختیار ہوں، اس کے یہ علیؑ مولا ہیں، مالک ومختار ہیں۔ اور غزوۂ تبوک میں فرمایا: ''تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔ (۱)

دارمیہ حجونیہ کا احتجاج

زمخشری ربیع الابرار (۲) میں لکھتے ہیں: معاویہ حج کے لئے گئے، وہاں انھوں نے دارمیہ نامی شیعۂ علی خاتون کو بلوایا۔ وہ بہت سیاہ فام تھیں۔ ان سے پوچھا: ''حام کی بیٹی، کیا حال ہے''؟

انھوں نے کہا: ''اچھا ہی ہے۔ لیکن میں حامی نسل سے نہیں ہوں''۔

معاویہ نے کہا: ''سچ کہتی ہو، کیا تم جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلوایا ہے؟

جواب ملا: ''اے سبحان اللہ! میں غیب تھوڑے ہی جانتی ہوں''۔

معاویہ بولے: یہ پوچھنے کے لئے بلایا ہے کہ تم علی سے محبت اور مجھ سے نفرت کیوں رکھتی ہو۔ علی سے تعلق اور مجھ سے کینہ کیوں ہے۔؟ کہنے لگیں: مجھے معاف ہی رکھو۔

۱۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲/ص ۷۷۷/حدیث ۲۶)
۲۔ ربیع الابرار (ج ۲/ص ۵۹۹)

معاویہ غرّائے: ''ہرگزنہیں''۔

دارمیہ نے کہنا شروع کیا: ''نہیں مانتے تو سنو۔علیؑ سے محبت اس لئے ہے کہ وہ رعایہ کے ساتھ انصاف کرتے تھے ان کی تقسیم مساوی تھی،تم سے نفرت اس لئے ہے کہ تم ان سے برسر پیکار رہے جو خلافت کا تم سے زیادہ حقدار تھا،تم ادھر لپکے جس کے تم مستحق نہیں تھے، مجھے علیؑ سے اس لئے محبت ہے کہ رسول خداؐ نے غدیر خم میں ان کی ولایت کا عہد لیا تھا،وہاں تم بھی موجود تھے،وہ مسکینوں سے محبت اور دینداروں کا احترام کرتے تھے،تم سے نفرت اس لئے ہے کہ تم نے خون بہایا، پھوٹ ڈالی اور عدل وانصاف میں ستم روا رکھا،تمھارے فیصلے خواہشات کے ماتحت ہوتے ہیں''۔(۱)

عمرو اودی کا احتجاج

مفتی وقاضی کوفہ شریک بن عبداللہ نخعی نے ابواسحاق سبیعی سے روایت کی ہے کہ عمرو بن میمون اودی کے سامنے امیرالمومنین حضرت علیؑ کا تذکرہ ہوا۔انھوں نے کہا: یہ لوگ علیؑ کو برا بھلا کہتے ہیں یہ سب جہنم کے ایندھن ہیں، میں نے حذیفہ بن یمان اور کعب بن عجرہ جیسے اصحاب رسولؐ سے سنا ہے کہ جو کچھ علیؑ کو عطا ہوا،کسی کو بھی نہ مل سکا،وہ اولین وآخرین کی سردار خواتین فاطمہؑ کے شوہر تھے۔اولین وآخرین میں سے کس نے یہ فضیلت پائی یا سنی،وہ سرداران جوانان جنت کے باپ تھے،ایسا باپ اولین وآخرین میں کون ہے،رسول خداؐ ان کے سسر تھے اور وہ رسولؐ کے اہل وازواج کے وصی تھے،ان کے سوا سب کے دروازے مسجد کی طرف سے بند ہوگئے،وہ فاتح خیبر و پرچم بردار تھے،ان کی دکھتی آنکھوں میں رسولؐ نے لعاب دہن لگایا کہ کبھی انھیں سردی وگرمی کا احساس نہیں ہوا،وہ صاحب یوم غدیر تھے،رسولؐ نے ان کا نام لے کرامت پر ولایت فرض کی اور ان کا مرتبہ بتایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** .....الخ۔

۱۔تھوڑے سے اختلاف الفاظ کے ساتھ یہ احتجاج درج ذیل کتابوں میں موجود ہے۔بلاغات النساء ص/۷۲(ص/۱۰۵)، العقد الفرید ج/۱ص/۱۶۲(ج/۱ص/۲۲۳) صبح الاعشیٰ ج/۱ص/۲۵۹(ج/۱ص/۳۰۶)

عمر بن عبدالعزیز کا احتجاج

حافظ ابو نعیم نے حلیہ[۱] میں سند کے ساتھ عمر بن مورق کا بیان نقل کیا ہے: میں شام میں تھا عمر بن عبدالعزیز لوگوں کو داد و دہش فرما رہے تھے۔ میں سامنے گیا تو پوچھا: ''تم کون ہو؟''

میں نے کہا: ''قریش''۔

پوچھا: ''قریش کی کون سی شاخ''۔؟

میں نے کہا: ''بنی ہاشم!''

تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر پوچھا: ''بنی ہاشم کون سی شاخ سے''؟

میں نے جواب دیا: ''علیؑ کا غلام ہوں، ان کا دوستدار''۔

پوچھا: کون علیؑ؟

کہا: ''علی بن ابی طالبؑ!''۔

پھر تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا: ''خدا کی قسم! میں بھی علی بن ابی طالبؑ کا غلام ہوں۔ پھر کہا: مجھ سے بہت سے لوگوں نے حدیث بیان کی ہے۔ انھوں نے ارشاد رسول سنا ہے :مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاه۔ پھر غلام کو آواز دی: ''اے مزاحم! ایسے لوگوں کو تم کتنا دے سکتے ہو۔''

وہ بولے: ''سو یا دو سو درہم''۔

حکم دیا: 'انھیں پچاس دینار دے دو''۔

ابن داؤد کے بیان کے مطابق ساٹھ دینار ولایت علیؑ کے سلسلے میں عطا ہوئے۔ پھر فرمایا: ''اپنے وطن واپس جاؤ، جس قدر تمھارے وطن کے باشندوں کو عطا کیا جاتا ہے تمھیں بھی عطا کیا جائے گا''۔(۱)

اس کی روایت ابوالفرج نے آغانی میں۔ ابن عساکر نے تاریخ میں۔ حموینی نے فرائد السمطین میں۔ حافظ جمال الدین زرندی نے نظم دار السمطین میں۔ سمہودی نے جواہر العقدین میں یزید بن عمرو

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج/۵ص/۳۶۴

بن مرزوق سے روایت کی ہے۔(۱) انھیں نام کا اشتباہ ہوا ہے۔

خلیفہ مامون کا احتجاج دانشوروں سے

ابوعمرو بن عبدربہ نے عقد الفرید میں اسحاق بن ابراہیم کا بیان نقل کیا ہے کہ "قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم نے میرے علاوہ بہت سے دوستوں کے پاس پیغام دیا کہ مجھے امیر المومنین مامون رشید نے کل تڑکے صبح کو چالیس ایسے فقہاؑ کے ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیا ہے جو بات اچھی طرح سمجھ سکیں اور بہتر جواب دے سکیں۔ میں نے اکثر کے نام لکھ کر بھیجے، یہاں تک کہ تعداد پوری ہوگئی۔

صبح ہی شاہی فرستادہ سب کی حاضری کا حکم لئے پہونچ گیا۔ جب ہم لوگ وہاں گئے تو یحییٰ کپڑا پہن کر بیٹھا ہوا ہم لوگوں کا انتظار کر رہا تھا۔ ہمیں ساتھ لئے مامون کی خدمت میں پہونچ گیا۔ وہاں ایک غلام متعین تھا۔ ہمیں دیکھ کر قاضی القضاۃ سے بولا: "امیر المومنین آپ حضرات کا انتظار کر رہے ہیں"۔

اندر پہونچے تو ہمیں نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ ابھی نماز سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ اذن باریابی ملا، ہم نے دیکھا کہ امیر المومنین فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

اسحاق کا بیان ہے کہ قاضی القضاۃ نے ہم سے کہا۔ "امیر المومنین نے آپ حضرات کو اس لئے بلایا ہے کہ وہ آپ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔"

ہم نے کہا: "مناظرہ فرمائیں۔ خدا امیر المومنین کی توفیقات میں اضافہ کرے۔"

اس نے کہا: "امیر المومنین کا عقیدہ ہے کہ بعد رسول علی بن ابی طالبؑ تمام خلفاء سے افضل ہیں اور سب سے زیادہ وہی حقدار خلافت ہیں۔"

اسحاق نے کہا: "امیر المومنین! ہم لوگوں کو علی کے متعلق اس بات کی معرفت نہیں۔ آپ نے تو ہمیں مناظرے کے لئے بلایا ہے۔"

۱۔ الآغانی ج/۸ص/۱۵۶ (ج/۹ص/۳۰۱)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج/۵ص/۳۲۰ (ج/۶ص/۲۵۱) فرائد السمطین (ج/۱ص/۶۶ حدیث ۳۲ باب ۱۰)؛ نظم الدرر السمطین ص/۱۱۲؛ جواہر العقدین ص/۳۰۳

مامون نے اسحاق سے کہا: ''تمھیں اختیار ہے کہ اگر تم چاہو تو میں تم سے سوال کروں یا پھر تم مجھ سے سوال کرو۔

اسحٰق نے موقع غنیمت سمجھ کر کہا: ''امیر المومنین! میں ہی پوچھوں گا۔''

مامون نے کہا: پوچھو۔

اسحٰق نے کہا: امیر المومنین نے کیسے کہہ دیا کہ علی بن ابی طالبؑ رسولؐ کے بعد سب سے افضل اور مستحق خلافت ہیں۔

مامون: بتاؤ تو لوگ کس بنا پر افضل ہوتے ہیں، لوگ کیسے کہتے ہیں کہ فلاں فلاں سے افضل ہے۔

اسحاق: اعمال صالحہ کی وجہ سے۔

مامون: تم نے سچ کہا۔ اچھا بتاؤ، زمانۂ رسولؐ میں وہ شخص تھے، ایک فاضل دوسرا مفضول، کیا بعد رسولؐ جو مفضول ہے اپنے عمل سے فاضل پر برتری حاصل کرلے گا۔؟

اسحاق کہتے ہیں کہ میری سیٹی گم ہوگئی۔ مامون نے کہا:

''یہ مت کہنا کہ برتری حاصل کرلے گا۔ کیوں کہ آج کے زمانے میں ایسے لوگوں کو دکھادوں گا جو نماز، روزہ، حج و جہاد اور صدقہ میں زمانۂ رسول کے لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔''

اسحاق: ہاں امیر المومنین! ایسا ہی ہے، جو شخص زمانۂ رسولؐ میں مفضول ہے، رسولؐ کے بعد اپنے نیک عمل کی وجہ سے فضیلت و برتری حاصل نہیں کرسکتا۔''

مامون: اے اسحاق! کیا حدیث ولایت کی روایت کرتے ہو؟

اسحاق: ہاں! اے امیر المومنینؑ۔

مامون: ذرا اس کی روایت کر ڈالو۔

اسحاق نے اس کی روایت بیان کی۔

مامون: ''کیا اس حدیث کی روشنی میں ابوبکر وعمر پر علی کی ولایت واجب نہیں ہوتی۔ برخلاف علی کے۔''

اسحاق: ''لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث زید بن حارثہ کی وجہ سے بیان ہوئی تھی کیوں کہ زید وعلیؑ کے درمیان کچھ نا چاقی ہوگئی تھی، زید نے علیؑ کی ولایت سے انکار کیا تو رسول نے فرمایا: ...... من کنت مولاہ فعلی مولاہ .اللھم وال من والاہ.....

مامون: یہ حدیث کس جگہ فرمائی گئی، کیا حجۃ الوداع سے واپسی پر نہیں فرمائی گئی؟

اسحاق: ''ہاں''۔

مامون: ''زید بن حارثہ تو غدیر سے پہلے قتل ہو چکے تھے۔تم نے یہ دھاندھلی کیسے باور کر لی؟ مجھے بتاؤ تو، تمھارا پندرہ سالہ لڑکا کہے لوگو! اچھی طرح سمجھ لو کہ میرا مولا میرے چچیرے بھائی کا مولا ہے، حالانکہ تمام لوگ اس بات کو جانتے ہیں، جو بات سب جانتے ہیں اور اس سے انکار بھی نہیں کرتے اسے مقام تعریف میں بیان کرنے سے کیا تم ناپسندیدگی کا مظاہرہ نہیں کروگے۔؟''

اسحاق: کیوں نہیں۔

مامون: ''ارے تم اپنے پندرہ سالہ لڑکے کے لئے جو بات پسند نہیں کرتے اسے رسولؐ کے لئے کیسے اچھا سمجھتے ہو۔؟ تم لوگوں پر افسوس ہے۔خدا نے قرآن میں یہود ونصاریٰ کی مذمّت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے احبار ورہبان کو خدا کے سوا اپنا پروردگار سمجھ لیا ہے، حالانکہ یہود ونصاریٰ احبار و رہبان کی نماز، روزہ نہیں بجالاتے تھے۔عبادت نہیں کرتے تھے، صرف اطاعت کرتے تھے۔''(۱)

ابن مسکویہ نے ندیم الفرید میں مامون کا خط بنی ہاشم کے نام نقل کیا ہے جس میں یہ فقرے بھی ہیں:

''مہاجرین میں سے کسی نے بھی علی سے زیادہ حمایت رسول میں جدوجہد نہیں کی۔علیؑ نے رسولؐ کی پشت پناہی کی، جانفشانیاں برداشت کیں۔ان کے بستر پر سوکر ہمیشہ اسلام کو بچاتے رہے عظیم بہادروں سے بھڑ گئے اور سب کو پچھاڑا، ان کا حوصلہ ناقابل تسخیر تھا، کسی میدان میں پیٹھ نہیں دکھائی، نہ کوئی ان پر قابو پاسکا، وہ سب سے زیادہ مشرکین کے لئے سخت تھے، خدا کی راہ میں سب سے زیادہ جہاد فرمایا، سب سے زیادہ دین خدا کی سوجھ بوجھ رکھتے تھے، قرآن کے سب سے بڑے قاری تھے اور حرام و

۱۔العقد الفرید ج/۳ص/۴۲ (ج/۵ص/۶۱۔۵۶)

حلال کے سب سے زیادہ واقف کار تھے۔غدیر خم میں ان کی ولایت کا اعلان ہوا اور انھیں کے لئے حدیث منزلت فرمائی گئی۔"(۱)

مسعودی کا نقطۂ نظر

ابوالحسن مسعودی شافعی مروج الذہب میں لکھتے ہیں:

"جن باتوں کی وجہ سے اصحاب رسولؐ مستحق فضیلت ہوتے ہیں ان میں سبقت ایمانی، ہجرت، نصرت رسولؐ، بنی ہاشم سے رشتہ داری، قناعت، ایثار، علم قرآن، جہاد فی سبیل اللہ، ورع، زہد، قضا و حکم اور عفت و دانش ہے۔ یہ تمام صفات بلکہ زیادہ حصہ علی میں موجود تھا۔ پھر یہ کہ ان کی انفرادیت یہ تھی کی مواخاۃ کے موقع پر اپنا بھائی بنایا، ان کے لئے حدیث منزلت اور حدیث غدیر فرمائی۔ اور جب انس نے بھنا ہوا پرندہ پیش کیا تو رسولؐ نے دعا فرمائی: اے خدا میرے پاس اس وقت ایسے شخص کو بھیج دے جو میرے ساتھ یہ پرندہ تناول کرے، اس وقت علیؑ ہی داخل ہوئے"....آخر کلام تک۔(۲)

۱۔ ینابیع المودۃ ص۲۸۴(ج۳ص۱۵۷باب۹۲)، عبقات الانوار ج۱ص۱۴۷(حدیث غدیر)

۲۔ مروج الذہب ج۲ص۴۹(ج۲ص۴۴۵)

واقعۂ غدیر قرآن میں (آیت بلغ)

گذشتہ صفحات میں اشارہ کیا گیا کہ مشیت خداوندی یہی تھی کہ واقعۂ غدیر بہر طور تر و تازہ رہے، گزرتے لمحات اس پر کہنگی کے اثرات مرتب نہ کرسکیں۔ بنا بریں اس موضوع کی وضاحت سے متعلق آیات نازل فرمائیں تا کہ امت اسلامی ہر صبح و شام ترتیل و تلاوت کے ذریعہ مصداق آیات کو قلب و نظر میں جگہ دے کر واقعۂ غدیر کے درخشاں اثرات کی تجدید کرتی رہے اور جو کچھ دین الٰہی نے خلافت کبریٰ سے متعلق واجب قرار دیا ہے، فکر و نظر کے راستے قلب و جگر کا نصب العین بنا سکے۔

ان آیات کریمہ میں سورۂ مائدہ کی آیت ہے:

﴿یا ایّها الرّسُول بَلِّغْ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ منْ ربِّک وَاِنْ لمْ تفعَلْ فما بلَّغتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاس﴾

''اے رسولؐ! جو کچھ تمھارے پروردگار کی طرف سے حکم تم پر نازل کیا گیا ہے، پہونچا دو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (سمجھ لو کہ) تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہونچایا (اور تم ڈرو نہیں) خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا''۔

یہ آیۂ شریفہ حجۃ الوداع کے سال بتاریخ ۱۸؍ ذی الحجہ ۱۰ھ نازل ہوئی۔ رسول اکرمؐ غدیر خم میں پہونچ چکے تھے، دن کی پانچ ساعتیں گزری تھیں، اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! خداوند عالم بعد تحفۂ درود فرماتا ہے کہ اے رسولؐ! جو کچھ علیؑ کے متعلق پیغام ربّ نازل کیا جا چکا ہے اس کی تبلیغ فرما دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا کار رسالت انجام ہی نہیں دیا۔ اس درمیان میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کا قافلہ قریب جحفہ پہونچ چکا تھا، رسولؐ نے آگے بڑھ جانے والوں کو پیچھے پلٹنے کا اور پیچھے رہ

جانے والوں کے انتظار کا حکم دیا تا کہ لوگوں کے درمیان علیؑ کو بلند کر کے حکم پروردگار کی تبلیغ کی جا سکے ، جبرئیل نے رسول اکرمؐ کو آگاہ کر دیا کہ خداوند عالم آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

مندرجہ بالا تفصیل علمائے شیعہ کے نزدیک متفقہ و مسلم ہے لیکن ہم یہاں احادیث اہل سنت کے ذریعے استدلال و احتجاج کریں گے۔ یہ ہے بیان مطلب....

ا۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کتاب الولایۃ میں زید بن ارقم سے تخریج کی ہے کہ جب رسول خداؐ حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے غدیر خم پہونچے تو ظہر کا ہنگام ، ہوا گرم تھی۔ آنحضرتؐ کے حکم سے اس جگہ کے کانٹے صاف کر کے نماز جماعت کا اعلان کیا گیا۔ ہم سب جمع ہوئے تو رسول اللہؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا: ''خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا جا چکا ہے ، اسے پہونچا دیجئے اگر ایسا نہ کیا تو گویا کار رسالت ہی انجام نہ دیا ، خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اور جبرئیل نے مجھے حکم رب پہونچایا ہے کہ اسی جگہ پر کالے گورے کو آگاہ کر دوں کہ علی بن ابی طالبؑ میرا بھائی ، وصی اور میرا جانشین ہے ، میرے بعد لوگوں کا امام ہے۔ میں نے جبرئیل سے درخواست کی کہ خدا مجھے اس امر کی انجام دہی سے معاف رکھے ، کیوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تقویٰ شعار افراد کم اور موذی و ملامت کرنے والے زیادہ ہیں جو علیؑ سے میری شدید وابستگی پر ملامت کریں گے ، اسی توجہ کی بنا پر ان بدخواہوں نے مجھے اُذُنٌ (کان) کہنا شروع کر دیا ہے ، خدا نے مجھے اس طعن کی خبر دی ہے: ﴿وَمِنْهُم الّذين يُوذُونَ النَّبِي وَ يَقُولُونَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيرٌ لَّكُم﴾ (ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو پیغمبر کو اذیت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ کان ہے ، تم کہہ دو کہ کان تمہارے حق میں بہتر ہے) اگر میں چاہوں تو ان کی نشان دہی کر دوں ، مگر پردہ پوشی ہی میں کرامت ہے ، خدا نے بہر حال مجھے تبلیغ کا حکم دیا ہے۔ لہذا اے لوگو! اچھی طرح سمجھ لو کہ خدا نے علیؑ کو تمہارے لئے ولی و امام کی حیثیت سے نصب فرمایا ہے ، اور اس کے حکم کی بجا آوری سب پر واجب ہے ، اس کا حکم نافذ اور قول رائج ہے ، اس کا مخالف ملعون اور اس کی تصدیق کرنے والا مستوجب رحمت ہے ، سن لو اور اطاعت کا عہد کرو کہ خدا تمہارا مولا اور علیؑ تمہارا امام ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے صلب سے

میرے فرزندوں میں قیامت تک امامت برقرار ہے، کوئی حلال نہیں مگر وہی جسے خدا اور رسولؐ نے حلال قرار دیا ہے اور کوئی حرام نہیں مگر صرف وہی جسے خدا اور سولؐ نے حرام قرار دیا، تمام علوم کو خدا نے اس کی ذات میں احصاء اور منتقل کر دیا ہے اب اس سے منھ نہ موڑو، اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو کیوں کہ وہی تمھاری حق کی طرف رہنمائی کرے گا اور حق پر عمل کرے گا خداوند عالم منکر ولایت کی نہ توبہ قبول کرے گا اور نہ بخشے گا۔ اسے ابدآثار دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ وہ میرے بعد تمام لوگوں سے افضل ہے جب تک رزق نازل ہو رہا ہے اور مخلوق باقی ہے اس کا مخالف ملعون ہے اور میرا یہ قول بواسطہ جبرئیل خدا کا حکم ہے۔ اب ہر نفس کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کل قیامت کے لئے کیا بھیج رہا ہے۔ محکمات قرآن کی پیروی کرو، متشابہ کے چکر میں نہ پڑو۔ صرف اسی کی بیان کردہ تفسیر صحیح ہے جس کا بازو میرے ہاتھ میں ہے اور جسے بلند کر کے متعارف کرایا ہے، جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے، اس کی ولایت خدا کی طرف سے مجھ پر نازل ہوئی ہے۔

خبردار! میں نے اپنی ذمہ داری نبھادی۔ خبردار! وضاحت طلب باتوں کی میں نے توضیح کردی۔ مومنین کی سرداری صرف اسی کو زیب دیتی ہے۔ پھر علیؑ کو اس قدر بلند کیا کہ علیؑ کے پاؤں نبیؐ کے گھٹنو تک آگئے اور فرمایا: یہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرے علوم کا حامل ہے، جو بھی مجھ پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ میرا جانشین ہے، خدایا! اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ، اس کے منکر پر لعنت کر، اس کے حق کا انکار کرنے والے پر غضب ناک ہو۔

اے خدا تو نے اعلان ولایت علیؑ پر آیت اتاری ﴿ **الیوم اکملت لکم دینکم** ﴾ ''آج میں نے تمھارا دین کامل کردیا''۔ اس کی امامت کی وجہ سے۔ اب جو بھی اس کی اور اس کے صلب سے اماموں کی امامت نہ مانے اس کے تمام اعمال اکارت ہیں کہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، یقیناً ابلیس نے آدم کو جنت سے نکلوایا محض ان کے صفوۃ اللہ ہونے کے حسد میں۔ اس لئے اب تم کبھی حسد نہ کرنا ورنہ تمھارے اعمال اکارت اور قدم پھسل جائیں گے، علیؑ ہی کے لئے سورۂ عصر نازل ہوا ہے۔ قسم ہے عصر کی تمام انسان گھاٹے میں ہیں (ایمان و عمل صالح کا مصداق سلمان و علیؑ ہیں)۔

اے لوگو! ایمان لاؤ خدا اور رسولؐ پر اور اس نور پر جو نازل کیا گیا ہے قبل اس کے کہ چہروں پر جھاڑو پھرے یا ہم الٹے پیروں پھریں یا ہم اصحاب کے سبب کی طرح تم پر لعنت کریں۔ خدا کا وہ نور میرے بارے میں ہے پھر علیؑ کے بارے میں اور اس کی نسل میں قائم مہدی تک۔

اے لوگو! عنقریب میرے بعد جہنم کی طرف بلانے والے امام ہوں گے، قیامت کے دن ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ خدا اور میں اس سے بیزار ہیں وہ اور ان کے پیروکار و مددگار جہنم کے آخری طبقے میں ہوں گے۔ عنقریب میرے بعد خلافت کا معاملہ ناحق ملوکیت بنا دیا جائے گا۔ اے دونوں گروہ جو زمین کے لئے بوجھ ہو تم سے فارغ ہونے ہی والے ہیں۔ تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا جس کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔"

۲۔ حافظ بن ابی حاتم ابو محمد حنظلی رازی متوفی ۳۲۷ھ ابو سعید خدری سے تخریج روایت کر کے اس آیت کے غدیر خم میں علیؑ کے بارے میں نازل ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۱)

۳۔ حافظ عبداللہ محاملی متوفی ۳۳۰ھ نے یہی بات کہی ہے۔

۴۔ حافظ ابوبکر فارسی شیرازی نے کتاب "ما نزل من القرآن فی امیر المومنینؑ" میں یہی لکھا ہے۔

۵۔ حافظ بن مردویہ نے ابو سعید خدری سے تخریج کر کے کہا ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک دوسری سند میں عبداللہ بن مسعود کا قول نقل کیا ہے کہ ہم زمانۂ رسولؐ میں یہ آیت یوں پڑھتے تھے: **"یا ایھا الرسول بلّغ ما اُنزِل الیک من ربک انّ علیاً امیر المومنین وإن لم تفعل فما بلّغت رسالته والله یعصمک من الناس"** (اس کی روایت سیوطی، شوکانی واربلی نے بھی کی ہے)۔

اور ابن عباس کا قول نقل کیا ہے: جب خدا نے رسولؐ کو حکم دیا کہ علیؑ کو اپنا جانشین مقرر کریں تو آپؐ نے عرض کی: خدایا! میری قوم جاہلی عہد سے قریب ہے۔ پھر حج تمام کیا اور پلٹتے ہوئے غدیر خم پہونچے تو خدا نے آیت نازل فرمائی: **یا ایّھا الرّسول بلّغ ما اُنزِل الیک من رّبِک** ۔ پھر آپ نے علی کا

۱۔ در منثور ج ۲ ص ۲۹۸، فتح القدیر، کشف الغمہ ص ۹۴ (ج ۱ ص ۳۲۶)

بازو پکڑ کر لوگوں کے سامنے فرمایا: اے لوگو! کیا میں مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار نہیں ہوں۔ سب نے کہا: ہاں اے رسول خداؐ! فرمایا: اے خدا! جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ خدایا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ۔ اس کے مددگاروں کی مدد کر، جو اس کو چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے، اس کے ناصر کی نصرت کر، اس کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن پر غضب ناک ہو۔

ابن عباس کہتے ہیں خدا کی قسم! پوری امت کی گردن پر ولایت واجب قرار دے دی گئی۔ اس کے بعد حسان نے اشعار پڑھے: **ینادیھم یوم الغدیر بینھم**۔

اور زید بن علی سے روایت ہے کہ جب جبریل ولایت کا امر لے کر نازل ہوئے تو نبی کا سینہ تنگ ہونے لگا، آپ نے فرمایا: میری قوم جاہلیت سے بہت نزدیک ہے۔ اس وقت آیت اُتری۔ (۱)

۶۔ ابو اسحاق نیشابوری تفسیر الکشف والبیان میں امام باقرؑ سے آیت کا مطلب لکھتے ہیں: **بلّغ ما انزل الیک من ربّک فی فضل علی** ۔ جو کچھ فضیلت علیؑ کے متعلق آپ کے پاس حکم رب نازل ہو چکا ہے اسے پہونچا دیجئے۔ اس وقت آپ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **من کنت مولاہ**۔ (۲) آگے لکھتے ہیں: مجھے خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن محمد قاینی، ابو الحسین محمد بن عثمان نصیبی، ابو بکر محمد بن حسن سبیعی، علی بن محمد الدہان و حسین بن ابراہیم جصاص۔ حسین بن حکیم۔ حسن بن حسین، حبان، کلبی، ابو صالح ابن عباس سے متذکرہ مفہوم کی نشان دہی کی ہے۔ (۳)

۷۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی ما نزل من القرآن فی علی میں ابو بکر خلاد، محمد بن عثمان ابن ابی شیبہ، ابراہیم بن محمد میمون، علی بن عابس، ابو الحجاف و اعمش ان دونوں نے عطیہ سے۔ (۴)

۸۔ ابو الحسن واحدی نیشابوری اسباب النزول میں ابو سعید محمد بن علی صفا، حسن بن احمد مخلدی، محمد

۱۔ کشف الغمہ ص ۹۴ (ج ۱ ص ۳۲۴) ۲۔ الکشف والبیان تفسیر سورۂ مائدہ آیت ۶

۳۔ العمدہ ص ۴۹ (ص ۱۰۰)؛ الطرائف (ج ۱ ص ۱۵۲ حدیث ۲۳۴)؛ کشف الغمہ ص ۹۴ (ج ۱ ص ۳۲۵)؛ مجمع البیان ج ۲ ص ۲۲۳ (ج ۳ ص ۳۴۴)، مناقب آل ابی طالب ج ۱ ص ۵۲۶ (ج ۳ ص ۲۹)

۴۔ ما نزل من القرآن فی علی (ص ۸۶)؛ خصائص الوحی المبین (ص ۵۳ حدیث ۲۱)

بن حمدون بن خالد، محمد بن ابراہیم حلوانی۔ حسن بن حماد سجادہ۔ علی بن عابس۔(۱)

۹۔ حافظ ابوسعید سجستانی نے کتاب الولایت میں اپنی سند سے متعدد طریقوں سے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے جسے حافظ بن مردویہ کے ضمن میں لکھا جا چکا ہے۔(۲)

۱۰۔ حافظ حاکم حسکانی نے شواہد التنزیل میں کلبی، ابوصالح، ابن عباس اور جابر سے آیۂ تبلیغ کے نزول میں لکھا ہے کہ جب علیؑ کو نصب کرنے کا حکم خدا نے دیا تو آپ نے شکوہ کیا کہ لوگ اپنے ابن عم کی حمایت کا طعنہ دیں گے۔ اس وقت آیت اتری تو آپ نے اعلان ولایت فرمایا۔(۳)

۱۱۔ حافظ ابوالقاسم ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے۔(۴)

۱۲۔ ابوالفتح نطنزی نے خصائص العلویہ میں پانچویں اور چھٹے امام کی سند سے۔

۱۳۔ ابوعبداللہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں دسویں بات اس آیت کو واقعۂ غدیر خم سے متعلق کر کے اعلان ولایت اور تہنیت حضرت عمر کی نشاندہی کی ہے۔(۵)

۱۴۔ ابوسالم نصیبی شافعی (ان کے حالات ساتویں صدی کے شعراء میں بیان ہوں گے) اپنی کتاب مطالب السئول میں بحوالۂ اسباب النزول واحدی اس آیت کو غدیر خم سے مخصوص فرمایا ہے۔(۶)

۱۵۔ حافظ عز الدین اسعنی موصلی حنبلی نے شان نزول کو غدیر خم سے مخصوص قرار دیا ہے۔

۱۶۔ شیخ الاسلام ابواسحاق حموینی نے فرائد میں مشائخ ثلاثہ ابراہیم بن عمر حسینی مدنی۔ عبداللہ بن محمود موصلی، محمد بن محمد بخاری کی سند سے ابوہریرہ سے۔(۷)

۱۔ اسباب النزول ص/۱۵۰ (ص/۱۳۵) ۲۔ الطرائف (ج/۱ص/۱۲۱ حدیث ۱۸۴، ۱۸۵)

۳۔ شواہد التنزیل (ج/۱ص/۲۵۵ حدیث ۲۴۹)

۴۔ تاریخ مدینہ دمشق (ج/۱۲ص/۲۳۷)، (درمنثور ج/۲ص/۲۹۸ (ج/۳ص/۱۱۷)، فتح القدیر ج/۲ص/۲۳۷)، (درمنثور ج/۲ص/۲۹۸ (ج/۳ص/۱۱۷) فتح القدیر ج/۲ص/۵۷ (ج/۲ص/۶۰)

۵۔ التفسیر الکبیر ج/۳ص/۶۳۶ (ج/۱۲ص/۴۹)

۶۔ مطالب السئول ص/۱۶؛ (مفتاح النجاتی مناقب آل العباس ۳۴/باب ۳ فصل ۱۱، کشف الغمہ ص ۹۲ (ج/۱ص/۳۲۵)

۷۔ فرائد السمطین (ج/۱ص/۱۵۸ حدیث ۱۲۰)

۱۷۔سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں براء بن عاذب سے واقعۂ غدیر خم لکھا ہے۔(۱)

۱۸۔بدرالدین ابن عینی حنفی عمدۃ القاری فی شرح صحیح بخاری میں حافظ واحدی، مقاتل اور زمخشری کے حوالے سے۔(۲)

۱۹۔نورالدین ابن صباغ مالکی۔فصول المہمہ میں بحوالۂ اسباب النزول واحدی۔(۳)

۲۰۔نظام الدین قمی نیشاپوری نے تفسیر السائر والدائر میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت فضیلت علیؑ میں نازل ہوئی۔رسولؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر من کنت مولاہ فرمایا۔پھر حضرت عمر نے تہنیت پیش کی۔یہ قول ابن عباس، براء بن عاذب و محمد بن علی کا ہے۔اس کے بعد شان نزول کے دوسرے اقوال لکھے ہیں۔(۴)

۲۱۔کمال الدین میبذی۔شرح دیوان امیرالمومنین میں ثعلبی کی روایت کی ہے کہ آیۂ بلغ غدیر خم میں نازل ہوئی اور ارباب توفیق پر واضح ہے کہ" النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم "حدیث غدیر سے میل کھاتی ہے۔(۵) واللہ اعلم

۲۲۔جلال الدین سیوطی درمنثور میں لکھتے ہیں: ابوالشیخ نے حسن سے تخریج کی، خدا نے مجھے ایسے پیغام پر مامور فرمایا ہے کہ میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے، لوگوں کے جھٹلانے کا ڈر تھا، خدا نے تہدید فرمائی، ضرور پہونچاؤ ورنہ عذاب کروں گا، اس وقت آیۂ تبلیغ نازل کی۔(۶)

اور عبد ابن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے مجاہد سے تخریج کی ہے کہ جب آیۂ بلغ نازل ہوئی تو رسول نے فرمایا: میں اکیلا ہوں لوگوں سے کیسے نپٹ سکوں گا۔اس وقت آیت اتری: "اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا رسالت کا کام ہی انجام نہ دیا" ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے

۱۔مودۃ القربیٰ، مودۃ نمبر ۵

۲۔عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری ج۸/ص۵۸۴ (ج۱۸/ص۲۰۶)

۳۔الفصول المہمہ ص۲۷/ (ص۴۲/)

۴۔السائر الدائر ج۶/ص۱۷۰ (ج۶/ص۱۹۴)

۵۔شرح دیوان امیرالمومنین ص۴۱۵/ (ص۴۰۶/)

۶۔درمنثور ج۲/ص۲۹۸ (ج۳/ص۱۱۶)

ابوسعید خدری سے اس آیت کے علیؑ کے بارے میں نازل ہونے کی نشان وہی کی ہے کہ آیت یوں اتری تھی :یَا اَیُّها الرَّسُولُ بَلِّغ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ مِنْ رَّبِّکَ انَّ عَلیاً مَولَی المُومِنِینَ اِنْ لَمْ تَفعَلْ فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّه یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس ۔(۱)

۲۳۔سید عبدالوہاب بخاری آیۂ مودۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں : براء بن عاذب نے آیۂ بلغ کے سلسلے میں کہا ہے کہ ''یعنی فضائل علی کی تبلیغ کرو۔'' یہ آیت غدیر خم میں نازل ہوئی تھی ،رسول نے اعلان ولایت فرمایا،اس وقت حضرت عمر نے تہنیت پیش کی ۔(۲)

۲۴۔سید جمال الدین شیرازی نے اربعین میں ۔

۲۵۔محمد محبوب عالم نے تفسیر شاہی میں ۔

۲۶۔میرزا محمد بدخشانی نے مفتاح النجا میں دربارۂ علی آیات قرآنی کو احصائے کتاب کا مشکل امر قرار دیتے ہوئے لب لباب میں اس آیت کی شان نزول غدیر خم قرار دی ہے اور ابن مردویہ، زر بن حبیش اور عبداللہ سے ،اور دوسری سند میں ابن مردویہ،ابوسعید خدری سے اور حافظ رسعنی کے وہی الفاظ نقل کئے ہیں جو اوپر ذکر ہوئے ۔(۳)

۲۷۔قاضی شوکانی نے فتح الغدیر میں ابن ابی حاتم ،ابن مردویہ،ابن عساکر،ابوسعید خدری سے ان کے الفاظ نقل کئے ہیں ،دوسری سند میں ابن مردویہ کے الفاظ....ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین۔(۴)

۲۸۔سید شہاب الدین آلوسی روح المعانی (۵) میں لکھتے ہیں :شیعوں کا گمان ہے کہ اس آیت

۱۔تاریخ مدینہ دمشق (ج ۲/ص ۸۶/حدیث ۵۸۹)

۲۔(مانزل من القرآن فی علیؑ ص/ ۸۶،ثمار القلوب ص/ ۶۳۶ نمبر ۱۰۶۸)

۳۔مفتاح النجا(ص/ ۳۶۔۳۴باب ۳فصل ۱۱)

۴۔فتح القدیر ج ۳/ص/ ۵۷(ج ۲/ص/ ۶۰)

۵۔آلوسی کا کہنا کہ شیعوں کا گمان ہے،محض شیعی روایات کی تخصیص کی بنا پر ہے۔حالانکہ انھوں نے آگے روایات اہل سنت بھی اس بارے میں نقل کی ہیں۔شیعوں کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ آیت سے خلافت امیر المومنینؑ کا بلیغ ترین افادہ ہوتا ہے،جو شیعی نقطۂ نظر کے عین موافق ہے۔ہم اس سلسلے میں آگے بحث کریں گے۔

میں خلافت علی بن ابی طالب مراد ہے، بات بھی ایسی ہی ہے، کئی سندوں میں ابوجعفر اور ابوعبداللہ سے روایت ہے کہ خدا نے رسولؐ پر وحی نازل فرمائی کہ علی کو اپنا جانشین مقرر کردیں۔ آپ کا سینہ تنگ ہونے لگا کہ صحابہ کی ایک ٹولی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے گی، اس وقت خدا نے اس امر کی تقویت کے لئے آیت نازل کی۔(۱)

ابن عباس کہتے ہیں کہ آیت حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رسول کو ڈر تھا کہ لوگ اپنے چچیرے بھائی کی جانبداری کا طعنہ دیں گے، اس لئے خدا نے آیت نازل کی تو رسولؐ نے غدیر خم میں علیؑ کو ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا: مَنْ کُنتُ مَولاہُ فَعَلیٌّ مَولاہُ اَللّٰھمَّ وَالِ مَنْ وَالاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ اور پھر سیوطی کا افادہ نقل کیا ہے۔(۲)

۲۹۔ شیخ سلیمان قندوزی حنفی ینابیع المودۃ میں اس کی شان نزول میں اعلان ولایت نقل کرتے ہیں۔(۳) انھوں نے ثعلبی، حموینی، مالکی اور شیخ محی الدین نووی کے حوالے دئے ہیں۔(۴)

۳۰۔ شیخ محمد عبدہ مصری تفسیر منار میں لکھتے ہیں۔ ابن حاتم، ابن مردویہ، ابن عساکر، ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت غدیر خم میں علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔(۵)

دادِ سخن

یہ تھی آیۂ تبلیغ حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہونے کے سلسلے میں علمائے اہل سنت کے اقوال واحادیث کی مقدور بھر احاطہ بندی۔ آیت کی شان نزول کے سلسلے میں کچھ لوگوں نے دوسرے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ ہماری اطلاع میں اولین شخص طبری ہے جس نے اپنی تفسیر جلد ششم میں ان اقوال کی نشان

۱۔ روح المعانی ج۲/ص۳۴۸ (ج۶/ص۱۹۲)

۲۔ درمنثور (ج۳/ص۱۱۷)

۳۔ ینابیع المودۃ ص۱۲۰ (ج۱/ص۱۱۹ باب۳۹)

۴۔ الکشف والبیان (تفسیر آیۂ ۶۷ سورۂ مائدہ) فرائد السمطین (ج۱/ص۱۵۸ حدیث ۱۲۰ باب ۳۲) الفصول المہمۃ (ص۴۲)

۵۔ تفسیر المنار ج۶/ص۴۶۳

دہی کی اوران کی پیروی میں متاخرین نقل کرتے چلے گئے۔(۱) چنانچہ فخر الدین رازی کی تفسیر میں آیت کی شان نزول کے اقوال کی تعداد ۹ تک پہونچ گئی ہے اور دسواں قول واقعۂ غدیر خم قرار پایا۔(۲)
متذکرہ آیت کے سلسلے میں طبری کا دوسرا قول ابن عباس سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: آیت کا مطلب یہ ہے کہ:''اِن کَتَمتَ ایۃً مِمّا اُنزِلَ علیک من ربک لم تبلّغ رسالتی'' (یعنی اگر آپ نے نازل شدہ آیت پروردگار کو چھپایا تو گویا کار رسالت ہی انجام نہ دیا)۔طبری کا یہ قول میرے بیان کردہ شان نزول بروز غدیر خم سے کوئی تضاد نہیں رکھتا۔خواہ ابن عباس کے آیۂ کو نکرہ محض تصور کریں یا نکرۂ مخصص۔اگر نکرۂ مخصص فرض کریں تو اس صورت میں چونکہ لفظ مطلق ہر مصداق و موضوع کو شامل ہے اس لئے وَاِنْ لم تفعل فما بلّغتَ رسالته' کا جملہ جس امر کی بجا آوری کا حکم ہو چکا ہے اس کی انجام دہی کے لئے تاکیدی ہو جائے گا اور واقعۂ غدیر ہی ایک تاکیدی مصداق ہے۔

دوسرا قول قتادہ کا ہے، وہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ عنقریب خداوند عالم اپنے رسولؐ کی کفایت کرے گا اور کینہ توزوں اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، یہ قول بھی میرے بیان کردہ مطلب سے متضاد نہیں، کیوں کہ اس صورت میں خدا نے تبلیغ غدیر کے سلسلے میں دشمنوں کی مکّاری اور بدباطنی سے اطمینان وسکون کی نوید سنائی ہے۔احادیث کی روشنی میں یہی معنی متعین بھی ہوتے ہیں۔

سعید بن جبیر، عبداللہ بن شقیق، محمد بن کعب قرظی نے جناب عائشہ کا بیان نقل کیا ہے کہ آیت ﴿و الله یعصمک من الناس﴾ نازل ہونے سے قبل کچھ لوگ رسول خداؐ کی محافظت فرماتے تھے۔لیکن اس آیت کے بعد رسولؐ نے حجرے سے سر نکالا اور محافظوں سے فرمایا۔واپس جاؤ کیوں کہ خدا نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔اس قول میں بھی آیت نازل ہونے کے بعد خدا کی محافظت کا ذمہ صرف یہ بتاتا ہے کہ واقعۂ غدیر کے بعد جو لوگ آپ کی حفاظت کرتے تھے آیت نازل ہونے کے بعد لوگوں کی ریشہ دوانیوں سے مطمئن ہو کر محافظوں کو واپس کر دیا، اس لئے اس آیت کی بیان کردہ شان نزول سے

۱۔جامع البیان ج۶؍ص؍۱۹۸(ج؍۶ص؍۳۰۷)
۲۔التفسیر الکبیر(ج؍۱۲ص؍۴۹)

تضاد نہیں ہو سکتا۔ روایات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

طبری نے ایک سبب اور بھی بیان کیا ہے: رسول خداؐ جب بھی سفر میں کسی منزل پر قیام فرماتے تو اصحاب کسی سایہ دار درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے پہونچا دیتے۔ ایک بار آپ آرام فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی عرب نے تلوار کھینچ کر آپ کو جگایا اور کہا: ''اب میرے حملے سے تمھیں کون بچا سکے گا۔؟'' پیغمبرؐ نے اطمینان سے فرمایا: ''میرا خدا!'' اسی وقت بدّو کے ہاتھ کانپے اور تلوار گر گئی۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ بدّو اس غیر متوقع صورت حال سے گھبرا کر اپنا سر درخت سے ٹکرانے لگا۔ اس وقت خدا نے آیت نازل فرمائی: **واللہ یعصمک من النّاس۔**

یہ روایت اوپر کے بیان سے متناقض ہے۔ کیوں کہ یہ بعید ہے کہ گردو پیش محافظوں کے موجود ہوتے ہوئے کوئی تلوار کھینچے ہوئے آپ تک پہونچ جائے، اس کے علاوہ روایت سے یہ وضاحت ہوتی ہے کہ آیت ٹکڑے ٹکڑے نازل ہوئی ہے۔ کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت بدو کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی ہے اور آیت کے اولین حصے سے اس کی کوئی مناسبت نہیں۔ پھر یہ کہ قرطی اس کے تنہا راوی ہیں۔ ممکن ہے کہ واقعۂ غدیر کے بعد بدّو کا بھی واقعہ پیش آیا ہو اور سادہ لوح راویوں نے اس اتفاقی امر کو آیت کی شان نزول قرار دیا۔ حالانکہ آیت کے نازل ہونے کی اہم ترین وجہ ولایت کبریٰ تھی۔ ورنہ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ واقعہ پیش آیا تو یہ ایسا اہم نہ تھا کہ اس پر آیت نازل ہوتی، اس قسم کے دوسرے بھی نظائر ہیں جو غیر اہم ہونے کے باوجود نص ولایت علیؑ سے مشابہت کی وجہ سے سادہ لوحوں کے لئے وہم و گمان کا سبب بن گئے۔

طبری نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ قریش سے خوفزدہ تھے جب آیت "**واللہ یعصمک من الناس**" اتری تو مطمئن ہو کر تین بار فرمایا: اب جو مجھے ذلیل کرنا چاہتا ہے آئے۔ عین ممکن ہے کہ رسول خداؐ جس معاملے میں قریش سے خوف زدہ تھے وہ یہی خلافت ہو جیسا کہ روایات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ بنابریں اس روایت سے بھی ہمارا نظریہ متضاد نہیں۔ (۱)

۱۔ جامع البیان (ج۶/ص/۳۰۸)

طبری نے چار سندوں سے جناب عائشہ کا بیان نقل کیا ہے: ''جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ رسول خداؐ نے قرآن کا کچھ حصہ چھپالیا ہے اس نے بلاشبہ خدا پر بڑی بہتان طرازی کی کیوں کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے
:یا ایھا الرسول بلّغ.......۔(۱)

حضرت عائشہ کا یہ بیان شان نزول کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ انھوں نے فقط اس آیۂ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ آپ دین کی تبلیغ میں نہایت اہتمام فرمایا کرتے تھے اور کسی آیت کو نظر انداز نہیں کیا ،سب کی تبلیغ فرمادی۔ظاہر ہے کہ ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ آیت نازل ہونے کے قبل وبعد رسول نے بھر پور طریقے سے دین کی تبلیغ فرمادی۔

تفسیر رازی میں جلد سوم میں آیت نازل ہونے کے دس وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔دسواں قول نص غدیر ہے۔آٹھواں بدّو کا واقعہ۔اندیشۂ قریش ویہود ونصاریٰ کو نواں قول قرار دیا ہے،دس سلسلے میں نص غدیر کے سوا جتنے بھی اقوال ہیں ان کی بنیاد مرسل روایات،مجہول راویوں اور ایسی سندوں پر ہے جن کا تسلسل منقطع ہے۔(۲)اسی لئے تفسیر نظام الدین نیشابوری میں ان اقوال کو بیان کرتے ہوئے قیل (کہا گیا ہے) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔اور نص غدیر کی روایات کو اولین حیثیت دے کر ابن عباس،براء بن عاذب،ابوسعید خدری اور محمد بن علی سے منسوب کیا ہے۔(۳)خود طبری کا باخبر قلم ان اقوال کو قطعی نظر انداز کر گیا ہے،اگر چہ انھوں نے حدیث غدیر کو بھی نقل نہیں کیا ہے لیکن ایک مستقل کتاب لکھ کر حدیث ولایت کو ۷۵؍طریقوں سے ثابت کیا ہے۔اس میں طبری نے آیت کی شان نزول اور اعلان غدیر کو زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔خود رازی نے بھی متذکرہ وجہوں کو معتبر نہیں سمجھا ہے مگر بروایت طبری نویں وجہ قریش ویہود ونصاریٰ سے خوفزدہ ہونے کو ترجیح دی ہے۔اس پر ہم آگے بحث کریں گے۔

۱۔جامع البیان (ج؍۶ص؍۳۰۸)

۲۔التفسیر الکبیر ج؍۳ص؍۶۳۵ (ج؍۱۲ص؍۴۹)

۳۔غرائب القرآن (ج؍۶ص ۱۹۴)

بنا بریں دس متذکرہ وجہوں میں نص غدیر کے علاوہ تمام وجہیں غیر معتبر قرار پاتی ہیں اور چونکہ حدیث غدیر کی تائید طبری، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن عساکر، ابونعیم، ابواسحاق ثعلبی، واحدی، سجستانی، حسکانی، نطنزی رسعنی جیسے علماء ومفسرین نے متواتر و مسلسل سندوں کے ساتھ کی ہے اس لئے اس کی برابری وہ اقوال نہیں کر سکتے۔ ان جلیل القدر علماء کی تصدیق کے بعد دوسرے وہم وگمان کی اہمیت ہی کیا ہے؟ پھر یہ کہ ان اقوال میں بناوٹ صاف جھلک رہی ہے کیوں کہ آیت کے سیاق وشانِ نزول میں کوئی مناسبت نہیں۔ لہذا بعید نہیں کہ وہ نو اقوال تفسیر بالرائے یا بغیر دلیل کا استحسان فرضی ہوں۔ یا پھر ان اقوال کا مقصد یہ ہو کہ حدیث غدیر کو مبہم بنانے کے لئے الم غلم باتوں کا ڈھیر لگا کر ولایت کبریٰ کی بات مبہم بنادی جائے حالانکہ خداوند عالم نے اپنے نور کو تمام کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

امام رازی نے آیۂ بلّغ کی شان نزول کے سلسلے میں دس وجہیں لکھ کر کہا ہے: ''جاننا چاہیے کہ اس سلسلے میں روایات بہت زیادہ ہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ مدلول آیت کو اس پر محمول کیا جائے کہ خداوند عالم نے یہود ونصاریٰ کی مکاریوں سے مطمئن فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ بے خوف اپنی تبلیغ فرمائیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت کے قبل وبعد یہود ونصاریٰ ہی کی بات کہی گئی ہے اس لئے اس آیت کو بھی انھیں سے متعلق سمجھنا مناسب ہوگا ورنہ قبل وبعد کے مطالب غیر مربوط ہو جائیں گے''۔(۱)

آپ ملاحظہ فرمارہے ہوں گے کہ متذکرہ وجہ کو ترجیح دینا محض استنباطی حیثیت سے ہے، ورنہ سیاق آیت کی رعایت پر کوئی روایتی سند نہیں پیش کی گئی ہے۔ اور ہمیں بخوبی یہ بات معلوم ہے کہ آیات کی ترتیب نزولی اعتبار سے نہیں ہے، پھر اس کے بعد سیاق آیت کی گہار مچانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا، دوسرے یہ کہ سورتوں کی ترتیب بھی نزول سے مخالف ہے۔ مکی آیات مدنی سورتوں میں ہیں۔ سیوطی نے اتقان میں صراحت کی ہے کہ:

اس اجماع اور ان مترادف نصوص کا بیان، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب بلا شبہ توقیفی (یعنی رسول خدا کی ہدایت کے مطابق) ہے۔ بہت سے علماء نے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے۔(۲)

۱۔ التفسیر الکبیر (ج ۱۲/ص ۵۰)
۲۔ الاتقان فی علوم القرآن ج ۱/ص ۲۴۲ (ج ۱/ص ۱۷۲)

منجملہ ان کے زرکشی نے کتاب البرہان میں۔(۱) ابوجعفر بن زبیر نے اپنی کتاب مناسبات میں اس اجماع کی صراحت ان الفاظ میں بیان کی ہے'' آیتوں کی ترتیب اپنی اپنی سورتوں میں رسول خداؐ کی توقیف (ہدایت وامر) کے مطابق ہوئی ہے اور اس معاملے میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔'' اور اس کے بعد علماء کے نصوص بیان کئے ہیں کہ رسولؐ نے اپنے اصحاب کو تلقین فرمائی کہ موجودہ مصحف کے مطابق حسب ہدایت جبریل ترتیب دیں۔اس آیت کو فلاں آیت کے بعد رکھیں....

طبعی صورت حال کا تقاضا ہے کہ رسول خدا کو یہود ونصاریٰ کا خوف بعثت کے ابتدائی دنوں میں ہوگا۔اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ ہجرت کے بعد بھی خوف تھا تو لازمی طور سے ابتدائے ایام میں ہوگا آخری ایام میں تو سلطنتیں لرز رہی تھیں، قومیں لرزہ براندام تھیں۔فتح خیبر کے بعد بنی قریظہ و بنی نضیر کا استیصال ہو چکا تھا، ان کی ساری اکڑ ختم ہو چکی تھی، چاروناچار اطاعت تسلیم کر چکے تھے۔اس درمیان حجۃ الوداع واقع ہو چکا تھا جس میں آیت متذکرہ نازل ہوئی تھی۔جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بہت سی احادیث نقل کی گئیں۔قرطبی نے سورۂ مائدہ کے مدنی ہونے کی نشاندہی کی ہے۔پھر وہ نقاش کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیبیہ کے سال ۶ ھ میں نازل ہوئی اور اسی کے بعد ابن عربی کی تردید نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے کسی مسلمان کو یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہئے۔آگے کہتے ہیں کہ اس سورے کا بعض حصہ حجۃ الوداع میں نازل ہوا اور بعض حصہ فتح مکہ کے موقع پر۔اور یہ آیت ہے: **لا یجرمنکم شنان قوم**.......اور ہجرت کے بعد تمام نازل شدہ آیات مدنی ہیں خواہ مدینہ میں نازل ہوئی ہوں یا حالت سفر میں اور مکی وہ آیات ہیں جو ہجرت کے قبل نازل ہوئیں۔(۲)

سیوطی نے اتقان میں محمد بن کعب کی سند سے ابوعبیدہ سے روایت نقل کی ہے کہ سورۂ مائدہ حجۃ الوداع میں مکہ و مدینہ کے درمیان نازل ہوئی۔(۳) فضائل القرآن (ابن خریس) میں ہے کہ قرآن کی اولین آیت اِقرأ باسمِ ربِّک .....پھر مزمل....گناتے ہوئے فتح پھر مائدہ پھر براۃ کی نشاندہی کر کے کہا ہے کہ قرآن کا

۱۔تفسیر البرہان (ج ۱ ص ۶۲)

۲۔الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۳۰ (ج ۶ ص ۲۲)، (تفسیر الخازن ج ۱ ص ۴۲۹)

۳۔الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۰ (ج ۱ ص ۲۶، ۵۲)

آخری سورہ مائدہ ہے۔(۱)

تفسیر ابن کثیر میں ہے: آخری سورہ مائدہ ونصر ہے اور احمد، حاکم اور نسائی کا قول نقل کیا ہے کہ آخری سورہ مائدہ ہے۔(۲)

ان تمام باتوں کی روشنی میں تفسیر قرطبی کی اس روایت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جسے سیوطی نے لباب النقول میں بطریق ابن مردویہ وطبرانی نقل کیا ہے، وہ ابن عباس کا بیان نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب روزانہ بنی ہاشم کے جوانوں کو رسولخدا کی محافظت کے لئے متعین فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ آیت ''واللہ یعصمک من الناس'' نازل ہوئی تو ابوطالب نے محافظ متعین کرنا چاہا تو رسول نے فرمایا: ''چچا جان! خداوند عالم نے جن وانس سے محافظت کا بھرپور ذمہ لے لیا ہے'' اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ حالانکہ ہم نے روایات واحادیث کا انبار لگا دیا ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر اجماعی طور سے نازل ہوئی۔(۳)

ذیلی بحث

تفسیر قرطبی میں ''یا ایُّها الرَّسول بلّغ'' کے ذیل میں افادہ کیا گیا ہے کہ یہ رسول خدا کو اور جملہ ارباب علم کو تادیب ہے کہ وہ امور شریعت میں کچھ بھی چھپائیں نہیں۔ حالانکہ خداوند عالم جانتا ہے کہ رسول خداؐ نے وحی الٰہی کا ذرا بھی حصہ چھپایا نہیں۔(۴)

صحیح مسلم میں جناب عائشہ کی روایت ہے:

''جو بھی تم سے کہے کہ رسول خداؐ نے وحی الٰہی میں سے کچھ بھی چھپایا ہے وہ یقیناً جھوٹ بولا، کیوں کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ یا ایّها الرَّسول بلّغ ما اُنزِل الیک من ربک اور خدا

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۱۱ ۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲

۳۔ الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۴۴ (ج ۶ ص ۱۵۸)؛ لباب النقول ص ۱۱۷ (ص ۸۳)

۴۔ الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۴۲ (ج ۶ ص ۱۵۷)

شیعوں کا ستیاناس مارے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے وحی الٰہی کی بعض ضروری چیزیں چھپائی تھیں''۔(۱)

اسی طرح قسطلانی فتح الباری میں افترا پردازی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''شیعوں کا نظریہ ہے کہ رسول خداؐ نے بر سبیل تقیہ کچھ باتیں چھپائی تھیں''۔(۲)

کاش ان دونوں نے اس افترا پردازی کا کوئی سراغ ہی بتایا ہوتا کہ کس شیعہ عالم کا نظریہ ہے، کس کتاب میں لکھا ہے، کس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے، ان دونوں کو کہیں بھی سراغ نہیں مل سکتا۔ یہ دونوں اس بھرّے میں ہیں کہ جو کچھ ہم لکھ ماریں گے مان ہی لیا جائے گا، یا یہ سمجھتے ہیں کہ شیعوں کے پاس اعتقادی کتابیں نہیں ہیں، یا یہ سمجھتے ہیں کہ بعد کی نسلوں میں ان کی یاوہ گوئیوں کا محاسبہ کرنے والے پیدا نہ ہوں گے، انھیں دونوں کی بات نہیں۔ اس قسم کے کینہ توز قلم کاروں کی اچھی خاصی تعداد ہے جو غلط اور مہمل افترا پردازیوں کے ڈھیر لگا کے جاہل عوام کے احساسات کو بھڑکاتے ہے تاکہ افتراق بین المسلمین کی فضا سازگار رہے، اس رویّے نے بے دریغ ایسے لوگوں کی کھیپ تیار کردی ہے جو شیعوں کی طرف بے بنیاد باتیں منسوب کرتی رہتی ہے۔

شیعہ ہرگز ایسی جسارت نہیں کرسکتے کہ سرکار رسالتؐ کی شان میں ایسی بات منسوب کریں اور جو کچھ آپ پر تبلیغ واجب تھی اس کے چھپانے کا عقیدہ رکھیں۔ آپؐ نے تبلیغی ذمّہ داریوں کو زمانی ومکانی تقاضوں کے لحاظ سے بھرپور طریقے پر ادا فرمایا۔

بخدا اگر یہ دونوں مفسر خود اپنے جرگے کے مفسروں کے نظریاتی پلندوں پر نظر ڈال لیتے جو اس آیت کے سلسلے میں دس اقوال پر مشتمل ہیں تو ان کی یہ ہمت نہ ہوتی۔

کوئی کہتا ہے کہ آیۂ تبلیغ جہاد کے بارے میں نازل ہوئی ہے ''کیوں کہ رسولؐ خدا منافقین سے جنگ کرنے میں ہچکچا رہے تھے۔!''

۱۔صحیح مسلم (ج۱ص۲۰۸، حدیث ۲۸۷ کتاب الایمان)

۲۔ارشادی الساری لشرح صحیح البخاری ج۷ص۱۰۱ (ج۱۰ص۲۱۰)

دوسرے صاحب ہانک لگاتے ہیں: ''جس وقت رسول خداؐ نے مجوسیوں کے خداؤں کی مذمت میں سکوت فرمایا تو یہ آیت اتری''

تیسرے صاحب چلاّئے: ''رسول خداؐ نے آیہ تخییر کو اپنی ازواج سے چھپایا تو یہ آیت اتری''۔

اس بحث میں آپ نے بعض مفسروں کا نقطۂ نظر دیکھ ہی لیا کہ رسول خداؐ اپنی ذمہ داریوں سے ہچکچا رہے تھے اس لئے یہ آیت اتری، توبہ کیجئے...! اس قسم کی باتیں تقدیس نبوت کے خلاف ہیں۔

یہ تقویٰ شعاروں کے لئے نصیحت ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں۔

اکمال دین

بروز عید غدیر حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں ﴿ اَلْیَومَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُم ﴾ بھی نازل ہوئی۔ عام طور سے تمام شیعہ بغیر استثنا اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیۂ کریمہ نص غدیر سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ رسول خداؐ نے ولایت امیر المومنینؑ کا اعلان اس طرح واضح اور صاف الفاظ میں فرمایا کہ تمام صحابہ و عام عرب نے پوری طرح سمجھ لیا اور جس نے بھی سمجھا اس اعلان سے استدلال و احتجاج کیا۔ اہل سنت کے بہت سے علماء و محدثین و حفاظ نے شیعوں کے اس نظریہ سے اتفاق کیا ہے۔ یہ ایسی معتبر حقیقت ہے کہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں ان تمام محدثین و مفسرین کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اکیاسی یا بیاسی دن سے زیادہ رسولؐ خدا زندہ نہیں رہے۔ (۱)

ابوالسعود نے مطبوع برحاشیہ تفسیر رازی میں اس مدّت کی تعیین کی ہے۔ (۲) جن مورخین اہل سنت نے ذکر کیا ہے کہ وفات پیغمبر ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی انھوں نے روز غدیر اور روز وفات پیغمبر میں ایک دن کا اضافہ کردیا ہے لیکن تسامح کے باوجود حقیقت سے قریب ہے۔ (۳) برخلاف اس کے جن لوگوں نے اس آیت کو عرفہ کے دن نازل ہونے کی بات کہی ہے مثلاً بخاری و مسلم۔ اس میں کئی دن کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ (۴)

۱۔ التفسیر الکبیر ج/۳ص/۵۲۹ (ج/۱۱ص/۱۳۹)

۲۔ ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم ج/۳ص/۵۲۳ مطبوع برحاشیہ۔ تفسیر رازی (ج/۳ص/۷)

۳۔ تاریخ کامل ج/۲ص/۱۳۴ (ج/۲ص/۹ حوادث ۱۱ھ)، مقریزی کی الامتاع ص/۵۴۸، البدایۃ والنھایۃ ج/۶ص/۳۳۲ (ج/۶ ص/۳۶۵ حوادث ۱۱ھ)، السیرۃ الحلبیۃ ج/۳ص/۳۸۲ (ج/۳ص/۳۵۳)

۴۔ صحیح بخاری ج/۴ص/۱۶۰۰ حدیث ۴۱۴۵؛ صحیح مسلم ج/۵ص/۵۱۷ حدیث ۳ کتاب التفسیر

اس کے علاوہ بہت سے اقوال بھی تائید کرتے ہیں کہ یہ آیت غدیر ہی میں نازل ہوئی اس دعوے سے مربوط روایات یہ ہیں:

۱۔ حافظ ابو جعفر ابن جریر طبری کتاب الولایۃ میں زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت بروز غدیر خم امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی۔

۲۔ حافظ بن مردویہ بطریق ہارون عبدی، ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت بروز غدیر ۱۸/ذی الحجہ حجۃ الوداع کے سال نازل ہوئی جب رسول خدا نے اعلان ولایت فرمایا۔ ابن مردویہ کی نشاندہی کا تذکرہ سیوطی نے درمنثور، بدخشی نے مفتاح النجا اور قطیفی نے الفرقۃ الناجیہ میں کیا ہے۔(۱)

۳۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے ''ما نزل من القرآن فی علی'' میں محمد بن احمد مخلد، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، یحییٰ حمانی، قیس بن ربیع، ابو ہارون عبدی سے ابو سعید خدری کی روایت لکھی ہے کہ پیغمبر نے غدیر خم میں درخت کے نیچے جھاڑو دلوائی، پنجشنبہ کا دن تھا۔ پھر علی کا بازو پکڑ کر اس قدر بلند فرمایا کہ سفیدی بغل نمایاں ہوگئی۔ ابھی مجمع متفرق بھی نہ ہوا تھا کہ آیۂ اکمال اتری۔ اس وقت رسول خداؐ نے فرمایا: خدا ان کی شان۔ خدا نے دین کامل فرمایا، نعمت تمام کی اور میری رسالت علیؑ کی ولایت سے راضی وخوشنود ہوا۔ اس کے بعد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ خدایا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ، اس کے مددگار کا ناصر بن اور اسے چھوڑنے والے کو چھوڑ دے۔ حسان نے اجازت مانگی کہ کچھ اشعار پڑھوں گا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: پڑھو! خدا کی برکت سے۔ حسان نے کھڑے ہو کر کہا: اے بزرگان قریش! میں اعلان ولایت کی پیروی میں کچھ اشعار سنانا چاہتا ہوں پھر چھ شعر پڑھے۔

اس کے بعد نبیؐ نے غدیر خم میں ان لوگوں کو آواز دی۔ اور رسول سے زیادہ کس کی بات لائق سماعت ہے پوچھا: تمھارا ولی اور مولیٰ کون ہے۔؟ سب نے بے دھڑک کہہ دیا: آپ کا خدا میرا مولا اور

۱۔ درمنثور ج/۲ص/۲۵۹، تاریخ بغداد (ج/۸ص/۲۹۰ نمبر ۴۳۹۲، تاریخ مدینہ دمشق ج/۱۲ص/۲۳۵، الاتقان، ج/۱ص/۳۱ (ج/۱ص/۵۳)، مفتاح النجاص/۳۴ باب ۳ فصل ۱۱

آپ ہمارے ولی ہیں، آپ ہمیں اس اقرار ولایت میں گنہگار نہیں پائیں گے۔ اس وقت رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ۔ تمھیں میں نے اپنے بعد لوگوں کا امام و ہادی بنانا پسند کیا، جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں، اب تم لوگ سچے دل سے ان کی ولایت کا اقرار کرو۔ اور دعا فرمائی: خدایا! اس کے دوست کو دوست اور اس سے بغض و عناد رکھنے والے کو دشمن رکھ۔ (۱) ان الفاظ کی روایت سلیم بن قیس ہلالی نے بھی کی ہے۔ (۲)

۴۔ حافظ ابو بکر خطیب بغدادی نے تاریخ میں دو سندوں سے اس کی روایت کی ہے، پہلی سند عبداللہ بن علی بشران، حافظ دارقطنی، حبشون خلال، علی بن سعید رملی، حمزہ، ابن شوذب، مطر وراق، ابن حوشب اور ابو ہریرہ ہیں۔ (۳)

دوسری سند میں احمد بن عبداللہ نیری، علی بن سعید، ضمرہ، ابن شوذب، مطر، ابن حوشب، ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جو شخص اٹھارہ ذی الحجہ کو روزہ رکھے خدا اسے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب عطا کرے گا، اور وہ روز غدیر خم ہے جب رسولؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں تمھارے نفسوں پر تم سے زیادہ بااختیار نہیں ہوں؟ سب کے اقرار کے بعد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ اس وقت حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: ''مبارک ہو اے ابو طالب کے فرزند! آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے مولا ہو گئے۔''

اس کے بعد خدا نے آیۂ اکمال دین نازل فرمائی۔

۵۔ حافظ ابو سعید سجستانی کتاب الولایۃ میں ابو سعید خدری کا بیان نقل کرتے ہیں جس میں غدیر خم کے اجتماع اور کانٹوں کی صفائی کی تفصیل ہے۔

۶۔ ابو الحسن ابن مغازلی نے مناقب میں اپنی سند سے۔ (۴)

۱۔ ما نزل من القرآن فی علی (ص/۵۶)

۲۔ کتاب سلیم بن قیس (ج/۲ص/۸۲۸ حدیث ۳۹)

۳۔ تاریخ بغداد ج/۸ص/۲۹۰

۴۔ مناقب ابن مغازلی (ص/۱۸ حدیث ۲۴)

۷۔حافظ ابوالقاسم حسکانی۔(۱)

۸۔حافظ ابن عساکر بطریق ابن مردویہ۔(۲)

۹۔اخطب الخطباء خوارزمی نے مناقب میں یہی تفصیل نقل کی ہے۔رسول خداؐ کا غدیرخم میں بلانا ، درختوں کے نیچے صفائی ، جمعرات کا دن ، علی کو اس قدر بلند فرمایا کہ سفیدیٔ بغل نمایاں ہوگئی۔ابھی لوگ متفرق بھی نہ ہوئے تھے کہ آیۂ ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ نازل ہوئی۔اسی مناقب میں حافظ بیہقی کا متن نقل کیا گیا ہے۔(۳)

۱۰۔ابوالفتح نطنزی نے خصائص علویہ میں ابوسعید خدری۔امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے ارشادات نقل کیے ہیں۔امام جعفر صادقؑ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ آج میں نے دین کامل کر دیا محافظان دین کو متعین کرنے کی وجہ سے اور ہماری ولایت کی وجہ سے تم پر نعمت تمام کردی اور ہمارے احکام پر سر تسلیم خم کرنے کی وجہ سے دین اسلام سے راضی ہوا۔

۱۱۔ابوحامد سعدالدین صالحانی۔شہاب الدین احمد توضیح الدلائل میں مجاہد کی روایت کے ذریعے آیۂ اکمال کو غدیرخم میں نازل ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔پھر فرماتے ہیں کہ اس کی روایت صالحانی نے کی ہے۔

۱۲۔ابوالمظفر سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں خطیب بغدادی و دارقطنی کی روایت نقل کی ہے(۴)

۱۳۔حموینی نے فرائد میں دو سندوں سے اس کی نشاندہی کی ہے۔(۵)

۱۴۔عمادالدین ابن کثیر دمشقی نے اپنی تفسیر میں ابن مردویہ کے طریق سے ابن سعید خدری اور اپنی تاریخ میں بطریق خطیب بغدادی ابوہریرہ کی روایت میں اس آیت کے غدیرخم میں نازل ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۶)

۱۵۔جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں ابن مردویہ۔خطیب ، ابن عساکر کے طریق سے ابن

۱۔شواہد التنزیل (ج۱/ص۲۰۱/حدیث۲۱۱)　　۲۔درمنثور ج۲/ص۲۵۹ (ج۳/ص۱۹)

۳۔مناقب خوارزمی ص۸۰ (ص۱۳۵/حدیث۱۵۲)، ص۹۴ (ص۱۵۶/حدیث۱۸۴)

۴۔تذکرۃ الخواص ص۱۸ (ص۲۰)　　۵۔فرائد السمطین (ج۱/ص۷۲/حدیث۳۹ باب۱۲)

۶۔تفسیر ابن کثیر ج۲/ص۱۴؛ البدایۃ والنہایۃ ج۵/ص۲۱۰ (ج۵/ص۲۳۲ حوادث ۱۰ھ)

مردویہ کے الفاظ نقل کئے ہیں (۱) اور اتقان میں سفری آیات گناتے ہوئے آیۂ اکمال کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں حضرت عمر کی روایت ہے کہ روز عرفہ بروز جمعہ نازل ہوئی لیکن ابوسعید خدری اور ابوہریرہ کی روایت ہے کہ یہ آیت بروز غدیر خم نازل ہوئی جب رسول خدا آخری حج سے پلٹ رہے تھے۔ لیکن یہ دونوں صحیح نہیں ہیں۔ (۲)

ہمارا نقطۂ نظر

اگر ان کی مراد عدم صحت سے سند روایت ہے تو ابوہریرہ کی اس روایت کو اساتذۂ فن نے صحیح کہا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے، ہم آگے اس پر مفصل بحث کریں گے اور ابوسعید خدری میں بھی بے شمار طرق ہیں جس کا تذکرہ حموینی نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت ابوہریرہ اور ابوسعید خدری ہی سے مخصوص نہیں بلکہ گزشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ جابر، مجاہد، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے بھی مروی ہے۔ خود سیوطی کی صراحت ہے کہ اسے خطیب، ابن عساکر کے علاوہ دوسرے محدثین ومفسرین، جن میں حاکم، بیہقی، ابن شیبہ، دارقطنی اور دیلمی جیسے دانشوروں نے بغیر اعتراض کے اس کی تخریج کی ہے۔ اور اگر عدم صحت سے مراد شان نزول کا تعارض روایات ہے تو اس صورت میں سیوطی کے لئے مہمل جانبدارانہ فیصلہ مناسب نہ تھا۔ کیوں کہ معارض روایت پرکھنے کے اصول متعین ہیں، خاص طور سے اس وقت جب کہ جمع کی صورت بھی متوقع ہو۔ مثلاً آیت کے دوبارہ نازل ہونے کا احتمال! جیسا کہ جوزی کا آیۂ بسم اللہ کے سلسلے میں میں قول ہے کہ ایک بار مکہ میں دوسری بار مدینہ میں نازل ہوئی۔ (۳) علاوہ ازیں اس آیت کے غدیر خم میں نازل ہونے کا ثبوت رازی اور ابوالسعود کے اشاریہ میں ہے کہ رسول خداؐ اس کے بعد اکیاسی یا بیاسی دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے۔ دراصل سیوطی نے اس بارے میں ابن کثیر کی پیروی کی ہے۔ (۴) وہ دونوں کو ذکر کر کے کہتا ہے کہ نہ یہ صحیح ہے نہ وہ صحیح ہے پہل کرنے والا زیادہ ظالم ہوتا ہے۔

۱۔ درمنثور ج ۲/ص ۲۵۹/ (ج ۳/ص ۱۹/)
۲۔ الاتقان فی علوم القرآن ج ۱/ص ۳۱/ (ج ۱/ص ۵۳/)
۳۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۸/ (ص ۳۰/)
۴۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲/ص ۱۴/

۱۶۔ میرزا بدخشی نے مفتاح النجا میں ابن مردویہ کے الفاظ نقل کئے ہیں۔(۱)

ان تمام دلائل و آثار کے بعد ذرا آلوسی کا شگوفہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ وہ روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ شیعوں نے ابوسعید خدری سے روایت کا اخراج کیا ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں اعلان ولایت علی کے بعد نازل ہوئی۔ اس وقت رسول خداؐ نے فرمایا اللہ اکبر (خدا کی شان) کہ اس نے دین کامل کیا، نعمت تمام کی اور علی کی ولایت سے خوشنود ہوا۔(۲) یہ افترا پردازی اور روایت کی رکاکت ابتدائے امر ہی سے ظاہر ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ آلوسی کو ان تمام روایات کی خبر نہ ہوگی اور محض اپنی جہالت کی وجہ سے اس خبر کو شیعوں سے منسوب کر بیٹھے ہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ محض عناد کی وجہ سے اس واضح حقیقت کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ کیا اہل سنت کی اس قدر تصریحات کے بعد اس فتنہ انگیزی کی گنجائش تھی۔؟ کیا کوئی ایسا نہیں جو ان گدھوں سے سوال کرے کہ اتنے مفسرین، محدثین و مورخین جنھوں نے اس آیت کے غدیر خم میں نازل ہونے کا اقرار کیا ہے سبھی شیعہ ہیں؟ جس کا سلسلہ ابوہریرہ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ تک منتہی ہوتا ہے اسے صرف ابوسعید خدری تک ہی محدود کیوں کیا؟

کوئی پوچھے اس مزعومہ رکاکت اور شیعوں کی بنائی ہوئی حدیث کا سرا کہاں سے ہاتھ آ گیا، کیا متذکرہ روایات میں کہیں ابہام کا شائبہ ہے؟ کہیں یہ تمھارے ذہن و دماغ کی پیچیدگی یا رکاکت تو نہیں جو تمھارے اسلوب میں ڈھل گئی ہے۔ اس حدیث میں کہیں بھی ترکیبی تنافر، معنوی سقم یا تکلف نہیں پایا جاتا۔ بات صرف یہ ہے کہ وہ تمام روایات جن میں حضرت علی کی فضیلت پائی جائے وہ آلوسی اور اس کے جرگے کے عقیدہ و نظر میں رکیک ہے۔ کاش ہمیں معلوم ہوسکتا کہ شیعہ اگر صحیح روایات نقل کریں اور اہل سنت بھی اس کی تائید کریں تو اس میں شیعوں کا کون سا گناہ ہے کہ عناد پرست ناصبی ایسی لچر بات کہنے پر آمادہ ہو جائے۔ ہم یہاں اس کی کتاب کے لچر مندرجات کے چیتھڑے اڑا سکتے تھے لیکن باوقار طور پر نظر انداز کرتے ہیں۔

ہرگز نہیں یہ تو ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے مانے اور یہ لوگ کوئی سبق حاصل نہ کریں گے مگر یہ کہ اللہ ایسا چاہے۔

۱۔ مفتاح النجا ص ۴۲ باب ۳ فصل ۱۱ ۲۔ روح المعانی ج ۲ ص ۲۴۹ (ج ۶ ص ۶۱)

عذاب واقع

غدیرخم سے متعلق آیات میں سورۂ معارج کی یہ آیتیں بھی شامل ہیں: ﴿سال سائل بعذاب واقع للکافرین لیس له دافع من الله ذی المعارج﴾ ''مانگنے والے نے ٹوٹ پڑنے والا عذاب مانگا، کافروں کے لئے اسے کوئی بھی دفع کرنے والا نہیں ہے، اس خدا کی طرف سے جو عروج کے زینوں کا مالک ہے''۔

شیعوں کے ساتھ اہل سنت کے مندرجہ ذیل علماء نے اپنی تفسیر و حدیث کی کتابوں میں ثبت و ضبط کیا ہے۔

۱۔ حافظ ابو عبیدہ ہروی (متوفی مکہ ۲۲۳۔۲۲۴) نے اپنی تفسیر غریب القرآن میں روایت کی ہے کہ جب اعلان ولایت غدیر دور دراز علاقوں میں مشہور ہوا تو جابر بن نصر بن حارث بن کلدہ عبدری (۱) آیا اور کہنے لگا:۔ اے محمدؐ! آپ نے ہمیں کلمہ پڑھنے، نماز روزہ، حج و زکوٰۃ بجالانے کا حکم دیا ہم نے مان لیا۔ آپ نے اس پر اکتفا نہیں کی اور اپنے چچیرے بھائی کا بازو پکڑ کر بلند کیا اور انہیں ہمارے او پر فضیلت دیکر ان کی ولایت کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان خدا کی جانب سے ہے یا آپ کی جانب سے؟

رسول خداؐ نے فرمایا: قسم ہے اس خدا کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے یہ امر خدا کی جانب سے ہے یہ سن کر وہ شخص اپنی سواری کی طرف یہ کہتا ہوا مڑ گیا کہ اے خدا! جو کچھ محمد کہہ رہے ہیں اگر یہ حق ہے

۱۔ آگے ثعلبی کی روایت میں ہے کہ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس کا نام حارث ابن نعمان فہری تھا۔ بعید نہیں ہے کہ متذکرہ روایت میں جابر ابن نصر بھی صحیح ہو کیونکہ علیؑ نے بحکم رسولؐ اس کے باپ کو بدر کبریٰ میں قتل کیا تھا۔ چونکہ اس وقت تک جاہل عصبیت اور کینہ سے معمور تھے اس لئے اس اعلان کو سن کر اس کی آتش حسد بھڑک اٹھی اور وہ گستاخی پر آمادہ ہو گیا۔

تو میرے اوپر آسمان سے پتھر کی بارش یا کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔ ابھی وہ اپنی سواری تک بھی نہیں پہونچا تھا کی فراز آسمان سے ایک پتھر اس کے سر پر گرا اور نچلے حصے سے نکل گیا۔ وہ ہلاک ہوا اور خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۲۔ ابو بکر نقاش موصلی بغدادی نے تفسیر شفاء الصدور میں متذکرہ روایت نقل کی ہے فرق صرف یہ ہے کہ بجائے جابر ابن نصر کے حارث ابن نعمان فہری لکھا ہے۔ چنانچہ آگے ثعلبی کی روایت میں بیان ہوگا ۔میرا خیال ہے کہ یہ تصحیح ان کی اپنی ہے۔

۳۔ ابو اسحاق ثعلبی تفسیر الکشف والبیان میں لکھتے ہیں: سفیان ابن عینیہ سے کسی (۱) نے پوچھا کہ یہ آیت ﴿سال سائل بعذاب واقع﴾ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے؟

انھوں نے کہا: تم نے ایسی بات پوچھی ہے کہ آج تک کسی نے نہیں پوچھی۔ مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی، ان سے حضرت جعفر بن محمدؑ نے اپنے آباء کرام سے کہ جب رسول خداؐ نے لوگوں کو غدیر خم میں جمع کر کے اعلان ولایت علیؑ فرمایا تو یہ خبر دوسرے شہروں اور دور دراز علاقوں میں مشہور ہوئی او رحارث ابن نعمان فہری کے کانوں میں بھی پڑی۔۔ وہ خدمت رسولؐ میں ناقہ پر سوار ہو کر ابطح (۲) تک آیا، ناقہ سے اترا اور اسے باندھ کر خدمت رسول خداؐ میں آیا اور کہنے لگا: اے محمدؐ! آپ نے خدا کی طرف سے حکم دیا کہ ہم توحید خداوندی اور آپ کی رسالت کی گواہی دیں ہم نے مان لیا، آپ نے نماز روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہم نے مان لیا آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور اپنے چچیرے بھائی کو بازوں پر بلند کر کے ہمارے اوپر برتری دیدی اور ان کی ولایت کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان شخصی حیثیت سے آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟

حضرتؐ نے فرمایا: اس خدا کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ اعلان خدا کی طرف سے تھا۔

یہ سن کر حارث اپنی سواری کی طرف یہ کہتا ہوا مڑ گیا: خدایا! جو کچھ محمدؐ نے کہا ہے اگر یہ حق ہے تو

۱۔ فرات بن ابراہیم کوفی کی تفسیر ص ۱۹۰، اور کراجکی کی کنز الفوائد میں ہے کہ پوچھنے والے شخص کا نام "حسین بن محمد خارقی" تھا۔
۲۔ ابطح کے متعلق تفصیلی بحث آگے آئے گی۔

آسمان سے میرے اوپر پتھر برسادے یا کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔ ابھی وہ سواری تک بھی نہیں پہونچا تھا کہ آسمان سے اس کے اوپر پتھر گرا جو سر سے ہوتا ہوا نچلے حصے سے نکل گیا۔ اس وقت خدا نے یہ آیت (سال سائل) نازل فرمائی۔ (۱)

۴۔ حاکم حسکانی نے ''دعاۃ الہداۃ الی اداء حق الموالاۃ'' میں روایت کی ہے۔ ان کی سند میں ابوبکر ابن محمد صیدلانی، ابومحمد عبداللہ ابن احمد جعفر شیبانی، عبدالرحمن بن حسین اسدی، ابراہیم ابن حسین اسدی، ابراہیم ابن حسین کسائی، فضل ابن دکین، سفیان ابن سعید ثوری، منصور، ربعی، حذیفہ بن یمانی سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جسکا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ نعمان ابن منذر فہری (نام میں تصحیف ہے) نے کہا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ آپ کی طرف سے ہے یا حکم خدا ہے۔ بقیہ تمام تفصیل۔ (۲)

ایک دوسری سند میں ابو عبداللہ شیرازی، ابوبکر جرجانی، ابو احمد بصری، محمد ابن سہل، زید ابن اسماعیل، محمد ابن ایوب واسطی، سفیان ابن عینیہ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے اس میں نعمان ابن حارث فہری کا نام ہے۔ (۳)

۵۔ ابوبکر یحییٰ قرطبی سورہ معارج کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں جب رسولؐ اللہ نے اعلان ولایت فرمایا تو نضر ابن حارث (۴) آپ سے کہنے لگا اور تمام متذکرہ تفصیل مندرج ہے۔ (۵)

۶۔ شمس الدین المظفر سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں ثعلبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب اعلان

۱۔ تفسیر سورۂ معارج آیۃ ۲۔۱

۲۔ (حاکم حسکانی نے شواہد التنزیل ج/۲ص/۳۸۳ نمبر ۱۰۳۳ میں بھی ابن دیزل سے اس کی روایت کی ہے)

۳۔ (حاکم حسکانی نے شواہد التنزیل ج/۲ص/۳۸۱ نمبر ۱۰۳۰، ۱۰۳۲ اور ۱۰۳۴ میں بھی اس کو نقل کیا ہے)

۴۔ اس کا نام نضر ابن حارث بن کلدہ بن مناف بن کلدار تھا۔ اس روایت میں اشتباہ ہوا ہے کہ کیونکہ جنگ بدر کبریٰ میں قید ہوا تھا اور شدید عداوت کی بنا پر رسولؐ خدا نے اس کو قتل کا حکم دیا تھا۔ امیر المومنین نے اسے ہاتھ پیر باندھ کر قتل کر دیا تھا۔ سیرۃ بن ہشام ج ۲ص ۲۸۶ (ج ۲ص ۲۹۸) طبری ج ۲ص ۲۸۶ (ج ۲ص ۴۵۹) تاریخ یعقوبی ج ۲ص ۳۴ (ج ۲ص ۴۶)۔

۵۔ تفسیر قرطبی ج/۱۸ص/۱۸۱، پورا واقعہ ج/۱۸ص/۲۷۸ پر تحریر کیا ہے

ولایت کی شہرت ہوئی تو حارث ابن نعمان فہری رسولؐ کی خدمت میں ناقہ پر سوار ہو کر آیا، ناقہ کو دروازہ مسجد پر باندھ کر مسجد میں داخل ہوا اور پیغمبرؐ سے بحث کرنے لگا:

''اے محمدؐ! آپ نے کلمہ توحید و رسالت کا حکم دیا ہم نے مان لیا، رات دن میں پانچ وقت کی نماز ، ماہ صیام کے روزوں اور حج و زکوٰۃ کا حکم دیا، ہم نے آپ کی وجہ سے مان لیا پھر بھی آپ کا دل نہیں بھرا اور اپنے چچیرے بھائی کو اپنے ہاتھوں بلند کر کے تمام انسانوں پر برتری دیدی اور اعلان کر دیا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟''۔

رسولؐ خدا کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہوگئیں۔ اور آپؐ نے فرمایا اس خدا کی قسم! جسکے سوا کوئی معبود نہیں، یہ خدا کا حکم تھا۔ آپ نے اسکو تین بار دہرایا۔

حارث یہ کہتا ہوا اٹھا'' اے خدا! جو کچھ محمدؐ کہہ رہے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو میرے اوپر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب نازل کر دے''

پس خدا کی قسم وہ اپنی سواری تک بھی نہیں پہونچا تھا کہ آسمان سے ایک پتھر گرا اور اسکے سر سے گزرتا ہوا نچلے حصہ سے نکل گیا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(۱)

۷۔ شیخ ابراہیم ابن عبداللہ یمنی وصابی شافعی نے کتاب'' الاکتفاء فی فضل الاربعہ الخلفاء'' میں متذکرہ حدیث ثعلبی کی روایت نقل کی ہے۔

۸۔ شیخ الاسلام حموینی نے فرائد کے تیرہویں باب میں اپنی سند سے ثعلبی کی روایت نقل کی ہے(۲)

۹۔ شیخ محمد زرندی حنفی نے معارج الوصول اور دار السمطین میں نقل کیا ہے۔(۳)

۱۰۔ شہاب الدین احمد دولت آبادی ہدایۃ السعداء میں آٹھویں ہدایت کے دوسرے جلوے میں لکھتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے ایک دن فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و**

۱۔ تذکرۃ الخواص ص/۱۹ (ص/۳۰)

۲۔ فرائد السمطین ج/۱ ص/۸۲) حدیث ۵۳

۳۔ نظم الدرر السمطین (ص/۹۳)

عاد من عاداہ یہ بات خوارج(۱) کی ٹولی کے ایک کافر نے سنی تو پیغمبرؐ کے پاس آ کر کہنے لگا: آپ نے یہ حکم خدا کی طرف سے دیا ہے یا اپنی طرف سے؟ آپؐ نے فرمایا: ''یہ حکم خدا کی جانب سے ہے۔ وہ کافر مسجد سے باہر آیا اور دروازہ مسجد کے پاس ایک جگہ ٹھہر کر کہنے لگا کہ اگر محمد کی بات سچ ہے تو آسمان سے میرے اوپر پتھر برسے۔ راوی کا بیان ہے کہ اسی وقت اس کے سر پر آسمان سے ایک پتھر گرا اور اس کا سر چکنا چور ہو گیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔

ان کے علاوہ جن لوگوں نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:

نورالدین ابن صباغ مالکی۔ (۲)

سید نورالدین حسنی سمہودی جواہر العقدین۔

ابوسعود عمادی۔ (۳)

شمس الدین شربینی قاہری۔ (۴)

سید جمال الدین شیرازی۔ (۵)

شیخ زین الدین منادی۔ (۶)

سید بن عیدروس حسینی یمنی العقد النبوی والسر المصطفوی۔

شیخ احمد ابن باکثیر مکی شافعی۔ (۷)

۱۔ یہاں خوارج کا لفظ عمومی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ ہر اس شخص کو شامل ہے جو اپنے وقت کے حجۃ اللہ سے محاذ آرائی اور اس کی تردید پر آمادہ ہو جائے خواہ پیغمبر ہو یا اس کا جانشین۔

۲۔ الفصول المہمۃ ص/۲۶ (ص ۴۱)

۳۔ ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم ج/۸ ص/۲۹۲ (ج/۹ ص/۲۹)

۴۔ السراج المنیر ج/۴ ص/۳۶۴ (ج/۴ ص/۳۸۰)

۵۔ الاربعین فی فضائل امیر المومنین (ص/۴۰ حدیث ۶۳)

۶۔ فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر ج/۶ ص/۲۱۸

۷۔ وسیلۃ المآل (۱۲۰۔۱۱۹)

شیخ عبدالرحمٰن صفوری۔(۱)

شیخ برہان الدین حلبی شافعی۔(۲)

سید محمود قادری الصراط السوی فی مناقب النبی۔

شمس الدین حنفی شافعی۔(۳)

شیخ محمد صدر العالم معارج العلی۔

شیخ محمد محبوب عالم تفسیر شاہی۔

ابوعبداللہ زرقانی۔(۴)

شیخ احمد ابن عبدالقادر ذخیرۃ المآل۔

سید محمد بن اسماعیل یمانی۔(۵)

سید مومن شبلنجی۔(۶)

استاد شیخ محمد عبدہ مصر نے اپنی تفسیر ''المنار'' میں ثعلبی کی روایت لکھ کر ابن تیمیہ کا اعتراض نقل کیا ہے۔(۷)

''اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بہت سی قومیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول پر تبلیغ واضح کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں''۔

۱۔نزہۃ المجالس ج۲/ص۲۴۲ (۲۰۹)

۲۔السیرۃ الحلبیۃ ج۳/ص۳۰۲ (ج۳/ص۲۷۴)

۳۔شرح الجامع الصغیر ج۲/ص۳۸۷

۴۔شرح المواہب اللدنیہ ج۷/ص۱۳

۵۔الروضۃ الندیۃ فی شرح التحفۃ العلویۃ (ص۱۵۶)

۶۔نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص۷۸ (ص۱۵۹)

۷۔تفسیر المنار ج۶/ص۴۶۴

حدیث پر تنقیدی نظر

آپ نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا کہ تفسیر و حدیث کی بے شمار کتابیں آیہ کریمہ سأل سائل کے شان نزول کے سلسلہ میں متحد و ہم آواز ہیں۔ متعدد سندوں نے نصوص کی مطابقت کو دوپہر کے سورج کی طرح واضح کر دیا ہے۔ جسے پڑھ کر پوری طرح اطمینان ہوجاتا ہے۔ شعراء نے بھی واقعہ حارث کو قدیم الایام سے نظم کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے بلند پایہ شاعر ابو محمد عونی غسانی نغمہ سرا ہیں: ''جس وقت رسولؐ خدا نے ولایت امیر المؤمنینؑ کے سلسلہ میں امت سے فرمایا کہ یہ آج سے مولا ہے، جو کچھ رب کریم کی طرف سے کہتا ہوں توجہ سے سنو تو ایک کافر، کینہ توز منافق نے رسولؐ خدا کو سلگتے دل کے ساتھ آواز دی: کیا یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے یا آپ نے خود گڑھ لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: خدا کی پناہ میں نے اپنی طرف سے ہرگز نہیں کہا۔ تب وہ دشمن خدا دعا کرنے لگا: خدایا! اگر یہ سچ ہے تو میرے اوپر عذاب نازل فرما۔ تو اس کے کفر کے سبب آسمان سے فوراً پتھر کا عذاب نازل ہوا اور وہ وہیں ہلاک ہوگیا''۔

ایک دوسرا نغمہ یوں ہے:

''جو کچھ حارث ابن نعمان فہری کے ساتھ پیش آیا وہ واضح ترین دلیل ہے، رسولؐ نے امت کی بھلائی کیلئے جو کچھ فرمایا، اس پر وہ اس قدر بے چین ہوا کہ رسولؐ کی خدمت میں مدینہ آیا اور وہ شدت عناد میں انگاروں پر لوٹ رہا تھا، اعلان ولایت کے خلاف ایسی بکواس کی کہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوگیا''۔

ہم نے دور و نزدیک کسی کو بھی نہیں دیکھا جس نے مسلمہ واقعہ حارث پر طعن کیا ہو یا اسے جھٹلایا ہو۔

جس نے بھی ثقہ راویوں پر نظر کی، بلا تردیدی مان لیا۔ اس میدان میں اکیلے ابن تیمیہ نظر آئے جنھوں نے منہاج السنۃ (۱) میں اس متذکرہ واقعہ کی شان نزول کے خلاف زبان کھول کر اپنی عناد پرستی کا ثبوت دیا ہے ایک یہی مسئلہ کیا..؟ ان کی بدنہادی ہر معاملہ میں عام مسلمانوں کے خلاف الگ رائے قائم کر کے لچر اکلوتے پن کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اس آیت کے سلسلے میں اختصار کے ساتھ ان کے اعتراضات کا جواب دیا جاتا ہے۔

پہلا اعتراض

''تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ واقعہ غدیر حضرت رسولؐ خدا کے آخری حج سے واپسی میں پیش آیا۔ حالانکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو حارث پیغمبر کی خدمت میں ابطح مکہ میں آیا، حالانکہ منطقی اعتبار سے یہ واقعہ مدینہ میں پیش آنا چاہئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث گڑھنے والا واقعۂ غدیر سے ناواقف تھا''۔

جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ سیرت حلبیہ و تذکرۂ سبط ابن جوزی اور صدر العالم کی معارج العلیٰ میں بیان کیا گیا ہے کہ حارث مسجد میں آیا تھا۔ اگر مسجد سے مراد مسجد مدینہ ہو۔ پھر یہ کہ حلبی نے وضاحت بھی کر دی ہے کہ مدینہ میں بھی یہ واقعہ پیش آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ کا انکار مہمل مزعومہ کی بنا پر ہے۔ (۲)

دوسری بات یہ ہے کہ اس شخص نے جہالت یا تعصب کی وجہ سے ابطح کو حوالی مکہ سے مخصوص سمجھ لیا ہے، اسے لغت کا پتہ ہی نہیں۔ اگر اس جاہل نے حدیث اور لغت کی کتابیں یا جغرافیائی تالیفات دیکھی ہوتیں تو معلوم ہو جاتا کہ ابطح ہر اس گھاٹی کو کہتے ہیں جہاں خشک ریگزار اور ڈھلان ہو۔ اسی لئے مکہ کو ابطح

۱۔ منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۳

۲۔ السیرۃ الحلبیۃ (ج ۳ ص ۵۵۶ حدیث ۱۴۵۹)؛ تذکرۃ الخواص ص ۳۰

کہا جاتا ہے کہ وہاں خشک ریتیلی ڈھلانیں ہیں اسی لئے دشت وصحرا یا شہر کے اطراف میں اگر یہ صفت ہو تو اسے ابطح کہا جاتا ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے بطحائے ذوالحلیفہ میں اونٹ بٹھایا اور نماز پڑھی ابن عمر جب بھی حج یا عمرہ سے پلٹتے تو متذکرہ رسولؐ کی جگہ پر نماز پڑھتے۔(۱)

صحیح مسلم میں عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ذوالحلیفہ میں شب باشی فرمائی تو آپ سے کہا گیا کہ آپ مبارک بطحا میں ہیں۔(۲) امتاع مقریزی میں ہے کہ جب رسول خداؐ مکہ سے پلٹے اور مدینہ کے ابطح میں رات گئے داخل ہوئے تو آپؐ سے کہا گیا کہ آپ مبارک بطحا میں ہیں۔(۳)

صحیح بخاری میں ابن عمر نیز ابن زبالہ کی روایت ہے رسولؐ اللہ نے عمرہ فرمایا تو ذوالحلیفہ میں اترے، بطحائے مشرقی وادی میں اونٹ بٹھاتے تھے۔(۴)

مصابیح البغوی میں قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان سے عرض کی: امی جان! مجھے قبر پیغمبرؐ بتایئے۔ انھوں نے تین قبروں کی نشان دہی کی، جو بلند تھی نہ زمین سے چسپیدہ بلکہ اس کی شکل سرخ سنگریزوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔(۵)

سمہودی وفاء الوفاء میں حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو بطحا (مدینہ وعقیق) باغ جنت سے آراستہ ہیں۔ انہیں کے ساتھ واقعہ غدیر کی حذیفہ ابن رسید اور عامر ابن لیلیٰ روایت کو بھی ملا لیجئے۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ رسولؐ حج آخر سے پلٹ کر جحفہ پہونچے۔ آپ نے منع فرمایا تھا کہ بطحا کے درختان سمرہ کے پاس کوئی نہ ٹھہرے۔(۶)

۱۔ صحیح بخاری ج ۱/ص ۱۸۱ (ج ۲/ص ۵۵۶ حدیث ۱۴۵۹؛ صحیح مسلم ج ۱/ص ۳۸۲ (ج ۳/ص ۱۵۴ حدیث ۴۳۰ کتاب الحج)
؛ صحیح بخاری (ج ۲/ص ۵۵۶ حدیث ۱۴۵۹) صحیح مسلم (ج ۳/ص ۱۵۴ حدیث ۴۳۲ کتاب الحج)
۲۔ صحیح مسلم ج ۱/ص ۳۸۲ (ج ۳/ص ۱۵۵ حدیث ۴۳۴ کتاب الحج)
۳۔ امتاع الاسماع (ص ۵۳۴)
۴۔ صحیح بخاری ج ۱/ص ۱۷۵ (ج ۱/ص ۱۸۳ حدیث ۴۷۰
۵۔ مصابیح السنۃ ج ۱/ص ۸۳۳ (ج ۱/ص ۵۶۰ حدیث ۱۲۱۸)
۶۔ وفاء الوفاء ج ۲/ص ۲۱۲۳ (ج ۳/ص ۱۰۷۱)

لغت وبلدیات کی اہم ترین کتاب معجم البلدان ہے۔اس میں بطحا کی تعریف یوں ہے :ایسی ڈھلوان وادی جس میں ریگزار کی کثرت ہواس کی غیر قیاسی جمع اباطح اور بطاح آتی ہے۔(۱)

آگے کہتے ہیں کی ابوالحسن محمد بن نصر کاتب کہتے ہیں کہ میں نے ولید کی رقاصہ کوطریح ابن اسماعیل کا گیت گاتے ہوئے سنا:

انـت ابـن مسـلـنـطـح البطـاح   و لم تطرق علیک الحنی والولج

''تووسیع فضاؤں اورڈھلوان وادیوں کافرزند ہے۔پر پیچ ریگزار تجھے ناپ نہیں سکتیں''۔

بعض تماشائیوں نے کہا کہ بطحا تو مکہ کے سوا کہیں نہیں، پھر جمع کا کیا مطلب؟اس موقع پر بطحاوی علوی بھڑک اٹھے:''بطحائے مدینہ تو بطحائے مکہ سے بھی بڑا ہے''۔

میرے دادا کا شعر ہے:

و بطـحـاء الـمـدینـه لی منزل   فیـا حبـذ ا ذاک مـن منـز ل

''ریگزار مدینہ کی وادی میری منزل ہےاوروہ کتنی اچھی قیام گاہ ہے''۔

ایک معترض نے سن کر کہا:اس سے تو معلوم ہوا کہ دو بطحا ہیں کلمہ جمع تو پھر بھی صحیح نہیں۔

ہم نے جواب دیا:عربی ادب وشعر وسیع وہمہ گیر ہے،اس بنا پر دو چیزوں کو جمع کہا جا سکتا ہے۔ وہیں ایک ماہر زبان بھی تھا کہنے لگا:کم سے کم جمع دو ہے۔

چنانچہ فرزدق کا شعر ہے:

وانت ابن بطحا وی قریش فان تشا   تـکـن فی ثـقیف سیـل ذیادب عقر

''تو دو بطحائے قریش کا فرزند ہے اپنے کو چاہے ثقیف سے منسوب کر جس کے زبان داں ریگزاروں کی طرح بھرے پڑے ہیں''۔

اس کے بعد مؤلف معجم البلدان کہتے ہیں کہ کتابوں کی یہ ساری باتیں تصنع اور بے راہ روی ہیں، جب تمام اہل لغت کے نزدیک بطحا ریگزاروں سے بھرپور زمین کو کہتے ہیں تو پھر وہ تمام زمین کے حصہ جہاں یہ

۱۔معجم البلدان ج۲ص۲۱۳۳(ج۱ص۴۴۴)

صفت ہو بطحا کہے جائیں گے۔اس بنا پر اس کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔اسی وجہ سے قریش کو زمانہ جاہلیت کے بالکل ابتدائی زمانہ میں جب کہ مدینہ میں کوئی بھی نہ رہتا تھا، قریش البطحاء اور قریش الظواہر کہا جاتا تھا۔
رہ گئی فرزدق اور ابن نباتہ کی بات تو ان شعروں سے یہ ثبوت نہیں پیش کیا جا سکتا کہ بطحاء صرف دو ہیں کیوں کہ عرب رقم کو رقمتان اور رامہ کو رامتان کہتے ہیں۔اصل چیز شعر کی موزونیت ہے، البطاح قبیلہ بنی بربوع کی منزل۔لبید کا شعر ہے:

تربعث الاشراف ثم تصيفت حساء البطائح وانتجعن السلائلا

اور کہا جاتا ہے کہ بطاح قبیلہ اسد کے دیار میں ایک چشمہ ہے جہاں مسلمانوں نے خالد ابن ولید کی سرکردگی میں مرتدین سے جنگ کی تھی اور ضرار بن ازرد اسدی نے خالد کی طرف سے بطاح نامی جگہ پر مالک ابن نویرہ کو قتل کیا تھا۔مقتول کے بھائی متمم نے مرثیہ کہا تھا:

سابكي اخي مادام صوت حمامه تورق في وادي البطاح حماما

''میں اپنے بھائی پر ہمیشہ روتا رہوں گا جب تک کبوتروں کی آوازیں وادی بطاح میں کبوتروں کو بیدار کرتی رہیں گی''۔
وکیع ابن مالک نے بھی واقعہ بطاح پر مرثیہ کہا ہے:

فلما اتا خالد بلوائه تخطت اليه بالبطاح الدائع

معجم البلدان (۱) میں ہے: لغت میں بطحا کے اصل معنی ایسی کشادہ ڈھلوان کے ہیں جہاں ریگ بہت زیادہ ہو نصر کہتا ہے ابطح و بطحا کے معنی ایسی زمین کے ہیں جو ڈھلوان، نرم و ہموار، اونچی نیچی اور گھاٹی ہو۔یعنی ایسی جگہ جہاں پانی کے بہاؤ کا اثر نمایاں ہو۔کہا جاتا ہے کہ ابطح و بطحا کی وادی میں آیا۔ اس سے مراد نرم زمین ہے جو وادی کے درمیان ہو اسکی جمع اباطح آتی ہے۔
بعض علماء لغت نے کہا ہے کہ ہر کشادہ زمین کو بطحاء کہتے ہیں۔حضرت عمر کا قول (بطحوا المسجد یعنی مسجد کے صحن میں سنگریزے بچھاؤ) نیز بطحا ایک مخصوص جگہ ذی قار کے پاس۔مدینہ کے

۱۔معجم البلدان ج ۱/ص ۲۱۵/(ج ۱/ص ۴۴۶)

ساتھ بطحاء مکہ اسی طرح بطحاء ذی الحلیفہ کہا جاتا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ''رسول کسی غزوہ کے قصد سے نکلے اور کوہستانی راستہ سے بنی دینار کو جا دھمکے، پھر بطحاء ابن ازہر میں ایک درخت جس کا نام ذات الساق تھا، نماز پڑھی۔ آنحضرتؐ کی مسجد آج بھی ہے۔ نیز بطحا ایک شہر تلمستان کے نزدیک ہے''۔

(بطحان و بطحا مدینہ کی تین وادیوں میں ایک ہے) ابوزیاد کہتے ہیں کہ قبیلہ ضیاب کے چشمہ کا نام بطحان ہے (مؤلف نے شعری شواہد پیش کئے ہیں)

معجم البلدان میں ہے کہ بطیحہ و بطحاء یکساں ہیں۔ کہا جاتا ہے: تبطح السیل۔ اس مناسبت سے بطائح واسطو کہتے ہیں کیوں کہ وہاں پانی اپنا پھیلاؤ بنا چکا ہے واسط و بصرہ کے درمیان کشادہ زمین ہے، پرانے زمانہ سے وہاں دیہات آباد تھے، پرویز کے زمانہ میں دجلہ میں باڑھ آئی، فرات میں بھی خلاف توقع باڑھ آئی، لوگ اسپر بندھ باندھنے سے عاجز رہے، پانی چاروں طرف پھیل گیا، کھیت مکان سبھی زیر آب ہو گئے اور وہاں کے باشندے وہاں سے تتر بتر ہو گئے۔ (۱)

ابن منظور لسان العرب میں اور زبیدی تاج العروس میں کہتے ہیں: (بطور خلاصہ) بطحاء نرم زمین کی وادی کو کہتے ہیں جہاں ریگ زار میں بہاؤ کا اثر محسوس ہو سکے۔ (۲) ابن اثیر کہتے ہیں: بطحاء وادی کو کہتے ہیں اور ابطح اس نرم زمین پر مشتمل ریگزار کو کہتے ہیں جہاں پانی کے بہاؤ کا اثر نمایاں ہو۔ اسی مفہوم میں حدیث ہے کہ رسولؐ نے ابطح میں نماز پڑھی یعنی ابطح مکہ۔ (۳) ابن اثیر کے خیال میں وہ مکہ کا ریگ زار ہے۔ ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ ابطح میں کوئی چیز نہیں اگتی۔ ابطح بہاؤ کی جگہ کو کہتے ہیں۔

نضر سے منقول ہے کہ بطحا زمین کے نشیبی حصہ کو کہتے ہیں جو اونچی نیچی زمین سے بھرپور ہو اور وادی ہو۔ کہا جاتا ہے ہم وادی ابطح میں آکر سو گئے، اور بطحا وادی اسی کے مانند ہے اور وہ نرم و رواں زمین کا بالو ہے۔

۱۔ معجم البلدان ج۱ص۲۲۲ (ج۱ص۴۵۰)

۲۔ لسان العرب ج۳ص۲۳۶ (ج۱ص۴۲۸)

۳۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (ج۱ص۱۳۴)

ابو عمر کہتے ہیں ابطح، جہاں پانی انبطاح پیدا کردے، یعنی دائیں بائیں جاری ہو جمع اباطح و بطاح۔ صحاح میں ہے: تبطح السیل یعنی وادی میں بہاؤ پھیل گیا۔(۱) ابن سیدہ کے نزدیک اسکے معنی ہے کہ بہاؤ چوڑان میں پھیل گیا۔اس سلسلہ میں ذوالرمہ اور لبید کے اشعار بھی ہیں۔(۲)

اسی وسعت ریگزار کی وجہ سے بطحاء مکہ وابطح مشہور ہے۔بطحان بھی اکثر استعمال ہوتا ہے۔نہایہ ابن اثیر کے مطابق صحیح طا کے سکون کے ساتھ ہے۔(۳) عیاض نے مشارق میں کہا ہے کہ محدثین بسکون طا ہی روایت کرتے ہیں۔اپنے اساتذہ سے بھی یہی سنا ہے لیکن صحیح ب کو زیر اور طا کو زیر ہے۔(۴) جیسے قطران قالی وبکری نے تائید کی ہے بکری کے مطابق اس کے علاوہ بولنا ناجائز ہے۔(۵) کچھ بھی ہو یہ کلمہ مدینہ کی تین وادیوں میں سے ایک ہے۔ابن اثیر نے اسے طا ہی روایت کیا ہے۔

ابطح و بطحا کے مفہوم کو شعراء نے بھی نظم کیا ہے دلیل کے طور پر امیر المؤمنینؑ کا ولید کو خطاب کر کے کہنا کہ:

یهددنی بالعظیم الولید فقلت انا ابن ابی طالب

انا ابن البحل بالابطحین و بالبیت من سلفی غالب

''مجھے ولید نے زبردست دھمکی دی تو میں نے کہا کہ میں ابوطالب کا فرزند ہوں۔میں اس کا فرزند ہوں جو وادی مکہ و مدینہ اور غالب کے دو گھرانوں کے نام سے معروف ہے''

میبذی نے شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابطحین سے مراد بطحائے مکہ و مدینہ ہے۔اس سلسلہ میں نابغہ سید حمیری، سید رضی، مہیار دیلمی، ارجانی، حیص بیص وغیرہم کے اشعار بھی ہیں۔حیص بیص نے اہل بیت کی سوگواری میں انہیں کی زبان حال سے ظالموں کو مخاطب کیا ہے:

۱۔الصحاح (ج راص ۳۵۶۳)

۲۔المخصص (ج ۲ر ص ر۱۲۹ سفر ۹)

۳۔النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (ج راص ر۱۳۵)

۴۔مشارق الانوار الی صحیح الآثار (ج راص ر۸۷)

۵۔البارع فی اللغۃ (ص ر۷۱۲)

ملكنا فكان العفو منا سجية　　فلما ملكتم سال بالدم البطح

و حللتم قتل الاسارى و طالما　　عدونا عن الاسر انعد و تقفخ

واضح رہے کہ اہل بیتؑ کی قتل گاہیں عراق طف (کربلا) وغیرہ ہیں بعض فخ میں قتل ہوئے کہ مکہ سے چھ میل پر ہے۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے:

ولئن نفسی للربوع وقد عزا　　بیت البنی مقطع الاطناب

بیت لآل المصطفیٰ فی کربلا　　ضربوه بین اباطح وروابی

دوسرا اعتراض

''سورۂ معارج کو تمام علماء نے متفقہ طور سے مکّی کہا ہے، اس بنا پر واقعۂ غدیر کے دس سال قبل یہ سورہ نازل ہو چکا تھا''۔

جواب

علماء کے اتفاق کی مجموعی نوعیت یہ ہے کہ سورۂ معارج مکہ میں نازل ہوا ہے نہ کہ اس کی تمام آیات مکی ہیں، لہٰذا ممکن ہے کہ یہ آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہوں جیسا کہ بہت سے سوروں میں ایسا ہی ہے۔ یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہو سکتا کہ یہ متعین ہونے کے بعد کہ فلاں سورہ مکّی ہے یا مدنی ہے تو اس کی ابتدائی آیات بھی مکی یا مدنی ہوں گی کیوں کہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ سوروں کی آیات توقیفی ہیں نزولی نہیں، لہٰذا اس کا بہر حال امکان ہے کہ بعد کی نازل شدہ آیات کو مقدم کر دیا گیا ہو ہر چیز کی حکمت و مصلحت سے واقف ہونا یا مصلحت جاننا ہمارے لئے ضروی نہیں۔ ہم اکثر آیات کی ترتیبی حکمت و مصلحت سے واقف نہیں۔ اس کے بہت سے نظائر ہیں مثلاً سورۂ عنکبوت۔ (۱) کہف۔ (۲)

۱۔ جامع البیان ج۲/ص۸۶۳ (ج۲/ص۱۳۳)، الجامع لاحکام ج۱۳/ص۳۲۳ (ج۱۳/ص۳۱۴) السراج المنیر ج۳/ص۱۱۶ (ج۳/ص۱۲۳)

۲۔ الجامع لاحکام القرآن ج۱۰/ص۳۴۶ (ج۱۰/ص۲۲۵)، الاتقان فی علوم القرآن ج۱/ص۱۶ (ج۱/ص۲۱۳)

ہود(۱)مریم ۔(۲)رعدؔ(۳)ابراہیم ۔(۴)بنی اسرائیل ۔(۵)حج ۔(۶)فرقان ۔(۷)نمل (۸) قصص ۔(۹) مدثر ۔(۱۰)قمر ۔(۱۱) واقعہ ۔(۱۲)مطففین ۔(۱۳) والیل ۔(۱۴)یونس ۔(۱۵) کے سورے مکی ہیں لیکن ان کی ابتدائی دس آیات یا بعض آیات مدنی ہیں انھیں طبری ،قرطبی ،سیوطی اور شربینی کی تفاسیر میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے ۔اسی طرح بعض سورے مدنی ہیں لیکن ان میں مکی آیات بھی موجود ہیں مثلاً سورۂ مجادلہ کی ابتدائی دس آیات مکی ہیں ۔(۱۶)سورۂ بلد کی چار آیات مکی ہیں ۔(۱۷)علاوہ ازیں ممکن ہے کہ ایک آیت دوبارہ نازل ہوئی ہو جیسا کہ اکثر علماء نے وضاحت کی ہے کہ نصیحت ،یاددہانی یا

۱۔الجامع لاحکام القرآن ج ۹ص ۱(ج ۹ص ۳)،السراج المنیر ج ۲ص ۴۰(ج ۲ص ۴۲)

۲۔الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ص ۱۶(ج ۱ص ۴۳)

۳۔الجامع لاحکام القرآن ج ۹ص ۲۷۸(ج ۹ص ۱۸۳)،التفسیر الکبیر ج ۶ص ۲۵۸)ج ۱۸ص ۲۳۰)،السراج المنیر ج ۲ص ۱۳۷(ج ۲ص ۱۴۳)

۴۔الجامع لاحکام القرآن ج ۹ص ۳۳۸(ج ۹ص ۲۲۲)السراج المنیر ج ۲ص ۱۵۹(ج ۲ص ۱۶۷)

۵۔الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ص ۱۰۳(ج ۱۰ص ۱۳۴)،التفسیر الکبیر ج ۵ص ۵۴۰(ج ۲۰ص ۱۴۵)،السراج المنیر ج ۲ص ۲۶۱۳(ج ۲ص ۲۷۳)

۶۔الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ص ۱(ج ۱۲ص ۳)،التفسیر الکبیر ج ۶ص ۲۰۶(ج ۲۳ص ۲) السراج المنیر ج ۲ ص ۵۱۱(ج ۲ص ۵۳۵)

۷۔الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ص ۱!(ج ۱۳ص ۳)،السراج المنیر ج ۲ص ۶۱۷(ج ۲ص ۶۴۶)

۸۔الجامع لاحکام القرآن ج ۵ص ۶۵(ج ۱۰ص ۴۴)،السراج المنیر ج ۲ص ۲۰۵(ج ۲ص ۲۱۴)

۹۔الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ص ۲۴۷(ج ۱۳ص ۱۶۴)،التفسیر الکبیر ج ۶ص ۵۸۵(ج ۲۴ص ۲۲۴)

۱۰۔تفسیر الخازن ج ۴ص ۳۴۳(ج ۴ص ۳۲۶)

۱۱،۱۲۔السراج المنیر ج ۴ص ۱۳۶(ج ۴ص ۱۴۲)ج ۴ص ۴۱(ج ۴ص ۱۷۸)

۱۳۔جامع البیان ج ۳۰ص ۵۸(ج ۳۰ص ۹۱)

۱۴۔الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ص ۱۷(ج ۱ص ۴۷)

۱۵۔التفسیر الکبیر ج ۴ص ۴۷۷(ج ۱۷ص ۲)،الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ص ۱۵(ج ۱ص ۴۰)،السراج المنیر ج ۲ص ۲

۱۶۔ارشاد العقل السلیم مطبوعہ بر حاشیہ تفسیر رازی ج ۸ص ۱۴۸(ج ۸ص ۲۱۵)،السراج المنیر ج ۴ص ۲۱۰(ج ۴ص ۲۱۹)

۱۷۔الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ص ۱۷(ج ۱ص ۴۷)

آیت کی شان واہتمام کے پیش نظر بعض آیات دوبارہ نازل ہوئیں جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سورۂ روم کی ابتدائی آیات وآیۂ روح وغیرہ۔ سورۂ فاتحہ دوبار نازل ہوئی۔ پہلی بار نماز واجب ہوتے وقت اور دوسری بار تبدیل قبلہ کے وقت۔ اسی لئے اس کا نام مثانی رکھا گیا۔(۱)

تیسرا اعتراض

''آیت ﴿واذ قالوا اللّٰھمّ اِن کان ھٰذا ھُو الحقُّ من عندکَ﴾ کے متعلق تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ جنگ بدر کے بعد اور واقعۂ غدیر کے کئی سال پہلے نازل ہوئی ہے''۔

جواب

گویا اس شخص کا گمان ہے کہ متذکرہ روایات جو ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، ان کی روشنی میں حارث بن نعمان فہری نے جو کچھ زبان سے ادا کیا ہے وہ پہلے کی نازل شدہ آیت کو دعائیہ شکل میں ادا کر کے غدیر کے دن بیان کیا ہے۔ حالانکہ صورت حال اس کے برخلاف ہے، ابن تیمیہ کا گمان ہے کہ پہلے کی نازل شدہ آیتوں کا کسی مرد کی زبان سے ادا ہونا ممکن نہیں۔ اگر حارث یا جابر نے انھیں کلمات کو زبان سے ادا کیا تو اس کا شان نزول سے تعلق کیسے قائم ہوگا۔؟

یہ آیت چاہے بدر میں نازل ہوئی یا اُحد میں۔ حارث نے بجائے خود ان کلمات کو جوشِ الحاد میں ادا کیا۔ ابنِ تیمیہ کی خواہش صاف جھلکتی ہے کہ وہ ایک ثابت شدہ حقیقت کو مہمل اعتراضات کی تعداد بڑھا کر باطل کرنے کی سعی کر رہا ہے۔

چوتھا اعتراض

''یہ آیت مشرکین مکہ کی حکایت گفتار پر نازل ہوئی ہے کیوں کہ وجود پیغمبر کی وجہ سے وہاں کفار مکہ پر تو عذاب نازل نہیں ہوا کیوں کر قرآن کی روشنی میں وجود پیغمبر کی وجہ سے عذاب نازل نہیں ہوسکتا یا

۱۔ الاتقان ج ۱/ص ۶۰ (ص ۳۱)، تاریخ الخمیس ج ۱/ص ۱۱

اگر وہ لوگ استغفار کریں''۔

جواب

اس عناد پرست کو مشرکین مکّہ پر عذاب نازل نہ ہونے اور حارث پر عذاب ہونے میں فرق محسوس نہیں ہورہا ہے۔ بات یہ ہے کہ خداوند عالم کے افعال مصلحت وحکمت پر مبنی ہوتے ہیں اور حالات کے تحت مصلحتیں بدلتی رہتی ہیں۔ اگر کفار مکہ پر عذاب نازل کردیتا، جوان کی صلب سے مسلمان پیدا ہونے والے تھے وہ پیدا نہ ہو پاتے اور بعثت رسولؐ کا حقیقی مقصد فوت ہوجاتا۔ حارث اپنے عناد میں ایمان کے بعد کفر کا مرتکب ہوا تھا، خداوند عالم جانتا تھا کہ اسے سعادت حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس کے صلب میں بھی کوئی مسلمان پیدا ہونے والا نہیں۔ جس طرح حضرت نوحؑ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی تھی: ولن یلدوا الّا فاجراً کفاراً (اب ان میں مسلمان پیدا نہ ہوں گے صرف کفار وبدکار ہی پیدا ہوں گے) چنانچہ خداوند عالم نے تمنائے نبوت میں ان کا رشتۂ حیات ونسل ختم کردیا۔ اس بناء پر جو لوگ ابتدائے بعثت میں امید ہدایت میں نسل میں اسلام کی توقع کی بناپر نوازے گئے یا محرومی ہدایت کی بناپر عذاب کا شکار ہوئے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ پہلے قسم کے لوگوں میں زیادہ تر لوگ غزوات میں مارے گئے یا دیگر بدبختیوں کا شکار ہوئے۔ اس لئے ان کی گمراہی محدود تھی۔ دوسرے قسم کے لوگ اپنی بدنہادی وگمراہی کا پرچار کررہے تھے اور فتنہ وفساد پر آمادہ تھے، اس لئے ابتدائی زمانے کے کفار ومشرکین اور آخری زمانے کے منافقین میں بہت بڑا فرق ہے، نہ اس سے ہدایت کی توقع تھی اور نہ اسلام کی امید۔

یہ صحیح ہے کہ وجود رسولؐ رحمت اور عذاب سے رکاوٹ ہے۔ لیکن اس نکتے کو بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ مکمل رحمت کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ امّت کی راہ سعادت سے نقصان دہ افراد کو برطرف کردیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرمؐ نے خدا اور رسولؐ کی طرف سے اعلان شدہ خلافت الٰہیہ کی مخالفت کے جرم میں اس کی بدنہادی کی سزا دی۔ بالکل اسی طرح جیسے رسولؐ نے غزوات میں اپنی تلوار سے ظالموں کا قلع قمع کیا۔ یا آپ کا تمسخر اڑانے والوں اور ٹھٹھہ مارنے پر بددعا کی۔

صحیح مسلم و بخاری میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ جب قریش رسول اکرمؐ کی مخالفت پر کمر بستہ

ہو گئے تو آپ نے بددعا فرمائی: ''خدایا! ان پر زمانۂ یوسفؑ کی طرح غلہ کا عذاب نازل فرما''۔ رسولؐ کی بددعا سے ایسا قحط پڑا کہ ان کا تمام غلہ ختم ہو گیا۔ بھوک نے ان کا تیاپانچہ کر دیا اور وہ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بھوک سے ان کی آنکھوں میں دھویں اڑنے لگے، یہی مطلب ہے: یوم تاتی السماء بدخان مبین (جس دن آسمان صریح سے دھواں لئے ہوئے آیا)۔(۱)

تفسیر رازی میں ہے کہ مکے والوں نے رسول کو جھٹلایا تو آپ نے بددعا فرمائی کہ ان پر زمانۂ یوسف کی طرح قحط نازل فرما۔ نتیجے میں بارش رک گئی، نباتات، کی روئیدگی ختم ہو گئی، بھوک کی شدت سے ہڈیاں اور کتوں کے مردار کھانے لگے، ان کی آنکھوں میں ساری فضا دھواں دھواں تھی۔(۲) یہی بات ابن عباس، مقاتل، مجاہد، ابن مسعود، فرّا و زجاج نے کہی ہے۔ ابن اثیر نے نہایہ میں اور سیوطی نے بحوالہ بیہقی و ابونعیم یہی بات نقل کی ہے۔(۳)

کامل ابن اثیر میں ہے کہ ابوزمعہ، اسود بن مطلب اور اس کے ساتھی رسول خداؐ کو آنکھ مار کے مضحکہ اڑاتے تھے۔ آپ نے بددعا فرمائی۔ ابوزمعہ درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ جبرئیل نے پتوں کی ایسی ضرب لگائی کی وہ اندھا ہو گیا۔ اسی میں ہے کہ مالک بن طلالہ کے لئے رسولؐ نے نفرین فرمائی تو وہ کھال پھٹنے کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔(۴)

استیعاب عبدالبر میں ہے کہ رسول خدا دائیں بائیں اپنے شانوں کو جھکاتے ہوئے راستہ چلتے تھے۔ حکم بن العاص آپؐ کی نقل کرتا تھا۔ ایک دن رسول خدا متوجہ ہوئے اور بددعا کی۔ ''ایسا ہی ہو جا''۔ اس کے بعد حکم، کپکپی اور اختلاج کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔(۵) عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت

۱۔ صحیح مسلم ج۲/ص۴۶۸ (ج۵/ص۳۴۲ حدیث ۳۹ کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار) صحیح بخاری ج۲/ص۱۲۵ (ج۴/ص۱۷۳۰ حدیث ۴۴۱۶)

۲۔ التفسیر الکبیر ج۷/ص۴۶۷ (ج۲۷/ص۲۴۲)

۳۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ج۳/ص۱۲۴ (ج۳/ص۲۹۳)؛ الخصائص الکبریٰ ج۱/ص۲۵۷ (ج۱/ص۲۴۶)

۴۔ الکامل فی التاریخ ج۲/ص۲۷ (ج۱/ص۴۹۵)

۵۔ الاستیعاب مطبوع برحاشیہ الاصابۃ ج۱/ص۳۱۸ (القسم الاول ص۳۵۹ نمبر ۵۲۹)

نے عبدالرحمٰن بن حکم کی مذمت میں کہا :

انّ اللعین ابوک فارم عظامه ....

''بے شک تیرا باپ ملعون ہے۔اس کی ہڈیاں پھینک دے (اس سے اپنے کو منسوب نہ کر) اگر تو نے اسے پھینک دیا تو گویا مرگی کا مارا یا دیوانہ ہے۔اس کا پیٹ تقویٰ سے عاری اور خباثت عمل سے بھر پور ہے''۔

ابن اثیر نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی روایت نقل کی ہے کہ مروان کا باپ حکم اکثر رسول خدا کے پس پشت بیٹھتا، جب رسولؐ بات کرتے تو جوکروں کی طرح نقل کرتا۔آپ نے یہ حالت دیکھ کر بددعا کر دی اس کے بعد مرتے دم تک وہ اسی مکروہ صورت حال سے دوچار رہا، اختلاج ورعشہ ہوا۔اس سے افاقہ ہوا تو مرگی نے آدبوچا، اس سے پیچھا چھوٹا تو پھر مرگی نے دھرلیا۔(۱)

ابن حجر نے اصابہ، بیہقی نے دلائل اور سیوطی نے خصائص میں یہی بات لکھی ہے۔(۲) بیہقی نے مالک بن دینار اور انھوں نے ہند سے روایت کی ہے کہ حکم رسول خداؐ کی انگلیوں کی حرکت کا تمسخر کرتا۔ایک دن رسولؐ نے متوجہ ہو کر بددعا کر دی۔(۳)

خصائص کبریٰ اور اصابہ میں ہے پیغمبرؐ نے حارث بن ابی حارثہ سے اس کی بیٹی کا پیغام دیا۔اس نے بہانہ بنایا کہ میری بیٹی خطرناک بیماری میں مبتلا ہے۔حالانکہ ایسا نہ تھا جب وہ گھر پہونچا تو دیکھا کہ اس کی بیٹی مبروص ہو چکی ہے۔(۴)

ابولہب کے بیٹے لہب نے رسول خداؐ کو گالی دی، آپ نے بددعا فرمائی: خدایا! اس پر اپنا کوئی کتا مسلط فرما دے، کہتے ہیں کہ شام اپنا تجارتی مال بھیجتے ہوئے ابولہب نے غلاموں سے لہب کے متعلق خصوصی تاکید کی کہ ہمیشہ لہب کی نگرانی کریں کیوں کہ مجھے رسولؐ کی بددعا سے ڈر لگتا ہے۔غلاموں نے ہر

۱۔النہایۃ فی غریب الحدیث ج ر۱ص ر۳۴۵ (ج ر۲ص ر۶۰)

۲۔الاصابہ ج ر۱ص ر۳۴۵؛ دلائل النبوۃ (ج ر۶ص ر۲۳۹)؛ الخصائص الکبریٰ ج ر۲ص ر۷۹ (ج ر۲ص ر۱۳۲)

۳۔دلائل النبوۃ (ج ر۶ص ر۲۴۰)

۴۔الخصائص الکبریٰ ج ر۲ص ر۷۹ (ج ر۲ص ر۱۳۳) الاصابہ ج ر۱ص ر۲۷۶

منزل پر لہب کو دیوار کی طرف سلا کر کپڑوں سے چھپانے کا طریقہ اپنایا۔ عرصے تک نگرانی کا یہی طریقہ رہا، ایک رات کسی درندے نے آ کر بھنبھوڑ ڈالا۔(۱)

بیہقی کی روایت میں عتبہ بن ابولہب کے متعلق اسی واقعہ کی نشان دہی ہے۔ ایک منزل پر شیر جمعیت کے گرد چکر لگانے لگا، پھر عتبہ پر جھپٹ کر حملہ آور ہوا اور دانتوں سے بھنبھوڑ کر اس کا کام تمام کر دیا۔(۲) ابونعیم کے یہاں اس روایت کے ذیل میں حسانؔ کے یہ شعر بھی منقول ہیں:

ترجمہ: ''اولاد اشقر سے مل کر دریافت کرو کہ ابو واسع کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ خدا اس کی قبر کشادہ کرنے کے بجائے تنگ کر دے جس نے رسول کی قرابت قطع کی۔ باعظمت اور متواتر دعوتِ رسولؐ کی حرم خدا میں تکذیب کی اور مستوجب نفرین ہوا۔ سب نے دیکھا کہ سوتے میں خدا نے اس پر اپنا کتا مسلط فرمایا اور وہ کتا دھوکے سے آتا جاتا رہا، پھر درمیان میں آ کر اس کی کھوپڑی پر حملہ آور ہوا اور بھوکے آدمی کی طرح اس کو لاش کا ڈھیر بنا دیا''۔(۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ دیوان حسانؔ میں صرف پہلا ہی شعر ہے اس کے بعد یہ تین شعر ہیں:

''جس وقت ابولہب کا بیٹا لوگوں کو بلا رہا تھا، اپنے حسب نسب اور جماعت کا واسطہ دے رہا تھا، شیر نے دانتوں سے دبوچ کر خون میں لت پت زمین پر ڈال دیا۔ خدائے رحمٰن گرنے والے کو بلند نہ کرے اور شیر کی قوّت ختم نہ کرے جس نے ایک کافر کو ڈھیر کر دیا''۔

ابونعیم میں ہے کہ رسول خداؐ نے ''والنجم اذا ھویٰ'' تلاوت فرمائی۔ عتبہ چلاّیا: میں ربِ نجم سے کافر ہوں۔ رسولؐ نے بددعا فرمائی کہ خدا تجھ پر اپنا کتا مسلط فرما دے۔(۴)

قارئین کو اس بات کی طرف بھی متوجہ ہو جانا چاہئے کہ وجود رسولؐ کی برکت سے عذاب نہ آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کلیۃً کسی حال میں بھی عذاب نہ آئے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فی الجملہ عذاب

۱۔ الخصائص الکبریٰ ج۱ص۱۴۷ (ج۱ص۲۴۴)، دلائل النبوۃ (ج۲ص۳۳۸)

۲۔ النہایۃ فی غریب الحدیث ج۳ص۲۱ (ج۳ص۹۱)؛ دلائل النبوۃ (ج۲ص۳۳۹)

۳۔ دلائل النبوۃ (ص۵۸۵ حدیث۳۸۰؛ دیوان حسان (۱۲۵)

۴۔ دلائل النبوۃ ص۵۸۸ حدیث ۳۸۳)

نہ آئے گا اور عمومی مصلحت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ بدن کا جو حصہ خراب ہو جائے اسے چھانٹ کر الگ کر دیا جائے تا کہ دوسرے حصوں کی حفاظت ہو سکے۔لیکن جس بیماری سے دوسرے حصوں پر اثر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو، یا علاج سے اچھا ہونے کی امید ہو تو اسے قطع نہیں کیا جاتا۔خداوند عالم نے قریش کو دھمکی دی کہ اگر اسلام سے منہ موڑنے کا اپنا رویہ جاری رکھا تو قوم ثمود و عاد کے صاعقہ عذاب کی طرح تم پر بھی بجلی گرے گی۔"فان اعرضوا فقل انذرتکم" چونکہ اس میں سب کے منہ موڑنے کی بات تھی لیکن ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اس لئے ان پر عذاب نازل نہیں ہوا۔اگر سبھی نے منہ موڑ لیا ہوتا تو یقیناً وعدۂ خداوندی کے مطابق عذاب سب لوگوں پر نازل ہوتا۔اگر وجود رسول کلیۃً مانع عذاب ہوتا تو یہ تہدید آیت کا تیور نہ ہوتا اور ایک بھی عذاب میں گرفتار نہ ہوتا، نہ غزوات ہی میں قتل ہوتا۔کیوں کہ یہ سب عذاب ہی کی قسمیں ہیں...خدا کی پناہ!۔

پانچواں اعتراض

"اگر حارث کا واقعہ صحیح ہوتا تو اس پر مستقل آیت نازل ہوتی، جیسے اصحاب کے لئے سورہ نازل ہوا، اور لوگوں نے اپنے رشحات پیش کئے ہوتے، ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ مصنفین اور ارباب مسانید وصحاح نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی ہے، سیرت وتاریخ کی کتابوں میں اس پر کچھ بھی نہیں لکھا گیا۔اس لئے یہ واقعہ جھوٹا اور من گڑھت ہے"۔

جواب

اس واقعہ کو انفرادی قرار دے کر اصحاب فیل کے تحت بیان کرنا بڑی لچر بات ہے۔کیونکہ حارث کا واقعہ بعض وجوہ کی بنا پر عمومی توجہ وشہرت نہ پا سکا۔پھر یہ کہ جو لوگ اس کے گواہ تھے وہ اس کو شہرت دینا بھی نہیں چاہتے تھے کیوں کہ اس سے اصل موضوع یعنی ولایت علی کو تقویت ملتی تھی۔وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ واقعہ دب جائے۔کہیں بیان بھی کرتے تو اشتباہ پیدا کرنے کی سعی کی جاتی تھی۔

حادثۂ فیل ایک اہم وعظیم واقعہ اور معجزۂ رسول اعظمؐ تھا۔جس میں بہت سے لوگ ہلاکت کا شکار

ہوئے اسی وجہ سے اس کو عمومی شہرت حاصل ہوئی۔قوم ابرہہ کے مکر سے بچ گئی اور کعبہ جو مظہر عبودیت اور زیارت گاہ خلائق ہے، صحیح وسالم رہ گیا۔اس بنا پر دونوں کے مقاصد بھی الگ الگ تھے ان دونوں کو ایک معیار پر پرکھنا صریحی دھاندلی ہے۔اسی طرح معجزات نبی میں واضح فرق ہے بعض صرف خبر آحاد پر مان لئے گئے ہیں بعض حدّ تواتر تک پہونچ گئے اور بعض تو بغیر سند کے متفقہ طور پر تسلیم کر لئے گئے ہیں یہ اختلاف ان کی عظمت واہمیت وشرائط ومتعلقات کی حیثیت سے خود ان معجزوں سے مربوط ہیں۔

ابن تیمیہ کا یہ دعویٰ کہ مصنفین نے اس واقعہ کو نظر انداز کیا ہے، دوسری دھاندلی ہے۔گزشتہ صفحات میں عظیم دانشوروں، بلند پایہ محدثوں اور معتبر مورخوں کی تحقیقات پیش کی گئی ہیں۔اب اس منحوس نے جو مجہول سند کی بات کہی ہے۔ہم نہیں جانتے کہ کون ہیں اور کیا ہیں کیوں کہ اس سلسلے کی روایات بزرگ صحابی حذیفہ سے مروی ہیں۔حدیث وتفسیر کے امام سفیان بن عینیہ نے نقل کیا ہے۔ابن تیمیہ کے دعوے کے برخلاف مشہور ترین وثقہ ہیں۔ان دونوں کی شخصیت کو حفاظ ومحدثین نے سراہا اور موثق سمجھا ہے کوئی بھی ان کی عظمت کا منکر نہیں۔یہ عظیم محدثین بے اصل باتوں کی اپنی کتابوں میں کبھی جگہ نہ دیتے۔ اندھے پن میں سند کو مجہول بتا کر اصل واقعہ سے انکار کرنا ابن تیمیہ کی انتہائی عناد پرستی ہے۔

چھٹا اعتراض

''اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ حارث اسلام کے مبادی پنجگانہ کا اقرار کرتا تھا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی بھی مسلمان عہد نبوی میں عذاب کا شکار نہیں ہوا''۔

جواب

یہ حدیث جس طرح حارث کا اسلام ثابت کر رہی ہے اسی طرح مرتدین کا اسلام ثابت کر رہی ہے مرتدین بھی ارشادات پیغمبر کی تردید کرتے تھے، احکامات خداوندی میں شک کرتے تھے۔بنا بریں حارث پر حالت اسلام میں نہیں بلکہ حالت کفر میں عذاب آیا تھا۔اس کے علاوہ اکثر مسلمان رسولؐ سے گستاخی کے جرم میں عذاب کا شکار ہوئے جیسے جمرہ عذاب کا شکار ہوئی۔صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ

ایک شخص رسول اکرمؐ کے ساتھ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپؐ نے اسے داہنے ہاتھ سے کھانے کی تاکید فرمائی۔ اس نے کہا: داہنے ہاتھ سے کھانے کی صلاحیت نہیں (حالانکہ طاقت وصلاحیت تھی) آپؐ نے فرمایا: ''تجھے طاقت نہیں رہے گی''۔ پھر وہ عمر بھر منھ تک اپنا ہاتھ نہ لے جاسکا۔ (۱)

صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہؐ ایک بدو کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ رسولوں کا طریقہ تھا کہ فرمایا کرتے تھے کوئی ہرج نہیں ہے یہ بڑی طہارت ہے۔ یہاں بھی فرمایا۔ اس نے جھلا ہٹ میں کہا: یہ طہارت نہیں بلکہ بڑھے کو بخار نے قبر تک پہونچا دیا ہے۔ رسول نے فرمایا جیسا سمجھ رہے ہو ایسا ہی ہوگا نتیجے میں وہ شام تک مرگیا۔ (۲)

ماردی کی اعلام النبوۃ میں ہے کہ ایک شخص کو آپ نے بالوں سے کھیلنے سے منع فرمایا تھا۔ وہ حالت نماز میں بالوں سے کھیل رہا تھا۔ آپ نے بددعا کی: خدا تیرے بالوں کا ستیاناس کرے،، وہ اسی وقت گنجا ہوگیا۔ (۳)

ساتواں اعتراض

''حارث بن نعمان درمیان صحابہ مشہور نہیں ہے ابن عبدالبر، ابن مندہ، ابونعیم اور ابوموسیٰ جیسے محدثین نے بھی صحابہ کے نام میں اس کی نشاندہی نہیں کی ہے۔ بنابریں ایسے شخص کا وجود ہمارے نزدیک تحقیقی کیسے ہوسکتا ہے''۔

جواب

صحابہ کے اسماء وحالات پر مشتمل کتابوں میں سب کے ناموں کا احاطہ نہیں کرلیا گیا ہے، بلکہ ہر مولف نے اپنی معلومات بھر صحابہ کے ناموں کی نشاندہی کی ہے۔ دوسرے مولف نے آکر اس میں مزید

۱۔ صحیح مسلم (ج۴ ص ۲۵۹ حدیث ۱۰۷ کتاب الاشربۃ

۲۔ صحیح بخاری ج۵ ص ۲۲۷ (ج ص ۱۳۲۴ حدیث ۳۴۲۰)

۳۔ اعلام النبوۃ ص ۸۱ (ص ۱۳۴)

اضافہ کیا۔اس سلسلے میں جامع ترین کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ ہے جسے ابن حجر عسقلانی نے ترتیب دیا ہے ۔انھوں نے آغاز کتاب میں خود ہی وضاحت کر دی ہے کہ بلا شبہ شریف ترین علم حدیث نبوی کی واقفیت ہے،اوران کے اہم ترین موضوعات میں صحابہ کی معرفت اور بعد کے لوگوں سے ان کا امتیاز ہے(۱) اکثر حفاظ نے اپنی تالیفات میں مقدور بھر صحابہ وتابعین کے اسماء کا احاطہ کیا ہے۔میری اطلاع میں سب سے پہلی کتاب ابوعبداللہ بخاری کی ہے جواس موضوع پر مستقل ہے اور ابوالقاسم بغوی وغیرہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ان کے بعد طبقۂ مشائخ نے اسماء صحابہ کی احاطہ بندی کی ہے جیسے خلیفہ بن خیاط ،محمد بن سعید، یعقوب بن سفیان ،ابوخیثمہ ان کے بعد کی تصانیف میں ابوالقاسم بغوی ،ابوداؤد ،عبدان ،ان کے بعد بن سکن ،ابن شاہین ،ابومنصور ماوردی اور ابن حبان جیسے لوگ ابھرے اور طبرانی کی معجم الکبیر جیسی کتاب سامنے آئی ۔بعد میں ابونعیم اور عبدالبر کی استیعاب نامی کتاب جس میں ان کے گمان کے مطابق قبل کے تمام کتابوں سے اسماء کی احاطہ بندی کر لی گئی ہے۔اس کے باوجود زیادہ تر صحابہ کے اسماء چھوٹ گئے ہیں۔

بنابریں ابوبکر بن فتحون نے تکمیل کتاب کے سلسلے میں جامع ترین تالیف پیش کی۔وہ بھی نامکمل سمجھی گئی تو کچھ لوگوں نے اس کا تتمہ تالیف کیا۔اس زمانے تک تمام اسماء صحابہ کا احاطہ نہیں کیا جا سکا تھا کہ ساتویں صدی آگئی۔ابن اثیر نے اسد الغابہ کے نام سے جامع تالیف پیش کی اور قبل کے تمام ناموں کی احاطہ بندی کی سعی کے باوجود صحابہ وتابعین کے ناموں کو محفوظ کر دیا۔متقدمین میں اکثر تسامحات کی تنقیح نہ کر سکے۔ان کے بعد ذہبی نے اضافہ وصحت کا بیڑا اٹھایا تھا۔انھیں کے مطابق اکثر نام نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی تالیف کی ضرورت تھی ،اس کے باوجود اسماء صحابہ کے دسویں حصے کا بھی اضافہ نہ ہو سکا۔

ابوذرعہ کے مطابق وفات نبیؐ کے وقت صحابہ وصحابیات ایک لاکھ تھے ،ان ایک لاکھ سے زیادہ افراد کو دیکھئے اور استیعاب کے تین ہزار پانچ سو افراد کو دیکھئے ۔ابن فتحون کہتے ہیں کہ میں نے حافظ ذہبی کی تحریر دیکھی ہے کہ شاید پوری تعداد آٹھ ہزار پر مشتمل ہو ورنہ کم بھی نہ ہوں گے۔

اسد الغابہ میں کل تعداد سات ہزار پانچ سو چار ہے۔ابوذرعہ کے قول کی تائید کعب بن مالک سے

۱۔الاصابۃ (ج۱/ص۱/۴۔۲)

قصہ تبوک سے ہوتی ہے کہ ان کے علاوہ بہت سے نام درج رجسٹر ہونے سے رہ گئے تھے۔(۱)

خطیب ثوری کا بیان نقل کرتے ہیں کہ جو لوگ علیؑ کو عثمان پر فضیلت دیتے تھے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی، ان سے رسولؐ راضی رہے۔ خلافت ابو بکر میں مرتدین سے جنگ میں بہت سے صحابہ مر گئے کچھ طاعون کا شکار ہوئے اس طرح لاتعداد صحابہ مر چکے تھے۔ ان کے نام اس لئے پردۂ خفا میں رہ گئے کہ غدیر کے موقع پر حاضر تھے۔(۲) واللہ اعلم

رسولؐ کے ساتھ حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے زیادہ افراد تھے معاجم میں اتنے افراد کا نام کہاں ہے...؟ ظاہر ہے کہ ان کا احصاء فطری اعتبار سے مشکل ہے کچھ لوگ دوسرے شہروں میں آباد تھے۔ اس وقت کوئی ایسا رجسٹر نہ تھا کہ سب کا نام لکھا جاتا۔ صرف ایسے ہی لوگوں کا نام نقل ہو سکا جن سے کوئی حادثہ وابستہ ہے ایسی حالت میں اگر حارث کا نام لکھا نہیں جا سکا تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ ممکن ہے اس کے ارتداد کی وجہ سے اس کو صحابہ کی فہرست سے نکال دیا گیا ہو۔

۱۔ صحیح بخاری (ج ۴ ص ۱۶۰۳ حدیث ۴۱۵۶)، صحیح مسلم (ج ۵ ص ۳۰۱ حدیث ۵۳ کتاب التوبۃ)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۴ ص ۲۹ نمبر ۱۶۳۲)

عید غدیر اسلام میں

واقعۂ غدیر کی ابد آثار شہرت، دلوں میں رسوخ اور قلب ونظر میں اس کا معیار ومفہوم متعین کرنے کے لئے اس دن کو تاریخی اعتبار سے عید کا دن قرار دیا گیا ہے تاکہ اس تاریخ کو دن ورات محافل واجتماعات منعقد کئے جائیں، عبادت الٰہی کے مراسم بجالائے جائیں، باہمی صلۂ رحم اور بخشش وعطا کے ذریعہ محتاجوں کی خبرگیری کی جائے، نئے اور خوشنما لباس سے اپنے کو آراستہ کیا جائے، رنگارنگ کھانے پکائے جائیں تاکہ عام لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں، نئے مظاہرات واہتمام پر ناواقف حضرات کو تجسس ہو، اس کے وجوہ واسباب پوچھیں اور واقف کار حضرات واقعۂ غدیر کی متواتر روایات نقل کریں، خطباء شعراء کی تقریروں اور نغموں کی گونج سے اس کے اسناد ایک دوسرے سے ہم آہنگ ومربوط ہوسکیں، اس طرح قوموں اور گروہوں کے درمیان عہد بہ عہد اس خبر کی تکرار ہوتی رہے۔

اس سلسلے میں دو چیزیں وضاحت طلب ہیں: ایک یہ کہ عید غدیر فقط گروہ شیعہ ہی سے مخصوص نہیں ہے، اگرچہ اس قوم کو اس سے والہانہ تعلق ہے لیکن مسلمانوں کے دوسرے طبقے بھی بالکل اسی طرح اس سے وابستہ ہیں، بیرونی نے دوسری عیدوں کے ساتھ عید غدیر کی بھی نشاندہی کی ہے جو مسلمانوں کے لئے لائق توجہ ہے۔ (۱)

مطالب السؤل ابن طلحہ میں ہے کہ روز غدیر خم کا امیر المومنینؑ نے اپنے شعر میں تذکرہ فرمایا ہے اور یہ دن اس لئے عید قرار پایا ہے کہ رسول خداؐ نے آنجناب کو ولایت کے مرتبۂ عظمیٰ پر نصب فرمایا۔ اور اس طرح آپ کو تمام خلائق پر برتری عطا کی۔ (۲)

۱۔ آثار الباقیہ فی قرون الخالیہ ص/۳۳۴ ۲۔ مطالب السئول ص/۵۳ (ص/۱۶)

آگے لکھتے ہیں کہ جو لفظ مولا کا مفہوم رسول کے لئے سمجھا جا سکتا ہے بالکل وہی مفہوم علیؑ کے لئے متعین فرمایا اور یہ مرتبہ ومقام انتہائی بلند ہے جس سے حضرت کو مخصوص فرمایا، اسی وجہ سے اس دن کو دوستوں کے لئے سرور و شادمانی کا دن قرار دیا۔(۱)

یہ جملہ بجائے خود مسلمانوں کے لئے مشترکہ عید کی نشاندہی کرتا ہے خواہ (ان کے دوستوں) کی ضمیر پیغمبر اسلامؐ کی طرف پھیری جائے خواہ علیؑ کی طرف..... اگر پیغمبر کی طرف پھیری جائے تو مطلب واضح ہے اور اگر علیؑ کی طرف پھیری جائے تب بھی مقصود حاصل ہے۔ کیوں کہ تمام مسلمان علیؑ کو اس لئے دوست رکھتے ہیں کہ وہ پیغمبر کے بلافصل خلیفہ ہیں۔ مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو حضرت علیؑ سے عداوت و دشمنی رکھتا ہو۔ صرف معمولی تعداد خوارج کی ٹولی ہے جو دین اسلام سے خارج ہے۔

اس سبق آموز عید کے متعلق کتب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ تمام مشرق و مغرب کے ممالک مصر، مغربی افریقہ اور عراق وغیرہ کے مسلمان صدر اوّل سے متفقہ طور پر اس کو مناتے چلے آئے ہیں۔ اس دن سے متعلق خصوصی اہتمام، نماز و دعا، بزم خطابت اور بزم مقاصدہ وغیرہ کا معمول متعلقہ کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے۔ وفیات الاعیان میں اس عید کا متعدد جگہ تذکرہ ہے۔(۲) مثلاً مستعلی بن مستنصر کے حالات میں ہے: بروز عید غدیر خم بتاریخ ۱۸/ذی الحجہ ۴۸۷ھ میں موصوف کی بیعت واقع ہوئی۔ مستنصر باللہ کے حالات زندگی میں لکھتا ہے کہ ان کی وفات شب جمعہ ۱۸/ذی الحجہ ۴۸۷ھ میں ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اٹھارہ ذی الحجہ کی شب وہی شب غدیر ہے۔ غدیر خم سے مخصوص۔ اکثر لوگ اس مقام سے متعلق استفسار کرتے ہیں۔ وہ جگہ مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے جہاں پانی کا چشمہ بھی ہے۔ رسول خداؐ حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے اس جگہ پہونچے تو حضرت علیؑ کو بھائی بناتے ہوئے فرمایا: علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ خدایا! اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ۔ جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر، جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے۔

۱۔ مطالب السؤول ص/۵۶

۲۔ وفیات الاعیان ج/۱ص ۶۰۳، ج/۲ص/۲۲۳ (ج/۱ص ۸۰۳ نمبر ۷۴، ج/۵ص/۲۳۰ نمبر ۷۲۸)

اس دن سے شیعوں کا بڑا گہرا تعلق ہے۔

حازمی کہتا ہے: یہ جگہ جحفہ کے نزدیک مکہ و مدینہ کی درمیانی وادی میں واقع ہے، اس وادی میں رسول خداؐ نے عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا تھا، یہ جگہ شدید گرمی کے لئے مشہور ہے۔ ابن خلکان نے بھی اس دن کے شیعوں سے والہانہ تعلق کا تذکرہ کیا ہے۔ مسعودی نے بھی تنبیہ والاشراف میں حدیث غدیر کا تذکرہ کر کے کہا ہے کہ اس دن کو شیعہ بڑی اہمیت دیتے ہیں۔(۱) اسی طرح ثعالبی نے ثمار القلوب میں کہا ہے کہ شب غدیر مسلمان قوم میں مشہور ہے۔ اس عید کے موقع پر رسولؐ نے پالان شتر کے منبر پر من کنت مولاہ کی حدیث فرمائی تھی۔ اس رات کی شیعوں کے یہاں بڑی اہمیت ہے۔(۲)

شب عید غدیر کی شہرت اور مبارک عید کی عظمت اعتقاد سے آگے بڑھ کے ادب کی فنی قدروں میں جگہ بنا چکی ہے۔ تشبیہات و استعارات میں اس کو برابر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

تمیم بن معز (م۳۷۴ھ) ایک قصیدے میں کہتا ہے:

تروح علینا باحداقها	حسان حکتهن من نشرهنه
نواعم لا یستطعن النهوض	اذا قمن من ثقل اردافهم
حسنّ کحسن لیالی الغدیر	وجئن بهجة ایامهنه (۳)

اس عید کی نشاندہی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخین اور امہات المومنین کے ساتھ تمام صحابہ نے رسول خداؐ کے حکم سے علیؑ کو مبارکباد پیش کی تھی۔ ہم اس کی تفصیل آگے بیان کریں گے۔

دوسری بات جس دن سے رسول خداؐ نے علیؑ کی خلافت کبریٰ کا اعلان فرمایا اور بروز غدیر ان کی دینی و دنیوی شہنشاہیت مسلم ہوئی اسی دن سے برابر اور متواتر اس دن کو عظمت و اہمیت دی جاتی رہی اور اس دن سے زیادہ کون سا دن اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے، اس دن سرچشمۂ فیضان انوار الٰہی کی نشان دہی ہوئی، دین میں خواہشات کا قلع قمع ہوا۔ جہالت و اوہام کی نفی ہوئی۔

۱۔ التنبیہ والاشراف ص ر ۲۲۱ (ص ر ۲۲۲۔۲۲۱ ذکر ۶ھ)　۲۔ ثمار القلوب ص ر ۵۱۱ (ص ر ۶۳۶ نمبر ۱۰۶۸)

۳۔ دمیۃ القصر وعصرۃ اہل العصر ص ر ۳۸ (ج ر ص ر ۱۱۳۔۱۱۱)

اس دن سے زیادہ وقیع اور کون سا دن ہوگا کہ سنن وآداب شریعت کا اظہار واعلان ہوا اور شاہراہ ہدایت نمایاں ہوئی، اسی دن تکمیل دین واتمام نعمت کا قرآن نے بلند آہنگ اعلان فرمادیا۔

جس دن بادشاہ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوتا ہے اس دن کو لوگ مسرت وشادمانی کا دن قرار دیتے ہیں۔ چراغاں ہوتا ہے، جشن منائے جاتے ہیں اور گروہ درگروہ بزم مسرت سجا کے خوشیوں کا ااظہار کرتے ہیں۔ خطباء ادباء اور شعراء قصائد کے انبار لگا دیتے ہیں۔ یہ روش ہر قوم میں جاری رہتی ہے، اس قاعدے کی بنا پر جس دن سلطنت اسلامی دین کی ولایت عظمیٰ سے وقیع شخصیت کے نام وحی ترجمان کی زبانی بہرہ مند ہوئی اس دن کو بدرجۂ اولیٰ عید قرار دینا چاہئے، دل کھول کر اظہار مسرت کرنا چاہئے۔ ایسے مسرتوں سے بھرپور موقع پر اہتمام مسرّت تقرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے نماز روزہ ودعا وغیرہ میں دن بسر کرنا چاہئے۔ اسی لئے رسول خداؐ نے حاضرین مجمع کو جن میں ابوبکر وعمر، بزرگان قریش وانصار نیز ازواج رسولؐ حاضر تھے، حکم دیا کہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر انھیں ولایت کبریٰ کے منصب پر فائز ہونے کی خوشی میں مبارکباد کا نذرانہ پیش کریں۔

حدیث تہنیت

طبری نے کتاب الولایۃ میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے جس کا اکثر حصہ گزشتہ صفحات میں نقل کیا جا چکا ہے اس کے آخر میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ''لوگو! میں جو کچھ زبان سے ادا کر رہا ہوں اسے دہراؤ اور کہو: ہم دل سے عہد کرتے ہیں اور زبان سے اس میثاق کا اقرار کرتے ہیں اور ہاتھوں سے بیعت کرتے ہیں اور اسے اپنے اولاد اور عیال کو ودیعت کرنے کا عزم کرتے ہیں۔ آپ ہم پر گواہ اور خداوند عالم ہمارا اکمل گواہ ہے، ہم اس کا بدل نہیں چاہتے۔ اس کے بعد علیؑ کو امیر المومنین کہہ کے سلام کرو اور کہو کہ تمام تعریفیں خدا کے لئے مخصوص ہیں جس نے اس بات کی طرف ہماری ہدایت کی اور اگر خدا ہماری ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ اور خداوند عالم ہر آواز اور نفس کی خیانت سے واقف ہے، اب جو عہد توڑے گا اس کا وبال اسی پر آئے گا اور جو اس عہد کو وفا کرے گا تو خدا اجر عظیم سے

نوازے گا۔ وہی کہو جس سے خدا تم سے خوش ہو اگر انکار کرو گے تو خدا مستغنی ہے''۔

زید بن ارقم کا بیان ہے کہ یہ سن کر لوگ یہ کہتے ہوئے جھپٹے کہ ہاں ہم نے سنا اور حکم خدا کی دل سے اطاعت کی، سب سے پہلے رسولؐ اور علیؑ سے مصافحہ کرنے والوں میں ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ وزبیر تھے۔ پھر مہاجرین وانصار اور دوسرے لوگوں نے بیعت کی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ ظہر وعصر ایک ساتھ ادا کی گئی۔ پھر سلسلہ طویل ہوا اور نماز مغرب وعشاء ایک ساتھ ادا کی گئی، بیعت ومصافحہ کی دھوم تین دن تک رہی۔

قاہرہ کے مولف احمد بن محمد طبری معروف بہ خلیلی نے کتاب مناقب علی بن ابی طالبؑ میں شیخ محمد بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن کے طریق سے لکھا ہے: ''لوگ جھپٹ کر بیعت کرنے لگے، کہتے جاتے تھے کہ ہم نے سنا اور حکم خدا ورسول کی دل، جان اور زبان اور تمام اعضاء سے اطاعت کی اور علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سب سے پہلے رسول خدا سے مصافحہ (علیؑ کا نام روایت طبری سے ساقط کر دیا ہے) کرنے والے عمر، طلحہ، زبیر اور بقیہ تمام مہاجرین وانصار تھے۔ اس کی وجہ سے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کی گئی۔ تین روز اس کا تانتا نہیں ٹوٹا جب بھی لوگ موج در موج امنڈتے رسول خدا فرماتے: ''الحمد لله الذی فضلنا علی جمیع العالمین'' (تمام تعریف خدا سے مخصوص ہے جس نے ہمیں تمام عالمین پر فضیلت عطا کی) یہ مصافحہ اور بیعت کی رسم اسی کے بعد جاری ہوئی۔ اب تو غیر مستحق کے لئے بھی اس کو برتا جانے لگا۔

کتاب نشر والطی میں ہے: لوگ ہاں ہاں کہتے ہوئے لپکے، چلاتے جاتے تھے: ہم نے حکم خدا ورسولؐ کی اطاعت کی۔ رسول خداؐ اور علیؑ پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ اس کے بعد متذکرہ تفصیل ہے۔

مولوی ولی اللہ لکھنوی مرآۃ المومنین میں حدیث غدیر کی تفصیل کے بعد لکھتے ہیں: ''اس وقت عمر نے ملاقات کی اور کہا مبارک ہو اے ابوطالب کے فرزند! آپ ہمارے اور تمام مومن ومومنہ کے مولا ہو گئے۔ اسی طرح ہر صحابی نے تہنیت پیش کی''۔ (۱)

۱۔ مرآۃ المومنین (ص ۴۱)

مورخ حافظ شاہ روضۃ الصفاء میں حدیث غدیر کی تفصیل کے بعد لکھتے ہیں: ''اس کے بعد رسولؐ خدا نے ایک خیمہ برپا کرایا جس میں خود جلوہ افروز ہوئے دوسرا خیمہ علیؑ کے لئے برپا کرایا اور تمام لوگوں کو حکم دیا کہ علیؑ کے خیمے میں جا کر مبارک باد پیش کریں۔ سب لوگ مبارکباد دے چکے تو امہات المومنین کو حکم دیا کہ تہنیت پیش کریں۔ ان کے بعد صحابہ نے جن میں حضرت عمر بھی تھے۔ مبارک باد پیش کی'' (۱)

مورّخ غیاث الدین نے حبیب السیر میں یہی تفصیل نقل کی ہے۔ (۲) خاص طور سے شیخین کی تہنیت کو جن ائمہ حدیث وتفسیر وتاریخ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے ان کا احاطہ آسان نہیں ہے۔ ان کا سلسلہ اسناد ابن عباس ابو ہریرہ، براء بن عازب اور زید بن ارقم تک پہونچتا ہے مندرجہ ذیل علماء نے اس کی روایت کی ہے:

۱۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن شیبہ نے براء بن عازب سے۔ (۳)

۲۔ حافظ ابوالعباس شیبانی

۳۔ امام احمد بن حنبل مسند میں۔ (۴)

۴۔ حافظ ابویعلی موصلی مسند میں

۵۔ حافظ ابوجعفر محمد بن جریر طبری تفسیر میں۔ (۵)

۶۔ حافظ احمد بن عقدہ کتاب الولایۃ میں

۷۔ حافظ ابوعبداللہ مرزبانی سرقات الشعر میں

۸۔ حافظ علی بن عمر دارقطنی۔ (۶)

۹۔ حافظ بن بطہ کتاب ابانہ میں

۱۰۔ قاضی ابوبکر باقلانی۔ (۷)

۱۱۔ حافظ خرگوشی شرف المصطفیٰ میں

۱۲۔ حافظ ابن مردویہ تفسیر میں

۱۳۔ ابواسحاق ثعلبی۔ (۸)

۱۴۔ حافظ بن سمان رازی۔ (۹)

۱۵۔ حافظ ابوبکر بیہقی۔ (۱۰)

۱۔ روضۃ الصفاج ۱ص ۱۷۳ (ج ۲ص ۵۴۱۳)

۲۔ حبیب السیر ج ۱ص ۱۴۴ (ج ۱ص ۴۱۱)

۳۔ المصنف (ج ۱۲ص ۷۸ حدیث ۱۲۱۶۷)

۴۔ مسند احمد بن حنبل ج ۴ص ۲۸۱ (ج ۵ص ۳۵۵ حدیث ۱۸۰۱۱)

۵۔ جامع البیان ج ۳ص ۴۲۸

۶۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۶ (ص ۴۴)

۷۔ تمہید فی اصول الدین ص ۱۷۱

۸۔ الکشف والبیان تفسیر آیۃ ۶۷ سورۂ مائدہ

۹۔ الریاض النضرۃ ج ۲ص ۱۶۹ (ج ۳ص ۱۱۳)

۱۰۔ الفصول المہمہ ص ۲۵ (ص ۴۰)، نظم درر السمطین (ص ۱۰۹)

۱۶۔خطیب بغدادی

۱۷۔فقیہ مغازلی شافعی مناقب میں۔(۱)

۱۸۔ابو محمد احمد عاصمی زین الفتیٰ میں

۱۹۔حافظ ابو سعد سمعانی فضائل الصحابہ میں

۲۰۔حجۃ الاسلام غزالی۔(۲)

۲۱۔علامہ شہرستانی الملل والنحل میں۔(۳)

۲۲۔اخطب الخطباء خوارزمی۔(۴)

۲۳۔ابو الفرج ابن جوزی مناقب میں

۲۴۔فخر الدین رازی تفسیر میں۔(۵)

۲۵۔مجد الدین ابن اثیر شیبانی نہایہ میں۔(۶)

۲۶۔تطنزی خصائص میں

۲۷۔عز الدین بن اثیر شیبانی۔(۷)

۲۸۔گنجی شافعی کفایۃ الطالب میں۔(۸)

۲۹۔سبط ابن جوزی تذکرۃ الخواص میں۔(۹)

۳۰۔عمر بن محمد الملا۔(۱۰)

۳۱۔حافظ محب الدین طبری۔(۱۱)

۳۲۔حموینی فرائد السمطین میں۔(۱۲)

۳۳۔نظام الدین قمی

۳۴۔ولی الدین خطیب۔(۱۳)

۳۵۔جمال الدین زرندی۔(۱۴)

۳۶۔ابو الفدا ابن کثیر شامی۔(۱۵)

۳۷۔تقی الدین مقریزی خطط میں۔(۱۶)

---

(۱) مناقب ابن مغازلی (ص/۱۸ حدیث ۲۴) ص/۲۳۲، ۲۳۳

(۲) سرّ العالمین ص/۹ (ص/۲۱)

(۳) الملل والنحل مطبوع برحاشیہ الفصل ج/۱ ص/۲۲۰ (ج/۱ ص/۱۴۵)

(۴) مناقب خوارزمی ص/۹۴ (فصل ۱۴)

(۵) التفسیر الکبیر ج/۳ ص/۶۳۶ (ج/۱۲ ص/۴۹)

(۶) النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ج/۴ ص/۲۴۶ (ج/۵ ص/۲۲۸)

(۷) اسد الغابۃ (ج/۴ ص/۱۰۸ نمبر ۳۷۸۳)

(۸) کفایۃ الطالب ص/۱۶ (ص/۶۲)

(۹) تذکرۃ الخواص ص/۱۸ (ص/۲۹)

(۱۰) وسیلۃ المتعبدین (ج/۵ ص/۱۶۲)

(۱۱) الریاض النضرۃ ج/۲ ص/۱۶۹ (ج/۳ ص/۱۱۳)، ذخائر العقبیٰ ص/۶۷

(۱۲) فرائد السمطین (ج/۱ ص/۷۷ حدیث ۴۴ باب ۱۳)

(۱۳) مشکاۃ المصابیح ص/۵۵۷ (ج/۳ ص/۳۶۰ حدیث ۶۱۰۳)

(۱۴) نظم درر السمطین (ص/۱۰۹)

(۱۵) البدایۃ والنہایۃ ج/۵ ص/۲۱۰۔۲۰۹ (ج/۵ ص/۲۲۹، ۲۳۲)

(۱۶) الخطط ج/۲ ص/۲۲۳ (ج/۱ ص/۳۸۸)

۳۸۔ابن صباغ مالکی۔(۱)
۳۹۔قاضی نجم الدین اذرعی۔(۲)
۴۰۔کمال الدین میبذی۔(۳)
۴۱۔جلال الدین سیوطی۔(۴)
۴۲۔سمہودی وفاء الوفاء میں۔(۵)
۴۳۔قسطلانی مواہب اللدنیہ میں۔(۶)
۴۴۔سید عبدالوہاب حسینی بخاری میں
۴۵۔ابن حجر عسقلانی۔(۷)
۴۶۔سید علی بن شہاب الدین۔(۸)
۴۷۔سید محمود شیخانی صراط السوی میں
۴۸۔شمس الدین مناوی۔(۹)
۴۹۔شیخ باکثیر مکی۔(۱۰)
۵۰۔ابوعبداللہ زرقانی۔(۱۱)
۵۱۔حسام الدین محمد بایزید سہارنپوری مرافض الروافض میں
۵۲۔میرزا محمد بدخشانی۔(۱۲)
۵۳۔شیخ محمد صدر العالم معارج العلیٰ میں
۵۴۔ابو ولی اللہ احمد عمری دہلوی
۵۵۔سید محمد صنعانی(۱۳)
۵۶۔مولوی محمد مبین فرنگی محل۔(۱۴)
۵۷۔مولوی ولی اللہ لکھنوی۔(۱۵)
۵۸۔محمد محبوب العالم تفسیر شاہی میں
۵۹۔سید احمد ذہبی وجلانی۔(۱۶)
۶۰۔شیخ محمد حبیب اللہ۔(۱۷)

۱۔الفصول المہمۃ ص/۲۵(ص/۴۰)
۲۔بدیع المعانی ص/۷۵
۳۔شرح دیوان امیر المومنین ص/۴۰۶
۴۔کنز العمال ج/۶ص/۳۹۷(ج/۱۳ص/۱۳۳حدیث ۳۶۴۲۰)
۵۔وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ج/۲ص/۱۷۳(ج/۳ص/۱۰۸)
۶۔المواہب اللدنیۃ ج/۲ص/۱۳(ج/۳ص/۳۶۵)
۷۔الصواعق المحرقۃ ص/۲۶(ص/۴۴)
۸۔مودۃ القربیٰ، مودۃ نمبر ۵
۹۔فیض القدیر ج/۶ص/۲۱۸
۱۰۔وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل(ص/۱۱۷)
۱۱۔شرح المواہب ج/۷ص/۱۳
۱۲۔مفتاح النجا فی مناقب آل العبا(ص/۵۷ قلمی)، نزل الابرار(ص/۵۲)
۱۳۔الروضۃ الندیۃ فی شرح التحفۃ العلویۃ(ص/۱۵۵)
۱۴۔وسیلۃ النجاۃ(ص/۱۰۲)
۱۵۔مرآۃ المومنین(ص/۴۱)
۱۶۔الفتوحات الاسلامیۃ ج/۲ص/۳۰۶
۱۷۔کفایۃ الطالب ص/۲۸

آمدم برسر مطلب

یہ بابرکت تہنیت اور وحی ترجمان کے حکم سے مصافحہ و بیعت اور ختمی مرتبت کا خوش ہوکر "الحمد للہ الذی فضلنا علیٰ جمیع العالمین" فرمانا، پھر اس دن کی مبارک تقریبات کے بعد آیت قرآنی میں نوید تکمیل دین..... ان تمام باتوں کے بعد یہ بھی توجہ طلب ہے کہ ایک یہودی طارق بن شہاب نامی حضرت عمر کی بزم میں حاضر تھا۔ اس نے کہا: اگر یہ آیت تکمیل دین ہم لوگوں کے بارے میں نازل ہوتی تو اس دن کو عید قرار دیتے۔(۱) وہاں بہت سے افراد موجود تھے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ حضرت عمر نے بھی ایسی بات کہی جو اس کے مفہوم کی تصدیق کرتی تھی۔ خود پیغمبر اسلام کو اس کی ٹال مٹول پر تہدید وارد ہوئی جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس دن اور اس پیغام کو اہمیت دینا چاہئے۔ اس کے باوجود مسلمانوں میں اس کی عظمت وجلالت کے متعلق ایسی کایا پلٹ دیکھنے میں آتی ہے کہ دانتوں میں انگلیاں دبائے ہی بنتی ہے۔

مندرجہ بالا باتوں کے پیش نظر رسول اسلامؐ اور ان کے بعد ائمہ معصومین نے اس کو خصوصی طور سے عید کا دن قرار دینے کی تاکید فرمائی۔ اسی بنا پر شیعیان حیدر کرار نے مسرّت کا دن قرار دیا۔

اسی معنی کی طرف فرات بن ابراہیم نے حدیث رسول نقل کر کے اس کو عید کا دن قرار دینے کی تاکید کی ہے۔ امام جعفر صادق اپنے آباء کرام سے حدیث رسول نقل کرتے ہیں کہ میری امت کے لئے

۱۔(صحیح مسلم ج/۵ص/۵۱۷ حدیث ۳ کتاب التفسیر؛ سنن ترمذی ج/۵ص/۲۳۳ حدیث ۳۰۴۳، ۳۰۴۴؛ سنن نسائی ج/۲ص/۴۲۰ حدیث ۳۹۹۷؛ تیسیر الوصول ج/۱ص/۱۲۲؛ مشکل الآثار ج/۳ص/۱۹۶؛ جامع البیان ج/۶ص/۴۶؛ تفسیر ابن کثیر ج/۲ص/۱۴؛ مسند احمد بن حنبل ج/۱ص/۶۵ حدیث ۲۷۴)

افضل ترین عید بروز غدیر خم کی عید ہے۔ اس دن خدا نے مجھے اپنے بھائی علی کو امت کا امام نصب کرنے کی تاکید فرمائی تا کہ اسی کے ذریعہ لوگ میرے بعد ہدایت پائیں۔ خدا نے اس دن کی بدولت دین کامل کیا امت پر اپنی نعمت تمام کی اور ان کے اسلام سے راضی ہوا۔ اسی کو حافظ خرگوشی نے شرف المصطفیٰ میں لکھا ہے جس میں رسول اللہ نے فرمایا۔ ہنوئی ہنوئی مجھے مبارکباد دو، مجھے مبارکباد پیش کرو۔

رسول اعظمؐ کے قدم بہ قدم امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے بھی اسے عید کا دن قرار دیا۔ جس سال جمعہ اور غدیر ایک ساتھ پڑے تو آپ نے خطبہ فرمایا:

''اے گروہ مومنین! خدا نے تمھارے لئے دو عظیم الشان عیدیں جمع فرمائی ہیں، ان میں ایک کا دوسرے پر انحصار ہے تا کہ تمھاری سیرت شائستہ اور راہ ہدایت استوار کر کے اپنی تمام نعمت تم پر مکمل کرے۔ اپنی حکیمانہ شاہراہ ہدایت سے تمھیں منور کرے، اپنی نعمتوں سے نہال کرے جمعہ اس لئے قرار دیا کہ تمھاری اجتماعی کثافتیں ختم ہوں اور ایک ہفتہ قبل کی گندگی جو کچھ ظرف میں جمع ہو چکی ہے دھو دے، یہ مومنین کی تذکیر اور پرہیز گاروں کی خشیت کا تبیان ہے، دوسرے دنوں کے مقابلے میں جمعہ میں دوگنا اجر ملتا ہے، آج کے دن کا حق اسی صورت میں ادا ہوگا کہ اوامر بجالاؤ اور نواہی سے پرہیز کرو۔ طاعت میں والہانہ پن اور مندوبات میں دلچسپی دکھائی جائے۔ خدا کی توحید عقیدۂ رسالت سے مربوط ہے اور دین کی قبولیت ولی امر کی ولایت میں منحصر ہے، اسباب طاعت کی تنظیم والیان امر سے وابستگی کے مظاہرے میں ہے۔ اسی مناسبت سے خدا نے رسول کو غدیر خم میں مخلص بندوں کی تبلیغ کا حکم دیا اور منافق جرگے کی طرف مطلق توجہ کرنے کی تاکید کی تا کہ ان کی مکاریوں سے محفوظ رہیں''۔

آگے فرمایا: ''خداوند عالم تم پر رحمت نازل کرے، اس بزم سے اٹھ کر جاؤ تو گھر میں اپنے اہل وعیال کی آسائش میں وسعت دو، اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی کرو۔ خداوند عالم کا شکر بجالاؤ کہ اس نے نعمت سے بہرہ مند کیا اور اپنی اجتماعیت کو استوار کرو، خدا تمھارے حالات استوار کرے۔ باہمی صلۂ رحمی کرو کہ الفت برقرار رہ سکے۔ نعمتوں کا تحفہ ایک دوسرے کے پاس بھیجو کہ قبل وبعد کی عیدوں کے متقابل ثواب سے تمھیں نہال کیا ہے اور یہ فضیلت صرف آج ہی سے مخصوص ہے، آج کی نیکی تمھارے مال اور

عمر میں اضافہ کرے گی۔ ایک دوسرے پر مہربانی سے رحمت جوش میں آئے گی۔ اپنے بھائیوں اور عیال پر مقدرت بھر احسان کرو، بشاش چہروں کے ساتھ ایک دوسرے سے ملاقات کرو"۔(۱)

اس عید کو ائمہ معصومین نے بھی متعارف کرایا اور اس کا نام عید رکھا ہے۔ اس دن کی فضیلت کا پرچار خود بھی کیا ہے اور تمام مسلمانوں کو تاکید کی ہے۔

تفسیر فرات میں سورۂ مائدہ کے ذیل میں ہے کہ فرات میں احنف نے صادقِ آل محمدؐ سے عرض: میں قربان جاؤں، مسلمانوں میں عرفہ، عیدین اور جمعہ کے علاوہ بھی کوئی عید ہے جو ان سے افضل ہو...؟

فرمایا: "ہاں! ان سے کہیں افضل اور اشرف وہ دن ہے جب خدا نے دین کامل فرمایا اور آیت نازل کی: "**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً**"۔

احنف نے پوچھا: کون سا دن ہے وہ؟

فرمایا: "جب انبیاء بنی اسرائیل اپنے بعد کسی کو وصی یا امام مقرر فرماتے تو اس دن کو عید قرار دیتے۔ اس لحاظ سے تمھارے لئے بھی وہی دن ہے جب رسول اکرم نے علیؑ کو امام مقرر فرمایا اور اس سلسلے میں جو کچھ نازل ہوا وہ جانتے ہی ہو"۔

احنف نے عرض کی: "وہ سال میں کس دن پڑتا ہے"؟

فرمایا: دنوں میں تقدم و تاخر ہوتا رہتا ہے۔ سنیچر۔ اتوار۔

پوچھا۔ "اس دن کیا کرنا چاہئے"؟

فرمایا: "نماز، عبادت الٰہی، شکرانہ اور اعلان ولایت علیؑ پر خوشی کا اظہار۔ مجھے تو یہی پسند ہے کہ اس دن روزہ رکھو"۔(۲)

ثقۃ الاسلام کلینیؒ نے کافی میں صادقِ آل محمدؐ کی روایت نقل کی ہے، آپ سے پوچھا گیا: "کیا مسلمانوں میں عیدین کے علاوہ بھی کوئی عید ہے...؟

۱۔ مصباح المتہجد ص/۵۲۴ (ص/۶۹۸) ۲۔ تفسیر فرات کوفی (ص/۱۱۷ حدیث ۱۲۳)

فرمایا: ''ہاں! ان دونوں سے عظیم تر''۔

پوچھا: ''کون سا دن''؟

فرمایا: ''جس دن علیؑ ابن ابی طالبؑ کو امام بنایا گیا''۔

پوچھا: اس دن کون سا عمل بجالانا مناسب ہوگا۔؟

فرمایا: ''روزہ رکھو، آل محمدؐ پر صلوات پڑھو، اور غاصبین حقوق سے اظہار بیزاری کرو۔ رسولوں نے اپنے اوصیاء کو حکم دیا کہ جس دن ان کی وصایت کا اعلان ہوا، اسے عید کا دن قرار دیں''۔

پوچھا گیا: ''اس دن روزے کا ثواب کیا ہے''؟

فرمایا: ''ساٹھ مہینوں کے برابر روزہ کا ثواب''۔(۱)

اسی کافی میں صادقِ آل محمدؐ سے سوال کیا گیا: ''کیا جمعہ و عیدین کے علاوہ بھی مسلمانوں میں عید ہے''؟

فرمایا: ''ان عیدوں سے زیادہ باعظمت وہ عید ہے جب رسولؐ نے علی کو امام بناتے ہوئے من کنت مولاہ کی حدیث فرمائی''۔

پوچھا گیا: ''وہ کون سا دن ہے''؟

فرمایا: ''دن کے چکر میں نہ پڑو، وہ تو آتے جاتے رہتے ہیں (شاید شمسی تاریخ مراد ہو) وہ اٹھارہ ذی الحجہ کا دن ہے''۔

پوچھا گیا: ''اس دن کون سا عمل بجالانا چاہئے''؟

فرمایا: ''ذکر خدا، روزہ اور دیگر عبادات، تذکرۂ محمد و آل محمدؐ۔ اسی دن رسولؐ نے امیر المومنینؑ کو تاکید فرمائی تھی کہ عید کا دن قرار دیں، تمام انبیاء نے ایسا ہی کیا''۔

صادق آل محمدؐ کی ایک اور حدیث ہے کہ غدیر کے دن کا روزہ سو حج اور سو عمروں کے برابر ثواب رکھتا ہے، یہ دن خدا کا اہم ترین دن ہے، عید کا دن۔ (۲)

۱۔کافی ج ۱/ص ۲۰۳/ (ج ۴/ص ۱۴۸/ حدیث ۱) ۲۔کافی ج ۱/ص ۲۰۴/ (ج ۴/ص ۱۴۹/ حدیث ۳)

الخصال میں ہے، مفضل بن عمر نے صادق آل محمد سے عرض کی: ''مسلمانوں میں کتنی عیدیں ہیں''؟

فرمایا: ''چار عیدیں''۔

پوچھا: ''میں جمعہ اور عیدین کو تو جانتا ہوں''؟

فرمایا: ''ان تینوں سے اہم ترین اٹھارہ ذی الحجہ کی عید ہے، اسی دن رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو امامت کے لئے نصب فرمایا''۔

پوچھا: ''ہمارے لئے اس دن کیا کرنا مناسب ہے''؟

آپ نے فرمایا: ''تمھارے لئے لازم ہے کہ حمد الٰہی میں روزہ رکھو، کیوں کہ انبیاء کا دستور ہے کہ تقرری وصی کے دن کو عید کا دن قرار دیتے تھے اور امت کو روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے''۔(۱)

مصباح طوسی میں ہے: عمار اٹھارہ ذی الحجہ کو خدمت صادق آل محمدؐ میں پہونچے۔ آپ روزہ سے تھے۔ فرمایا: ''آج کا دن بڑا عظیم ہے۔ خدا نے اس کی حرمت میں آج مومنین کے لئے دین کامل کر دیا اور نعمت تمام کی۔ آج ہی عہد الست کی تجدید فرمائی۔

سوال کیا: آج کے روزہ کا ثواب کس قدر ہے؟

فرمایا: ''اس یوم مسرّت میں روزہ کا ثواب ساٹھ مہینوں کے برابر ہے''۔

عبداللہ بن جعفر حمیری سے مروی ہے، صادق آل محمدؐ نے اپنے شیعوں سے فرمایا: ''کیا تم اس دن کو پہچانتے ہو جب خدا نے اسلام کو استوار فرمایا، دین کے منارے نمایاں کئے اور ہمارے دوستوں کے لئے عید کا دن قرار دیا''۔؟

سب نے کہا: خدا اور رسولؐ اور فرزند رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ کیا وہ عید الفطر ہے اے آقا''؟

فرمایا: ''نہیں!

پوچھا: ''کیا وہ عید الاضحیٰ ہے''؟

فرمایا: ''اگر چہ یہ دونوں با عظمت ہیں، لیکن جس دن منارۂ دین نمایاں ہوا، وہ اٹھارہ ذی الحجہ کا

۱۔ الخصال (ص ۲۶۴/ حدیث ۱۴۵)

دن ہے۔اس دن رسول خدا غدیر خم میں حجۃ الوداع سے واپس ہو کر پہونچے تھے“۔(۱)

اور حدیث حمیری میں ہے کہ بروز غدیر بعد نماز سجدۂ شکر میں کہے: ”**اللهم انّا نفرّج وجوهنا في يوم عيدنا الّذي شرّفتنا فيه بولاية مولانا امير المومنين علي بن ابي طالب صلى الله عليه**“

فیاض بن محمد بن عمر طوسی نے امام ابوالحسن موسیٰ رضاؑ سے بروز غدیر ملاقات کی۔آپ نے اپنے مخصوصین کو بروز غدیر افطار پر مدعو فرمایا تھا،آپ کے گھریلو حالات ومظاہرات یکسر بدلے ہوئے تھے۔غذا،لباس،انگوٹھی،جوتے بلکہ تمام وضع زندگی آراستہ تھا۔اپنے غلاموں کو بھی نو بہ نو آراستگی کا حکم دیا ہوا تھا،جو عام دنوں سے قطعی مختلف تھا۔حضرت لوگوں کو اس دن کی فضیلت سے باخبر فرمارہے تھے۔

مختصر بصائر الدرجات میں ہے:محمد بن علاء اور یحییٰ بن جریح نمائندہ امام حسن عسکریؑ احمد بن اسحاق سے ملنے گئے دروازہ کھٹکھٹایا،ایک عراقی بچی نے دروازہ کھولا،ہم نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو اس نے کہا،آپ مراسم عید میں مصروف ہیں کیوں کہ آج عید کا دن ہے۔ہم نے کہا:سبحان اللہ!اس کا مطلب یہ ہے کہ شیعوں کی چار عیدیں ہیں۔عید الاضحیٰ،عید الفطر،جمعہ اور عید غدیر۔

”خدا آپ کا بھلا کرے“

جب آپ عید غدیر کی متفقہ حیثیت سے واقف ہو گئے اور آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس کا سلسلہ عہد نبوی سے مسلسل اور متواتر ہے اور اوصیاء وائمہ معصومین کی زبان مبارک سے مربوط رہا ہے۔اس کی استواری میں امین وحی حضرت صادق آل محمد اور امام ضامن ثامن علی بن موسیٰؑ نے اپنے جد امجد امیر المومنینؑ کے طریقے پر استواری کے فرائض انجام دئے،ان دونوں اماموں کی تفسیر فرات اور اصول کافی کی روایات پڑھیں جو تیسری صدی کے دانشور ہیں۔انھوں نے عید غدیر کے زرین ماخذ کی نشاندہی کی ہے۔

اب اس کے بعد ذرا میرے ساتھ آیئے۔تاکہ ہم نویری ومقریزی سے باز پرس کرلیں،ان کے بے بنیاد اور خلاف واقعہ نظریات کو جانچ لیں پرکھ لیں۔ان دونوں کے خیال میں اس عید کو معز الدولہ علی بن بویہ نے ۳۵۲ھ میں ایجاد کیا ہے نویری نے نہایۃ الارب فی فنون الادب میں اسلامی عیدوں کا

۱۔مصباح المتہجد (۶۸۰)

تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اور ایک عید شیعوں کی ایجاد ہے اور اس کا نام عید غدیر ہے۔اس کی ایجاد کا سبب یہ ہے کہ اس دن رسول خدا نے غدیر خم میں علی کو اپنا بھائی قرار دیا اور غدیر .... جہاں سرچشمہ جاری ہے اور اس کے گرداگرد بڑے بھاری درخت ہیں، اور غدیر و چشمہ کے درمیان مسجد رسول ہے۔انھوں نے ۱۸رذی الحجہ کو عید کا دن قرار دیا ہے کیوں کہ مواخاۃ کی رسم ۱۰ھ کو حجۃ الوداع کے سال واقع ہوئی تھی۔یہ شیعہ اس موقع پر شب بیداری کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، اس کی صبح قبل زوال دو رکعت نماز بجالاتے ہیں، نئے کپڑے پہنتے ہیں، غلام آزاد کرتے ہیں، صلۂ رحمی کرتے ہیں، قربانیاں کرتے ہیں۔

اوّل جس شخص نے اس عید کی ایجاد کی وہ معز الدولۃ ابوالحسن علی بن بویہ ہے.... شیعوں نے اسے ایجاد کر کے رسم ورواج کی طرح اپنے یہاں شامل کرلیا ہے، اہل سنت کی عوام بھی اس کی نظیر میں ۳۸۹ھ کو مسرت کا دن قرار دیا، انھوں نے یہ ایجاد شیعوں کی اس عید کے آٹھ روز بعد قرار دیا اور کہا کہ اسی دن ابوبکر رسول خداؐ کے ساتھ غار میں داخل ہوئے۔اس دن خوشی کے مراسم بجالاتے ہیں۔گنبد بناتے ہیں اور آگ جلانے کی رسم ادا کرتے ہیں''۔(۱)

مقریزی خطط میں کہتے ہیں: ''عید غدیر کی شرعی حیثیت نہیں ہے نہ ہی سلف امت سے ہوتی آئی ہے۔سب سے پہلے اسلام میں اس کے مراسم کا اجراء عراق میں ہوا۔وہ معز الدولہ علی بن بویہ کا زمانہ تھا ۳۵۲ھ میں اس عید کی ایجاد ہوئی اس وقت سے تمام شیعہ مناتے آرہے ہیں''۔(۲)

ہم ایسے بکواس کرنے والوں کو کیا کہیں جو تاریخ شیعہ لکھتے وقت حقیقت معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے یا فراموش کر جاتے ہیں۔اندھیروں میں ٹٹولنے کی کوشش کرتے ہیں جو پایا لکھ مارا۔آخر یہ مسعودی بھی تو ہے جس کی وفات ۳۴۶ھ میں ہوئی تنبیہ الاشراف میں لکھتا ہے: ''فرزندان علی اور ان کے شیعہ اس دن کی بڑی قدر کرتے ہیں''۔(۳)

۱۔نہایۃ الارب ج ۱ص ۱۷۷ (ج ۱ص ۱۸۴)
۲۔الخطط ج ۲ص ۲۲۲ (ج ۱ص ۳۸۸)
۳۔التنبیہ والاشراف ص ۲۲۱

یہ کلینیؒ بھی تو ہیں جن کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی۔(۱) ان سے قبل فرات بن ابراہیم اپنے زمانے میں اس عید کی خبر دے رہے ہیں۔ یہ بھی اپنی نگارشات میں مقریزی کی ۳۵۲ھ کی بدعتی ایجاد کا شوشہ چھوڑنے سے قبل کے ہیں۔(۲)

یہ فیاض طوسی ہیں جو عید غدیر کے وجود کا ۲۵۹ھ میں پتہ دے رہے ہیں۔ خود امام رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں موجود بچشم خود تمام مراسم دیکھ رہے ہیں۔ امامؑ نے اپنے آباء کرام کے سلسلے سے اس عید کی نشاندہی فرمائی۔

امام جعفر صادقؑ جن کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی، اپنے اصحاب کو مراسم عید کی تبلیغ فرما رہے ہیں، سنت انبیاء کا اعلان کر رہے ہیں، بادشاہوں کی تاجپوشی کی رسم کے طرز پر وصی و جانشین متعین کرنے کی وجہ سے عید کا دن قرار پایا۔ اس کے اعمال و وظائف تعلیم فرمائے۔ اس دن کی مخصوص دعائیں بتائیں۔ بصائر الدرجات کی مخصوص حدیث تو صاف بتاتی ہے کہ تیسری صدی کے اوائل میں چار عیدوں کا باقاعدہ وجود تھا۔

یہ عید غدیر کی حقیقت تھی......لیکن یہ دونوں گدھے صرف شیعوں پر طنز کی غرض سے بزرگوں کے تمام بیان حقائق کو ہضم کر کے کہتے ہیں کہ معز الدولہ کے زمانے میں اس عید کی ایجاد ہوئی۔ شاید وہ سمجھتے تھے کہ ان کی خیانتوں کا پردہ فاش کرنے والا ان کا تجزیہ نہیں کرے گا۔

''اس طرح حق ثابت اور ان کی بناوٹی باتیں باطل ہوگئیں وہ اور ان کے ساتھی میدان مقابلہ میں چت ہوگئے''۔

۱۔ کافی (۴/ص/۱۴۹ حدیث ۳)

۲۔ تفسیر فرات کوفی (ص/۱۷ حدیث ۱۲۳)

رسم تاجپوشی

صاحب خلافت کبریٰ کی مملکت اسلامیہ پر حکمرانی اور پیغمبرؐ کے ذریعہ منصب ولایت پر فائز ہونے کے بعد بادشاہوں کے رواج کے مطابق رسم تاجپوشی بھی شائستہ تر تھی، بادشاہوں کے تاج زر و جواہر سے مرصع ہوتے ہیں لیکن عربوں کے تاج ان کے عمامے ہوتے ہیں جسے صرف اشراف اور بڑے لوگ ہی زیب سر کرتے ہیں اسی لئے رسول خداؐ کا ارشاد ہے کہ ''عمامے عربوں کا تاج ہیں''۔(۱)

تاج العروس میں ہے: تاج یعنی اکلیل فضہ و عمامہ اور عمامے کو شباہت کی بنا پر تاج کہا جاتا ہے، اس کی جمع ''تیجان اتواج'' آتی ہے، عرب عماموں کو تاج کہتے ہیں۔حدیث میں ہے: عمامے عرب کا تاج ہیں، تاج بادشاہوں کے لئے زر و جواہرات سے بنائے جاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ عمامے بادشاہوں کے تاج کی جگہ پر ہوتے ہیں کیوں کہ اکثر بادیہ نشین صحراؤں میں ننگے سر رہتے ہیں ان کے درمیان عماموں کا رواج کم ہی ہوتا ہے اور اکلیل عجمی بادشاہوں کے تاج کو کہتے ہیں۔توجہ کا مطلب ہے: اس کو سرداری ملی یا اس کے سر پر عمامہ رکھا۔

تاج العروس کی آٹھویں جلد میں ہے کہ بر سبیل مجاز کہا جاتا ہے عُمِّم (اسے عمامہ پہنایا گیا) یعنی اسے سرداری عطا کی گئی کیوں کہ عربوں کا تاج عمامے ہوتے ہیں۔اسی طرح فارسی میں کہا جاتا ہے تُوِّج (اسے تاج پہنایا گیا) اسی طرح عرب میں عُمِّم کہا جاتا ہے۔عربوں میں رواج تھا کہ جب وہ کسی کو سرداری سے منصوب کرتے تو سرخ عمامہ پہناتے۔جب فارس والے بادشاہوں کے سر پر تاج رکھتے تو

۱۔الجامع الصغیر ج۲ص۱۵۵ (ج۲ص۱۹۳ حدیث۵۷۲۳)، النہایۃ فی الحدیث والاثر (ج۱ص۱۹۹)

کہتے متوّج (یعنی تاج گزاری ہوئی)۔(۱)

شبلنجی نے نورالابصار میں رسول خداؐ کا ایک لقب صاحب التاج بھی لکھا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمامہ ہے کیوں کہ عربوں کے تاج عمامے ہوتے تھے۔اسی بنیاد پر رسول خداؐ نے ایک مخصوص ہیئت کے ساتھ حضرت علیؑ کی عظمت وجلالت ظاہر کرنے کے لئے آپ کے سر پر عمامہ سحاب اپنے دست مبارک سے رکھا۔اس سے اپنے جانشین کی حیثیت سے آپ کی تاجگذاری کا مظاہرہ مقصود تھا۔اب جس طرح رسول خداؐ تبلیغی فرائض انجام دیتے تھے،قائم مقام کی حیثیت سے وہ امور آپ انجام دیں گے(۲)

حافظ ابن ابی شیبہ،ابوداؤد طیالسی،بغوی وبیہقی نے حضرت علیؑ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

''مجھے رسول خداؐ نے بروز غدیر خم عمامہ پہنایا اور اس کا کچھ حصہ میری پشت پر ڈال دیا،یا عمامہ کا کچھ حصہ میرے کاندھے پر ڈال دیا،پھر رسول خداؐ نے فرمایا:خدا نے بدر وحنین کے دن فرشتوں سے میری کمک فرمائی تھی وہ اسی طرح عماموں سے آراستہ تھے۔اور فرمایا عمامے کفر وایمان کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔(۳)

کنز العمال میں ہے:

اس وقت رسول خداؐ نے علیؑ کو اپنے قریب بلایا اور ان کے سر پر عمامہ باندھتے ہوئے اس کا کچھ حصہ پشت سر پر ڈال دیا۔(۴) حافظ دیلمی نے ابن عباس سے روایت کی ہے:رسولؐ نے علیؑ کے سر پر عمامہ رکھ کر فرمایا:''یا علی عمامے عربوں کا تاج ہیں''۔(۵)

ابن شاذان نے حضرت علیؑ کا بیان نقل کیا ہے:

آنحضرتؐ نے علیؑ کے سر پر عمامہ رکھ کر کچھ گوشہ پشت پر ڈال کر فرمایا:پیچھے گھوم جاؤ۔علیؑ پیچھے ہو گئے۔پھر فرمایا:سامنے ہو جاؤ۔علیؑ سامنے ہو گئے۔اس کے بعد رسولؐ نے صحابہ کی طرف رخ کر کے

۱۔تاج العروس ج۲/ص۱۲،ج۸/ص۴۱۰ ۲۔نورالابصار ص۲۵/(ص۵۸/)

۳۔مسند ابی داؤد طیالسی (ص۲۳/حدیث۱۵۴)؛کنز العمال ج۸/ص۶۰/(ج۱۵/ص۴۸۲/حدیث۴۱۹۰۹)؛السمط المجید (ص۹۹/)

۴۔کنز العمال ج۸/ص۶۰/(ج۱۵/ص۴۸۲/حدیث۴۲۹۱۱)

۵۔الفردوس بماثور الخطاب (ج۳/ص۸۷/حدیث۴۲۴۶)

فرمایا: فرشتوں کے تاج بالکل ایسے ہی ہوتے ہیں''۔ (۱)

حموینی فرائد میں لکھتے ہیں: بدر و حنین میں جن فرشتوں سے میری کمک فرمائی تھی وہ ایسے ہی عماموں سے آراستہ تھے۔ عمامے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔ یہ حدیث اس وقت فرمائی جب رسول خداؐ نے بروز غدیر خم علیؑ کو عمامہ پہنایا تو اس کا کچھ حصہ علیؑ کے شانے پر ڈال دیا۔ (۲)

توحید الدلائل میں مزید یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم والِ من والاہ وعادِ من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔** (۳)

افادی بحث

ابوالحسین ملطی ''التنبیہ والرّد'' میں کہتے ہیں: رافضیوں کا مقولہ ہے علیؑ سحاب میں ہیں۔ اس سے وہ ارشاد رسولؐ مراد لیتے ہیں کہ جب آپ نے علیؑ کے سر پر عمامہ سحاب رکھا تو فرمایا: آگے بڑھو۔ آپ آگے بڑھے تو فرمایا: علی سحاب میں آرہے ہیں، یعنی سحاب نامی باندھے ہوئے آرہے ہیں یہ رافضی اس حدیث کے نامناسب معنی مراد لیتے ہیں۔ (۴)

بحر الزخائر کے مطابق غزالی کہتے ہیں کہ رسول خداؐ کا ایک عمامہ تھا جسے سحاب کہتے تھے، آپ نے اسے علیؑ کو بخش دیا تھا۔ جب یہ عمامہ باندھے ہوئے حضرت علیؑ وارد ہوتے تو رسولؐ فرماتے: علیؑ تمھارے پاس سحاب میں آرہے ہیں۔ (۵)

۱۔ اسی سے ملتی جلتی روایت کے لئے ملاحظہ کیجئے ابونعیم کی معرفۃ الصحابۃ (ج ر ص ر ۳۰۱)؛ الریاض النضرۃ ج ۲ ر ص ر ۲۱۷ (ج ۳ ر ص ر ۱۷۰)؛ شرح المواہب ج ۵ ر ص ر ۱۰

۲۔ فرائد السمطین ج ر ص ۷۵۳ باب ۱۲ حدیث ۴۱)

۳۔ نظم الدرر السمطین (ص ر ۱۱۲)؛ فرائد السمطین (ج ر ص ۷۶۳ باب ۱۲ حدیث ۴۳)؛ الفصول المہمۃ ص ر ۲۷ (ص ر ۴۱)

۴۔ التنبیہ والرد ص ر ۲۶ (ص ر ۱۹)

۵۔ بحر الذخائر ج ر ص ر ۲۱۵)؛ احیاء علوم الدین (ج ۲ ر ص ر ۳۴۵)

حلبی نے سیرہ میں لکھا ہے کہ رسول کا عمامہ سحاب تھا، آپ نے اسے علیؑ کو بخش دیا تھا، جب وہ عمامہ باندھے رسولؐ کے پاس آتے تو آپ فرماتے: تمھارے درمیان علیؑ سحاب میں آرہے ہیں۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

شیعوں کی طرف جو نسبت "علیؑ سحاب میں ہیں" دی گئی ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ شیعوں نے اوّل دن سے آج تک اس کے سوا کوئی دوسری تاویل نہیں کی، نہ کوئی دوسرا مطلب مراد لیا۔ اس کے خلاف جو کچھ گمان ہے وہ افترا ہے اور اس کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔

متذکرہ روز تاجپوشی اسلام کا بشاش ترین دن ہے جس طرح عظیم ترین جشن وسرور کا موقع ہے موالیان علیؑ کے لئے، اسی طرح انگاروں پر لوٹنے کا دن ہے دشمنان علیؑ کے لئے۔

"اس دن کچھ چہرے دمکتے ہوں گے۔ ہشاش بشاش۔ اور کچھ چہروں پر خاک اڑ رہی ہوگی۔ جھلتے ہوں گے"۔

۱۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۳ص۳۶۹ (ج۳ص۳۴۱)

سند حدیث پر ایک نظر

واقعہ غدیر کے اثبات تواتر وصحت پر بحث کی قطعی ضرورت نہیں کیوں کہ بذات خود حدیث اپنی واقعیت میں تمام حیثیتوں سے دلیل سے بے نیاز ہے۔ کس کی مجال ہے کہ اس کی صحت کا منکر ہو جبکہ اس کی روایت کرنے والے ایسے افراد ہیں جن سے بخاری ومسلم نے روایت لے کر ان کے ثقہ ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ کون کج فہم وعناد پیشہ اس کے تواتر لفظی ومعنوی واجمالی کی ہمہ جہتی حیثیت سے تردید کر سکے گا۔ اس واقعہ کے گواہوں سے دور ونزدیک سبھی نے متفقہ طور پر روایت کی ہے اور حدیث تفسیر وتاریخ وکلام کے مولفین نے اپنی تالیفات میں بیان کیا ہے کچھ نے اس پر مستقل ومفید کتاب لکھی ہے۔ مختصر یہ کہ جس دن سے منادی رشد وسعادت نے یہ روح پرور اعلان فرمایا ہے اسی دن سے لطیف فضاؤں نے حساس کانوں تک عہد بہ عہد عصر حاضر تک پہونچایا ہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاوداں رہے گا۔ اس حدیث کا منکر گویا دوپہر کے سورج کا منکر ہے۔ بنابریں ہم یہاں صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مخالف وموافق سب نے یک زبان ہو کر اس کی صحت تواتر کا اقرار کیا ہے تاکہ قارئین کرام سمجھ سکیں کہ انکار کرنے والا اس اعتقاد کے باوجود کہ امت کبھی غلطی پر اتفاق نہیں کر سکتی، مثالی ڈگر سے روگردانی کر رہا ہے۔ اور یہ ہیں توثیق کرنے والے:....

۱۔ حافظ ابو عیسیٰ ترمذی اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن وصحیح ہے، (۱)

۲۔ حافظ ابو جعفر طحاوی مشکل الآثار میں کہتے ہیں:۔ ابو جعفر کا بیان ہے کہ اس حدیث کے منکر نے یہ گمان کیا ہے کہ واقعہ ناممکن ہے۔ دلیل یہ دی ہے کہ رسولؐ جس وقت حجۃ الوداع کے لئے مدینہ سے حجفہ

۱۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۹۸ (ج ۵ ص ۵۹۱ حدیث ۳۷۱۳)

ہوتے ہوئے نکلے اس وقت علیؑ ساتھ نہیں تھے۔اس سلسلے میں احمد کی بیان کردہ جابر کی وہ روایت لکھی ہے کہ جابر کے سامنے رسولؐ کے حج آخر کی بات آئی تو انھوں نے کہا کہ علیؑ نے قربانیوں کے اونٹ یمن سے فراہم کئے۔ابوجعفر اسے لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، کسی نے اس پر طعن نہیں کیا ہے۔وہ بات یوں ہے کہ رسول خداؐ نے حج کے بعد مدینہ واپس ہوتے ہوئے یہ حدیث فرمائی نہ کہ مدینہ سے نکلتے ہوئے۔پھر کہتے ہیں کہ یہ کہنے والا اپنے گمان کے مطابق بہ روایت سعد حج کے لئے نکلتے ہوئے اس حدیث کا وقوع سمجھتا ہے۔صحیح یہ ہے کہ اس بارے میں سعد کی بیٹی عائشہ کے بجائے مصعب بن سعد سے روایت لے لی گئی ہے۔اسی طرح لیث کے بجائے دوسرے سے روایت لی گئی ہے، جسے روایت کا شعور ہے اس کے لئے شعبہ بن حجاج کا قول معتبر ہوسکتا ہے۔(۱)

۳۔فقیہ ابوعبداللہ محاملی بغدادی اپنی امالی میں اسے صحیح قرار دیتے ہیں۔

۴۔حاکم نے مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے۔

۵۔عاصمی نے زین الفتیٰ میں اس حدیث کو اصول کے مطابق اور تمام امت کے لئے قابل قبول کہا ہے۔

۶۔حافظ بن عبدالبر الاستیعاب میں حدیث مواخاۃ، رایت اور غدیر کو لکھنے کے بعد کہتے ہیں: یہ تمام خبریں پایۂ ثبوت تک پہونچی ہوئی ہیں۔(۲)

۷۔فقیہ ابن مغازلی شافعی مناقب میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔عشرۂ مبشرہ سمیت لگ بھگ سو افراد نے روایت کی ہے اس کے ثبوت میں مجھے کوئی نقص نہ ملا۔یہ علیؑ کی منفرد فضیلت ہے جس میں کوئی بھی آپ کا شریک نہیں۔(۳)

۸۔حجۃ الاسلام غزالی ''سر العالمین'' میں دلائل و براہین سے نقاب اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ

---

(۱) مشکل الآثار ج۲ ص۳۰۸

(۲) الاستیعاب ج۲ ص۳۷۳ (القسم الثالث ص۱۰۰۔۱۰۹۸ نمبر۱۸۵۵)

(۳) مناقب ابن مغازلی (ص۲۷ حدیث ۳۹)

تمام عظیم علماء نے متن حدیث پر اتفاق کیا ہے جس میں خطبۂ غدیر اعلان ولایت اور تہنیت عمر کا متن شامل ہے۔(۱)

۹۔حافظ ابوالفرج بن جوزی مناقب میں لکھتے ہیں: علماء سیرت نے متفقہ طور سے کہا ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی میں ۱۸ رذی الحجہ کو واقعہ غدیر پیش آیا۔صحابہ و باشندگان مکہ و مدینہ ومضافات کے ایک لاکھ بیس ہزار افراد نے جو حج میں ساتھ تھے،اس ارشاد رسول کو سنا۔شعراء نے بھی نغمہ سرائی کی ہے۔

۱۰۔سبط ابن جوزی تذکرہ میں حدیث کے صدور اور تہنیت عمر کے مختلف طرق بیان کر کے کہتے ہیں کہ ان تمام روایات کو احمد بن حنبل نے اخراج کیا ہے۔(۲) اگر تہنیت عمر کو ضعیف کہا جائے تو ہم جواب دیں گے کہ یہ تمام روایات صحیح ہیں۔ضعیف وہ ہے جس کو احمد بن ثابت الخطیب نے ابوہریرہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے.....آخر میں کہا ہے کہ حدیث من کنت مولاہ کے بعد آیۂ اکمال دین نازل ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ حدیث متذکرہ منفرداً بیان کی گئی ہے۔ہم کہتے ہیں کہ ہمارا استدلال اس حدیث سے نہیں بلکہ احمد کی کتاب الفضائل کی حدیث غدیر سے ہے، جسے انھوں نے براء بن عازب سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے....پھر کہتے ہیں علماء تاریخ متفق ہیں کہ واقعہ غدیر حجۃ الوداع کی واپسی میں ۱۸ رذی الحجہ کو پیش آیا۔اس میں ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ تھے۔

۱۱۔ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں احتجاج امیر المومنین نقل کیا ہے۔(۳)

۱۲۔حافظ گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں احمد، ترمذی، دارقطنی، ابن عقدہ اور محدث شامی کا سندی تذکرہ کر کے واقعۂ غدیر لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مشہور اور حسن اور لائق اعتماد اور ثقہ لوگوں نے اس کی روایت کی ہے۔(۴)

۱۳۔شیخ علاء الدین سمنانی عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں: رسولؐ نے حضرت علی علیہ السلام و

۱۔سر العالمین ص ۹ (ص ۲۱)

۲۔تذکرۃ الخواص ص ۱۸ (ص ۳۰-۲۹)؛ فضائل علی بن ابی طالب ص ۳۵-۳۲

۳۔شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۴۹ (ج ۹ ص ۱۶۶ خطبہ ۱۵۴)

۴۔کفایۃ الطالب ص ۱۵ (ص ۵۹)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۵۹۱ حدیث ۳۷۱۳)؛ کفایۃ الطالب (ص ۶۴)

الملائکۃ الکرام سے فرمایا: تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور غدیر خم میں مہاجرین وانصار کے بھرے مجمع میں علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ** یہ حدیث متفقہ طور پر صحیح ہے، اس کے بعد آپ سید الاولیا ہو گئے۔ قلب محمدؐ کی طرح آپ کا بھی قلب تھا۔ (۱)

۱۴۔ شمس الدین ذہبی شافعی نے حدیث غدیر پر مستقل کتاب لکھی ہے اور تلخیص المستدرک میں کثیر طرق سے اس کی صحت کی نشاندہی کی ہے۔ (۲)

۱۵۔ حافظ ابن کثیر شامی نے اپنی تاریخ میں سنن نسائی کی سند سے لکھ کر کہا ہے کہ اس طریقۂ روایت میں وہ منفرد ہیں۔ پھر ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ رحبہ کے حدیث مناشدہ کو جید کہا ہے۔ احمد، ترمذی اور طبری کے جیّد اسناد بھی لکھے ہیں، ایک دوسرے طریق حدیث جابر کو حسن کہا ہے۔ پھر ذہبی کی بات لکھی ہے کہ صدور حدیث متواتر ہیں یقینی بات ہے کہ رسول نے فرمایا: **اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ** اس سے زیادہ دعائیہ فقرے بھی قوی الاسناد ہیں۔ (۳)

۱۶۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں مختلف طرق سے حدیث مناشدہ لکھا ہے۔ اور رجال حدیث کو صحیح وثقہ کہا ہے۔ (۴)

۱۷۔ شمس الدین جزری شافعی نے حدیث غدیر کو اسّی طریقوں سے روایت کیا ہے۔ اسنی المطالب مستقل طریقے سے لکھی ہے۔ مناشدہ رحبہ کے متعلق کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ ایک طریق سے صحیح اور کثیر طریق سے متواتر ہے۔ اکثر حضرات نے بے شمار طریقوں سے روایت کی ہے۔ اپنی بے خبری سے

۱۔ العروۃ لاہل الخلود (ص/۴۲۲)

۲۔ تلخیص المستدرک (ج/۳ص/۶۱۳/ حدیث ۶۲۷۲

۳۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۰۹ (ج/۵ص/۲۲۸/ حوادث ۱۰ھ)؛ (خصائص نسائی ص/۹۶ حدیث ۷۹؛ سنن نسائی ج/۵ ص/۴۵ حدیث ۸۱۴۸)

۴۔ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۹۔۱۰۴؛ مسند احمد بن حنبل (ج/۶ص/۵۸۳ حدیث ۲۳۰۵۱، ۲۳۰۵۲)؛ المعجم الکبیر (ج/۴ ص/۱۷۳ حدیث ۴۰۵۲)۔

ضعیف کہنا لائق عبرت ہے، کیوں کہ اسے ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمٰن بن عوف، عباس بن عبدالمطلب، زید بن ارقم، برّاء بن عاذب، بریدہ بن حصیب، ابوہریرہ، ابوسعید خدری، جابر، ابن عباس، حبشی بن جنادہ، ابن مسعود، عمران بن حصین، بن عمر، عمار بن یاسر، ابوذر، سلمان، اسعد بن زرارہ، خزیمہ بن ثابت اور انس بن مالک جیسے صحابہ نے روایت کیا ہے۔(۱)

۱۸۔حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں متعدد جگہوں پر کثیر طرق سے نقل کر کے ابن عبدالبر، ابن جریر طبری، ابن عقدہ، ترمذی ونسائی کی جید سندوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ابن عقدہ نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے۔اس حدیث کے بہت سے اسانید صحیح وحسن ہیں۔(۲)

۱۹۔ابوالخیر شیرازی، ابطال الباطل میں نہج الحق کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں....اب رہ گئی بات اس روایت کی جس میں رسول خداؐ نے یوم غدیر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر الست اولیٰ بکم فرمایا تو یہ صحاح سے ثابت ہے۔ہم نے اس کے اسرار کشف الغمہ میں لکھے ہیں۔

۲۰۔سیوطی کے نزدیک یہ حدیث متواتر ہے۔

۲۱۔حافظ عسقلانی مواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں: ترمذی ونسائی کی حدیث غدیر کے متعلق شافعی کا قول ہے کہ اس سے ولایت اسلام مراد ہے۔چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: **ذٰلک بأنَّ الله مولی الذین آمنوا وأنَّ الکافرین لا مولیٰ لھم** (یہ اس لئے ہے کہ خدا مومنوں کا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولا نہیں ہے) اور حضرت عمر کی تہنیت **اصبحت مولیٰ کل مومن** کا مطلب ہے ولی کل مومن .....اس حدیث کے طرق بہت زیادہ ہیں۔ابن عقدہ نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کے زیادہ تر اسانید صحیح وحسن ہیں۔(۳)

۲۲۔ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں شیعوں کی حدیث غدیر سے استدلال کی رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں

۱۔اسنی المطالب ص ر ۴۸

۲۔تہذیب التہذیب ج ر ۷ ص ر ۳۳۷، ۳۳۹ (ج ر ۷ ص ر ۲۹۷)؛ فتح الباری ج ر ۷ ص ر ۶۱ (ج ر ۷ ص ر ۷۴)

۳۔المواہب اللدنیہ ج ر ۷ ص ر ۱۳ (ج ر ص ر ۳۶۵)

سب سے قوی تر شبہ کا جواب ایک تمہید کا محتاج ہے۔ بیان یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کیوں کہ ترمذی، نسائی و احمد جیسے محدثین نے اس کا اخراج کیا ہے اس کے طرق بہت زیادہ ہیں، سولہ اصحاب رسولؐ اور احمد کے مطابق تیس صحابہ نے اس کی روایت کی ہے حضرت علیؑ کے زمانے میں انھوں نے گواہی بھی دی۔ ان میں زیادہ تر کے اسناد صحیح وحسن ہیں۔ یہ حدیث تنقید سے بالاتر ہے نیز یہ بات کہ علیؑ اس زمانے میں یمن میں تھے، لائق توجہ نہیں کیوں کہ ثابت ہے کہ آپ حجۃ الوداع کے موقع پر واپس آ گئے تھے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ دعائیہ فقرہ الحاقی ہے۔ یہ اعتراض بھی قطعی مہمل ہے کیوں کہ اس کے طرق ذہبی اور ابن حجر نے لکھے ہیں، طبرانی نے صحیح کہا ہے۔

مناقب امیر المومنینؑ گناتے ہوئے حدیث ولایت کو تیس صحابہ سے روایت کرنے کا ذکر کرتے ہیں جس کے زیادہ تر طرق صحیح وحسن ہیں۔ قصیدۂ بوصیری کی تشریح کرتے ہوئے حدیث غدیر کے جید ترین اسناد بیان کئے ہیں۔ (۱)

۲۳۔ جمال الدین حسینی شیرازی اپنی کتاب اربعین میں حدیث غدیر، نزول آیہ سأل سائل وغیرہ کو متواتر بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس قصے کو بہت سے صحابہ ومحدثین نے روایت کیا ہے۔ (۲)

۲۴۔ ابوالمحاسن یوسف بن صلاح الدین حنفی ''المعتصر من المختصر'' میں لکھتے ہیں: ابوالطفیل عامر بن واصلہ کی روایت ہے لوگوں کا اجتماع علیؑ کے پاس رحبہ میں تھا۔ آپ نے حدیث غدیر کی قسم دے کر گواہی طلب کی۔ بہت سے لوگوں نے گواہی دی۔ ابوالطفیل کہتے ہیں: میں وہاں سے اٹھ کر زید ابن ارقم کے پاس آیا، میرے دل میں شبہات کلبلا رہے تھے، انھیں اس واقعہ کی خبر دی۔ انھوں نے کہا: تمھیں شک کیوں ہے، میں نے خود بھی یہ ارشاد رسولؐ سنا ہے، جس نے بھی یمن سے علیؑ کی عدم واپسی پر شک کیا ہے اس کی بات پر توجہ نہیں ہونا چاہئے، مدینے سے نکلتے وقت علیؑ رسول کے ساتھ نہیں تھے مگر واپسی میں ساتھ تھے پھر تمام واقعہ بیان کیا۔ (۳)

۱۔ الصواعق المحرقہ ص/۲۵ (ص/۴۲، ۴۳)

۲۔ شرح متن الہمزیہ فی مدح خیر البریہ ص/۲۲۱ (ص/۲۳۵)   ۳۔ المعتصر من المختصر ص/۴۱۳ (ج/۲ ص/۳۰۱)

۲۵۔ شیخ نورالدین ہروی مرقاۃ شرح مشکوۃ مختلف طرق کا حال کلام لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور شبہات سے بالاتر ہے بعض حفاظ میں متواتر کہا ہے۔(۱)

۲۶۔ زین الدین مناوی فیض القدیر میں کہتے ہیں کہ ابن حجر حدیث غدیر کے متعلق بے شمار طرق کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ابن عقدہ نے اس پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کے اسناد صحیح اور حسن ہیں۔ اس کے بعد تہنیت عمر و نزول آیہ سأل سائل کا واقعہ لکھا ہے۔(۲)

۲۷۔ نورالدین حلبی شافعی سیرۂ حلبیہ میں حدیث کے صحیح و حسن ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ پھر معترض کی بات لکھ کر ذہبی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(۳)

۲۸۔ شیخ احمد بن باکثیر مکی شافعی وسیلۃ المآل فی عدّ مناقب الآل میں حدیث غدیر کو حذیفہ، عامر، ابن عباس، برّا کے طرق سے لکھ کر کہتے ہیں کہ اسے بزاد نے بطریق صحیح فطر بن خلیفہ سے اخراج کیا ہے جو ثقہ تھے۔ ام سلمہ اور سعد بن وقاص کی روایت لکھی ہے۔(۴) معقل بن یسار کہتے ہیں میں نے ابوبکر کو فرماتے سنا علیؑ عترت رسولؐ ہیں یعنی علیؑ کے متعلق تمسک کی تاکید رسولؐ نے کی ہے کیوں کہ وہ ہدایت کے ستارے ہیں جس نے ان کی اقتدا کی وہ ہدایت پا گیا ابوبکر انھیں اس فضیلت سے اس لئے مخصوص سمجھتے تھے کہ انھیں امام و پیشوا کا مرتبہ حاصل تھا۔ وہ شہر علم و عرفان تھے پس وہ امام الائمہ اور عالم امت تھے، انھیں یہ خصوصیت غدیر میں حاصل ہوئی اور یہ حدیث صحیح ہے، کسی قسم کے شک و تردید کی گنجائش نہیں، اس کی بہت سے صحابہ نے روایت کی ہے۔ اور اسے مکمل شہرت حاصل ہوئی۔ سب سے بڑی شہرت حجۃ الوداع کا مجمع تھا، عسقلانی نے ترمذی و نسائی سے اخراج کیا ہے۔(۵) ابن عقدہ نے صحیح و حسن اسناد پر مشتمل مستقل کتاب لکھی ہے، اس کے بعد واقعہ رحبہ درج کیا ہے۔

۱۔ المرقاۃ فی شرح المشکاۃ ج ۵ ص ۵۶۸ (ج ۱۰ ص ۴۶۴ حدیث ۶۰۹۱)

۲۔ فیض القدیر ج ۶ ص ۲۱۸

۳۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۳۰۲ (ج ۳ ص ۲۷۴)

۴۔ وسیلۃ المآل فی عدّ مناقب الآل (ص ۱۱۷، ۱۱۸)

۵۔ فتح الباری (ج ۷ ص ۷۴)

۲۹۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: یہ حدیث بغیر شک وتردید کے صحیح ہے۔ترمذی، نسائی واحمد نے کثیر طرق سے روایت کی ہے سولہ یا بروایتے تیس اصحاب رسولؐ نے خود سن کر اس کی روایت بیان کی۔ زمانہ خلافت علیؑ میں جب اختلاف ہوا تو انھوں نے گواہی دی اکثر اسناد صحیح وحسن ہیں۔ دعائیہ فقرہ پر شک کرنے والوں کی بات نظر انداز کرنا چاہئے کیونکہ بے شمار طرق میں ذہبی کے نزدیک اکثر صحیح ہیں...... اپنی کتاب لمعات میں کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح اور شک کی گنجائش سے بالا ہے۔ترمذی جیسے لوگوں نے اخراج کیا ہے۔استاد ابن حجر نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

۳۰۔شیخ محمود شیخانی نے الصراط السوی میں صحت کی نشاندہی ترمذی کا حوالہ اور واقعہ رحبہ کے اسناد بیان کئے ہیں...... آگے لکھتے ہیں: لیکن اس سلسلے میں بمبئی اسماعیلیوں نے اہل سنت والجماعت کی مخالفت میں اچھوتا عقیدہ قائم کرلیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس موقع پر رسول خداؐ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم میں اصحاب کو جمع کر کے ''الست اولیٰ بکم من انفسکم'' فرمایا۔تین بار تکرار کی، سب سے اقرار وتصدیق کی۔اس کے بعد ولایت کا اعلان اور دعائیہ فقرہ کہا: ''**اللھم ادر الحق معہ حیث دار**'' کا اعلان کیا۔

یہاں مولا کے معنی اولی بالتصرف ہی مراد ہو سکتے ہیں، ناصر، محب یا دوسرے معنی مراد نہیں ہو سکتے ، اسماعیلیوں کا دعوی ہے کہ یہاں ولایت کا مفہوم وہی ہے جو رسولؐ کے لئے ثابت ہے۔اس کی مستحکم دلیل ''الست اولیٰ بکم'' کا سوال ہے۔ وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر اس سے مددگار وسید مراد لینا تھا تو مجمع اکٹھا کرنے یا گواہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی پھر رسولؐ نے '' اللھم وال من والاہ '' بھی فرمایا تھا۔وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ دُعا صرف معصوم کے لئے ہی کی جاسکتی ہے جس کی اطاعت فرض کی گئی ہو۔ رسولؐ نے حق کو علیؑ کا تابع قرار دیا ہے نہ کہ متبوع کا، یہ بھی معصوم ہی کے لئے ممکن ہے، ان دلیلوں سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ تنہا وصی رسولؐ ہیں اور آپ کی وصایت منصوص ہے۔آپ کی مخالفت عصیان وگناہ ہے...... مدعی کا افترا تمام ہوا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ صحیح وحسن احادیث کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ مدعی نے جو کچھ لکھا سب صحیح

نہیں ہے بلکہ صحیح صرف وہی ہے جسے میں نے ذکر کیا ہے: ''من کنت مولاہ اور اللھم وال من والاہ۔ان اللہ ولی المومنین ومن کنت ولیہ فھذا ولیہ'' یہ بھی صحیح ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ رسولؐ نے پوچھا: ''اتعلمون انّی اولی بالمؤمنین من انفسھم''۔ اور سب نے اقرار کیا: نعم یا رسول اللہ.... پھر آپ نے حدیث اور دعا فرمائی۔ رسولؐ نے یہ بھی فرمایا کہ میرا بلاوا آ گیا ہے اور میں قضائے الٰہی کو لبیک کہوں گا، پھر حدیث ثقلین فرمائی اور اس کے بعد حدیث ولایت۔ اس کے بعد حضرت عمر نے ملاقات کر کے کہا: مبارک ہوائے علی! آپ میرے اور تمام مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے۔ جو کچھ میں نے بیان کیا وہی صحیح ہے، افترا پرداز نے جو باتیں گڑھ لی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں، اس موضوع پر ابن عقدہ وغیرہ نے مستقل کتاب لکھی ہے۔

۳۱۔ سید محمد برزنجی نواقض میں لکھتے ہیں: جاننا چاہیے کہ شیعوں کا دعویٰ ہے کہ یہ حدیث غدیر امامت علی پر واضح نص ہے۔ ان کا شبہ قوی تر ہے جتنی مقدار میں نے من کنت مولاہ کی ذکر کی، وہ صحیح اور کثیر طریق سے روایت ہوئی ہے۔

۳۲۔ ضیا الدین مقبلی نے ''الابحاث المسددہ فی الفنون المتعددہ'' میں حدیث کو متواتر اور علمی افادات سے بھر پور کہا ہے۔ ایک دوسری کتاب تعلیق ہدایۃ العقول میں لکھا ہے کہ علامہ سید عبداللہ بن وزیر اپنی مشہور تاریخ طبق الحلوی میں محمد ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ حدیث ولایت کے ڈیڑھ سو طرق ہیں۔ محمد بن اسماعیل امیر کے نزدیک بھی ڈیڑھ سو طرق ہیں۔ (۱)

اس تجزیہ کے بعد علامہ مقبلی فرماتے ہیں کہ اگر یہ واضح نہیں تو پھر دین کی کوئی بات واضح نہیں۔ وہ حدیث ولایت کو متواتر کہتے ہیں لیکن حدیث منزلت کے متعلق کہتے کہ یہ صحیح و مشہور تو ہے لیکن متواتر نہیں۔ اور سید امیر محمد صنعانی الروضۃ الندیہ میں کہتے ہیں کہ حدیث غدیر متواتر ہے۔ (۲) حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں طبری نے حالات لکھتے ہوئے کہا ہے کہ انھوں نے حدیث غدیر پر مستقل کتاب لکھی ہے (۳)

۱۔ تعلیق ہدایۃ العقول الی غایۃ السؤول ج ۲؍ص ؍۳۰

۲۔ الروضۃ الندیۃ شرح التحفۃ العلویۃ (ص ؍۱۵۴)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۲؍ص ؍۱۳۷ نمبر ۷۲۸)

ذہبی کہتے ہیں کہ میں نے اس موضوع پر ایک کتاب حاصل کی اس میں حدیث غدیر کے طرق کی کثرت دیکھ کر میں دہشت زدہ رہ گیا۔ ذہبی نے حاکم کے حالات میں نشاندہی کی ہے کہ انھوں نے اس حدیث کے جید طرق پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ استاد محمد ضیاء الدین صالح نے اپنی بحثوں میں حدیث غدیر کو متواتر شمار کیا ہے۔(۱)

۳۳۔ شیخ محمد صدر العالم معارج العلی فی مناقب المرتضی میں لکھتے ہیں کہ حدیث موالاۃ سیوطی کے نزدیک متواتر ہے میں نے ان کی کتاب قطف الازہار کا تجزیہ کر کے یہ بات کہی ہے۔(۲) اس طرح سیوطی نے احمد، حاکم، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، طبرانی، ابونعیم، ابن قانع اور ترمذی کی روایات کے ساتھ ساتھ نسائی، ضیاء مقدسی و ابن عقدہ وغیرہ کے اسناد کا اور صحابہ کی روایتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۴۔ سید بن حمزہ حرانی دمشقی حنفی اپنی کتاب البیان والتعریف میں ترمذی، نسائی، طبرانی، حاکم اور ضیاء مقدسی کی روایاتِ غدیر نقل کرتے ہیں۔ پھر سیوطی کے قول تواتر کی نشان دہی کرتے ہیں۔(۳)

۳۵۔ ابوعبداللہ زرقانی مالکی شرح المواہب میں فرماتے ہیں: رسول خداؐ نے علی کو ان کے وفور علم ودقائق استنباط وفہم وسیرت وصفائے نفس، اخلاق کریمانہ وثبات قدم سے مخصوص فرمایا۔ آگے حدیث غدیر، اس کے اسناد وسائل سائل کا نزول، شیخین کی تہنیت کے بعد ابن عقدہ کے خیالات لکھے ہیں۔ رحبہ کی گواہی لکھ کر یمنی اسماعیلیوں کے اعتراض کا جواب دیا ہے۔(۴)

۳۶۔ شہاب الدین حفظی شافعی۔ بارہویں صدی کے غدیری شاعر۔ اپنی کتاب ذخیرۃ الاعمال میں اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ شک وشبہ سے بلند ہے۔ ترمذی، نسائی واحمد نے اس کی روایت کی ہے اس کے طرق کثیر ہیں۔ امام احمد کے بقول تیس صحابہ نے رحبہ میں اس کی گواہی دی تھی۔(۵)

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۱۰۴۳ نمبر ۹۶۲)
۲۔ قطف الازہار ص ۲۷۷ حدیث ۱۰۲)
۳۔ البیان والتعریف ج ۲ ص ۱۳۶، ۲۳۰ (ج ۳ ص ۷۵ حدیث ۱۲۹۰، ص ۲۳۳ حدیث ۱۵۷۶)
۴۔ شرح المواہب ج ۷ ص ۱۳
۵۔ مسند احمد بن حنبل (ج ۵ ص ۴۹۸ حدیث ۱۸۸۱۵)

۳۷۔ میرزا محمد بدخشی نزل الابرار میں کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح و مشہور ہے اس کا انکار صرف متعصب غیر معتبر ہی کرسکتا ہے کیوں کہ اس کے طرق بے شمار ہیں۔ ابن عقدہ نے مستقل کتاب اور ذہبی نے اکثر طریقوں پر نص فرمائی ہے۔ بہت سے صحابہ نے اس کی روایت کی ہے۔(۱) مفتاح النجا میں اس کے اسناد بیان کئے ہیں۔(۲)

۳۸۔ مفتی شام عمادی حنفی نے الصلوٰۃ الفاخرہ میں متواتر کہا ہے کہ آغاز کتاب میں دس مشائخ کی روایت بیان کی ہے جن میں اکثر ترمذی، بزاز، احمد، طبرانی، ابی نعیم، ابن عساکر اور ابن عقدہ سے نقل کیا ہے۔(۳)

۳۹۔ ابو العرفان الصبان شافعی نے حاشیہ نور الابصار پر اسعاف الراغبین میں لکھا ہے کہ اس کی روایت تیس صحابہ نے کی ہے جس کے اکثر طرق صحیح و حسن ہیں۔(۴)

۴۰۔ سید محمود آلوسی روح المعانی میں کہتے ہیں: ہاں! ہمارے نزدیک حدیث غدیر ثابت ہے، اس سلسلے میں بہت سی روایات ہیں لیکن جو لوگ اس سے علیؑ کی ریاستِ کبریٰ و قیادت عظمیٰ کا دعویٰ کرتے ہیں اس پر کوئی دلیل نہیں...وہ ذہبی کا قول بھی نقل کرتے ہیں کہ یہ صحیح ہے اور متواتر ہے۔(۵) قوی ترین اسناد کے ساتھ دعائیہ فقرے: اَللّٰھم والِ من والاہُ بھی ثابت ہیں۔(۶)

۴۱۔ شیخ محمد حوت بیروتی شافعی اسنی المطالب میں کہتے ہیں: حدیث غدیر ابوداؤد کے علاوہ بھی اصحاب سنن نے لکھی ہے احمد اسے صحیح کہتے ہیں من کنت ولیه فهٰذا ولیُه کی روایت بھی آئی ہے جسے احمد، نسائی و حاکم نے صحیح کہا ہے۔(۷)

۴۲۔ مولوی ولی اللہ لکھنوی ''مراۃ المومنین فی مناقب اہل بیت سید المرسلین'' میں حدیث غدیر کو صحیح

۱۔ نزل الابرار ص/۲۱ (ص/۵۴)
۲۔ مفتاح النجا (ص/۴۴، ۴۵ باب ۳ فصل ۱۴)
۳۔ الصلوٰۃ الفاخرہ ص/۴۹
۴۔ اسعاف الراغبین ص/۱۵۳
۵۔ روح المعانی ج/۲ ص/۳۴۹ (ج/۶ ص/۶۱)
۶۔ روح المعانی ج/۲ ص/۳۵۰ (ج/۶ ص/۱۹۵)
۷۔ اسنی المطالب ص/۲۲۷ (ص/۶۱۴ حدیث ۱۴۸۱)

کہتے ہیں۔ جو اس میں شک کرتا ہے سخت غلطی پر ہے کیوں کہ ترمذی ونسائی نے اخراج کیا ہے۔ بہت سے صحابہ نے اس کی روایت کی ہے، اور زمانۂ خلافت علیؑ میں اس کی گواہی دی ہے۔(۱)

۴۳۔عہد حاضر کے دانشور شہاب الدین ابوالفیض احمد بن محمد بن صدیق حضرمی تشنیف الآذان میں حدیث غدیر کو متواتر بتاتے ہیں، اس کی ساٹھ شخصوں نے روایت کی ہے۔انھوں نے طوالت کے خوف سے صرف پچیس طرق بیان کئے ۔آخر میں ابن عقدہ کی کتاب الموالاۃ کا ذکر کیا ہے، جس میں متعدد اسانید سے بیس صحابہ کے نام درج ہیں۔(۲)

''تمھارے پروردگار کی بات سچائی وانصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔کوئی اس کے فرامین کو بدلنے والانہیں اور خدا سمیع وعلیم ہے۔اگر تم ان کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین پر بستے ہیں تو تمھیں خدا کے راستے سے بھٹکا دیں گے، وہ تو محض گمان پر چلتے ہیں اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں''۔

۱۔مرآۃ المومنین فی مناقب اہل بیت سید المرسلین (ص/۴۰)

۲۔تشنیف الآذان ص/۷۷

محاکمہ: سند حدیث پر

''اوران کے درمیان حکم خدا کے مطابق فیصلہ کرو، ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو''۔

گزشت تحقیقی کاوشوں سے قارئین کو معلوم ہو گیا کہ بے شمار علماء امت، حفاظ اور اکابر مذہب نے حدیث غدیر کی روایت کر کے پورے قلبی اطمینان کے ساتھ صحت کی نشاندہی کی ہے۔ان میں کچھ لوگوں نے اس کے متعلق شک وشبہ اور تعصب وعناد کی فضا ختم کرنے کے لئے اس کے صحیح وحسن ہونے کی توثیق اور اسناد کے قوی ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔کچھ اہم علماء نے تواتر کا فیصلہ صادر کیا ہے اور منکرین حدیث غدیر کی سرزنش کی ہے۔قارئین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس حدیث کو ایک سو دس (۱۱۰) صحابہ نے بیان کیا ہے۔حافظ بجستانی نے ایک سوبیس اور ابوالعلاء ہمدانی نے ڈھائی سو صحابہ کی روایت نقل کی ہے۔اس روشنی میں تابعین ومتاخرین کی تعداد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔رسول اللہ کی احادیث میں سے کسی کو بھی یہ حساس کیفیت وتاثر حاصل نہیں۔جزری نے اس کے اثبات کے تواتر میں مستقل کتاب لکھ کر اس کے منکر کو جاہل و نادان کہا ہے۔فقیہ ضیاء الدین مقبلی کے نزدیک اگر اس کا ثبوت وتحقیق مبہم ہے تو پھر تمام آثار مبہم ہیں۔عاصمی نے کہا کہ حدیث کو تمام امت نے قبولیت سے سرفراز کیا ہے۔غزالی کے مطابق جمہور کا متن حدیث پر اجماع ہے اور اہلسنت اس پر متفق ہیں۔بدخشی کے نزدیک حدیث غدیر صحیح اور مشہور ہے، اس پر متعصب ضدی ہی کلام کرسکتا ہے جو نا قابل اعتبار ہوگا۔نیز اس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے اس کا متن متواتر ہے یقینی طور سے رسول نے یہ حدیث فرمائی۔اس کے ذیل میں (اللھم وال من والاہ) کو بھی قوی ترین اسناد کے ساتھ بہت سے لوگوں نے بیان کیا ہے۔پھر کہتے ہیں اس کی صحت پر تنقید کرنے والا غلطی پر ہے، نیز یہ حدیث مشہور اور کئی طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔الوسی کہتے

ہیں : ہاں! ہمارے نزدیک یہ ارشاد رسولؐ، علیؑ کے حق میں ثابت ہے، یہ صحیح ہے شک کی قطعی گنجائش نہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ رسولؐ سے متواتر طریقے پر وارد ہے اور علیؑ سے بھی متواتر ہے، راویوں کی قطار لگی ہوئی ہے، جو اسے ضعیف کہتا ہے وہ غیر معتبر ہے اور اسے علم حدیث کی واقفیت نہیں۔

آگے کہا: اس کی صحت پر اعتراض لائق توجہ نہیں۔ یہ متواتر ہے، بے شمار لوگوں نے حتم جزم کے ساتھ صحت کی نشان دہی کی ہے۔

اصفہانی کا خیال ہے یہ حدیث صحیح وثابت ہے اس کے متعلق کسی قدح سے میں واقف نہیں ہوں، اس کو عشرہ مبشرہ سمیت سو سے زیادہ صحابہ نے بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے اقوال گزشتہ باب میں بیان کئے گئے ہیں۔

لیکن ان تحقیقی کاوشوں اور محاکموں کے درمیان تعصب، کینہ توزی اور بدبختی بھی نظر آتی ہے، کچھ عناد پیشہ افراد نے ولایت علیؑ کے شفاف چشمے کو گندا کرنے کے لیے مختلف شبہات کی راہداریاں بھی پیدا کی ہیں۔

ایک نے متن حدیث کی صحت داغدار کرنے کے لئے کہا کہ حضرت علیؑ توجۃ الوداع کے موقع پر یمن میں تھے رسولؐ کے ساتھ کہاں تھے....؟(۱)

دوسرے نے ہانک لگائی: بیشتر راویان نے "الست اولیٰ بکم" کی روایت نہیں کی ہے۔(۲)

اس کے ساتھ تیسرے لپکے: ذیل حدیث" اللھم وال من والاہ" ضعیف ہے، قطعی جھوٹ ہے۔(۳)

چوتھا پورے واقعے پر طعنہ زن ہوگیا: اس کا دعائیہ فقرہ الحاقی ہے، احمد کے سوا کسی نے بھی اس کا اخراج نہیں کیا ہے۔(۴)

۱۔ مشکل الآثار طحاوی ج ۲/ص ۳۰۸/

۲۔ القاصد تفتازانی ص ۲۹۰/(ج ۵/ص ۲۷۴/)

۳۔ منہاج السنۃ ج ۴/ص ۸۵/

۴۔ نجات المومنین محمد محسن کشمیری

آپ نے اس حدیث کے اعتبار وصحت وتواتر پر علماء کی توضیحی گفتگو ملاحظہ فرمائی، اس کے بعد مہمل اور بال کی کھال نکالنے والوں کی باتیں اہمیت کے قابل نہیں رہ جاتیں، علماء اہل سنت کا اجماع پوری طرح ان کی یاوہ گوئیوں پر مشتمل انکار وتردید کا قلع قمع کر دیتا ہے، منکروں کی بکواس ایک دفعہ تو یہ ہوتی ہے کہ ہمارے علماء نے اس کی روایت نہیں کی۔(۱) لیکن پھر دوسری بار کہتے ہیں کہ ثقہ راویوں نے اس کی صحت تسلیم نہیں کی۔(۲) ان کے کچھ متاخرین نے تقلید کرتے ہوئے گہار مچائی کہ معتبر اور ثقہ محدثین نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔اسی کے ساتھ یہ بکواس مقلد دوسری جگہ اپنی کتاب میں اس حدیث کے متواتر ہونے کا قائل ہے۔خدا نے ان اندھے مقلدوں کو سلام کر کے الگ ہو جانے کا حکم دیا ہے: **اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً**۔

اس بدو کو علمی نارسائی مانع ہے ورنہ وہ مسلک کے معتبر علماء کو پہچانتا یا صحیح ومستند کتابوں کو ہی دیکھ لیتا یا پھر یہ کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ان عظیم محدثین کو غیر معتبر سمجھتا ہے:

نہیں جانتا تو یہ ہے مصیبت : اگر جانتا ہے تو آفت بڑی ہے

شعور گوپال پوری

انھیں غیر ذمہ داروں میں محمد محسن کشمیری اپنا راگ الاپتے ہیں کہ اس حدیث کی احمد کے علاوہ کسی نے بھی روایت نہیں کی ہے اور مسند احمد میں صحیح وضعیف ہر قسم کی روایتیں ہیں۔

اس بکواسی کی نظر سے مسند احمد کے علاوہ کوئی کتاب ہی نہیں گزری یا پھر صحاح ومسانید کی کتابیں اس کی علمی دسترس سے باہر ہیں یا اس موضوع پر احمد کے ہم پایہ مشاہیر علماء کی تالیفات کا پتہ نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ علماء نے احمد کی جو کچھ تعریف کی ہے اس کا پتہ نہ ہو۔طبقات سبکی میں ہے کہ احمد نے اپنی مسند ایسی لکھی ہے کہ امت کا اصل اصول ہے۔حافظ ابو موسیٰ مدینی کہتے ہیں کہ مسند امام محدثین کے لئے اصل کبیر ومرجع وثیق ہے۔بے شمار احادیث اور وافر مسموعات کی منتخب یہ کتاب اختلاف کے موقعوں پر قائد

۱۔یہ بات ابن حزم نے المفاضلۃ بین الصحابہ میں کہی ہے۔
۲۔الفصل ج ۴ ص ۱۴۸؛ منہاج السنۃ ج ۴ ص ۸۶

ومعتمد ہے۔ مجھے میرے والد اور دوسروں نے مطلع کیا کہ ابن بطہ سے امام احمد نے فرمایا کہ میں نے اس کتاب مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث میں منتخب کر کے تالیف کیا ہے، امت اسلامیہ جب بھی کسی حدیث رسولؐ پر اختلاف کرے گی تو اس کی طرف رجوع کرے گی اگر اس میں ہے تو حجت ورنہ حجت وسند نہیں۔

عبداللہ بن احمد نے باپ سے پوچھا: آپ کتابیں لکھنا کیوں پسند نہیں کرتے جب کہ آپ نے مسند تالیف کی ہے....؟

جواب دیا: ''میں نے جو کتاب تالیف کی ہے وہ لوگوں کے اختلاف سنت رسولؐ کے موقع پر صحت ہوگی، لوگ حل اختلاف کے سلسلے میں اس کی طرف مراجعہ کریں گے''۔(۱)

ابوموسیٰ مدینی یہ بھی کہتے ہیں کہ مسند احمد میں انھیں لوگوں سے حدیث لی گئی ہے جن کی دیانت وصداقت پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی۔ جو مطعون تھے انھیں نظر انداز کیا گیا، سند حدیث میں بڑی احتیاط برتی ہے۔ امام احمد کے بارے میں حافظ جزری کے اشعار مدح بھی ہیں:

''یقیناً کتاب مسند مانند دریا ہے حنبل کے فرزند صالح کی تالیف ہے، انھوں نے ارشادات رسولؐ کے موتی پروئے ہیں، جامعیت میں صحیح بخاری ہے اور مسند صرف مسند احمد ہی ہے''۔

کنز العمال میں ہے: حافظ سیوطی جمع الجوامع کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ:....مسند احمد کی تمام حدیثیں قابل قبول ہیں، اس کی حدیث ضعیف بھی حسن کے مانند ہے۔(۲) بالفرض اگر ابن تیمیہ کی بات احمد کے بارے میں مان بھی لی جائے تو اس میں احمد یا ان کے تتبع کا کیا قصور ہے۔ حالانکہ حدیث غدیر صرف مسند احمد تک ہی منحصر نہیں، صحاح ومسانید کے مستند علماء کی ایک لمبی قطار ہے جن میں ثقہ ومعتبر افراد ایسے بھی ہیں جن سے بخاری ومسلم نے روایت لی ہے۔

حسام الدین سہارن پوری نمودار ہوئے، ان کی تنقید سنیے: ''حدیث غدیر جن کتابوں میں درج ہے وہ صحیح نہیں''۔

۱۔ طبقات الشافعیہ ج ۱ ص ۲۰۱ (ج ۲ ص ۲۷ نمبر ۷)

۲۔ کنز العمال ج ۱ ص ۳ (ج ۱ ص ۱۰)

انھیں پتہ ہی نہیں کہ اس حدیث کو صحیح ترمذی، سنن ابن ماجہ اور دارقطنی نے متعدد طرق سے درج کیا ہے۔

ضیاء الدین مقدسی المختارہ میں کہتے ہیں کہ شیخ محمد حوت نے کہا کہ اس کو ابوداؤد کے علاوہ تمام سنن میں درج کیا گیا ہے، احمد نے اسے درج کر کے صحیح کہا ہے۔ ان کتب کی نشاندہی سے حدیث کی صحت کا پتہ چل جاتا ہے۔ اب اس کے بعد جن لوگوں (۱) نے کہا ہے کہ مسلم و بخاری نے اس کی روایت نہیں کی اس کی کیا قدر قیمت رہ جاتی ہے، حالانکہ دوسروں نے اس کے متعلق صحیح و مدلل انداز اختیار کیا ہے۔ پھر شیخ محمود کا بیان بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کتنی ہی صحیح حدیثیں ہیں جنھیں بخاری و مسلم نے اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا ہے۔ بخاری مسلم کی عدم روایت کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ حاکم نیشاپوری کی ایک عظیم کتاب جو حجم کے اعتبار سے بخاری و مسلم سے زیادہ ہے صرف اس لئے تالیف کی ہے کہ بخاری و مسلم کا تدارک ہو سکے، یہی حاکم مستدرک جلد اول میں کہتے ہیں:

''ایسا نہیں کہ جو کچھ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے بس وہی صحیح ہے۔ عصر حاضر کے بدعت نوازوں کی ایک ٹولی ہے جو راویان آثار پر طعن تشنیع کرتی ہے کہ تمھارے پاس دس ہزار احادیث صحیحہ سے زیادہ کا سرمایہ نہیں اور یہ تمام مولفہ اسانید جو ہزاروں جلدوں تک پہونچ جاتی ہیں سب کی سب سقیم اور غیر مقبول ہوگئیں۔ اس شہر کے اکابر علماء نے مجھ سے فرمائش کی بخاری و مسلم کے مانند کتاب تالیف کروں، اس لئے کہ معلول احادیث بہر حال موجود ہیں اور خود انھوں نے بھی ذاتی طور سے سقم سے خالی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے ان کے ہم عصر علماء نے سقیم احادیث کی نشاندہی کی، میں نے کوشش کی ہے کہ ایسی احادیث صحیحہ جمع کروں جو محدثین کے لئے قابل قبول ہوں اور دفاعی ہوں، اور میں ثقہ روات کے اخراج کے لئے خدا ہی سے مدد کا طالب ہوں کیونکہ فقہاء کے نزدیک شرط صحت یہ ہی ہے کہ اسناد و متن میں زیادتی نہ ہو''۔ (۲)

۱۔ المواقف (ص/۴۰۵)؛ شرح المقاصد (ج/۵ ص/۲۷۴)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج/۱ ص/۲ (ج/۱ ص/۴۱)

حافظ کبیر عراقی نے دو بیتوں کی شرح میں کہا ہے کہ بخاری و مسلم نے تمام صحیح احادیث کا احاطہ نہیں کرلیا ہے اور نہ ہی انھوں نے اس کا التزام کیا ہے۔(۱)

حاکم مستدرک پیش لفظ میں کہتے ہیں کہ بخاری و مسلم کا دعویٰ ہرگز نہیں کہ ان کے مندرجات کے سوا تمام احادیث غیر صحیح ہیں۔ امام بخاری نے کہا کہ میں نے صرف صحیح احادیث جمع کی ہیں بعض طویل احادیث صحیحہ نظر انداز کر دی ہیں۔ مسلم کہتے ہیں کہ میں نے صرف انھیں حدیثوں کو جمع کیا ہے جن پر اجماع ہے۔ ظاہر ہے کہ اجماع کی وجہ سے بعض صحیح احادیث محدثین کی نظر سے اوجھل ہوسکتی ہیں، عراقی نے پھر دو بیتوں کی شرح میں کہا کہ بخاری و مسلم نے تمام صحیح احادیث کا احاطہ نہیں کرلیا ہے۔ اس لئے صحیح احادیث وہی ہیں جن کی صحت پر نص ہو۔ یعنی ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دار قطنی، خطابی اور بیہقی جیسے لوگوں کا اجماع ہو۔ بخاری و مسلم کی قید تو ان صلاح نے لگائی ہے۔ اگر غیر معروف افراد بھی شرائط صحت پر پورے اترتے ہیں تو انھیں قبول کرلینا چاہئے جیسے ابن قطان و ابن معین وغیرہ۔

ابن صلاح نے بخاری و مسلم کی شرط اس لیے لگائی کہ آج کل ان دونوں کے علاوہ دوسرے پر حکم صحت لگانا پھبتا نہیں ہے، حالانکہ صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابی حاتم اور مستدرک حاکم بھی حکم صحت میں ہیں۔

ارباب نظر پر پوشیدہ نہ رہے کہ صدر اول اسلام میں غدیر خم کے اعلان پر یہ سب غوغا نہیں تھا، صرف کچھ اہل عناد، خاصان خدا کی عداوت میں اسے شخصی مسئلہ قرار دئے کہ امیر المومنین اور زید کے درمیان ناچاقی کا سبب بتاتے تھے۔ وہ اس طرح اسے غیر معمولی قرار دینا چاہتے تھے۔ پھر مامون رشید کا زمانہ آیا اور اس نے چالیس فقہائے عصر سے مدلل مناظرہ کر کے حق بات ظاہر کی۔ اس کے بعد چوتھی صدی میں تمام امت نے عام قبولیت کا مظاہرہ کیا، علماء و حفاظ نے تسلیم کیا۔ جس نے یہ اعتراض کیا کہ حجۃ الوداع میں علیؑ موجود نہیں تھے، اس کی تردیدی کی، حدیث کی صحت و حسن و تواتر کی حتمی اعلان کیا۔ بخاری و مسلم کے عدم اخراج کے شاخسار نے کو اسی معیار سے جانچ پڑتال کر کے صحیح و حسن ہونے کی نشاندہی کی۔

تیسری صدی کے وہ مشائخ جن سے بخاری و مسلم نے بھی روایت کی ہے ان میں یحییٰ بن آدم

۱۔ فتح المغیث ص ۱۴/۱ بیت ۲۴ ص ۱۶/۱ بیت ۲۹، ۳۰

اسود بن عامر، عبداللہ بن یزید، حجاج بن منہال، عفان بن مسلم اور محمد بن کثیر جیسے تیس سے زیادہ اہم مشائخ ہیں۔ اس طرح بخاری و مسلم نے اگر چہ حدیث غدیر کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ متفقہ طور سے صحیح و متواتر ہے۔(۱)

اس سلسلے میں شیخ محمود کہتے ہیں کہ بہت سی احادیث کا شیخین نے اخراج نہیں کیا ہے۔ وہ اس سے دونوں کی عظمت داغدار نہیں کر رہے ہیں بلکہ حدیث غدیر کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میری بات پر جمہور اہلسنت کا اتفاق ہے۔

ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ حدیث غدیر کے اجماع کی تردید سب سے پہلے ابن حزم اندلسی نے کی، حالانکہ وہ اس کا بھی قائل ہے کہ امت کبھی غلطی پر اتفاق نہیں کر سکتی۔ پھر ابن تیمیہ نے اس کی پیروی کرتے ہوئے حدیث کے مدرک پر اعتراض کیا کہ بخاری و ابراہیم حرانی اور دوسرے علمائے حدیث نے نقل کر کے اسے ضعیف قرار دیا ہے، وہ منہاج السنۃ کا اپنا فقرہ بھول گئے کہ ''واقعہ غدیر حجۃ الوداع سے واپسی پر پیش آیا اس پر تمام لوگوں کا اجماع ہے''۔(۲) اس کے بعد تو منحرفین حق کی ٹولی امنڈ پڑی۔ تفتازانی قاضی ایجی قوشجی اور جرجانی نے ابن حزم و ابن تیمیہ کی پیروی میں مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے کر دیئے۔ انھوں نے استنادی حیثیت سے بخاری و مسلم ہی کے عدم اخراج پر اکتفا نہیں کی بلکہ ان کی جرأت اتنی بڑھی کہ بطور ارسال مرسل کہنے لگے کہ ابوداؤد و سجستانی نے حدیث غدیر پر طعن کیا ہے۔ ان کے بعد ابن حجر نے مزید اضافہ کیا۔ پھر ہروی نمودار ہوئے اور سجستانی واقدی و ابن خزیمہ کی نشاندہی کی۔ السہام الثاقبہ میں کہتے ہیں کہ ابوداؤد و ابن خزیمہ جیسے معتبر محدثین نے واقعہ غدیر پر طعن کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ خدائے رحمٰن پر یہ لوگ افترا پردازی میں کس قدر گستاخ ہیں۔ ایسے مناظر کو کیا کہا جائے جو محدثین و حفاظ کی طرف بے بنیاد منسوب کرتا ہے۔ کوئی ان سے سوال کرنے والا نہیں کہ اس نقل و اضافے کا سرا کہاں ہے، کس کی تالیف میں پایا، کون سی کتاب ہے، کہاں ہے، اس کا نام کیوں نہیں لیتے، کیا اساتذۂ حدیث نے روایت کی ہے۔ اس کے اسناد کو نظر انداز کیوں کر دیا؟

۱۔ فتح المغیث ص ر ۱۷ (ص ر ۱۴ ابیت ۲۴، ص ر ۱۶ ص ر ۲۹، ۱۰)؛ ص ر ۱۹

۲۔ منہاج السنۃ ج ر ۴ ص ر ۱۳

کوئی نہیں پوچھتا کہ بخاری کی طرح حفاظ ومحدثین کا وہ گروہ پہلی صدی سے ساتویں صدی (عہد ابن تیمیہ) تک وہ لوگ چھپے کیوں رہ گئے، کسی نے بھی ان کی تحقیق پر دم نہ مارا کسی نے بھی اپنی مسند میں نقل قول نہ کیا۔شاید اس لئے کہ بازار تحقیق میں وہ بے وقعت ہو کر رہ جائے گی۔ان باتوں کے علاوہ کہاں سے سراغ ملا کہ اس حدیث غدیر کے تواتر کا مجرمانہ انکار کر دیا گیا اور یہ کہ شیعہ اسی تواتر پر اعتبار کر کے امامت علی کا استدلال کرتے ہیں، حالانکہ یہ حدیث احاد ہے۔(۱)

اس شخص کو ایسی بات کہتے ذرا باک نہیں، حالانکہ یہی حدیث جس کی سند میں اگر آٹھ صحابی ہوں تو اسے متواتر مانتا ہے۔(۲) اسی کے گروہ میں ایسے افراد بھی ہیں جو چار صحابیوں کی روایت کو متواتر مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی مخالفت جائز نہیں۔(۳) وہ حدیث الائمة من قریش کو انس، بن عمر اور معاویہ سے روایت کے باوجود متواتر مانتا ہے۔(۴) دوسرا کہتا ہے کہ اس کو بارہ افراد نے علیؑ سے اور علیؑ نے رسولؐ سے روایت کی ہے، پھر کہتا ہے کہ یہ بارہ طریق علیؑ تک منتہی ہوتے ہیں لہٰذا حدیث متواتر ہے(۵)

ایک دوسرے صاحب نے تقتلک الفئة الباغیة کو عمار کے لئے متواتر بتایا ہے اور اس کی نسبت عمار، عثمان، عبداللہ بن مسعود، حذیفہ، ابن عباس اور دوسروں کی طرف دی ہے۔(۶) سیوطی الفیہ میں کہتے ہیں کہ اگر تواتر حدیث دس افراد تک بھی ہو تو وہ پسندیدہ ہے۔(۷) یہ ہے تواتر کے متعلق ان لوگوں کا نظریہ۔حالانکہ حدیث غدیر کو ایک سو بیس اصحاب رسولؐ یا اس سے زیادہ نے روایت کیا ہے اور اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ احمد امین اپنی کتاب ظہر الاسلام میں

۱۔المقاصد ص/۲۹۰ (ج/۵ص/۲۷۲)؛ الصواعق المحرقہ ص/۲۵ (ص/۴۲)

۲۔الصواعق المحرقہ ص/۱۳ (ص/۲۳)

۳۔المحلیٰ (ج/۹ص/۶ مسئلہ ۱۵۱۱)

۴۔الفصل ج/۴ص/۸۹

۵۔البدایة والنہایة ج/۷ص/۲۸۹ (ج/۷ص/۳۲۱ حوادث ۳۷ھ)

۶۔تہذیب التہذیب ج/۷ص/۴۰۹ (ج/۷ص/۳۵۸ نمبر ۶۶۵)؛ الاصابة ج/۲ص/۵۱۲ نمبر ۵۷۰۴

۷۔الفیہ ص/۱۶ (ص/۴۴)

لکھتے ہیں کہ شیعوں نے حدیث غدیر کی روایت برّا ابن عاذب سے کی حالانکہ سب جانتے ہیں کہ محدثین نے دوسرے اصحاب رسولؐ سے زیادہ تر روایت کی ہے۔(۱) اسی جلد میں چالیس سے زیادہ عظیم علمائے اہل سنت کی نشان دہی ہوئی ہے جن میں احمد، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، ابن شیبہ جیسے لوگ ہیں۔ ان سب کے اسناد صحیح اور رجال ثقہ ہیں۔ لیکن احمد امین اسے صرف شیعوں ہی سے منسوب کرنا چاہتے ہیں تا کہ یہ حدیث استدلالی صلاحیتوں سے محروم ہو جائے۔ یہ بات احمد امین ہی پر منحصر نہیں اہل سنت کے تمام مصنوعی علماء کی یہی حالت ہے۔

''ان کے منھ سے بڑی بات نکل رہی ہے۔ یہ صرف جھوٹ بول رہے ہیں۔ شاید تم اپنی جان کھو بیٹھو اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں''۔

۱۔ ظہر الاسلام ص ۱۹۴

ابن حزم کے متعلق عام رائے

سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی منحوس فرد کے متعلق کیا لکھا جائے جس کی گمراہی کی وجہ سے دانش وران عصر نے اس کی مذمت کی ہے، عوام کو اس سے دور رہنے اور تمام تالیفات کو نذر آتش کرنے کا مشورہ دیا ہے۔(۱) آلوسی تو اپنی تفسیر میں اس کے نام ہی سے بھڑک اٹھتے ہیں: ''وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے''۔(۲)

ایسے بکواسی کے متعلق کیا کہا جائے جسے اپنی تالیفات میں خدا اور رسولؐ کی تکذیب، مقدسات شرع نبوی کے ساتھ گستاخی اور مسلمانوں پر اتہام طرازی میں ذرا بھی باک نہیں، اپنی کج بحثی میں بغیر اساس واستناد قرآن وحدیث کے الم غلم فتوے جھاڑ دیتا ہے، ائمہ فن، حفاظ اور امت اسلامیہ کی طرف ایسے نظریات منسوب کرتا ہے جن کا کہیں پتہ نہیں، اس کی گمراہی کا ایک نمونہ یہ ہے کہ اپنی فقہی کتاب المحلی میں مسئلہ بیان کرتا ہے کہ اگر کسی مقتول کے ورثاء میں غائب، بچہ یا مجنون ہو تو اس موقع پر لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ اس کے بعد ابو حنیفہ کا قول بیان کرتا ہے کہ ایسی حالت میں قاتل سے قصاص کا حق ولی مکلف اور بالغ کو ہے۔ کم سن بچوں کے بالغ ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بعد شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ اگر مقتول کے اولیاء میں ایک بھی کم سن اور نابالغ ہو تو بڑے کو قصاص کا حق نہیں۔(۳)

پھر اسی شافعی نظریہ کی روشنی میں کہتا ہے کہ امام حسنؑ نے حضرت علی کے قتل کا قصاص ابن ملجم سے لیا

۱۔لسان المیزان ج ۴/ص ۲۰۰/ (ج ۴/ص ۲۲۹/نمبر ۵۷۳۷)

۲۔روح المعانی ج ۲۱/ص ۷۶/

۳۔المحلی ج ۱۰/ص ۴۸۲/

حالانکہ علی کے دوسرے نابالغ بیٹے موجود تھے۔اس کے بعد اعتراض کرتا ہے کہ اس قصہ قتل ابن ملجم میں شافعیوں کا طعن خود ان پر بھی وارد ہوتا ہے کیوں کہ اس بارے میں شافعیوں اور مالکیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ جو بھی تاویل کی بنا پر کسی کو قتل کر دے اس پر قصاص نہیں ۔اور اس بارے میں امت اسلامیہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ابن ملجم نے علیؑ کو اجتہاد و تاویل کی بنا پر قتل کیا اور اس کا اجتہاد صحیح تھا۔

اس سلسلے میں قبیلہ صفریہ کا شاعر عمران بن حطان کہتا ہے:

یا ضربة من تقی ما اراد بها الا فیبلغ من ذی العرش رضوانا

انی لاذکره حینا فاحسبه اوفی البریة عند الله میزانا

''کیا کہنا اس پرہیزگار کی ضربت کا جس نے محض آسمان والے کے خوشنودی کا ارادہ کیا تھا، میں جب بھی اسے یاد کرتا ہوں کہ میزان عمل میں خدا کے نزدیک مخلوقات میں کامل تر ہے''۔

یعنی جب بھی عبدالرحمٰن ابن ملجم کے تعلق سوچتا ہوں تو اسی نتیجے پر پہونچتا ہوں کہ شائستگی میں تمام کائنات کے مقابلے میں کامل تر تھا۔امام حسن کے اس عمل کی بنا پر حنفی ملامت کے مستحق ہیں جسے وہ شافعیوں کے لئے جائز سمجھتے ہیں، وہ اپنے حصے کی ملامت نقل نہیں کرتے ،اپنے کھودے ہوئے کنویں میں گرے ہیں۔(۱)

اب ذرا میرے ساتھ آئیے۔ہر وابستۂ اسلام سے پوچھا جائے کہ یہ کنوارا فتویٰ کہاں سے حاصل کیا گیا، حالانکہ اس کے مقابلے میں رسولؐ کی صحیح حدیث موجود ہے کہ ''یاعلی !تمھارا قاتل آخری زمانے کا کمینہ ترین انسان ہوگا۔'' دوسری روایت میں ہے کہ لوگوں میں سب سے بڑا کمینہ،اور تیسری روایت میں ہے کہ امت کا سب سے بڑا کمینہ جس طرح ناقۂ صالحؑ کا قاتل قوم ثمود کا کمینہ ترین شخص تھا۔اس ارشاد رسول کو بالغ نظر حفاظ اور اکابر علمائے نے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔خود ابن حزم کے معیار کے مطابق متواتر حدیث ہے۔

۱۔ تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ابن حجر ص ۴۱۶(ج۴ص۴۶)

ان کے اسناد طرق مندرجہ ذیل کتابوں میں ہیں:

''مسند احمد، خصائص نسائی، الامامۃ والسیاسۃ، مستدرک حاکم، تلخیص ذہبی، تاریخ خطیب، استیعاب، سیر اسحاق، ریاض طبری، تاریخ ابن کثیر، جمع الجوامع سیوطی''۔(۱)

ابن حزم کی اس رائے اور ارشاد رسولؐ میں کیا مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

''کیا میں تمھیں خبر دوں جسے قیامت میں سخت ترین عذاب دیا جائے گا؟''

آپ نے فرمایا: ''ہاں''۔

فرمایا: ''ناقۂ صالح کو پے کرنے والا قوم ثمود کا شخص اور وہ جو تمھاری داڑھی کو تمھارے خون سے خضاب کرے گا''۔(۲)

کیا ارشاد رسولؐ سے بھی مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے؟

''یا علی تمھارا قاتل شبیہ یہود بلکہ یہودی ہے''۔(۳)

نیز ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ اکثر فرمایا کرتے تھے: ''کیا رکاوٹ ہے شقی ترین شخص کے لئے''۔(۴)

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج۴/ص۲۶۳ (ج۵/ص۳۲۶ حدیث نمبر ۱۷۸۵۷)؛ خصائص نسائی ص۳۹ (ص۱۶۲ حدیث ۱۵۳؛ السنن الکبریٰ ج۵/ص۱۵۳ حدیث ۸۵۳۸)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج۱/ص۱۳۵ (ج۱/ص۱۳۹)؛ المستدرک علی الصحیحین ج۳/ص۱۴۰ (ج۳/ص۱۵۱ حدیث ۴۶۷۹)؛ تلخیص المستدرک ج۳/ص۱۴۰ (ج۳/ص۱۵۱ حدیث ۴۶۷۹)؛ تاریخ بغدادی ج۱/ص۱۳۵؛ استیعاب مطبوع برحاشیہ الامامۃ ج۳/ص۶۰؛ الریاض النضرۃ (ج۳/ص۲۰۸)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷/ص۳۲۳ (ج۷/ص۳۵۸ حوادث ۴۰ھ)؛ کنز العمال ج۶/ص۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۱۵۷، ۳۹۹ (ج۱۳/ص۱۹۲ حدیث ۳۶۵۷۱؛ ص۱۹۳ حدیث ۳۶۵۷۷، ۳۶۵۷۸؛ ص۱۹۶ حدیث ۳۶۵۸۷؛ ج۱/ص۶۱۷ حدیث ۳۲۹۹۸؛ ج۱۳/ص۱۴۰ حدیث ۳۶۴۴۲؛ ص۱۴۱ حدیث ۳۶۴۴۳)

۲۔ العقد الفرید ج۲/ص۲۹۸ (ج۴/ص۱۵۵)

۳۔ کنز العمال ج۶/ص۴۱۲ (ج۱۳/ص۱۹۵ حدیث ۳۶۵۸۲)

۴۔ البدایۃ والنہایۃ ج۷/ص۳۲۳ (ج۷/ص۳۵۸ حوادث ۴۰ھ)؛ کنز العمال ج۶/ص۴۱۱ (ج۱۳/ص۱۸۷ حدیث ۳۶۵۵۷؛ ص۱۹۲ حدیث ۳۶۵۸۰)

ابن ملجم کے لئے فرمایا: ''کیا رکاوٹ ہے شقی ترین شخص کو''۔(۱)

حضرت نے اپنے عیال سے فرمایا: ''خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ شقی ترین شخص اقدام کر بیٹھے''(۲)

آپ کا پانچواں ارشاد ہے: ''تمھارے شقی ترین شخص کے لئے کیا رکاوٹ ہے''۔(۳)

آپ کا چھٹا ارشاد ہے: ''تمھارے شقی ترین شخص کو کیا رکاوٹ ہے یا کس بات کا انتظار ہے؟''(۴)

کاش مجھے معلوم ہوسکتا کہ کس اجتہاد نے واجب الاطاعت امام کے قتل کی اجازت دی ہے؟ کس اجتہاد میں قتل امام کو خارجی عورت کا مہر قرار دیا گیا ہے۔؟ ابن ملجم قبیلۂ مراد پر فریفتہ تھا۔ کیا رسولؐ کے واضح حکم کے مقابلے میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔؟(۵)

پھر تو اس راستے سے تمام انبیاء وخلفاء کا قتل اجتہاد کی بھینٹ چڑھ جائے گا۔ لیکن یہی ابن حزم کا نظریہ عمر وعثمان کے قتل پر اجتہاد کی اجازت نہیں دیتا۔

کاش ہم یہ جان سکتے کہ کس قوم میں ابن ملجم جیسے پاپی کو سراہا گیا ہے؟ ابن حزم اس کا نام بتا دیتے اسلام کا تو یہ ذلیل عقیدہ نہیں، صرف خوارج ہی کا ہے جو دین سے خارج ہیں اور یہ بھی خارجی تھا۔ عمران کا احتجاج بھی اس نظریہ کی تائید ہے۔

یا اللہ! یہ عمران بن خطان کون ہے؟ ولی خدا، امام پاک، امیر المومنین کی خوں ریزی کے شرمناک عمل کو اچھا سمجھنے کا انصاف تیرے ذمے۔ اس کے شعری بکواس کی کیا اہمیت ہے جس سے استدلال کر کے احکام اسلامی کی اساس قرار دی جائے۔

۱۔ تاریخ طبری ج۶/ص۸۵/(ج۵/ص۱۴۵/حوادث ۴۰ھ)؛ تاریخ کامل ج۳/ص۱۶۹/(ج۲/ص۴۳۵/حوادث ۴۰ھ)

۲۔ الریاض النضرۃ ج۲/ص۲۴۸/(ج۳/ص۲۰۸)

۳۔ تاریخ کامل ج۳/ص۱۶۸/(ج۲/ص۴۳۴/حوادث ۴۰ھ)؛ کنز العمال ج۶/ص۴۱۲/(ج۱۳/ص۱۹۱/حدیث ۳۶۵۷۰)

۴۔ محاملی کی امالی (ص۱۷۸/حدیث ۱۵۰)؛ ریاض النضرۃ ج۲/ص۲۴۸/(ج۳/ص۲۰۸)

۵۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱/ص۱۳۴/(ج۱/ص۱۳۷)؛ تاریخ طبری ج۶/ص۸۳/(ج۵/ص۱۴۴)؛ المستدرک ج۳/ص۱۴۳/(ج۳/ص۱۵۴/حدیث ۴۶۹۰)؛ تاریخ کامل ج۳/ص۱۶۸/(ج۲/ص۴۳۵)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷/ص۳۲۸/(ج۷/ص۳۶۱/حوادث ۴۰ھ)

اس فقیہ (ابن حزم) کو کیا کہا جائے جو عمران جیسے کمینے کی بکواس کو واضح احکام کے مقابلے میں دستاویز قرار دے، مخالفت رسول، تردید نص، اور خارجی کی بچکانہ بکواس سے استدلال کر کے امت اسلامی کو متہم کرے، اسی عمران کا ہم عصر ابوالطیب طاہر بن عبداللہ شافعی یوں نغمہ ریز ہے:

انی لا برء حما انت قائله — عن ابن ملجم الملعون بهتانا

باضربة من شقی ما اراد بها — الا لیهدم للاسلام ارکانا

انی لا ذکره یوماً فالعنه — دنیا و العن عمر انا و خطانا

علیه ثم علیه الدهر متصلاً — لعائن الله اسراراً و اعلانا

فانتما من کلاب النار جاء به — نص الشریعة برهاناو تبیاناً (۱)

''میں قطعی بیزار ہوں عبدالرحمٰن بن ملجم کے بارے میں تمہاری بکواس سے۔ ہائے اس کمینے کی ضربت جس نے ارکان اسلام منہدم کرنے کا ارادہ کیا، میں جب بھی اس دن کا خیال کرتا ہوں تو عمران اور اسکے باپ حطان دونوں پر لعنت بھیجتا ہوں، اس پر خدا کی برابر لعنت ہوتی رہے، پوشیدہ اور علی الاعلان نص و دلیل کی بنا پر جہنم کے کتے ہو''۔

بکر بن حسان باہلی نے کہا: (آٹھ شعروں کا مفہوم ہے)

''ابن ملجم سے کہہ دو حالانکہ مقدرات غالب ہیں۔ تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے ارکان اسلام کو منہدم کر دئے۔ ایسے کو قتل کیا جو تمام چلنے والوں میں افضل، سب سے پہلے اسلام و ایمان سے سرفراز اور سب سے بڑا عالم تھا، جس نے سیرت رسول کو شریعت و بیان کی روشنی میں واضح کیا۔ وہ رسول کے داماد و حامی تھے۔ ہمارے مولا تھے ان کے مناقب نور و برہان کی روشنی میں واضح ہیں۔ حاسدوں کی جلن کے باوجود ان کی حیثیت وہی تھی جو موسیٰ کے نزدیک ہارون کی تھی۔ وہ جہاد میں چمکتی ہوئی تلوار اور میدان کارزار کے شیر تھے۔ میں ان کے قاتل کو یاد کر کے رو دیتا ہوں۔ پاک ہے وہ ذات جو لوگوں کا پروردگار... مجھے گمان نہیں تھا کہ آپ کا قاتل انسان ہوگا جسے قیامت کا خوف نہ ہو لیکن وہ تو شیطان تھا۔ قبائل میں قبیلہ

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۴۳ (ج ۲ ص ۴۳۵)

مراد کا کمینہ ترین انسان تھا اور خسران مبین میں مبتلا تھا۔ جس طرح اگلوں میں ناقۂ صالح کو پے کرنے والا قوم ثمود کا شخص، حضرت علیؑ نے اپنی موت سے قبل ہی خبر دے دی تھی کہ یہ داڑھی خون سے خضاب ہوگی۔ اس نے جو گناہ کیا ہے خدا کبھی معاف نہ کرے اور عمران بن حطان کی قبر سیراب نہ کرے کیونکہ اس نے اپنے شعروں میں ابن ملجم کے سلسلے میں بڑی منحوس بات کہی ہے (وہ خبیث کہتا ہے) کیا کہنا اس پرہیزگار کی ضربت کا جس نے محض خوشنودی رب کے لئے تلوار چلائی۔۔۔ نہیں بلکہ ضربت گمراہی سے بھرپور تھی اس کی وجہ سے دوزخ کے شرارے بھڑک اٹھے۔ وہ جلد ہی غضب خدوندی کا شکار ہوا۔ بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق ہوگیا''۔(۱)

ابن حجر اصابہ میں کہتے ہیں کہ بکر بن حماد تاہرتی نے یہ شعر کہے ہیں جو قیروان کے باشندے اور بخاری کے ہم عصر تھے۔ عمران سے ان شعروں کا اجازہ سید حمیری نے لیا ہے جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔(۲)

استیعاب میں ہے کہ متذکرہ تاہرتی نے مرثیۂ امیر المومنین بھی کہا ہے جس کا پہلا شعر ہے:

وھز علی بالعراقین لحیة   مصیبتھا جلت علیٰ کل مسلم

''یعنی حضرت علیؑ کی زخمی ریش اقدس نے بصرہ وکوفہ کو جھنجھوڑ ڈالا جس سے مسلمانوں کی مصیبت سخت ہوگئی''۔(۳)

عمران کی تردید میں محمد ابن احمد طبیب نے بھی اشعار کہے ہیں:

ہائے وہ مکارترین شخص کی ضربت! وہ تمام مخلوقات میں کمینہ ترین تھا۔ جب یاد کرتا ہوں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں نیز اس کتے عمران بن حطان پر بھی''۔(۴)

۱۔ تاریخ کامل (ج۲/ص۴۳۹ حوادث ۴۰ھ)؛ مروج الذہب ج۲/ص۴۳ (ج۲/ص۴۳۵)؛ الاستیعاب (القسم الثالث ص/۱۱۲۸ حالات امیر المومنین)؛ تاریخ کامل ج۳/ص۱۷۱ (ج۲/ص۱۷۱ (ج۲/ص۴۳۹)؛ صفدی کی تمام المتون ص/۱۵۲ (ص/۲۰۱)
۲۔ الاصابۃ ج۳/ص۱۷۹
۳۔ الاستیعاب ج۲/ص۴۷۲ (القسم الثالث ص/۱۱۳۱ نمبر ۱۸۵۵)
۴۔ کامل مبرد ج۳/ص۹۰ (ج۲/ص۱۴۶)

ان تمام باتوں کے علاوہ جب امام حسنؑ نے ابن ملجم کو قتل کیا تو صحابہ وتابعین کا گروہ موجود تھا جنہوں نے آپ کے اس اقدام کو سراہا تھا، بلکہ ان لوگوں کا قصاص پر اصرار قطعی دلیل ہے کہ یہاں اجتہاد کی گنجائش نہیں تھی اجتہاد کو بہتر سمجھنے کا تو سوال ہی نہیں۔ اگر یہاں اجتہاد فرض کرلیا جائے تو نص کے مقابلے میں تھا، اس لئے تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ اس پلید کیڑے کو ہمیشہ کے لئے ٹھکانے لگا دیا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ امام حسنؑ نے دوسرے فضائل کی طرح اس فضیلت کے حصول میں بھی سبقت کی اس لئے ابن حزم کے موضوع تحریر سے باہر ہے۔ شافعی، حنفی و مالکی کے نزاع کے متعلق من مانی رائے قائم کرنے اور مضحکہ اڑانے کے بجائے اسے سوچنا چاہئے کہ امام وقت کے قتل کا قصاص ضرورت دین کے لئے ہے، یہی وجہ ہے کہ عقیدت مندان عمر بن خطاب ان کے قاتل کے وجوب قصاص میں کوئی شبہ نہیں کرتے نہ یہاں اجتہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔ خود ابن حزم نے قاتلین عثمان کے موقع پر اجتہاد کو ناجائز کہا ہے۔

ابن ملجم کو ابن حزم سراہتے ہیں لیکن صاحب لسان المیزان اسے خارجی، مکارترین اور مردم آزار کہتے ہیں۔(۱) اس معاملے میں ابن حجر ابوزرعہ کی پیروی کی، وہ کہتے ہیں کہ خوارج نے علیؑ پر ہجوم کیا تو آپ ان پر کامیاب ہوئے انھیں کا بقیہ شقی ترین ابن ملجم مرادی ملعون تھا جس نے علیؑ پر حملہ کرکے آپ کا رشتۂ حیات قطع کیا۔(۲)

نظریات ابن حزم کے مزید نمونے

ابوالغادیہ یسار بن سبع سلمی جس نے حضرت عمار یاسر کو قتل کیا تھا، ابن حزم اس کی خطائے اجتہادی کا قائل ہے حالانکہ عمار بیعت رضوان میں موجود تھے خدا نے ان کے سکینۃ القلب کی گواہی دی۔

ابن حزم کہتا ہے کہ ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ نے عمار کو باغیانہ طور پر قتل کرکے خطائے اجتہادی فرمائی

۱۔ لسان المیزان ج ۳ ص/۵۳۲ نمبر ۵۰۷۷)؛ تہذیب التہذیب ج ۷/ص/۳۳۸ (ج/۷ ص/۲۹۷)

۲۔ طرح التغریب ج/۱ ص/۸۶

پس انھیں ایک ثواب عطا کیا جائے گا، لیکن یہ خطائے اجتہادی کی تاویل حضرت عثمان کے قاتلوں پر لاگو نہیں ہوسکتی، کیونکہ عثمان نے نہ تو کسی سے جنگ کی نہ کسی کو قتل کیا، نہ کسی سے زنائے محصنہ کے مرتکب ہوئے۔ نہ مرتد ہوئے بلکہ آپ سے جنگ کرنے والے فاسق وفاجر تھے۔ انھوں نے عمداً محترم خون بہایا، ان کے ظلم کی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ وہ سبھی بدکار ملعون تھے''۔ انتھی (۱)

میں نے ابوالغادیہ کے اجتہاد کا سرا کہیں نہیں پایا، کیونکہ یہ مجہول شخص عہد نبویؐ کا گمنام ترین انسان ہے۔ صرف اس کے قبیلہ جہنی سے ہونے کی نشان دہی ہوتی ہے۔ کتابوں میں اس کے حالات واجتہاد کچھ نہ مل سکے صرف دو روایتیں ملیں، دمائکم واموالکم حرام (تمھارا خون ومال محترم ہے) اور لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض (یعنی میرے بعد کفر کی طرف مت پلٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو) اصحاب رسول خداؐ تعجب کرتے تھے کہ اس نے ان باتوں کو سنا اور پھر عمار کو قتل کیا۔ (۲)

علمائے اعلام میں ابن حزم کے سوا کسی نے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں کہا ہے۔

چھوڑیئے بھی اسے... عمار یاسر کے متعلق واضح حکم رسولؐ کے مقابلے میں اجتہاد، کیا بیچتا ہے؟ میرا مطلب صرف اسی حدیث ہی سے نہیں کہ ''تقتلک الفئة الباغية'' (تمھیں باغی گروہ قتل کرے گا)۔ (۳) یا ''الناکبة عن الطريق'' (یعنی راہ حق سے منحرف گروہ قتل کرے گا) کیونکہ اس حدیث سے قتل عمار کو اچھا سمجھنے اور اجتہاد کرنے کی گنجائش قطعی طور سے ختم ہوجاتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ قاتل عمار باغی تھا۔ کیا اجتہاد میں بغاوت کی بھی گنجائش ہے؟ بغاوت کو نہ تو عقل اچھا سمجھتی ہے اور نہ شریعت، ہر چند معاویہ نے ابن عمر کو مہمل تاویلی جواب دیا۔

بات یوں ہوئی کہ عبداللہ بن عمر نے معاویہ کو حدیث رسولؐ سنائی کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

۱۔ الفصل ج؍۴ص؍۱۶۱

۲۔ الاستیعاب ج؍۲ص؍۶۸۰ (القسم الرابع ص؍۱۷۲۵ نمبر ۳۱۰۹)؛ الاصابۃ ج؍۴ص؍۱۵۰ نمبر ۸۸۱

۳۔ الاصابۃ ج؍۲ص؍۵۱۲ (نمبر ۵۷۰۴)؛ تہذیب التہذیب ج؍۷ص؍۴۰۹ (ج؍۷ص؍۳۵۸ نمبر ۶۶۵)

عمرو عاص نے متوجہ کرتے ہوئے معاویہ سے کہا: ''آپ عبداللہ کی بات سن رہے ہیں؟''
معاویہ نے عبداللہ بن عمر کو بھنبھوڑتے ہوئے کہا: ''تیرے جیسا احمق بڈھا پیشاب میں لت پت، مجھ سے حدیث رسول نقل کرتا ہے۔ کیا عمار کو میں نے قتل کیا؟ اس کے قاتل تو علیؑ ہیں جو عمار کو ہمارے نیزوں کے درمیان لائے''۔(۱)

معاویہ نے عمرو عاص سے بھی شکایت کی تھی کہ ''تم نے شام والوں کو مجھ سے برگشتہ کردیا ہے، کیا رسولؐ سے سنا ہوا سب کچھ بیان کرہی دو گے؟''

عمرو نے جواب دیا ''میں علم غیب نہیں جانتا، یہ اس وقت کہا تھا جب عمار میرے اور تمھارے دوست تھے، مجھے نہیں معلوم تھا کہ صفین کا معرکہ بھی پیش آئے گا، تم نے بھی تو عمار کے بارے میں یہی روایت کی ہے''۔

اس مشہور مباحثے کو نظم بھی کیا گیا ہے، جس کا حاصل مطلب یہ ہے:

''تم مجھ سے حدیث رسولؐ بیان کرنے پر خفا ہو حالانکہ یہی تم نے بھی کیا ہے، اپنی جوتی استوار کرو، میں نے تمھاری متابعت میں بات کہی ہے، مجھے کیا معلوم تھا کہ عمار میرے قتل پر لوگوں کو ابھاریں گے۔ اگر مجھے علم غیب ہوتا تو میں اس خبر کو چھپالیتا، اوران چھاتیوں کو برداشت کرتا جن میں حسد جوش مار رہا ہے، بغیر جرم کے مجھ پر غصہ مناسب نہیں۔ قسم ہے اونٹوں کی رفتار کی! میں تمھاری حمایت میں گم گشتۂ حواس ہوں''۔

معاویہ نے جواب دیا:

''خدا ستیاناس کرے عتاب اور عتاب کرنے والے کا۔ تم مجھے مصیبت میں پھنسا ہوا دیکھ رہے ہو ان باتوں کو جانے دو، کوئی تدبیر کرکے میرے دشمنوں کو رد کرو۔ علیؑ نے انھیں پکارا تو انھوں نے مال وعیال سے زیادہ محبت کا مظاہرہ کیا''۔(۲)

۱۔ تاریخ طبری ج ۶/ص ۲۳ (ج ۵/ص ۴۱)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۷/ص ۲۶۹، ۳ (ج ۷/ص ۲۹۹ حوادث ۳۷ھ)

۲۔ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ ج ۲/ص ۲۷۴،۴۳ (ج ۸/ص ۲۷ خطبہ ۱۲۴)

طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو تو فرزند سمیّہ (عمار) حق پر ہوگا۔ یہ مضبوط دلیل ہے کہ عمار کی مخالفت کرنے والا باطل پر ہے، کیا باطل پرست کے طغیان پر اجتہاد جائز ہے؟(۱)

حاکم نے مستدرک میں عمرو عاص کی روایت لکھی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: ''خدایا! عمار کو اذیت دینے میں قریش بہت حریص ہیں، عمار کو برہنہ کرنے اور قتل کرنے والا جہنمی ہے''۔(۲)

زید بن وہب کہتے ہیں کہ قریش کی عمار پر حریفانہ سرزنش شباب پر تھی، اس قدر مارا کہ گھر پر ہی صاحب فراش ہو گئے۔ عثمان ان کی عیادت کو آئے، پھر منبر پر جا کر فرمایا: ''میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ قاتل عمار جہنمی ہے''۔(۳)

اسی مفہوم کی روایت عبداللہ بن عمر سے ہے۔(۴) اسامہ بن زید اور ام سلمہ میں اس قدر اضافہ ہے کہ عمار لوگوں کو حق کی طرف بلائیں گے اور وہ انھیں جہنم کی طرف۔(۵)

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ عمار حق کے ساتھ ہے اور حق عمار کے ساتھ۔ عمار حق کے ساتھ پھرتا ہے جدھر وہ پھرتا ہے، قاتل عمار جہنمی ہے۔(۶)

خالد بن ولید سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

جو عمار سے دشمنی رکھے خدا اس سے دشمنی رکھتا ہے، جو عمار سے کینہ رکھتا ہے خدا اس سے کینہ رکھتا

۱۔المعجم الکبیر ج۱۰/ص۹۶/حدیث۱۰۰۷۱؛ کنز العمال ج۶/ص۱۸۴(ج۱۱/ص۷۲۱/حدیث۳۳۵۲۵)

۲۔المستدرک علی الصحیحین ج۳/ص۴۳۷/حدیث ۵۶۶۱)؛الجامع الصغیر ج۲/ص۱۹۳۳(ج۲/ص۲۳۳/حدیث ۵۹۹۸) ؛الاصابۃ ج۴/ص۱۵۱؛ کنز العمال ج۷/ص۷۰۳(ج۱۳/ص۵۳۱/حدیث۳۷۳۸۲؛ص۷۲۱/حدیث۳۳۵۲۲؛ص۷۲۴/حدیث۳۳۵۴۴)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج۱۲/ص۶۶۱؛مختصر تاریخ دمشق ج۱۸/ص۲۱۹

۳۔مختصر تاریخ دمشق ج۱۸/ص۲۱۹؛ کنز العمال ج۷/ص۷۲(ج۱۳/ص۵۲۸/حدیث۳۷۳۶۷)

۴۔تاریخ مدینہ دمشق ج۱۲/ص۶۳۷؛ کنز العمال ج۷/ص۷۴(ج۱۳/ص۵۳۷/حدیث۳۷۴۰۶)

۵۔کنز العمال ج۷/ص۷۵؛ج۶/ص۱۸۴(ج۱۱/ص۷۲۴/حدیث ۳۳۵۴۵؛ج۱۳/ص۵۴۰/حدیث ۳۷۴۱۵)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج۱۲/ص۶۲۶؛البدایۃ والنہایۃ ج۷/ص۲۶۸(ج۷/ص۲۹۸/حوادث ۳۷ھ)

۶۔کنز العمال ج۷/ص۷۵(ج۱۳/ص۵۳۸/حدیث۳۷۴۱۱)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج۱۲/ص۶۲۲

ہے۔(۱)

طبرانی کی روایت ہے کہ عمار کو گالی دینے والا خدا کو گالی دیتا ہے، عمار کو حقیر سمجھنے والا خدا کی تحقیر کرتا ہے، جس نے عمار کو احمق کہا، اس نے خدا کو احمق کہا''۔(۲)

کہاں یہ صحیح ومتواتر نصوص اور کہاں ابوالغادیہ کا اجتہاد اور کہاں ابن حزم کی ابوالغادیہ کے متعلق صفائی، اجتہاد کے بارے میں شوشہ، ایک ثواب عطا کرنے کی بات، وہ تو واضح ارشاد نبوی کی روشنی میں لامحالہ جہنمی ہے، کیا قتل سے زیادہ ہے بغض وتحقیر۔؟

تاریخ کامل ابن اثیر میں ایک سبق آموز روایت ہے، قاتل عمار ابوالغادیہ زمانہ حجاج تک زندہ رہا، ایک دن وہ حجاج کے دربار میں پہونچا تو اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔

حجاج نے پوچھا: ''عمار کو تم نے قتل کیا تھا''؟

جواب دیا: ''ہاں''!

حجاج نے کہا: ''جو شخص قیامت کے دن بڑے پیٹ والے کو دیکھنا چاہے وہ قاتل عمار کو دیکھ لے''۔(۳)

پھر ابوالغادیہ نے حجاج سے کچھ سوال کیا، حجاج نے کچھ نہیں دیا، اس وقت ابوالغادیہ نے کہا: ''میں نے ان لوگوں کے لئے دنیا کو رام کیا تھا اور یہ مجھے دنیا سے بہرہ مند نہیں کر رہے ہیں، پھر بھی مجھے بڑے پیٹ والا کہہ رہے ہیں''۔

۱۔مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۸۹ (ج ۵ ص ۵۰ حدیث ۱۶۴۷۳)؛ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۹۱ (ج ۳ ص ۴۴ حدیث ۵۶۷۴)؛ تاریخ بغدادی ج ۱ ص ۱۵۲؛ اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۵ (ج ۴ ص ۱۳۲ نمبر ۳۷۹۸)؛ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۱۱ (ج ۷ ص ۳۴۵ حوادث ۳۷ھ)؛ کنز العمال ج ۷ ص ۷۳؛ ج ۶ ص ۱۸۴ (ج ۱۳ ص ۵۳۲ حدیث ۳۷۳۸۷؛ ج ۱۱ ص ۷۲۲ حدیث ۳۳۵۴۴)؛ المصنف ج ۱۲ ص ۱۲۰ حدیث ۱۲۳۰۲؛ الاصابہ ج ۲ ص ۵۱۲۳

۲۔المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۹۰، ۳۹۱ (ج ۳ ص ۴۳۹ حدیث ۵۶۷۰؛ ص ۴۴۱ حدیث ۵۶۷۵)؛ کنز العمال ج ۷ ص ۷۳ (ج ۱۳ ص ۵۳۳ حدیث ۳۷۳۸۸؛ ۳۷۳۹۰)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۱۲ ص ۶۲۵؛ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۹۰ (ج ۵ ص ۵۲ حدیث ۱۶۴۸۰)

۳۔تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۳۴ (ج ۲ ص ۳۸۲ حوادث ۳۷ھ)

حجاج بولا: ''ہاں۔ خدا کی قسم! جس کے دانت کوہ اُحد کی طرح، ران کوہ ورقان کی طرح اور بیٹھک مدینہ و ربذہ کی طرح ہو تو وہ یقیناً قیامت کے دن بڑے پیٹ والا ہوگا، قسم خدا کی! اگر تمام دنیا نے مل کر عمار کو قتل کیا ہوتا تو سب کے سب جہنمی ہوتے''۔ (۱)

استیعاب میں ہے: ابو الغادیہ دوستدار عثمان تھا، قاتل عمار تھا۔ وہ جب بھی دربار معاویہ میں اذن باریابی طلب کرتا تو کہتا: ''قاتل عمار دروازے پر کھڑا ہے''۔ (۲) اس بیان صفت کے باوجود اس پر کوئی دھیان نہ دیتا، اس نے بڑی دلچسپ حدیث رسولؐ روایت ہے کہ میرے بعد مرتد نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، باوجود اس کے عمار یاسر کا قاتل ہے۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ جان بوجھ کر اس نے عمار کو محض معاویہ کی طرفداری میں قتل کیا۔ اس رجحان کی وجہ سے گزشتہ فقرہ چسپاں ہوسکتا ہے کہ یہ بڈھا احمق اور پیشاب میں لت پت تھا۔ قارئین! معاویہ کا مقصد، ابو الغادیہ کے جرم اور اجتہاد کے عوامل کو سمجھ ہی گئے ہوں گے۔

قتل عثمان کے بارے میں ابن حزم کا اجتہاد بمقابلہ نص یہی تو ہے کہ کسی مسلمان و موحد کی خوں ریزی جائز نہیں مگر صرف تین صورتوں میں ۔۔ بوڑھا زنا کار۔ قصاص قتل اور دین چھوڑنے اور جماعت سے الگ ہونے والا۔ (۳) لیکن علیؑ کے مقابلے میں اس کے اجتہاد کو سانپ سونگھ جاتا ہے حالانکہ حضرت علیؑ اور عثمان دونوں کے قتل کا حال یکساں ہے۔ جب دونوں کا مورد ایک ہے تو قاتلین عثمان کو بھی ایک ثواب کیوں نہیں عطا کیا جاتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ قاتل علیؑ ہے اور وہ قاتل عثمان ہیں۔ وہاں قتل عثمان میں اجتہاد کے قائل نہیں ۔ یہاں صرف صحیح اجتہاد کی بات کی جاتی ہے، خطائے

۱۔ الاصابۃ ج ۴ ص ۱۵۱

۲۔ الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصابۃ ج ۴ ص ۱۵۱ (القسم الرابع ص ۱۷۲۵ نمبر ۳۱۰۹)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۶ ص ۲۵۲۱ حدیث ۶۴۸۴)؛ صحیح مسلم (ج ۳ ص ۵۰۶ حدیث ۲۵)؛ سنن ابی داؤد (ج ۶ ص ۱۲۶ حدیث ۴۳۵۲)؛ سنن ترمذی (ج ۴ ص ۱۲ حدیث ۱۴۰۲)؛ سنن نسائی (ج ۲ ص ۲۹۱ حدیث ۳۴۷۹)؛ سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۸۴۷ حدیث ۲۵۳۴)؛ سنن دارمی (ج ۲ ص ۱۷۲)؛ طبقات ابن سعد (ج ۳ ص ۶۷)؛ مسند احمد بن حنبل۔ ج ۱ ص ۶۳۱۴ حدیث ۳۶۱۴)؛ مسند طیالسی (ص ۳۷ حدیث ۲۸۹)؛ مغازی واقدی ص ۴۳۰؛ ۴۳۲

اجتہادی کونظر انداز کیا جاتا ہے۔ پھر وہ لوگ عقیدت صحابہ کے دلدل میں پھنسے ہوئے کہتے ہیں کہ قاتلین عثمان ملعون ہیں، گنہگار ہیں۔ کیونکہ صحابہ کو گالی دینے والا کافر و فاسق ہے۔ اکثر ائمہ نے اسے موجب تعزیر کہا ہے۔ تمام صحابہ کے عدول پر جمہور کا اتفاق ہے۔(۱) ابن حزم خود بھی الفصل میں لکھتے ہیں: ''صحابہ کو گالی دینے والا جاہل ہے تو معذور، عناد کی دلیل قائم ہونے پر زنا کار و چور کی طرح فاسق اور دشمنی خدا ورسول میں ہے تو کافر ہے۔ حضرت عمر نے بدری صحابی حاطب کے لئے کہا کہ.... اس منافق کی گردن ماردوں ... حضرت عمر اس تکفیر سے کافر نہیں ہوئے بلکہ تاویل خطا کے مرتکب ہوئے حالانکہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ نفاق کی پہچان انصار سے نفرت ہے۔ حضرت علیؑ سے فرمایا: ''تم سے صرف منافق ہی نفرت کرے گا۔'' (۲)

ابن حزم کے نزدیک ابن ملجم وابوالغادیہ جیسے کتنے ہی مجتہدین ہیں جنہیں الفصل میں ایک اجر کا مستحق سمجھا گیا ہے۔ وہ چوتھی جلد میں رقم طراز ہیں: ''ہمارا عقیدہ ہے کہ معاویہ اوران کے رفقاء نے خطائے اجتہادی کی، اوروہ ایک اجر کے مستحق ہیں''۔(۳) آگے معاویہ کے ساتھ عمرو عاص کو بھی مجتہد العصر بنادیا ہے۔ کہتے ہیں کہ انھوں نے خونریزی کے معاملے میں مفتی کی طرح اجتہاد کیا۔ جیسے جادو گر کا قتل، غلام کے قصاص میں آزاد کا قتل اور کافر کے قتل کے بدلے مومن کے قتل کے سلسلے میں فقیہوں کے درمیان اختلاف ہوتا ہی رہتا ہے، اگر جہالت وکور باطنی آڑے نہ آئے تو بعینہ یہی حالت معاویہ اور عمرو عاص کی ہے.... انتہی۔(۴)

حقیقت یہ ہے کہ دو مفتیوں کے اختلاف فتویٰ اور محاربین علیؑ میں بڑا فرق ہے، دو مفتی شرعی دلیلوں کو دیکھ کر قوی تر کو اختیار کر کے فتویٰ دیتے ہیں، لیکن جن لوگوں نے علیؑ سے جنگ کی انھیں معلوم تھا کہ قرآن عصمت علیؑ کی گواہی دے رہا ہے، آیۂ تطہیر ومباہلہ علی وفاطمہ وحسنین علیہم السلام کے بارے

۱۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص/۵۹۲۔۵۷۲؛ آمدی کی الاحکام فی اصول الاحکام ج۲/ص/۶۳۱ (ج۲/ص۱۰۲)؛ الشرف المؤبد ص/۱۹۹۔۱۱۲ (ص/۲۴۷۔۲۳۲)

۲۔ الفصل ج۳/ص/۲۵۷

۳۔ الفصل ج۴/ص/۱۶۱ ۴۔ الفصل ج۴/ص/۱۶۰

میں نازل ہوئی ہیں جن کی روشنی میں علیؑ نفس پیغمبر ہیں۔ ان کے علاوہ تین سو سے اوپر آیات انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔(۱) پھر حفاظ و محدثین کی تصریحات کے مطابق حدیث منزلت و حدیث برأۃ وغیرہ جیسی صحیح و متواتر احادیث کو صحابہ نے تابعین کے گوش گزار کیا اور نبی کے ذریعہ امت تک یہ پیغام پہنچا دیا گیا کہ علیؑ کی اطاعت نبی کی اطاعت اور علیؑ کی نافرمانی نبی کی نافرمانی ہے۔(۲) کیا یہ ممکن ہے کہ جس کی طہارت کا اعلان کیا جائے، مودت واجب کی جائے ولایت و رسالت کا بار سندین دیا جائے، اس سے جنگ، اس کا قتل مجمع عام میں دشنام طرازی، منبروں پر لعن و طعن کو اجتہاد کا درجہ دیا جا سکے؟ کیا اس قسم کا اجتہاد و فتوئ قتل ساحر کے برابر ہو سکتا ہے...؟

حالانکہ خود ابن حزم کہتے ہیں کہ: ''جو بھی مسلمان تاویل میں غلطی کر جائے اگر اس پر حجت قائم نہ ہو سکے اور حق ظاہر نہ ہو سکے تو وہ معذور ہے اور ایک اجر کا مستحق ہے کیونکہ اس نے تلاش حق میں سعی کی۔ اگر سہواً غلطی کر جائے تو معافی کا حقدار ہے۔ خداوند والم کا ارشاد گرامی ہے: ''لَیسَ عَلَیکُم جُنَاحٌ فِیمَا اَخطَاْتُم'' یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں جس میں تم سے خطا ہوگئی ہو اور تم نے جان بوجھ کر غلطی نہیں کی، اگر اس نے تاویل میں جواب کو پالیا تو اسے دو اجر ہے۔ ایک صواب کا دوسرا سعی و طلب کا۔ لیکن اگر دلیل و حجت کے باوجود عناد کا مظاہرہ کرے اور وہ حکم خدا اور رسولؐ کے خلاف نہ ہو تو ایسا شخص فاسق ہے کیوں کہ امر حرام میں اصرار کر کے اس نے خدائے تعالیٰ پر جرأت کا مظاہرہ کیا، اگر عناد کے ضمن میں حکم خدا کی مخالفت کی تو وہ کافر و مرتد ہے، اس کا مال و خون حلال ہے، ان تمام احکام میں اعتقادی و شرعی خطا برابر ہے'' انتہیٰ۔

اس بنیاد پر کیا ممکن ہے کہ قرآن کے حجت ہونے سے انکار کیا جا سکے یا ان آیات کی نفی کی جا سکے، کیا ممکن ہے کہ ان مجتہدین سے قطعی حجتیں پوشیدہ رہ گئی ہوں اور ان پر حق ظاہر نہ ہو سکا ہو۔ یا ان نصوص میں بھی اجتہاد و تاویل جاری ہوئی ہے۔؟؟

ا۔ تاریخ بغدادی ج/۶ ص/۲۲۱ (نمبر ۳۲۷۵)؛ تاریخ مدینۃ دمشق (ج/۱۲ ص/۳۰۹)؛ کفایۃ الطالب ص/۱۰۸ (ص/۲۳۱) الصواعق المحرقہ ص/۷۶ (۱۲۷)؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۵ (۱۶۱)؛ الفتوحات الاسلامیہ ج/۲ ص/۳۴۲؛ نور الابصار ص/۸۱ (۱۶۴)
۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۲۱، ۱۲۸ (ج ۳ ص ۱۳۱ ح/ ۴۶۱۷؛ ص ۱۳۹ ح/ ۴۶۴۱)

ان کے علاوہ رسولؐ کے واضح ارشادات میں علیؑ سے جنگ، رسولؐ سے جنگ ہے۔

مستدرک حاکم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسولؐ نے علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کے لئے فرمایا: ''میں اس سے جنگ کروں گا جو ان سے جنگ کرے، میں اس سے صلح کروں گا جو ان سے صلح کرے''۔(۱)

محب الدین طبری ریاض النضرہ میں ابوبکر سے اخراج کرتے ہیں: ''میں نے رسولؐ کو دیکھا کہ ایک خیمہ برپا کر کے عربی کمان پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، خیمہ کے اندر علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ تھے، فرمایا: مسلمانو! میں اس سے صلح کروں گا جو ان خیمہ والوں سے صلح کرے، اس سے جنگ کروں گا جو ان سے جنگ کرے، میں اس کا دوست ہوں جو ان کا دوست ہے، انھیں صرف نیک بخت اور پاک نسب ہی دوست رکھے گا اور صرف بد بخت اور خبیث زادہ ہی نفرت رکھے گا''۔(۲)

جابر کا بیان ہے: ''رسول خداؐ نے علیؑ کا بازو پکڑ کر فرمایا: - یہ نیکوں کا سردار، بدکاروں کا قاتل ہے، اس کا مددگار کامران اور چھوڑنے والا خوار و زبوں ہے، اس کے بعد متوجہ کرنے کیلئے صیحہ فرمایا''۔(۳)

ان کے علاوہ بیشمار احادیث ہیں کہ اگر جمع کیا جائے تو ضخیم جلدوں کے ڈھیر لگ جائیں، جن کے متعلق ابن حزم نے معاویہ و عمرو عاص کو خطائے اجتہادی کا ایک اجر عطا کیا ہے، رسولؐ نے انھیں جنگوں سے باز رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔ رسولخداؐ نے مومنین اور امیر المومنینؑ کو نام بنام کچھ گروہوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا، صحابہ پر طبعی حیثیت سے وہ حکم پوشیدہ بھی نہیں تھا۔ کچھ نمونے یہ ہیں:

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳/ص ۱۴۹/ (ج ۳/ص ۱۶۱/ حدیث ۴۷۱۴) کفایۃ الطالب ص ۱۸۹/ (ص ۳۳۱/ باب ۹۳) المعجم الکبیر (ج ۳/ص ۴۰/ حدیث ۲۶۲۰) مناقب خوارزمی ص ۹۰/ (ص ۱۴۹/ حدیث ۱۷۷)؛ کنز العمال ج ۶/ص ۲۱۶/ (ج ۱۲/ص ۹۶/ حدیث ۳۴۱۵۹)؛ تاریخ بغدادی ج ۷/ص ۱۳۷/؛ تاریخ مدینۃ دمشق ج ۴/ص ۳۱۶/ (ج ۵/ص ۲۹۳)؛ الصواعق المحرقۃ ص ۱۱۲/ (ص ۱۸۷/)؛ الفصول المہمۃ ص ۱۱/ (ص ۲۵/) الریاض النضرۃ ج ۲/ص ۱۸۹۳ (ج ۳/ص ۱۳۶/)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۸/ص ۳۶/ (ج ۸/ص ۴۰/ حوادث ۴۹ھ)؛ مسند احمد بن حنبل ج ۲/ص ۴۴۲/ (ج ۳/ص ۱۸۷/ حدیث ۹۴۰۵)

۲۔ الریاض النضرۃ ج ۲/ص ۱۸۹/ (ج ۳/ص ۱۳۶/)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳/ص ۱۲۹/ (ج ۳/ص ۱۴۰/ حدیث ۴۶۴۴)؛ مطالب السؤول ص ۳۱/؛ الصواعق المحرقۃ ص ۷۵/ (ص ۱۲۵/)؛ الفتوحات الاسلامیۃ ج ۲/ص ۳۳۸۳ (ج ۲/ص ۳۴۲/)

ابوایوب انصاری فرماتے ہیں کہ "رسولؐ خدا نے علیؑ کو ناکثین (بیعت توڑنے والے)، قاسطین (حق سے منحرف) اور مارقین (دین سے نکل جانے والے خوارج) سے جنگ کا حکم دیا تھا"۔(۱)

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: "مجھے رسول اللہؐ نے ناکثین، قاسطین و مارقین سے جنگ کا حکم دیا تھا"۔ یہی روایات ابن مسعود، سعد بن عبادہ اور ابن عباس سے بھی منقول ہیں۔(۲)

رسول خداؐ نے ام سلمہ سے فرمایا: "یہ علی ابن ابی طالبؑ ہے، اس کا گوشت میرا گوشت ہے، اس کا خون میرا خون ہے، اس کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ اے ام سلمہ! یہ مومنوں کا امیر، مسلمانوں کا سردار ہے، میرے علم کی پناہ گاہ اور میرا وصی ہے، یہ میرا وہ باب ہے جس سے لوگ داخل ہوں گے، دنیا و آخرت میں میرا بھائی اور میرے ساتھ اعلیٰ علیین میں رہے گا، یہ علیؑ قاسطین، مارقین و ناکثین سے جنگ کرے گا"۔(۳)

فراید حموینی میں تین طریقوں سے مروی اس خبر میں وعاء علمی کی جگہ وعیتہ علمی مذکور ہے۔(۴)

غیاث بن ثعلبہ کہتے ہیں کہ ابوایوب انصاری نے خلافت عمر کے زمانے میں فرمایا تھا کہ "مجھے رسولؐ نے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا ہے"۔(۵)

ابوسعید خدری نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ہمیں ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ آپؐ نے کس کے ساتھ ہو کر لڑنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

۱۔المستدرک علی الصحیحین ج۳/ص۱۳۹، ۱۴۰ (ج۳/ص۱۵۰ حدیث ۴۶۷۴، ۴۶۷۵) کفایۃ الطالب ص۷۰ (ص۱۶۸ باب ۳۷)

۲۔تاریخ بغدادی ج۸/ص۳۴۰؛ ج۱۳/ص۱۸۷؛ تاریخ مدینہ دمشق (ج۱۲/ص۳۶۷)؛ فرائد السمطین (ج۱/ص۲۸۴ حدیث ۲۲۴ باب ۴۵)

۳۔بیہقی کی المحاسن والمساوی ج۱/ص۳۱ (ص۴۵-۴۴)؛ مناقب خوارزمی ص۵۲، ۵۸ (ص۸۶ حدیث ۷۷)؛ فرائد السمطین (ج۱/ص۳۳۲ حدیث ۲۵۷ باب ۶۱؛ ص۱۵۰ حدیث ۱۱۳ باب ۳۰)

۴۔فرائد السمطین باب ۲۷، ۲۹ کفایۃ الطالب ص۶۹ (ص۱۶۸ باب ۳۷)؛ کنز العمال ج۶/ص۱۵۴ (ج۱۱/ص۶۰۷ حدیث ۳۲۹۳۶)

۵۔فرائد السمطین (ج۱/ص۲۸۲ حدیث ۲۲۲ باب ۵۳)

''علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ'' (۱)

قارئین پر حق واضح ہوگیا۔اب صرف معاویہ اورعمر وعاص کے متعلق تاریخ کتب کھنگالنے کا کام رہ گیا ہے،

ہم آئندہ صفحات میں عمر وعاص اور بعد کی جلد میں معاویہ کا حال بیان کریں گے۔

یہ ابن حزم کی گمراہیوں کا اجمالی تذکرہ تھا۔ان کی جہالت اور کور باطنی اچھی طرح واضح ہوگئی۔کیا اس کے بعد مالکیوں کی طرف حسد وکینہ کی نسبت مناسب معلوم ہوتی ہے.....؟

ابن خلکان میں ہے کہ ابن حزم نے اپنے پیش رووں کی بڑی مذمت کی ہے،ان کی زبان سے کوئی نہ بچا۔(۲)

ابن حریف کہتے ہیں کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج کی تلوار برابر تھی،اس کی بدگوئی سے سبھی متنفر تھے۔فقہاء نے اس کی مذمت کی ہے،سب نے اس کی گمراہی کا فتویٰ دیا،شاہوں اور مشائخ کو اس کے فتویٰ سے ڈرایا،عوام کو قریب جانے سے روکا۔نتیجہ میں بادشاہوں نے اسے دھتکارا اور خاندان باہر کر کے صحرائے لبلہ میں پہونچا دیا، بروز یکشنبہ دوسری ماہ شعبان ۴۵۶ھ میں انتقال ہوا۔

''یقیناً ان پر عذاب کی بات محقق ہوگئی، کیا تم اسے جہنم سے بچا سکو گے''۔

۱۔فرائد السمطین (ج ۱/ص ۲۸۰/حدیث ۲۲۰ باب ۵۳)؛الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصابۃ ج ۳/ص ۵۳/(القسم الثالث ص ۱۱۱۷/نمبر ۱۸۵۵)

۲۔وفیات الاعیان ج ۱/ص ۳۷۰۳ (ج ۳/ص ۳۲۷/نمبر ۴۴۸)

حدیث غدیر کی افادی حیثیت

گزشتہ صفحات کی بحث سے شبہات کے تمام دروازے بند ہو گئے اور یہ بات واضح ہو گئی کہ حدیث غدیر قطعی طور سے زبان رسالت سے ادا ہوئی ہے، اب یہ بات کہ اس کی دلالت حضرت امیر المومنینؑ کی امامت پر واضح طریقے سے ہوتی ہے تو ہر چیز میں شک کیا جا سکتا ہے لیکن لفظ مولیٰ کے معنی امامت میں کسی قسم کے شک کی قطعی گنجائش نہیں۔ اس کے سوا دوسرا کوئی مطلب ثابت نہیں ہوتا۔ خواہ وضع لفظی ہمارے مقصود کی وضاحت کرے، خواہ بہت سے معانی میں مشترک ہونے کی بنا پر اس کا مفہوم مجمل ہو۔ خواہ قرائن سے عاری ثبوت مدعا ہو یا ان قرائن کا متحمل ہو۔ کیونکہ جن لوگوں نے بروز غدیر خم عظیم اجتماع میں اس لفظ کو سنا اور سمجھا، یا کچھ مدّت گزرنے کے بعد لوگوں تک یہ اہم خبر پہونچی اور جن کی بات ماہرین لغت مقام استدلال میں پیش کرتے ہیں ان تمام لوگوں نے بغیر کسی تردید وانکار کے اس لفظ کا یہی مفہوم سمجھا ہے اور یہی متعینہ مفہوم شاعروں اور ادیبوں کے یہاں دھڑلے سے بولا جاتا رہا ہے۔ یہی آہنگ ہمارے عہد تک پہونچا، اثبات مدعا کے لئے یہی قطعی دلیل ہے، اس تسلسل کا ہراول دستہ خود امیر المومنینؑ کا وہ خط ہے جس میں آپ نے معاویہ کے جواب میں لکھا تھا۔ اس کا ایک شعر ہے:

واوجب لی ولایتہ علیکم   رسول اللّٰہ یوم غدیر خم

''میں ہوں جس ولایت کو رسول خداؐ نے غدیر خم کے دن تم پر واجب قرار دی ہے''۔

پھر حسّان بن ثابت کا شعر ہے جو غدیر خم میں موجود تھے۔ رسول اکرمؐ کی اجازت سے پوری بات نظم کی:

فقال لہ قم یا علی فاننی   رضیتک من بعدی اماماً و ھادیا

''پھران سے فرمایا: یا علی! کھڑے ہو جاؤ کیونکہ میں نے تمھیں اپنے بعد امام وہادی بنانا پسند کیا''۔

بزرگ صحابی قیس بن سعد بھی انھیں لوگوں میں ہیں۔

وعلی امامنا وامام لسوانا اتیٰ به التنزیل

یوم قال النبی من کنت مولاه فهذا مولاه خطب جلیل

''اور علیؑ ہمارے اور ہمارے سوا دوسروں کے امام ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن نازل ہوا جس دن رسول خداؐ نے عظیم الشان تقریر فرمائی کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں''۔

محمد بن عبداللہ حمیری بھی کہتے ہیں:

تناسوا نصبه فی یوم خم من الباری ومن خیر الانام

''لوگ بھول گئے ان (علیؑ) کا غدیر خم میں امام منصوب ہونا خدا اور رسول کی جانب سے''۔

صحابی رسولؐ عمرو عاصی کہتے ہیں:

''ہم نے رسول خداؐ سے کتنی بار علیؑ کے بارے میں مخصوص وصیتیں سنیں اور بروز غدیر خم منبر پر تشریف لائے حالانکہ آپ کے اصحاب نے کوچ نہیں کیا تھا اور علی کو خدا کی جانب سے مومنین کی امارت (سرداری) عطا فرمائی شرعی حیثیت سے، آپ کا ہاتھ علیؑ کے ہاتھ میں تھا، بلند آواز سے پکار رہے تھے بحکم خدا۔ فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے آج سے یہ علیؑ مولا ہیں''۔

شہید مودّت ''کمیت بن زید اسدی'' کے اشعار ہیں:

ویوم الدوح دوح غدیر خم ....

''اور غدیر خم کے گھنے درختوں کے دن (رسولؐ نے علیؑ کو) ولایت آشکار فرمائی، کاش! اس کی اطاعت بھی کی جاتی، لوگوں نے خلافت بیچ ڈالی میں نے ایسی ممنوع بات کبھی نہیں دیکھی''۔

سید اسماعیل حمیری نے اس سلسلے میں بہت زیادہ نغمہ طرازی کی ہے، یہاں چودہ اشعار کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے:

لـــذالک مـــا اختـــاره بـــه . ...

''اسی لئے پروردگار عالم نے علی کو رسولؐ کی پشتیبانی کے لئے وصی کی حیثیت سے منتخب فرمایا۔ سفر روک کر غدیر خم میں کھڑے ہوئے، پالان شتر کے منبر پر حاجیوں کے عظیم اجتماع میں حیدر کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے دن چڑھے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں۔ پھر پوچھا۔ کیا میں نے تم لوگوں تک پیغام پہونچا دیا؟ سب نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: تم میں جو حاضر ہے وہ غایب تک پیغام پہونچا دے۔ پھر سب کو حکم دیا کہ امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے علیؑ کی بیعت کی جائے لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر علیؑ کی بیعت کی۔ رسولؐ نے فرمایا: خدایا! جو بھی اس ولی سے دوستی رکھے تو اسے دوست رکھنا، جو اسے دشمن رکھے اس کا احسان نہ مانے تو اسے دشمن رکھنا، جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے، جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر۔ مصطفیٰ کی اس پکار پر لبیک کہنے کے بجائے لوگوں نے اسے نظر انداز کر دیا، اے ثانی مصطفےٰ! میں آپ کو اور جو کچھ حاضرین غدیر کے سامنے بات کہی گئی دوست رکھتا ہوں''۔

دوسری صدی کے نغمہ نگار عبدی کوفی کہتے ہیں:

وکـان عنهـا لهـم فی خم مزدجر لـمـارقـی احمد الهادی علی تتب

''ان مسلمانوں کے لئے غدیر خم میں امر ولایت کے سلسلے میں تبلیغی تاکید تھی۔ جس وقت رسول خداؐ پالان شتر کے منبر پر گئے۔ کچھ لوگ آپ کے نزدیک اور کچھ برابر کھڑے توجہ سے سن رہے تھے۔ علیؑ سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ مجھے تبلیغ کا حکم ہوا ہے، مجھے اس سے سروکار ہے میں اپنے بعد علیؑ کو ہادی و امام متعین کرتا ہوں اور علیؑ منصوب لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔ اس کے بعد سب نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی لیکن دل منحرف تھے''۔

عربی ادب کے استاد ابوتمام کہتے ہیں:

یوم الـغـدیر استوضح الحق اهله بـضـحیـاء لا فیهاحجاب ولا ستر

''غدیر کے دن حقدار کا حق واضح ہو گیا۔ اگتے سورج کے اجالوں میں نہ کوئی حجاب تھا نہ پردہ۔

رسولؐ نے کھڑے ہوکر لوگوں کو حق کی دعوت دی.... اس واضح بیان کے باوجود کینہ پرور افراد نے علیؑ کے حق کا انکار کیا''۔

عظیم دانش وروں کی ایک قطار ہے جو نابغۂ روزگار اور علم و عربی ادب پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ ان سب نے موارد لغت کے التزام، وضع الفاظ سے آگاہی اور ترکیب کلام میں صحیح موزونیت کی تقید کے ساتھ لفظ کا یہی مفہوم سمجھا ہے اور اپنے شعروں میں بھی برتا ہے۔ ان میں دعبل خزاعی، حمانی کوفی، امیر ابوفراس، علم الہدیٰ سید مرتضیٰ، سید رضی، حسین بن حجاج، ابن رومی، کشاجم صنوبری، مفجع، صاحب بن عباد، ناشی، صغیر تنوخی، زاہی، ابوالعلاء سروی، جوہری، ابن علویہ، ابن حماد، ابن طباطبا، ابوالفرح، مہیار، صولی نیلی، فنجکر دی جیسے اساتذۂ لغت اور بزرگان ادب وشعر کی طویل فہرست ہے جن کے فنی آثار زمانے کی رفتار کے ساتھ عصر حاضر تک پہونچے ہیں۔ ادب وفن کے کسی ماہر کی یہ مجال نہیں کہ ان فن کاروں پر انگلی اٹھا سکے کیونکہ ان میں سبھی سرچشمہ لغات اور کلاسیکی ادب کے ستون ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے اہم افراد ہیں جنھوں نے اگر چہ شعروں میں تو نہیں لیکن اپنی گفتار سے یہی سمجھایا کہ لفظ مولیٰ اور ولی کا مطلب یہی امامت و رہبری ہے۔

ایسے لوگوں میں حضرت ابوبکر وعمر سرفہرست ہیں، انھوں نے علیؑ کی بیعت کرتے ہوئے کہا: ''اے علی! آپ میرے اور تمام مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے''۔

میں نہیں سمجھتا کہ مولا کے وضع کردہ ممکنہ مفاہیم میں کس مطلب کو مراد لے کر شیخین نے تہنیت پیش کی تھی۔ اگر یہاں نصرت ومحبت مراد لیا گیا ہے تو جب سے علیؑ نے پستان ایمان سے دودھ پیا اور اپنے چچیرے بھائی کی گود میں پرورش پائی وہ اس صفت سے متصف تھے۔ یا پھر کوئی اور معنیٰ مراد لئے گئے۔ خدا کی قسم! یہ سب کچھ نہیں، یہاں صرف مسلمانوں کی رہبری اور اولویت کے اقرار پر ان دونوں نے تہنیت و بیعت کی۔

امامت ورہبری مراد لینے والا حارث بن نعمان، جابر بن نعمان فہری بھی ہے جو اپنے عناد و انکار کی وجہ سے فوراً ہی عذاب کا شکار ہوا۔ وہ بارگاہ رسالت میں آکر بولا: ''اے محمدؐ! تم نے ہمیں کلمہ پڑھنے،

نماز، روزہ، حج بجالانے کا حکم دیا، ہم نے مان لیا۔ تم نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے چچیرے بھائی کو ہاتھوں پر بلند کر کے انھیں ہم پر فضیلت و برتری عطا کر دی، حدیث ولایت کا اعلان کر دیا"۔ اس منکر و حاسد نے عظمت و برتری کے اعلان کی تردید کرتے ہوئے جس شک وشبہہ کا اظہار کیا ہے کہ خدا کی طرف سے ہے یا محمدؐ نے اپنی طرف سے تھوپ دیا ہے۔ کیا یہاں مددگار و دوست مراد لیا جا سکتا ہے؟ ہم نہیں سمجھتے کہ قارئین کا ذہن اسے قبول کرلے گا۔ بلکہ روشن ضمیری کا واضح وصاف فیصلہ ہوگا کہ یہاں وہی ولایت مطلقہ مراد ہے جس پر کفار مکہ رسولؐ کے سلسلے میں انکار کرتے رہے۔ پھر انھوں نے معجزات دیکھ کر سپر ڈال دی۔ پھر اس کے بعد کامرانی حق کا وہ منظر دیکھنے کو ملا کہ لوگ جوق در جوق دین خدا میں شامل ہونے لگے ۔یہی ولایت مطلقہ کا مفہوم ان لوگوں پر شاق گزر رہا تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ جس کا انکار بہت سے لوگ اپنے جی میں کر رہے تھے اسے حارث نے زبان سے ادا کر کے اپنے کو عذاب میں پھنسا لیا۔

ولایت کا یہی مفہوم رحبہ کوفہ کے لوگوں نے امیر المومنینؑ کو سلام کر کے مراد لیا تھا، جیسے ہی انھوں نے "السلام علیک یا مولانا!" کہا، حضرت نے لوگوں کو جتانے کے لئے توضیح چاہی: "میں تمھارا مولا کیسے، تم لوگ عرب ہو"..؟

انھوں نے جواب دیا: "ہم نے غدیر خم میں اعلان ولایت سنا ہے"۔

محترم قارئین اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ کجکلاہان عرب کسی حال میں بھی طاعت قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے، انھوں نے مولویت سے محبت ونفرت یا کوئی دوسرے معنی مراد نہیں لئے۔ وہ اس بات سے ریاست کبریٰ اور امامت وخلافت مراد لے رہے تھے، جوان کے مزاج پر بار تھا۔ لیکن امیر المومنینؑ کی وضاحت طلبی پر خضوع ظاہر ہوا۔

دارمیہ حجونیہ کے واقعہ کی روشنی میں اسی مفہوم کو پردہ نشین عورتیں بھی مراد لیتی تھیں۔ معاویہ نے ان سے علیؑ کی محبت کے اسباب پوچھے، انھوں نے احتجاج میں فرمایا کہ رسول خداؐ نے علیؑ کے لئے غدیر خم میں ان کی ولایت کا اعلان کیا اور تمھارے جیسا نااہل ان سے جنگ پر آمادہ ہے۔ اسی لئے تم سے نفرت کرتی ہوں۔ معاویہ نے اس کی تردید نہیں کی۔

ان تمام باتوں سے پہلے دلائل مناشدہ اور امیر المومنینؑ کا بروز رحبہ احتجاج واستدلال کی تفصیل گزر چکی امر خلافت کے بارے میں لوگوں کا معاندانہ رویہ اور آپ کی سبقت اسلامی سے لوگوں کا استدلال۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ ان سے آپ کی فضیلت و برتری ثابت ہوتی ہے۔ برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے خلافت ملنے کے بعد اپنے مخالفین کے خلاف حدیث غدیر ہی سے استدلال فرمایا تھا۔(۱)

ان حالات و کیفیات کے بعد میرے بتائے ہوئے معنی مولا کے علاوہ دوسرے معنی ہرگز نہیں لئے جاسکتے جس مفہوم کو خود حضرت علیؑ نے سمجھایا، جس کی صحابہ نے گواہی دی، یا جو لوگ فضیلت علی چھپانے کی وجہ سے مرض برص کے عذاب میں مبتلا ہوئے ان سب نے یہی مفہوم مراد لیا تھا۔ ورنہ خلافت کے سلسلے میں اختلاف رائے کے موقع پر محب و ناصر کے مفہوم سے حضرت کو کیا فائدہ پہونچ سکتا تھا، اس میں تو تمام مسلمان آپ کے شریک تھے، آپ ہی کو کیا خصوصیت حاصل تھی۔ مگر آگے بیان کردہ تعریف کی بنا پر اس سے وہی مفہوم مراد لیا گیا ہے۔

افراد امت کے سامنے احتجاج۔ صدر اول سے آج تک کی کتابیں یا ماہرین لسانیات کی وضاحتیں ان سب میں وہی مفہوم مراد لیا گیا ہے جس سے آنحضرت کی امامت ثابت ہوتی ہے، اس کے علاوہ دوسرا کوئی مفہوم سمجھا ہی نہیں جاسکتا کہ حضرت علیؑ رسول اللہ کی طرح لوگوں کے جان و مال کے مختار کل تھے۔ ہم یہ بحث ختم کرتے ہوئے مزید علمی تتبع اور محققین کے حوصلوں کے حوالے کرتے ہیں۔ یہاں اتنی گنجائش ہی نہیں تھی۔

مولیٰ بمعنی اولیٰ

لغت میں مَولیٰ کے معنی اولیٰ کے ہیں، یا مولیٰ کے بہت سے معنی میں سے ایک۔ اس سلسلے میں محدثین و مفسرین کے افادات کافی تشفی کرسکتے ہیں۔ سورۂ حدید کی آیت ﴿فالیوم لا یؤخذ منکم فدیة ولا من الّذین کفروا ماوٰکم النّار ھی مولکم وبئس المصیر﴾ ''آج نہ تم

۱۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۳۰۳ (ج ۳ ص ۲۷۵)

لوگوں سے کوئی فدیہ لیا جائے گا نہ ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا۔ تمھارا ٹھکانہ جہنم ہے وہی تمھارا مولیٰ ہے اور برا ٹھکانہ ہے"۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں مولیٰ کے معنی صرف اولیٰ لکھا ہے، بعض نے دوسرے معانی کے علاوہ اسے بھی لکھا ہے۔

جن لوگوں نے مولیٰ کے معنی صرف اولیٰ لکھا ہے ان میں ابن عباس، کلبی، فر، معمر بن مثنیٰ، شیخ مفیدؒ، شریف مرتضیٰؒ، شریف جرجانی، اخفش اوسط، سعد بن اوس بغوی، امام بخاری، ابن قتیبہ، احمد بن یحییٰ نحوی شیبانی، ابوجعفر طبری، ابوبکر انباوی، ابوالحسن رمانی، ابوالحسن واحدی، ابن جوزی، ابن طلحہ، سبط ابن جوزی، محمد بن ابی بکر رازی، تفتازانی، ، ابن صباغ مالکی، جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی، جخندی، قوشجی، خفاجی، سید عثمان حنفی، صنعانی، شیخ حسن حمزاوی اور مومن شبلنجی لائق ذکر ہیں۔(۱)

دوسرا طبقہ جس نے مولیٰ کے معنی اولیٰ کو دوسرے معانی کے ساتھ ایک معنی قرار دیا ہے، ان کے نام ہیں: ثعلبی، ابوالحجاج شنتمیری، فرا، زمخشری عکبری، بیضاوی، نسفی، خازن ابن سمین حلبی، نظام الدین نیشاپوری، شربینی، ابوالسعود حنفی، شیخ سلیمان، مولیٰ جاراللہ، محب الدین آفندی۔(۲)

۱۔ تفسیر ابن عباس (ص/۴۵۸)؛ تفسیر فیروزآبادی ص/۳۴۲؛ التفسیر الکبیر ج/۸ص/۹۳ (ج/۲۹ص/۲۲۷)؛ معانی القرآن (ج/۳ص/۱۳۴)؛ التفسیر الکبیر ج/۸ص/۹۳؛ التفسیر الکبیر ج/۸ص/۹۳؛ شیخ مفیدؒ کا رسالہ دربارۂ معنی مولیٰ ص/۳۸؛ الشافی فی الامامۃ (ج/۲ص/۲۶۹)؛ شرح المواقف ج/۳ص/۲۷۱ (ج/۸ص/۳۶۱)؛ صحیح البخاری ج/۷ص/۲۴۰ (ج/۴ص/۱۸۱۵)؛ القرطین ج/۲ص/۱۶۴؛؛ شرح المعلقات السبع ص/۱۰۶؛ جامع البیان ج/۹ص/۱۱۷ (ج/۲۷ص/۲۲۸)؛ الشافی فی الامامۃ (ج/۲ص/۲۷۲)؛ ابن بطریق کی العمدۃ ص/۵۵ (ص/۱۱۳)؛ تفسیر الوسیط (ج/۴ص/۲۴۹)؛ زاد المسیر (ج/۸ص/۱۶۷)؛ مطالب السؤول ص/۱۶؛ تذکرۃ الخواص ص/۱۹ (ص/۳۲)؛ شرح المقاصد ص/۲۸۸ (ج/۵ص/۲۷۳)؛ الفصول المہمۃ ص/۲۸ (ص/۴۲)؛ تفسیر الجلالین (ص/۷۲۱)؛ شرح التجرید (ص/۴۷۷)؛ تاج التفاسیر ج/۲ص/۱۹۶ (ج/۲ص/۱۸۲)؛ الروضۃ الندیۃ فی شرح التحفۃ العلویۃ (ص/۱۵۸)؛ النور الساری مطبوع بر حاشیہ ج/۷ص/۲۴۰؛ نور الابصار ص/۸۷ (ص/۱۶۰)

۲۔ تحصیل عین الذہب (تعلیقہ بر کتاب سیبویہ) ج/۱ص/۲۰۲؛ معالم التنزیل (ج/۴ص/۲۹۷)؛ الکشاف ج/۲ص/۴۳۵ (ج/۴ص/۴۷۶)؛ املاء مامنّ بہ الرحمٰن ص/۱۳۵ (ج/۲ص/۲۵۶)؛ تفسیر البیضاوی ج/۲ص/۴۹۷ (ج/۲ص/۴۶۹)؛ تفسیر النسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر الخازن ج/۴ص/۲۲۹ (ج/۴ص/۲۲۶)؛ تفسیر الخازن ج/۴ص/۲۲۹؛ غرائب القرآن (ج/۲۷ص/۱۳۰) السراج المنیر (ج/۴ص/۲۰۸)؛ ارشاد العقل السلیم الیٰ مزایا القرآن الکریم مطبوع بر حاشیہ تفسیر رازی ج/۸ص/۲۷ (ج/۸ص/۲۰۸)؛ الفتوحات الالٰہیۃ (ج/۴ص/۲۹۰)؛ تنزیل الآیات علی الشواہد من الابیات (ص/۲۰۱)

یہ عربی ادب کے امام اور لغت کے شہباز تھے، ان سے چوک نہیں ہو سکتی تھی، اگر یہ مطلب نہیں جانتے تھے تو تفسیر مناسب نہیں تھی، اب رہ گیا بیضاوی کا قول۔ انھوں نے اس کا معنی اولیٰ لکھ کر کہا ہے کہ یہ دراصل ولی کے معنی میں ہے، کیوں کہ ولی معنی ناصر یا قرب کے ہیں، یا پھر ولی کے معنی متولی کے ہیں۔(۱) اس شرح سے بیضاوی کا مقصد لغت کے حقیقی معنیٰ بیان کرنا نہیں بلکہ وہ اس کے حاصل معنیٰ بیان کر رہے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ پہلے اولیٰ بکم کہہ کے لبید کے شعر کو شاہد کے طور پر پیش کیا ہے تا کہ اول کے سوا دوسرے معنیٰ کا احتمال ختم ہو جائے۔ بعد کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دوسرے معنیٰ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ لیکن مناسب ترین معنیٰ اولیٰ ہی ہے۔ لغت کے اعتبار سے اور لبید کے شعر سے استشہاد کر کے اس کو ترجیح عطا کی۔ اسی سے ملتی جلتی بات تفسیر نسفی میں بھی ہے۔

خازن کہتے ہیں: ''ھو مولاکم یعنی ولیکم''۔(۲) یہ بھی کہا گیا ہے: ''اولیٰ بکم لما اسلفتم من الذنوب'' اسکے معنیٰ یوں ہوگے۔''اب سابقہ گناہوں کی وجہ سے آگ تمھارے لئے اولیٰ تر ہے''۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''ھی مولاکم'' کا معنیٰ ہے تمھارا مولیٰ و ناصر ہے، کیوں کہ آگ جس کی مولیٰ ہو اس کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔ اگر اس کی تفسیر ولی کے لفظ سے کی جائے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ ولی و مولیٰ دونوں کے متعدد معنی ہیں۔ ان بہت سے معنوں میں ایک اولیٰ بھی ہے اس لئے ان دونوں اقوال میں تعبیر کی مغایرت ہے، تباین فی الحقیقۃ نہیں ہے، اس کے بعد جتنے معنی بیان ہوئے ان کا مقصد قریب ترین معنی بیان کرنا ہے۔

تیسرے قول میں لازمۂ معنی بیان کیا گیا ہے، خواہ ولی ہو یا اولیٰ، اس لئے دونوں میں منافات نہیں اس کے علاوہ دوسری آیات میں بھی ولی کی اولیٰ بالامر تفسیر کی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت ''انت مولانا'' کے متعلق ثعلبی نے الکشف البیان میں کہا ہے ''یعنی ہمارا ناصر، ہمارا محافظ ہمارا ولی اور ہمارے لئے سزاوارتر''۔(۳)

۱۔ انوار التنزیل (ج ۲، ص ۴۶۹)

۲۔ تفسیر الخازن (ج ۴، ص ۲۲۹)

۳۔ الکشف والبیان تفسیر سورۂ حدید آیۃ ۱۵

سورۂ آل عمران کی آیت ''بل اللہ مولاکم'' کے متعلق تفسیر زاہدی میں ہے: ''یعنی خدا اطاعت کا زیادہ سزاوار ہے۔''

سورۂ توبہ میں ''ما کتب اللہ لنا ھو مولانا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون'' کے متعلق الوحیان کی تفسیر میں کلبی کا قول نقل ہے۔ یعنی ''اولیٰ بنا من انفسنا فی الموت والحیات''۔(۱) ایک قول یہ بھی ہے مالکنا وسیدنا اس لئے جیسے چاہے تصرف کرے۔

بجستانی نے غریب القرآن میں تفسیر کی ہے ای ولیّنا اور کہا ہے کہ مولیٰ کے آٹھ معنی ہیں معتق (آزاد کرنے والا) معتَق (آزاد شدہ) ولی، اولیٰ بالشئی، چچیرا بھائی، داماد، پڑوسی، حلیف۔(۲)

مفہوم حدیث پر رازی کا اعتراض

امام رازی سامنے آئے اور شک وتردید کے ڈھیر لگ گئے، وہ اپنے لچر خیالات کو خوبصورت پیرائے میں بیان کرنے کی مہارت رکھتے ہیں۔ ان کا لہجہ بھی ملاحظہ فرمایئے جیسے گائے جگالی کر رہی ہو۔

بحث کا تومار کھڑا کرنے کے لئے مولیٰ کا معنی لکھ کر کہا کہ آیت ''ماوکم النار ھی مولاکم وبئس المصیر'' میں بہت سے نظریے ہیں۔

۱۔ ابن عباس کا خیال ہے کہ ''مولاکم'' کا مطلب ''مصیرکم'' (تمھاری بازگشت) ہے، اس معنیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ مولیٰ موضع ولی ہے۔ ولی کا مطلب نزدیکی ہے اس طرح معنی یوں ہوں: انّ النار ھی موضعکم الذی تقربون منہ وتصلون الیہ ''یقیناً آگ تمھارا ٹھکانہ ہے جس کے قریب ہوئے اور تم اس میں پہونچو گے''۔

۲۔ کلبی کا قول ہے: یعنی اولیٰ بکم اور یہی معنی زجاج، فرّا اور ابوعبیدہ نے بیان کئے ہیں۔ اس سلسلے میں سمجھ لینا چاہئے کہ ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے وہ کلمہ کا معنی ہے تفسیر نہیں ہے۔ کیونکہ اگر مولیٰ اور اولیٰ

۱۔ تفسیر ابوحیان ج۵ ص۵۲

۲۔ غریب القرآن ص۱۵۴ (۳۱۱)

لغت میں ہم معنی ہوتے تو ایک کا استعمال دوسرے کی جگہ صحیح ہوتا۔ اس وقت یہ کہنا صحیح ہوتا کہ "هــذا مـولـیٰ مـن فلان" (جس طرح یہ کہنا صحیح ہے کہ (هـذا اولـیٰ مـن فلان) اور جب یہ صحیح نہیں ہے تو ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ یہ لفظ کا معنی ہے تفسیر نہیں۔ میں نے اس دقیق نکتے کی طرف اس لئے متوجہ کیا کہ شریف مرتضیٰؒ نے امامت علیؑ سے تمسک کرتے ہوئے حدیث مـن کـنـت مـولاه فـعلی مولاه کے متعلق کہا ہے کہ مولیٰ کا ایک معنیٰ اولیٰ بھی ہے۔ پھر وہ ائمہ لغت کے اقوال سے ثبوت فراہم کر کے آیت زیر بحث کا مطلب صرف اولیٰ ہی متعین کرتے ہیں اور جب ثابت ہو گیا کہ متذکرہ لفظ لغت کے اعتبار سے معنی اولیٰ کا متحمل ہے تو لامحالہ اس مقام پر اسی معنی میں عمل کیا جائے گا کیونکہ دوسرے معانی مولا کا ثبوت حضرت علیؑ کے سلسلے میں واضح ہے مثلاً چچیرا بھائی (۱)، مددگار، یا پھر معتق (آزاد شدہ) معتق (آزاد کرنے والا) کی نفی کرنا پڑے گی۔ اول معنی بیکار اور دوسرے معنی پر کذب کا اطلاق ہوگا اور جب ہم نے بیان کر دیا کہ یہ لفظ معنیٰ ہے تفسیر نہیں تو ان کا استدلال ساقط ہو گیا۔ (۲)

یہی امام رازی نہایۃ العقول میں کہتے ہیں:

"اگر مولیٰ کے معنی اولیٰ صحیح ہو تو اس کے قرین دوسرے الفاظ کو بھی صحیح قرار دینا پڑے گا، حالانکہ ایسا نہیں ہے لہذا اولیٰ مراد لینا محال ہوا بیان شرط یہ ہے کہ واضع لغت نے مفرد الفاظ کو مفرد معانی کے لئے وضع کیا ہے لیکن مفرد وضع کئے گئے بعض الفاظ کو دوسرے لفظوں کے معنی میں قرار دینا امر عقلی ہے وضعی نہیں۔ مثلاً جب ہم کہیں کہ انسان حیوان ہے تو یہاں لفظ انسان کا افادہ مخصوص حقیقت میں وضعی حیثیت سے ہے۔ اسی طرح حیوان بھی وضعی حیثیت سے ہے لیکن جب حیوان کی نسبت انسان کی طرف دی جائے گی تو یہ امر عقلی سمجھا جائے گا وضعی نہیں۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو لفظ اولیٰ جب کہ کسی معنی کے لئے وضع ہے اور لفظ من دوسرے معنی کے لئے تو دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ داخل ہونا تجویز عقلی کی

۱۔ یہ خطرناک دھاندلی ہے، آگے بیان ہوگا کہ رسول خدا جعفر، عقیل، طالب کے چچیرے بھائی تھے لیکن علی کو چچیرے بھائی کے بجائے بھائی کہا گیا، اس بنا پر معنی مولا کا لحاظ جھوٹ ہوگا نہ کہ ثابت شدہ مفہوم۔

۲۔ التفسیر الکبیر ج ۸ ص ۹۳ (ج ۲۹ ص ۲۲۷)

بنا پر ہوگا وضعی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا تو جب بھی لفظ اولی کم وبیش لفظ مولیٰ ہی کا مترادف ہوگا تو اس پر لفظ من داخل کرنا بھی درست ہوگا کیوں کہ صحت مقرون دو مفہوم کے درمیان ہوگا دو لفظ کے درمیان نہیں مطلب یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں کے ساتھ یہ نوعیت نہیں ہے کہ جو ایک لفظ پر داخل کیا جا سکے وہی دوسرے کے لئے بھی صحیح ہو یعنی یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ **ھو اولیٰ** (بغیر من) **وھما اولیان** ۔آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں: ہو مولیٰ الرجل و مولیٰ زید یہ نہیں کہہ سکتے: ہو اولیٰ الرجل و اولیٰ زید، یہ صحیح ہے "**ھما اولیٰ رجلین وھم اولیٰ رجال**"، لیکن یہ صحیح نہیں "**ھما مولیٰ رجلین ولا ھم مولیٰ رجال**"....یہ کہا جا سکتا ہے: "**ھو مولاہ ومولاک**"، یہ نہیں کہا جا سکتا: "**ھو اولاک واولاہ**"، یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ **مـــا اولاہ** تو صحیح ہے کیونکہ پھر ہم کہیں کہ یہ فعل تعجب ہے افعل تفضیل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کلمہ اولیٰ فعل ہے اور یہ اسم اور یہاں ضمیر منصوب ہے اور اس جگہ مجرور ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مولیٰ کا حمل اولیٰ پر جائز نہیں"۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ امام رازی پر یہ بات اوجھل ہے کہ مختلف صیغوں کے مطابق لازم و متعدی ہونے کی حیثیت سے مشتقات میں اختلاف احوال ہوتا رہتا ہے۔ الفاظ متحد المعنی ہونا یا مرادف ہونا جوہریات معنی سے متعلق ہے الفاظ کی تعریف یا صیغوں سے عوارض سے متعلق نہیں۔

بنا بریں جس طرح حرف من بطور مطلق اس صیغہ افعل کا مقتضا ہے اسی طرح حرف با اولیٰ میں اور بغیر با کے مولیٰ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس بنا پر متضاد و معنائی **فلاں اولیٰ بفلاں** اور **فلاں مولای فــلاں** کا معنی ایک ہے جبکہ مولیٰ سے اولیٰ کا معنی مراد لیا جائے بالکل اسی طرح جیسے لفظ افعل تثنیہ جمع اور ضمیر کی اضافی حالت میں بغیر ادات استعمال کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے **زیـد افـضـل الـرجـلـین** اور **افـضلھما وافضل القوم وافضلھم**، اسی طرح اگر اس کا مابعد مفرد ہو تو اس طرح استعمال نہیں کیا جا سکتا یعنی یوں نہیں کہا جا سکتا کہ زید افضل عمرو یہاں مجبوراً حرف من کا سہارا لینا پڑے گا یعنی کہا جائے گا زید افضل من عمرو، کسی دانش مند کو انکار نہیں کہ ان تمام موارد میں معنیٰ ایک ہے۔ اس طرح افعل تفضیل کے دوسرے صیغوں اعلم، اشجع، احسن میں یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔

خالد بن عبداللہ ازہری اپنی کتاب تصریح کے باب افعل التفضیل میں کہتے ہیں: مترادفات اس وقت ہوتے ہیں جب کوئی مانع نہ ہو اور اس موقع پر مانع وہی دستور استعمال ہے کیونکہ اسم تفضیل صرف حرف جر (من) ہی سے میل کھاتا ہے اور کبھی یہ من اپنے مجرور کے ساتھ حذف ہو جاتا ہے جبکہ اس کا حذف نمایاں ہو جیسے والآخرۃ خیرٌ و ابقی۔

علاوہ ازیں رازی نے اپنے اعتراض میں جو دھاندلی کی ہے مولیٰ کے دوسرے معنیٰ ناصر میں بھی برتا جاسکتا ہے، جو حدیث غدیر کے کلمۂ مولیٰ میں اختیار کیا ہے چنانچہ ناصر کی جگہ پر "ھو مولیٰ دین اللہ" نہیں استعمال کیا جاتا۔ حضرت عیسیٰ نے "من موالی الی اللہ" نہیں کہا بلکہ "مَن انصاری الی اللہ" کہا، حواریوں نے بھی نحن موالی اللہ نہیں کہا بلکہ "نحن انصار اللہ" کہا۔

مولیٰ کے ایک معنیٰ ولی کے بھی ہیں۔ یہاں مومن کے لئے ولی اللہ کہا جاتا ہے۔ لغت کے اعتبار سے مولیٰ اللہ نہیں کہا جاتا حالانکہ اللہ ولی المومنین ومولاہم کہا جاتا ہے۔ مفردات راغب میں اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔(۱)

ہمارے ساتھ آیئے تاکہ مولیٰ کے ایک معنیٰ جس پر سبھی متفق ہیں، تجزیہ کیا جائے۔ مولیٰ کا ایک معنیٰ منعم علیہ ہے واضح بات ہے کہ یہ معنی مصاحبت علی میں اصل لفظ (مولیٰ) کے مخالف ہے، ناگزیر طریقے پر رازی اس جگہ منع کریں گے مگر یہ کہیں گے کہ لفظ منعم اپنے مجرور (علیہ) کے مجموعے لفظ ادات کے ساتھ مولیٰ کا معنی دیتا ہے لیکن وہ اس معنیٰ کو اولیٰ بہ جو مجموع لفظ اولیٰ و مجرور (بہ) کے ساتھ مولیٰ کے ہم معنیٰ ہے، قبول نہ کریں گے، چمگادڑوں سے توقع بھی کیا رکھی جاسکتی ہے۔

اور یہ حالت مترادف کلمات کے تفسیر الفاظ و مشتقات میں شائع ہے بشرطیکہ ہم مترادف کے قائل ہوں چنانچہ کہا جاتا ہے: اجحف بہ جحفہ، اکب لوجہ اللہ و کبہ اللہ، احرس بہ حرسہ۔ اسی طرح کہا جاتا ہے: رامت الناقۃ ولدھا یعنی عطفت علیہ، اختتالہ یعنی خدعہ....قرآن میں ہے: لاحتنکنّ ذریّتہ ای استولین علیھم، کہا جاتا ہے: استونی علیہ یعنی غلبہ، یہ تمام

۱۔ المفردات فی غریب القرآن ص/۵۵۵ (ص/۵۳۳)

الفاظ ایک دوسرے کے مترادف استعمال کئے جاتے ہیں۔کہا جاتا ہے:اجحف فلاں بعبده یعنی کلفه مالا یطاق۔

اور شاہ صاحب اس حدیث غدیر کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ یہاں الست اولیٰ بالمومنین من انفسهم میں اولیٰ کا مفہوم ولایت کے مشتق ہے جس کے معنیٰ محبت کے ہیں۔چنانچہ کہا جاتا ہے: اولیٰ بالمومنین یعنی ان کے نزدیک محبوب ترین۔اسی طرح کہا جاتا ہے بصربه ونظر الیه ورآه سب کے معنیٰ ایک ہی ہیں.....رمانی نے اپنی تالیف میں مترادف الفاظ کے تمام اختلافات کو جمع کر دیا ہے، اسے دیکھا جا سکتا ہے۔علماء لغت میں سے کسی نے بھی حروف کو شامل کرنے کی اس کیفیت سے انکار نہیں کیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے عندی درہم غیر جید حالانکہ یہ کہنا جائز نہیں کہ عندی درهم الاجیّد (غیر اولیٰ الاّ دونوں ہی ادات ہیں لیکن دونوں کا محل استعمال الگ الگ ہے) اور کہا جاتا ہے:انک عالم ،یہ نہیں کہا جاتا:ان انت عالم (انّ واِن دونوں ہی مشبہ بفعل ہیں) اور الیٰ ضمیر پر داخل ہوتا ہے لیکن حتیٰ نہیں حالانکہ دونوں کے معنیٰ ایک ہیں، یہ بھی دیکھئے کہ ام اور او تردید کے الفاظ ہیں لیکن ترکیب کلام میں چار جہتوں سے الگ ہیں۔اسی طرح ہل اور ہمزہ دونوں ہی استفہامی الفاظ ہیں لیکن دونوں میں دس جہتوں سے فرق ہے۔ایان اور حیث معنوی حیثیت سے متحد ہیں لیکن تین حیثیتوں سے فرق ہے،کم اور کاین ہم معنیٰ ہیں لیکن استعمال میں پانچ طرح کا فرق ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ نظام الدین نیشاپوری نے رازی کے کلام کو نقل کر کے اس کے مہمل پن کو نا قابل جواب سمجھتے ہوئے اشارہ دیا ہے کہ یہ اسقاط (استدلال کا اسقاط) بحث کا مطالبہ کرتا ہے جو ارباب دانش سے پوشیدہ نہیں۔(۱)

۱۔غرائب القرآن (ج۲۷،ص۱۳۳)

اعتراض رازیؔ علماء کی نظر میں

امام رازی کا یہ لچر اعتراض دانشوران ادب و ماہرین لسانیات سے پوشیدہ نہیں تھا لیکن انھوں نے تجزیہ کر کے اسے مسترد کر دیا، ان کا نظر انداز کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ مولیٰ کے معنی اولیٰ ثابت ہے۔

تفتازانی شرح مقاصد اور قوشجی شرح تجرید میں ہم آواز ہیں کہ مولیٰ کے معنی معتق، حلیف، ہمسایہ، ابن عم اور ناصر کے ساتھ اولیٰ بالتصرف کے بھی ہیں۔(۱) خداوند عالم کا ارشاد ہے: **وماوٰکم النار هی مولاکم یعنی اولیٰ بکم** ۔ابوعبیدہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے نیز حدیث رسولؐ ہے کہ جو عورت بغیر اپنے مولیٰ کی اجازت کے شادی کرے یعنی بغیر ایسے شخص کے جو اس کے معاملات میں اولویت رکھتا ہے، اس کا مالک اور ذمہ دار ہے۔ یہ تعبیر عربی شعروں میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ (معاملات کا ذمہ دار) متولی عربی ادب میں کثرت سے مستعمل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ کلمہ افعل تفضیل ہونے کی بنا پر اس معنی میں استعمال نہیں ہوسکتا غلط ہے، کیونکہ یہ کلمہ مولیٰ اس میں اسم ہے صفت نہیں ۔تفتازانی اور قوشجی نے اس معنی کو حدیث غدیر کے استدلال کے موقع پر بیان کیا ہے پھر مختلف معانی کی تردید کر کے اولیٰ بالتصرف ہی متعین کئے ہیں۔

شریف جرجانی شرح مواقف میں کچھ آگے بھی وضاحت کرتے ہیں ۔تفتازانی نے قاضی عضدالدین کی تردید کر کے معنی اولیٰ کو قبول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مفعل کو افعل کے معنی میں کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ کیونکہ یہ مناقشہ کہ مولیٰ بمعنی متولی و مالک امر اور اولیٰ کلام عرب

۱۔شرح المقاصد ص/۲۸۹ (ج/۵ ص/۲۷۳)؛ شرح التجرید (ص/۴۷۷)

میں استعمال کیا جاتا ہے۔ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ یہ مولاکم یعنی اولی بکم رسول خداؐ کی حدیث بھی ہے: **ایما امرأة نکحت بغیر اذن مولٰها** یعنی مولیٰ کا مطلب ہے ایسے شخص کی اجازت کے بغیر جو اس کے تمام معاملات کا متولی و عہدہ دار ہے۔(۱)

ابن حجر جو حدیث غدیر کی تردید میں آتش زیر پا ہیں، صواعق میں مولیٰ کا مطلب اولی بالشئی ہی لکھتے ہیں۔پھر کہتے ہیں: یہ اولویت تمام حیثیتوں سے ہے یا بعض حیثیت سے ہے۔پھر بعض حیثیت کا نظریہ اختیار کرتے ہیں۔یعنی مولیٰ کا مطلب اولیٰ تو ہے لیکن بعض حیثیتوں سے اولیٰ ہے کیونکہ شیخین نے یہی مطلب سمجھا ہے: **امسیت مولیٰ کل مومن و مومنة**۔(۲)

اسی مطلب کو شیخ عبدالحق نے لمعات میں نقل کیا ہے۔شیخ شہاب الدین شافعی نے ذخیرۃ المعآل میں اس کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ تولّی کے معنی ولایت کے ہیں۔دوست، مددگار اور اولیٰ کے معنی بھی آتے ہیں۔قرب کی متابعت میں جیسے'' **انّ اولیٰ الناس بابراهیم للذین اتّبعوه** ''اور اسی معنی کو حضرت عمر نے غدیر خم میں تہنیت پیش کرتے ہوئے مراد لیا۔

قبل ازیں انباری کی مشکل القرآن کا حوالہ دیا گیا کہ مولیٰ کے آٹھ معانی ہیں، ان میں ایک اولیٰ بالشئی کے بھی ہیں۔اس کی حکایت رازی نے نہایہ میں ابوعبیدہ کے حوالے سے کی ہے۔پھر کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ جس نے یہی لفظ مولیٰ کو اولیٰ کے معنی میں سمجھا ہے وہ اس بات کا بھی قائل ہے کہ حدیث غدیر امامت علی پر دلالت کرتی ہے، خود ابوعبیدہ اور ابن انباری یہی مطلب مراد لیتے ہیں لیکن ابوبکر کی امامت کے قائل ہیں۔

شریف مرتضٰی نے مبرّد کے حوالے سے کہا ہے کہ ولی کے اصل معنی اولیٰ اور احق کے ہیں۔اسی طرح مولیٰ کے معنی بھی اولیٰ و احق کے ہیں۔(۳) جوہری صحاح اللغہ میں مادہ ولی کے ذیل میں کہتے ہیں کہ لبید کے شعر میں مولیٰ سے مراد اولیٰ کے ہیں۔(۴) اس طرح لبید کے شعر میں مولیٰ المخافہ کا مطلب

۱۔حاشیہ بر شرح المواقف (ج ۸/ص ۳۶۱)

۲۔الصواعق المحرقہ ص ۲۴/(ص ۴۴)

۳۔الشافی فی الامامۃ (ج ۲/ص ۲۱۹)

۴۔صحاح اللغۃ ج ۲/ص ۵۶۴ (ج ۶/ص ۲۵۲۹)

اولیٰ کو ابوذکریا خطیب تبریزی، عمر بن عبدالرحمٰن قزوینی، سبط ابن جوزی، ابن طلحہ شافعی، شبلنجی، عبدالرحیم بن عبدالکریم اور رشید النبی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔(۱)

ان تمام باتوں کے بعد صاحب تحفہ اثنا عشریہ کا مولیٰ کے معنی اولیٰ بالشئی سے انکار کرنا اور کہنا کہ کسی ماہر لسانیات نے استعمال ہی نہیں کیا ہے۔(۲) کس قدر حقیقت سے دور بات ہے، وہ شخص سمجھ رہا تھا کہ ہم فارسی ہیں، ان ہندی نژادوں کے مقابلہ میں عربی ادب کی بصیرت کم رکھتے ہیں، علاوہ ازیں امام رازی کا اعتراض ہے کہ اولیٰ حالت اضافت میں استعمال نہیں ہوتا، قطعی مہمل بات ہے کیونکہ یہ لفظ تثنیہ و جمع بھی استعمال ہوتا ہے بلکہ حدیث نبوی میں تو نکرہ اضافی بھی استعمال ہوا ہے۔ صحیح بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے: **الحقوا الفرائض باھلھا فما ترکت الفرائض فلاوی رجل ذکر۔(۳)**

صحیح مسلم میں بھی یہی لفظ "**فلاولی رجل ذکر**" لکھا ہے۔(۴) حدیث غدیر کی تائید میں دو حدیثیں تو بہت صاف ہیں۔

صحیحین میں ہے:

مامن مومن الا انا اولیٰ الناس به فی الدنیا والآخرة اقرووا ان شئتم .النبی اولیٰ اولیٰ بالمومنین من انفسھم فایّما مومن ترک ما لا فلیرثه عصبة من کانوا فان ترک دنیا او ضیاعاً فلیاتنی وانا مولاہ ۔(۵)

۱۔شرح دیوان الحماسۃ ج ۱ ص ۲۲ (ج ۱ ص ۹؛ تذکرۃ الخواص ص ۱۹ (ص ۳۲۔۳۱)؛ مطالب السؤول ص ۱۶ نور الابصار ص ۷۸ (ص ۱۶۰)؛ شرح المعلقات السبع (ص ۵۴) .

۲۔تحفہ اثنا عشریہ (ص ۲۰۹)

۳۔صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۷، ۹، ۱۰، ۱۳ (ج ۶ ص ۲۴۷۶ حدیث ۶۳۵۱؛ ص ۲۴۷۷ حدیث ۶۳۵۴؛ ص ۲۴۷۸ حدیث ۶۳۵۶؛ ص ۲۴۸۰ حدیث ۶۳۶۵)

۴۔صحیح مسلم ج ۲ ص ۲ (ج ۳ ص ۴۲۵ حدیث ۴ کتاب الفرائض)

۵۔صحیح البخاری ج ۷ ص ۹۰ (ج ۲ ص ۱۷۹۵ احدیث ۴۵۰۳)

صحیح مسلم میں ہے:

ان علی الارض من مومن الا انا اولیٰ الناس به فانکم به فایکم ما ترک دنیا او ضیاعاً فانا مولاه۔(۱)

امام رازی کا دوسرا اعتراض

امام رازی کا نشیب و فراز سے بھرپور ایک دوسرا اعتراض بھی نہایہ میں ہے کہ ائمہ لغت ونحو میں کسی نے بھی اس بات کو نہیں کہا ہے کہ مفعل کا وزن وضعی یا مصدری یا زمان ومکان کے اعتبار سے بمعنی افعل آتا ہو، جس سے تفضیل کا معنیٰ مراد لیا جا سکے۔

آپ نے گزشتہ صفحات میں ائمہ لغت کی وضاحت ملاحظہ فرمائی کہ مولیٰ کے معنی اولیٰ بالشئی کے بے دھڑک استعمال کئے گئے ہیں اور بہت سے لوگوں نے ائمہ لغت کی پیروی کی ہے اور اسے نقل کیا ہے مثلاً قاضی عضد مواقف، (۲) میں شاہ صاحب ہندی نے تحفہ میں، (۳) کابلی نے صواعق میں، شاہ عبد الحق نے لمعات میں، ثناء اللہ نے سیف مسلول میں۔ان میں سے کچھ نے اس قدر شدت سے انکار کا مظاہرہ کیا ہے کہ تمام کلام عرب میں استعمال نہ ہونے کی بات کہہ دی ہے۔ظاہر ہے کہ یہ بات امام رازی نے اڑائی تھی۔اندھی تقلید میں سبھی گہار مچانے لگے۔

بات صرف اسی کی نہیں ہے بلکہ شیعوں پر جب بھی کوئی اعتراض کیا جاتا ہے تو ایسی ہی اندھی تقلید کے مظاہرے ہوتے ہیں۔میں ان لوگوں کی ملامت نہیں کرتا کیونکہ یہ سبھی لغت ولسانیات سے قطعی دور ہیں رازی، ایجی ہندی، کابلی، دہلوی، پانی پتی لسانی امور کیا سمجھ سکتے ہیں، کہاوت ہے کہ بے سر اراگ پھبتا نہیں۔جال والا اگر تیر والے سے مخلوط ہو جائے تو لامحالہ تدبیر الٹی ہو جائے گی۔جنھیں لغت سے بہرہ نہ ہوا گر وہ لفظی چارہ سازی کرنے لگیں تو ایسی ہی لچر باتیں سامنے آئیں گی۔

۱۔صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۴ (ج ۳ ص ۳۰۴ حدیث ۱۵ کتاب الفرائض)

۲۔المواقف (ص ۴۰۵)　　۳۔تحفۂ اثنا عشریہ (ص ۲۰۹)

جن لوگوں نے مولیٰ کے معنی اولیٰ لکھے ہیں کیا انھیں لغت سے بہرہ نہ تھا کہ عقل کے اندھے اس قدر گھار مچا رہے ہیں، ان میں تو اکثر ایسے ہیں جنھیں خلاق لغت، امام ادب وتفسیر کہا جاتا ہے۔کیا ان کی یہ صراحت کہ بعض موارد میں مفعل بمعنی افعل آتا ہے، مستحکم دلیل نہیں ہے، پھر یہ اندھوں کی بکواس کیسی.....؟ مثل ہے: کسی مقصد ہی سے قیصر نے ناک کاٹی ہے۔امام رازی کے اس اعتراض کے سلسلے میں قول ابوالولید پیش کیا جاسکتا ہے۔روض المناظر میں ۶۰۶ھ کے حوادث کا ذکر ہے جس میں لکھا ہے کہ رازی کو علم عربیت کے سوا سبھی علوم پر مہارت حاصل ہے۔(۱) ابوحیان کہتے ہیں۔رازی کی تفسیر عربی گرامر اور اس کے مقاصد سے دور ہے۔اس کی باتیں دانش وروں کا رنگ اڑانے کی سعی لاحاصل ہوتی ہیں۔شوکانی آیہ "نجوت من القوم الظالمین" کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس جگہ رازی کے مہمل اعتراضات ہیں جنھیں یہاں نقل کرنا مناسب نہیں، بچے بھی مہمل پن محسوس کر سکتے ہیں، دانشوروں کی بات جانے دیجئے۔(۲)

پھر یہ کہ مفعل کی دلالت زمان ومکان پر ایسی ہی ہے جیسی افعل کی دلالت اسم تفضیل پر، یا جس طرح مشتقات کے خواص منجملہ عوارض ہیئات ہوتے ہیں، جو ہر بات مواد میں نہیں ہوتے۔اس لئے جب تک کلام عرب کے خلاف نہ ہو کثرت استعمال کے سہارے قیاس ہی پر کام چلایا جاتا ہے لیکن جہاں زبان عرب کی مخالفت ثابت ہو جائے وہاں معانی الفاظ کی روشنی میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔اگر رازی ثبوت فراہم کرتے کہ اختصاص مولیٰ حدود زمان ومکان سے متعلق ہے تو ایسی صورت میں لازم آتا کہ اس لفظ کو فاعل، مفعول یا فعیل کے مفہوم میں آنے سے انکار کیا جائے۔وہ تو خود کہتے ہیں کہ مولیٰ کے معنی ناصر، معتَق، معتِق اور حلیف کے آتے ہیں اور تمام اہل عرب باہم متفق ہیں کہ مولیٰ کے معنی ولی کے بھی آئے ہیں۔بعض اہل لغت اس کے معنی شریک، قریب، محب، عتیق، عقید مالک، ملیک کے بھی لکھتے ہیں، اس کے علاوہ مستند جمہور اہل لغت کہتے ہیں کہ مولیٰ کا ایک معنیٰ اولیٰ بھی ہے۔وہ اس کے وصفی معنیٰ نہیں کہتے بلکہ ان کا مقصود یہ ہے کہ مولیٰ اس معنی میں اسم ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں بیساکھی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

۱۔روض المناظر (ج۲ص۱۹۹) ۲۔فتح القدیر ج۴ص۱۶۳ (ج۴ص۱۶۸)

بالفرض اگر رازی اور ان کے ہمنوا متذکرہ نظائر استعمال سے واقف نہ تھے تو یہ عدم واقفیت کا تقاضہ یہ تو نہیں کہ اس کی اصل ہی سے انکار کر دیا جائے۔ حالانکہ اس کے نصوص بیان کئے گئے۔ لغت عرب میں اکثر ایک مادّے سے مخصوص استعمالات ہوتے رہتے ہیں ان میں کلمہ عجاف بھی ہے، جس کی جمع اعجف آتی ہے اس کی جمع افعل بروزن فعال صرف اس مادّے میں آتی ہے۔ چنانچہ جوہری نے اس کی صحاح میں وضاحت کی ہے۔(۱) خود رازی نے اپنی تفسیر میں اور سیوطی نے مزہر میں بیان کیا ہے۔(۲) ''انّی اریٰ سبع بقراتٍ سمان یاکلُهُنّ سبعٌ عجاف''۔(۳) اسی مادّے سے ہاشم کی مدح میں شعر ہے:

عمرو العلی هشم الثرید لقومه ورجال مکة مسنتون عجاف

اس کے علاوہ دوسرے قواعد استثنائی، قیاسی شائع مصدر، مضارع اور اسم فاعل بروزن افعل وغیرہ کے نمونے المخصص، لسان العرب وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں، سیوطی نے المزہر میں چالیس صفحات اسی بات پر سیاہ کر ڈالے ہیں۔

جواب رازی

ہم نے اپنے دعوے کے ثبوت میں نظائر و امثال کی بھرمار کر دی لیکن امام رازی اپنی بدباطنی کا مظاہرہ نہایہ میں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''ائمہ لغت کا مولیٰ بمعنی اولیٰ نقل کرنا حجت نہیں ہو سکتا ۔کیوں کہ اس قسم کی منقول مثالیں اثبات لغت کے سلسلے میں احتجاج و استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ابوعبیدہ کا قول...''ماوٰکم النار هی مولاکم'' میں مولیٰ کا معنیٰ اولیٰ ہے اور اس کی تائید اخفش، زجاج، علی ابن عیسیٰ نے بھی کی ہے اور بیت لبید سے استشہاد بھی کیا ہے یہ تمام باتیں محض تساہل پر مبنی ہیں اور سبھی ائمہ لغت سے تسامح ہوا ہے۔ یہ کوئی تحقیقی بات نہیں کیوں کہ اس مطلب

۱۔ الصحاح (ج۴/ص۱۳۹۹)

۲۔ التفسیر الکبیر (ج۱۸/ص۱۴۷)؛ المزہر فی علوم اللغۃ ج۲/ص۶۳/ (ج۲/ص۱۱۶)

۳۔ (سورۂ یوسفؑ)

کونقل کرنے والے خلیل جیسے بزرگوں نے اس معنیٰ کی تفسیر بیان کی ہے اور یہ تفسیر بھی بطور مرسل ہے لغت کی کسی استنادی کتاب میں اسے بیان نہیں کیا گیا ہے''۔

کاش ہمیں یہ معلوم ہوسکتا کہ رازی کوکس نے بتایا کہ ائمہ لغت سے تسامح ہوا ہے یا یہ تحقیقی بات نہیں ہے۔اور کیا رازی کا یہ نقطۂ نظر تمام معانی لغویہ میں یہی ہے یا یہ شخص خاص کینہ یا عناد کے ماتحت کوئی حساب چکانا چاہتا ہے۔یہ ایک شخص کا استشہاد نہیں بلکہ قرآن کی آیت کا ثبوت وغیرہ جیسی بھرمار کے بعد خلیل جیسے لوگوں کا نقل نہ کرنا دلیل تسامح کیسے ہوجائے گا....؟

پھر ایسے وقت جب کہ ائمہ لغت کا حوالہ بھی دیا جائے۔کسی لفظ کی تحقیقی حیثیت کے لئے اس کا تمام کتابوں میں موجود ہونا ضروری تو نہیں ،کیا رازی کسی لفظی تحقیق میں خلیل کی کتاب العین ہی کو معتبر سمجھتے ہیں کس نے کہہ دیا کہ لغوی معنی کو متحقق کرنے کے لئے سلسلۂ اسناد کی تصریح بھی ضروری ہے۔کیا شعر کا شاہد،قرآنی آیت ،اور حدیث نبوی کافی نہیں۔کیا ابوعبیدہ واخفش سے زیادہ معتبر نام پیش کیا جاسکتا ہے یہ شخص دوسرے الفاظ میں بھی مہمل ماتھا پچی کیوں نہیں کرتا ،لفظ مولیٰ ہی میں کیوں؟ دراصل اس کی بندھی ٹکی نشانہ بازی ہے جس سے تجاوز کرنا اس کے بس کے باہر ہے۔

یہ مرد کسی لفظ کے معنی لغوی کا فرہنگ لغات میں موجود ہونا شرط قرار دیتا ہے۔کسی آیت کی تفسیر ،حدیث یا کلام عرب سے استشہاد اس کے نزدیک معتبر نہیں۔حالانکہ علماء کسی معنی لغوی کے سلسلے میں فقط ایک شخص کی اطلاع پر اعتماد کر لیتے ہیں خواہ وہ عرب لڑکی ہی کیوں نہ ہو۔(۱) اس سلسلے میں بلوغ ،عدالت یا ایمان کی شرط نہیں ہے،قسطلانی شرح بخاری میں ہانکے پکارے کہہ رہے ہیں کہ ثبوت لغت کے لئے فقط قول شافعی ہی دلیل وحجت ہے۔(۲) مزہر میں کہا گیا ہے کہ صرف ایک قول کافی ہے۔(۳) خصائص ابن جنّی میں ہے کہ جو شخص کہے کہ معنی لغوی ثابت نہیں حالانکہ نقل کیا گیا ہو تو وہ شخص غلطی پر ہے

۱۔المزہر ج۱ص۸۲،۸۳،۸۴(ج۱ص۱۳۹)

۲۔ارشاد الساری (ج۷ص۵۷(ج۱۰ص۱۵۷)

۳۔المزہر ج۱ص۷۷،۸۳،۸۷،۲۷(ج۱ص۱۲۹،۱۳۸،۱۴۴،۵۹)

کیونکہ قرائن کے ذریعہ بھی مفہوم متعین ہوتا ہے۔

مثلاً یہ شعر سنیے:

قوم اذا لشر ابدی ناجذیه لهم　　طاروا الیه ذرافات و وحدانا

''جب شرارتیں دانت نکالے ان پر حملہ آور ہوتی ہیں تو قوم کے افراد اجتماعی وانفرادی حیثیت سے پرواز کرتے ہیں''۔

تو وہ سمجھ لے گا کہ یہاں ذرافات کا مطلب جماعات ہے۔ثبوت معنیٰ کے لئے قرینہ یا شاعر کا قول کافی ہے۔رازی کی یہ ساری ماتھا پچی صرف لفظ مولیٰ کے معنی اولیٰ کے متعلق ہے ورنہ اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ لغت کس وسیلے سے ثابت ہوتا ہے،اس کا تند لہجہ،اس کی پریشاں خیالی کا غماز ہے،غم وغصہ سے آپے سے باہر ہے،میرے ایک سوال کا بھی جواب اس سے بن نہ پڑے گا،اس نے کتاب العین سے یہ بات اڑائی ہے جب کہ اس کو بھی نے نشانۂ ملامت بنایا ہے۔(۱) المزہر دیکھ لیجئے۔(۲)

مجھے نہیں معلوم کہ لغت اصلی سے اس کی مراد کیا ہے،فرہنگ کی کس کتاب سے اس نے لفظی تجزیہ سیکھا ہے جو مطلب قرآن وحدیث اور عربی ادب سے ثابت ہے اسے کس طرح خارج کیا جا سکتا ہے۔ کیا مطلب متعین کرنے میں ارباب فرہنگ کی نیت کو دخل ہے یا کتابوں سے ثابت شدہ مفہوم اطمینان بخش ہے۔مولیٰ بمعنی اولیٰ تو تمام کتب فرہنگ اور ائمہ لغت کے یہاں ثابت ہے۔

مولیٰ بمعنی ولی

ذرا میرے ساتھ آیئے،تو شاہ ولی اللہ ہندی کی گہار کا بھی تجزیہ کیا جائے،ان حضرت نے عربی زبان وادب کی ریڑھ ماری ہے۔تحفۂ اثنا عشریہ میں مفہوم حدیث کی تردید فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ مفہوم اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب مولیٰ کے معنی ولی کے لئے جائیں،حالانکہ ارباب لغت کے یہاں

۱۔المحصول فی علم الاصول (ج۱ص۱۹۵)

۲۔المزہر ج۲ص۲۷،۲۸(ج۱ص۷۹)

مفعل بمعنی فعیل کہیں نہیں آیا، یہ حرکت مذبوحی ارباب لغت کی اس تصریح پر ہے کہ مولا کے معنی ولی اسی معنی میں ہے کہ جیسے ولی امر عورت کا ولی، یتیم کا ولی، غلام کا ولی، چنانچہ ولی عہد اس شخص کو کہتے ہیں جسے مملکت کے سرپرست کی حیثیت سے بادشاہ منتخب کرتا ہے۔(۱)

ان دہلوی صاحب کو پتہ ہی نہیں کہ فرّا نے معانی القرآن میں اور ابوالعباس مبرّد نے کہا ہے کہ ولی اور مولیٰ لغت میں مترادف ہیں جن ائمہ لغت نے ولی کو مولیٰ کے معنی میں منطبق کیا ہے ان کی وہاں تک پہونچ ہی نہ ہوسکی۔(۲) انباری کی مشکل القرآن، فیروز آبادی کی قاموس، واحدی کی وسیط اور ثعلبی کی الکشف والبیان، جوہری کی صحاح وغیرہ(۳) میں اس مطلب کی صراحت موجود ہے۔

ابن اثیر نے نہایہ میں کہا ہے کہ حضرت عمر کا قول اسی معنی میں ہے کہ **اصبحتَ مولیٰ کلّ مومنٍ**۔(۴) تاج العروس میں آیت قرآنی **"بِاَنَّ اللہ ولی الّذین آمنوا وانَّ الکافرین لا مولیٰ لھم"** کو شاہد میں پیش کیا ہے۔اس کے ساتھ حدیث رسولؐ **"ایما امراۃ نکحت بغیر اذن مولاھا"** اور حدیث غدیر **"من کنت مولا"** کو بھی شاہد میں پیش کیا ہے۔(۵)

۱۔تحفۂ اثنا عشریہ (ص/۲۰۹)　　۲۔معانی القرآن (ج/۲ص/۱۶۱)

۳۔الصحاح ج/۶ص/۵۶۴ (ج/۶ص/۲۵۲۹)؛ غریب القرآن ص/۱۵۴ (ص/۳۱۱)؛ قاموس المحیط ج/۴ص/۴۰۱ (ص/۱۷۳۲) الجامع لاحکام القرآن (ج/۱۶ص/۱۵۵)

۴۔النہایۃ فی غریب الحدیث ج/۴ص/۲۴۶ (ج/۵ص/۲۲۸)

۵۔تاج العروس ج/۱۰ص/۱۹۹

معانی مولیٰ پر ایک نظر

علماء لغت نے مولیٰ کے معنی مالک، معتق کے علاوہ سیّد کے لکھے ہیں، جس طرح ولی کے معنی امیر سلطان کے لکھے ہیں۔ ارباب لغت کو ولی و مولیٰ کے اتحاد معنی پر اتفاق ہے اور امیر و سید کے معنی اولویۃ بالامر کے ہیں۔ اس بنا پر امیر وہی ہے جو اجتماعی نظم وضبط برقرار رکھنے، فرد کو قانونی تحفظ فراہم کرنے اور ایک دوسرے پر تجاوز کی حرکت سے باز رکھنے کے لئے اولیٰ (لائق ترین) ہو اسی طرح سید اسے کہتے ہیں جو اجتماعی معاملات کی قیادت کرتا ہو ان دونوں کا دائرہ وسعت تنگی کے اعتبار سے امارت وسیادت کی مقدار میں فرق پیدا کرتا رہتا ہے۔ ایک شہر کا ذمہ دار دیوان کے انچارج سے زیادہ وسیع اختیارات رکھتا ہے اور ایک بادشاہ پورے ملک پر اختیار وتصرف رکھتا ہے۔ اس سے بلند پیغمبری کا منصب ہے جو تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوتا ہے اور جو شخص پیغمبر کا جانشین ہو وہ اس کے آثار واقدار کی نگرانی کرتا ہے۔

اگر ہم مولیٰ کے معنی اولیٰ بالشئی سے صرف نظر کر لیں تو بھی اس کے مفہوم سید امیر کو نظر انداز کرنا مشکل ہے۔ اس طرح مولیٰ کے معنیٰ امیر وسید کے عالی ترین مفہوم اور وسیع ترین دائروں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لفظ مولیٰ کے ۲۷ معنی بیان کئے گئے ہیں حدیث غدیر میں صرف انھیں دونوں متذکرہ معنوں کے سوا دوسرے مطالب سے مطابقت ومناسبت ناممکن ہے۔

وہ ۲۷ معانی یہ ہیں:

۱۔ پروردگار	۲۔ چچا	۳۔ چچیرا بھائی
۴۔ بیٹا	۵۔ بھانجا	۶۔ معتق (آزاد کرنے والا)

۷۔معتق (آزاد شدہ)	۸۔غلام	۹۔مالک (۱)
۱۰۔پیرو	۱۱۔احسان مند	۱۲۔شریک
۱۳۔حلیف	۱۴۔ساتھی	۱۵۔ہمسایہ
۱۶۔مہمان	۱۷۔داماد	۱۸۔قریب
۱۹۔منعم	۲۰۔عقید	۲۱۔ولی
۲۲۔اولیٰ بالشئی	۲۳۔سیّد	۲۴۔مالک ومختار
۲۵۔ناصر (مددگار)	۲۶۔محبّ (دوست)	۲۷۔متولّی امور۔

متذکرہ معانی میں اوّل کو مراد لینا کفر ہے۔کیونکہ دنیا کا پروردگار صرف خداوند عالم ہے،اور دو تین سے لے کر چودہ تک معانی مراد لینا سراسر جھوٹ ہوگا،کیونکہ اس طرح پیغمبر علی کے چچا ہو جائیں گے اگر ان کا کوئی بھائی ہو اور علیؑ ابوطالب کے بھتیجے ہو جائیں گے۔حالانکہ رسول خداؐ حضرت عبداللہ کے فرزند اور علیؑ ان کے بھائی ابوطالب کے فرزند ہیں۔ظاہر ہے کہ دونوں کی مادر گرامی بھی الگ الگ ہیں اور دایہ بھی الگ الگ۔اس لئے پیغمبرؐ جس کے بھانجے ہوں علیؑ بھی اس کے بھانجے نہیں ہو سکتے۔آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ جسے رسولؐ نے آزاد کیا ہو،علیؑ بھی اسے آزاد کریں سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔پھر یہ بھی کہ دونوں اولین وآخرین کے آزاد مردوں کے سیّد وسردار ہیں،بنابریں کوئی بھی آزاد عورت کے فرزند نہیں،انھیں کسی کا غلام فرض کرنا بھی مہمل ہے۔یہ بھی واضح ہے کہ حضرت علی غلامان رسول خدا کے مالک نہ تھے اس لئے مولیٰ کا مطلب بھی نہیں لیا جا سکتا۔

رسول خداؐ کسی کے تابع نہ تھے سوائے خدا کے۔اس بنا پر یہ اعلان کہ جس میں تابع وپیرو ہوں،اس کے یہ علی بھی تابع وپیرو ہیں،نامناسب بات ہے،رسولؐ کسی کے احسان مند بھی نہ تھے بلکہ آپ کا احسان تمام کائنات پر تھا،اس لئے احسانمند کا معنی نہیں لیا جا سکتا۔آپ کسی کی تجارت میں شریک بھی نہ تھے پھر

۱۔صحیح البخاری ج ر۷ص ر۵۷ (ج ۴ص ر۱۶۷۱)؛ارشاد الساری ج ر۷ص ر۷۷ (ج ر۱۰ص ر۱۶۰)؛عمدۃ القاری (ج ر۱۸ص ر۱۷۰) التور الساری (ج ر۷ص ر۵۷)

ان کے وصی کی شرکت کا کیا مطلب؟ البتہ آپ ام المومنین خدیجہ کی تجارت میں قبل بعثت نفع بڑھانے کی غرض سے شام تشریف لے گئے نہ کہ آپ شریک تجارت ہوں۔ بالفرض اگر آپ اس میں شریک تجارت تھے تو آپ کے وصی نہ سفر میں آپ کے ساتھ تھے نہ تجارت میں کوئی دخل تھا۔

رسول خداؐ کسی کے حلیف بھی نہ تھے جس کے وسیلے سے توانائی حاصل کرتے۔ عزت تو مخصوص خدا ورسول اور جملہ مومنین کے لئے ہے۔ تمام مسلمانوں نے رسول کے سبب سے توانائی وعزت حاصل کی ہے، اس لحاظ سے حلیف کا مطلب بھی نامناسب ہے اور اگر اس کا ثبوت فراہم کر دیا جائے تو دونوں کا لزوم ناممکن ہے۔

ساتھی، ہمسایہ اور مہمان و دامادی وقریب خواہ رشتے کی یا مکانی قربت، کسی معنی کو فرض کرنا ممکن نہیں، کیونکہ اس کے لئے عظیم اجتماع میں اثنائے سفر کسی غیر آباد ریگ زار اور نا قابل برداشت گرمی میں اعلان کرنا آگے بڑھنے والوں کو لوٹانا، پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کرنا، جگہ بھی ایسی جو ٹھہرنے کے لائق نہ ہو۔ یہ تمام باتیں صرف یہی پتہ دیتی ہیں کہ آپ کسی اہم تاکید خداوندی پر عمل کرنا چاہتے ہیں عدم تعمیل کی قطعی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے آپ نے یہ بزم منعقد کی حالانکہ آپ پر سفر کی تکان تھی۔ گرمی تھی کہ خدا کی پناہ! لوگوں نے اپنی ردا بچھالی تھی۔ اس عالم میں پالان شتر کے منبر پر اپنی وفات کی خبر، اہم ترین اعلان کی ماموری کی اطلاع، جس کے متعلق اندیشہ کہ پھر موقع نہ ملے اور یہ کام تمام امور پر حاوی رہے۔ کیا یہ تمام فوق العادہ اور اہم ترین طریقے استعمال کر کے لوگوں کو خدا کی خبر پہونچانا جو خاص اہمیت کی حامل نہ ہو کیا ذات رسولؐ سے ایسی توقع رکھی جاسکتی ہے؟ مثلاً یہ بتانا کہ پیغمبر جس کا بھی ساتھی وہمسایہ، جس سے بھی علاقہ دامادی رکھتا ہے یا جس کا بھی مہمان ہے یا جس کا بھی رشتہ دار ہے اس کا علی سے وہی تعلق ہے۔۔ نہیں! خدا جانتا ہے ان معنوں کو ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا، کسی عقل کے مفلس سے بھی یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی۔ رسولؐ تو عقل اوّل، دانشمند اور بلاغت افروز خطیب تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان معنوں کو فرض کرنا رسولؐ پر پست ومہمل تہمت ہے۔ اور اگر فرض بھی کرلیا جائے تو اس میں علی کی کیا فضیلت نکلتی ہے جس کے لئے علی کو تہنیت پیش کی جائے تعریف کے پل باندھے جائیں، سعد بن ابی وقاص تو اس تقریب

کو سرخ اونٹوں سے زیادہ اہمیت دیتے تھے، اس بیش قیمت چیز کے حصول میں عمر نوح کی تمنا کرتے تھے۔

منعم کا معنی لینا بھی نا مناسب ہے۔ کیونکہ رسول نے جس پر احسان کیا ہو، لازمی طور سے علی نے بھی اس پر احسان کیا ہو ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف امر واضح ہے۔ لیکن یہ مراد لیا جاسکتا ہے کہ رسول نے جس پر دین، ہدایت، تہذیب وارشاد، دنیاوی عزت اور ان کی ذمہ داریوں کے عہدہ بردار تھے، محافظ شریعت و مبلغ دین تھے، اس لئے خدا نے ان کی وجہ سے دین کامل کیا۔ اس دعوت کی وجہ سے نعمت تمام کی، یہ مفہوم امانت کے مرادف ہے جس کی ہمیں تلاش ہے اور ہمارے ثبوت سے ہم آہنگ۔

اب رہ گیا عقید.... رسولؐ نے بعض قبیلوں سے صلح وحمایت و ہم آہنگی کے لئے جو معاہدہ کیا اس پر امیر المومنین بھی باقی رہے اور اس کے فعل و ترک میں آپ کے تابع رہے۔ اس میں امیر المومنین ہی کی کیا فضیلت ہے، تمام مسلمان برابر ہیں، اس غیر معمولی اہتمام میں اس کا تذکرہ مہمل ہے، لیکن اگر اس سے یہ مراد لیا جائے تو صحیح ہوگا کہ رسول نے جو معاہدات وقرارادیں سلطنت اسلامی کے تحفظ کے لئے قبیلوں سے کیں اس میں علی نفس رسول کی حیثیت سے دخیل رہے اور اس عقید کو اوصاف وفضائل کے مفہوم میں لیا جاسکتا ہے جیسے کہا جاتا ہے عقید الکرام، عقید الفضل۔ یعنی کریم وفاضل۔ لیکن اول تو یہ ذوق عربی ادب پر بار ہے اور دوسرے اس سے رسول کا منشا یہ سمجھا جائے کہ جو بھی مجھے محاسن وفضائل سے بھر پور سمجھے اسے چاہیے کہ علیؑ کے لئے بھی یہی عقیدہ رکھے۔ یہ مطلب میرے بیان کردہ مفہوم سے قریب ہے، اس سے بھی نزدیک تر مفہوم عقیدہ یہ ہوسکتا ہے کہ رسولؐ سے جس عہد ومیثاق پر مسلمانوں نے دین سے وابستگی، اس کے مصالح میں سعی اور مفاسد سے باز رکھنے کی کوشش کے لئے آپ کی بیعت کی تھی، علیؑ بھی اس معاملہ میں رسولؐ کی طرح ہیں۔ اس معنی کے مراد میں کوئی قباحت نہیں۔ واقعہ بھی ایسا ہی ہے، رسولؐ نے اسی کو دوسرے لفظوں میں فرمایا ہے کہ یہ علیؑ میرے جانشین ہیں اور میرے بعد امام ہیں۔

دوست اور مددگار

اگر مولیٰ کا مطلب محب وناصر فرض کرلیا جائے تو اس سے رسول کا مقصد لوگوں کو محبت علیؑ کی تحریص

اور نصرت علیؑ کی تشویق ہو سکتی ہے جس پر یا تو تمام مسلمان باقی تھے یا آپ مسلمانوں کو ان کی محبت ونصرت کا حکم دے رہے تھے۔ جو بھی ہو اس صورت میں یہ جملہ یا تو خبریہ ہوگا یا انشائیہ.... جہاں تک خبریہ کی بات ہے تو یہ معاملہ ایسا نہ تھا کہ مجہول ہو یا رسول نے پہلے اس کی تبلیغ نہ کی ہو، جس کیلئے غیر معمولی اہتمام کہ قرآن میں تاکید، جگہ کی تعیین اور لوگوں کو مصائب میں مبتلا کر کے اجنبی بات کی خبر۔ اس کے لئے دین کامل کیا جائے، نعمت تمام کی جائے اور خدا راضی ہو۔ نئے سرے سے اہتمام کیا جائے، جس کی وجہ سے شریعت ادھوری رہ جائے، مسلمان اس سے واقف ہیں۔ پھر لوگ تہنیت پیش کر رہے ہیں کہ آپ مومن ومومنہ کے مولیٰ ہو گئے۔ یہ تمام اہتمام تو کسی نئے معاملے کی خبر دے رہا ہے، یہ نشان دہی تو کسی ایسی بات کی ہے خود کہنے والا اس سے پہلے ناواقف تھا۔ یہ کیسے سمجھا جائے کیوں کہ تمام لوگ قرآن میں دن رات پڑھتے رہتے ہیں کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ مومنین آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، بھائی ہونا محبت و یگانگت کو مستلزم ہے۔ خدا ورسول ایسے لچر و مہمل حکم سے پاک ہیں۔

دوسری صورت جسے رسولؐ نے مراد لیا ہو وہ انشائے وجوب محبت ونصرت ہے، اس میں وہی سب خرابیاں لازم آتی ہیں، کیوں کہ اس موقع پر کوئی انشائی حکم یا پیغام شریعت سوچا ہی نہیں جا سکتا جسے پہونچا نہ دیا گیا ہو اور اس کے بیان انشائیہ کی ضرورت ہو پھر یہ کہ یہاں رسول کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ جو بھی میرا ناصر و دوست ہے اسے چاہیے کہ علی سے محبت ونصرت کا مظاہرہ کرے اور یہ دونوں احتمال مفاد والفاظ سے خارج ہیں۔ شاید اسی لئے سبط ابن جوزی تذکرۃ الخواص میں لکھتے ہیں:

''یہاں مولا کا مطلب ناصر سمجھنا مناسب نہیں''۔ ان کی تمام عبارت آگے نقل کی جائے گی، اس کے علاوہ محبت ونصرت کا واجب ہونا علی ہی سے مخصوص نہیں تمام مسلمان شرعی حیثیت سے ایک دوسرے کی محبت ونصرت پر مامور ہیں۔ امیر المومنین کے لئے تخصیص واہتمام کی ضرورت کیا تھی اور اگر خصوصیت سے آپ کی محبت ونصرت رعیت سے بالاتری آپ کی پیروی اور احکام کی اطاعت کے لئے واجب قرار دینے کی غرض سے تھی تو یہ مطلب امامت علیؑ کے لئے بذات خود دلیل ہے۔ خاص طور سے من کنت مولاہ

کا فقرہ اس کی وضاحت کر رہا ہے۔ اس طرح دونوں فقروں کے مفہوم کو الگ الگ سمجھنا ارشاد رسول کو مہمل بنا دے گا۔

تیسرا احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ رسولؐ خبر دے رہے ہوں کہ تمام مومنین کی محبت و نصرت علیؑ کی ذمہ داری ہے۔ ایسی صورت میں یہ تاکیدی بات علیؑ سے کہنا چاہئے، سامعین کو مخاطب کرنا مناسب نہ تھا اسی طرح چوتھا احتمال انشائے وجوب محبت کے لئے رسولؐ کا اہتمام، مجمع کی توجہ ساعت، تبلیغی مناشدات صرف اسی لئے تھا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ علی کی محبت کا اقرار کریں، ان کی اتباع کریں اور کسی جگہ سرتابی نہ کریں نیز آپ کی نصرت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں۔

رسولؐ کا یہ اسلوب خطاب کہ آپ نے من کنت مولاہ سے ابتدا فرمائی۔ اس سے آپ کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ جس طرح رسول علیؑ سے محبت کرتے ہیں تمام لوگ اسی طرح محبت کریں۔ اس میں عام مومنین کے باہمی توڈد کے مقابلے علی کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ آپ اپنی امت کو دوست رکھتے ہیں، ان کی مدد و نصرت کرتے ہیں۔ چونکہ آپ کو دین و دنیا کی زعامت حاصل ہے، ان کے معاملات کے مالک ہیں، ان کے ادارتی نگہبان ہیں۔ شخصیت کے محافظ ہیں۔ ان امور میں مومنین کے خود ان کے نفسوں سے اولیٰ تر ہیں، اگر آپ اس درجہ محبت و نصرت کا مظاہرہ نہ فرماتے تو لوگوں کے مفادات عادی بھیڑئے ہڑپ کر لیتے اور سرکش وحشیوں کی جسارت بڑھ جاتی، چاروں طرف ظلم و ستم کا بازار گرم ہو جاتا، اس طرح دشمن کا ہجوم، جان مال کی تاراجی، ناموس کی ہتک حرمت کا ایسا ماحول پیدا ہو جاتا کہ صاحب شریعت کا دین اجراء کلمہ خداوندی کی بلندی کا بنیادی مقصد خاک میں مل جاتا۔ ظاہر ہے کہ جس کی محبت و نصرت لوگوں سے اس حد پر ہو وہی خلیفہ رسول ہوگا۔ اگر یہ مفہوم سمجھا جائے تو یہ میرے متعینہ مفہوم سے مطابقت رکھتا ہے۔(۱)

حدیث غدیر کے ممکنہ معانی

مولیٰ کے بیان کردہ ممکنہ معانی میں اب صرف ولی، اولیٰ بالشئی (کسی چیز کا زیادہ حقدار، لائق

۱۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۹ (۳۲)

ترین)، سیّد (سرور و آقا، نہ کہ مالک و آزاد کرنے والوں کے معنوں میں) متصرف فی الامر (معاملات میں بھر پور دخیل) اور متولی ہی کے رہ جاتے ہیں۔ اب ولی کے لفظ سے اولیٰ ہی مراد لئے جاسکتے ہیں جس کا مدلّل بیان گزرا کیونکہ دوسرے معانی صحیح نہیں ہوں گے۔ سیّد کے بھی متذکرہ معنی سے اولیٰ بالشئی کا مفہوم الگ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ رسول خداؐ نے پہلے اپنی ذات کو متصف کیا پھر اپنے ابن عم کو۔ اس بنا پر محال ہے کہ اس لفظ کو ایسے افراد کے لئے بولا جائے جس نے ظلم و زیادتی سے سرداری حاصل کر لی ہے بلکہ اس سے عام سیادت دینی مراد ہے جس کا اتباع تمام امت پر واجب ہے۔

اسی طرح متصرف فی الامر کا مطلب جسے امام رازی، (۱) مفتی روم سعید چلپی، خفاجی، جوزی، ابن حجر، (۲) جہری، عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے اس سے مراد ایسا شخص جو دوسروں کے مقابل جامع انسانیت کے تصرف و دخل میں سزاوارتر ہے وہ ایسا ہی شخص ہوسکتا ہے جو یا تو نبی ہو یا واجب الاطاعت امام۔ جس کی حکم الٰہی سے تاکید ہوتی ہو۔

یوں ہی متولی امر جسے مبرّد نے مولیٰ کے معنوں میں لکھا ہے، ان کے مطابق ولی و مولیٰ ہم معنیٰ ہیں مولیٰ وہ ہے جو مخلوقات میں لائق ترین اور ان کے معاملات میں دخیل ہو۔ (۳) یہ مطلب تفسیر وسیط ،قرطبی، نہایہ ابن اثیر، تاج العروس زبیدی، لسان العرب ابن منظور، بیضاوی، عمادی، رازی اور احمد بن حسن زاہد نے کی ہے۔ (۴) آخر الذکر لفظ مولیٰ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ مولیٰ اسے کہتے ہیں جو تمھاری مصلحتوں کا متولی (عہدہ دار) ہو۔ تمھارے معاملات کی نگہداشت کرنے والا، دشمنوں سے بچانے والا تمھارا مولیٰ ہوگا اسی مناسبت سے چچیرا بھائی اور آزاد کرنے والا بھی مولا کہا جاتا ہے۔ پھر یہ کلمہ اسم ہوگا ایسے افراد کے لئے جو کسی کے معاملات کے عہدہ دار ہو جائیں۔

۱۔ التفسیر الکبیر ج ۶/ص ۲۱۰ (ج ۲۳/ص ۷۴) ۲۔ الصواعق المحرقۃ ص ۲۵ (ص ۴۳)

۳۔ سید مرتضیٰؒ کی الشافی ج ۲/ص ۲۱۹

۴۔ الجامع لاحکام القرآن ج ۴/ص ۲۳۲ (ج ۴/ص ۱۴۹)؛ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (ج ۴/ص ۲۳۶ (ج ۵/ص ۲۲۹)؛ تاج العروس ج ۱۰/ص ۳۹۸؛ لسان العرب (ج ۵/ص ۴۰۱)؛ تفسیر البیضاوی ج ۱/ص ۵۰۵ (ج ۱/ص ۲۰۸، ج ۲/ص ۹۸، ۵۰۵)؛ ارشاد العقل السلیم مطبوع بر حاشیہ تفسیر رازی ج ۸/ص ۱۸۳ (ج ۸/ص ۲۶۶، ۲۰۸)

اس تشریح کی تعداد میں زمخشری، مبرّد، احمد ابن یوسف شیبانی، نسفی، نیشا بوری، قسطانی، بخاری ومسلم اور سیوطی کے نام سرفہرست ہیں۔(۱) جب ان علماء نے صاف صاف لکھا ہے کہ ولی کے معنی اولیٰ ہیں تو لامحالہ رسول نے اسی معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

اس مقام پر خاص طور سے لغات ولسانی تتبع کی روشنی ہمارا نظریہ ہے کہ لفظ مولیٰ کے حقیقی معنی دوسرے معانی کے مقابلے میں اولیٰ بالشئی ہی متعین ہوتے ہیں، اور ذرا گہری نظر ڈالی جائے تو یہی معنی جملہ معانی پر محیط ہیں۔ لفظ مولیٰ کے تمام بیان کردہ معانی کا اطلاق اسی معنی کی مناسبت سے ہوتا ہے، اس تمہید کی روشنی میں:

۱۔ خداوند عالم سزاوار تر ہے اپنی مخلوقات میں ہر قاہر سے۔ اس نے ماسویٰ کو پیدا کیا، اپنی حکمت ومشیت سے تصرف کرتا ہے۔

۲۔ عم، چچا.... اولیٰ وسزاوار تر ہے تمام لوگوں کی بہ نسبت اپنے بھتیجے کی حفاظت وعطوفت میں، یہ بھتیجے کے باپ کا قائم مقام ہے جو اولیٰ تھا۔

۳۔ ابن عم، چچیرا بھائی..... یہ اپنے چچیرے بھائی کی حمایت کے سلسلے میں دوسروں سے اولیٰ ہے کیونکہ یہ دونوں ایک درخت کی دو شاخیں ہیں۔

۴۔ بیٹا.... باپ کی اطاعت وانکساری کے سلسلے میں اولیٰ ہے کیونکہ قرآن کا حکم موجود ہے۔

۵۔ بھانجا.... عام لوگوں کے مقابلے میں خالہ سے خضوع کے لئے اولیٰ ہے کیوں کہ وہ اس کی ماں کی شقیق ہے۔

۶۔ معتِق، آزاد کرنے والا.... آزاد کردہ شخص کے لئے اولیٰ ہے دوسروں کے مقابلے میں۔

۷۔ معتَق، آزاد شدہ..... اولیٰ ہے اپنے آقا کے تشکر کے سلسلے میں

۸۔ غلام.... بھی اولیٰ ہے اپنے مالک کی اطاعت کے سلسلے میں

۱۔ الکشاف (ج۴ ص۴۷۶)؛ مدارک التنزیل وحقائق التاویل (ج۱ ص۱۴۴)؛ غرائب القرآن (ج۲۸ ص۱۰۱)؛ ارشاد الساری (ج۵ ص۴۳۸ حدیث ۲۳۹۹)؛ تفسیر الجلالین (ص۶۴، ۳۴۸)

۹۔ مالک....اپنے غلام کی سر پرستی وتصرف واختیار کے سلسلے میں اولیٰ ہے

۱۰۔ تابع....اپنے قائد کے لئے اولیٰ ہے پیروی کے سلسلے میں۔

۱۱۔ منعم علیہ.........احسان منداولیٰ ہے معطی کے ادائے شکر کے سلسلے میں غیروں سے

۱۲۔ شریک..........اولیٰ ہے اپنے ساتھی کی رعایت حق شرکت میں۔

۱۳۔ حلیف کا معاملہ بھی واضح ہے...وہ اولیٰ ہے معاہد پر دفاع طغیان کے سلسلے میں غیروں سے

۱۴۔ صاحب....اسی طرح ساتھی ادائے حقوق صحبت کے سلسلے میں غیر سے اولیٰ ہے۔

۱۵۔ ہمسایہ....بھی دور بسنے والوں کے مقابلے میں ہمسایہ کے تحفظ حقوق میں اولیٰ ہے۔

۱۶۔ مہمان....بھی جہاں وارد ہوا ہے، قدردانی وحق شناسی کے سلسلے میں اولیٰ ہے۔

۱۷۔ صہر، داماد...اپنے سسر کے مراعات حقوق میں اولیٰ ہے کیونکہ حدیث کی روشنی میں باپ تین ہیں، جس نے پیدا کیا، جس نے عورت دی، جس نے تعلیم سے آراستہ کیا۔

۱۸۔ قریب....بھی دور والوں کی بہ نسبت اولیٰ ہے دفاع ومصلحت کوشی میں۔

۱۹۔ منعم...اپنے احسانات کی بدولت احسان مند پر اولیٰ ہے کہ اس پر احسان کی تکرار ہوتی رہے۔

۲۰۔ عقید بھی باہمی تعاون کے سلسلے میں اولیٰ ہے۔محب وناصر بھی اولیٰ ہیں لزوم محبت ونصرت کی بنا پر دفاع کے سلسلے میں۔اسی طرح گزشتہ صفحات میں ولی، سیّد اور متصرف فی الامر یا متولی کے بارے میں واضح کیا جا چکا ہے کہ اس کا مفہوم اولیٰ بالشئی کے سوا کچھ نہیں۔اس طرح مولیٰ کے صرف ایک معنی اولیٰ بالشئی رہ جاتے ہیں۔اولویت کا مفہوم اپنے موارد استعمال کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔اس بنا پر لفظ مولیٰ میں اشتراک معنوی ہے جو اشتراک لفظی سے اولیٰ ہے۔

ہم سے پہلے اس نظریہ کی تائید چھٹی صدی کے دانش ور ابن بطریق العمدہ میں کر چکے ہیں۔(۱) ان کے علاوہ بھی دوسرے علماء اہل سنت گرانقدر افادات پیش کر چکے ہیں۔صحیح مسلم میں رسول خداؐ کی حدیث ہے: ''**لا یقبل العبد لسیّد مولاہ**'' یعنی غلام کا اپنے مالک کو مولا کہنا مناسب نہیں۔(۲)

۱۔ العمدہ ص/۵۶ (۱۱۲)   ۲۔ صحیح مسلم ص/۱۹۷ (ج۴/ص۳۶/۴ حدیث ۱۴)

ابومعاویہ کی حدیث میں اس فقرے کا اضافہ ہے: "فانّ مولاکم الله" کیوں کہ تمھارا مولا صرف خدا ہے، اس حدیث کی روایت متعدد علماء نے کی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب بھی مطلق لفظ مولیٰ بولا جائے تو ذہن میں اولیٰ ہی سمجھ میں آتا ہے اور حدیث غدیر کے تعیین مطلب کے سلسلے میں آگے بحث کی جارہی ہے۔

قرائن معینہ؛ متصلہ ومنفصلہ

بحث یہاں تک پہونچی کہ تحقیقی نظر رکھنے والا ناگزیر طور سے مولیٰ بمعنیٰ اولیٰ بالشئی تسلیم کئے بغیر نہ رہے گا۔ اگر ہم اس سے نیچے اتر کے کہیں کہ مولیٰ کے کثیر معانی میں ایک اور مشترک لفظی ہے تو بھی ہمارا مقصود حاصل ہے کیوں کہ حدیث غدیر میں کہیں متصل اور کہیں منفصل قرینے پائے جاتے ہیں جو اولیٰ بالشئی کے علاوہ دوسرے تمام معانی کی قطعی نفی کرتے ہیں۔ یہ ہے بیان مطلب!!

پہلا قرینہ

حدیث سے پہلے کا فقرہ ہے: الست اولیٰ بکم من انفسکم (کیا میں تمھارے نفسوں پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں) یا اس سے قریب دوسرے فقرے، اس کے بعد آپ کا ارشاد من کنت مولاہ فعلی مولاہ حدیث کو اس تفصیل کے ساتھ احمد بن حنبل، ابن ماجہ، نسائی، شیبانی، ابویعلیٰ اور طبری جیسے چونسٹھ سے زیادہ علماء نے نقل کیا ہے(۱) گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، طرق حدیث میں صحابہ وتابعین ہیں، ان کا تذکرہ کرنے سے طوالت ہوگی۔ ان کے علاوہ بے شمار شیعہ علماء کو بھی شامل کر لیجئے تو ثابت ہوجائے گا کہ رسولؐ نے قبل حدیث " الست اولیٰ بکم من انفسکم " کا فقرہ ضرور فرمایا اس بنا پر

۱۔ مثلاً ترمذی، طحاوی، ابن عقدہ، عنبری، ابوحاتم، طبرانی، قطیعی، ابن بطہ، دارقطنی، ذہبی، حاکم، ثعلبی، ابونعیم، ابن سمان، بیہقی، خطیب، بجستانی، ابن مغازلی، حسکانی، عاصمی، خلعی، سمعانی، خوارزمی، بیضاوی، ملاّ، ابن عساکر، ابوموسیٰ، ابوالفرج، ابن اثیر، ضیاء الدین، قزاوغلی، گنجی، تفتازانی، محب الدین، وصابی، حموئی، ایجی، ولی الدین، زرندی، ابن کثیر، شریف، شہاب الدین، جزرمی، مقریزی، ابن صباغ، ہیثمی، میبدی، ابن حجر، اصیل الدین، سمہودی، کمال الدین، بدخشی، شیخانی، سیوطی، حلبی، ابن باکثیر، سہارنپوری، ابن حجر مکی۔

اگر رسول خداؐ پہلے فقرے کے بعد دوسرے فقرے میں کسی دوسرے کو مراد لینا چاہتے تھے تو رشتۂ کلام غیر مربوط ہو جاتا ہے جو بلاغت سے گری ہوئی بات ہوگی، رسول کی زبان تو بلاغت افروز تھی، لہذا پہلے اور دوسرے فقرے کا یکساں مفہوم متعین کئے بغیر چارہ نہیں اور وحی ترجمان کا واقعی منشأ بھی یہی تھا۔ مزید توضیح تذکرہ سبط جوزی سے ہوتی ہے۔(۱) معانی مولا کی تعداد گنانے کے بعد دسواں مطلب اولیٰ لکھ کر افادہ فرماتے ہیں کہ حدیث غدیر میں مولیٰ کا مطلب طاعت مخصوصہ ہے اور یہی مطلب متعین کیا جاسکتا ہے اس طرح مفہوم حدیث یوں ہوگا: من کنت اولیٰ به من نفسه فعلی اولیٰ به (جس کے نفس پر میں بااختیار ہوں علی بھی بااختیار ہیں)۔

حافظ ابوالفرج اصفہانی مرج البحرین میں وضاحت کرتے ہیں کہ رسولؐ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: من کنت ولیه و اولیٰ به من نفسه فعلی ولیه (جس کا میں ولی ہوں اس کے نفس پر مختار کل ہوں یہ علی بھی اس کے ولی ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ مولیٰ کے تمام معانی میں صرف دسواں معنیٰ اولیٰ بالشئی ہی موزوں تر ہے اور ارشاد رسولؐ الست بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ یہ حدیث اثبات امامت اور علیؑ کی امامت مطلقہ پر نص صریح ہے۔

ابن طلحہ وضاحت کرتے ہیں کہ علماء حدیث نے اس میں لفظ مولیٰ کو اولیٰ کے معنیٰ میں لیا ہے۔(۲) اعترافات علماء کے نظائر آگے بیان ہوں گے۔

دوسرا قرینہ

حدیث کے بعد کا فقرہ ہے: اللهمّ وَالِ مَن وَالاهُ وَعادِ مَن عاداهُ۔ اس جملے کی روایت بھی ہے: انصر من نصره اخذل من خذله اور اسی سے ملتے جلتے فقرے روایات میں پائے جاتے ہیں، ان فقروں کے اسناد محدثین کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں، یہ فقرہ بھی واضح قرینہ فراہم کرتا ہے کہ مولیٰ کے معنیٰ اولیٰ کے سوا دوسرے مراد نہیں لئے جاسکتے جو معنیٰ امامت کو مستلزم ہیں۔

۱۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۰/(۳۲)

۲۔ مطالب السؤول ص ۱۶/

دوسرے یہ کہ اس دعا میں عمومیت ہے، کسی زمانے یا حالت کی قید نہیں ہے جو امام کی عصمت پر دلالت کرتی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوستانِ علیؑ کی ولایت ونصرت اور دشمنانِ علیؑ کی ذلت ونکبت ہر زمانے اور ہر حال سے متعلق ہے۔ اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ آپ ہر حال میں معصوم ہیں، ایک لمحے کے لئے بھی گناہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ہر حال میں حق آپ کے ساتھ ہے کیوں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی گناہ فرض کرنے سے آپ کی مذمت اور پیروی سے دست برداری لازم ہو جاتی ہے، کیوں کہ رسولؐ نے کسی زمانے کا استثنا نہیں فرمایا اس لئے علیؑ کسی زمانے میں بھی عصمت سے الگ نہیں ہو سکتے، جو شخص اس مرتبہ پر فائز ہو، واجبی طور سے وہ لوگوں کا امام ہوگا اور اس سے کمتر کو امام سمجھنا قبیح ہوگا۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگوں کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار ہوگا۔

تیسرے یہ کہ دعائے رسولؐ کے سیاق وسباق میں مناسب ترین مفہوم یہی متعین ہوتا ہے کہ آنحضرت لوگوں کو اطاعت علی کا مکلف بنا رہے تھے۔ اس دعا کے ذریعہ اطاعت کی ترغیب دے رہے تھے اور آپ کے حکم سے سرتابی پر تہدید فرما رہے تھے۔ یہ معنی اسی وقت متعین ہوں گے جب مولیٰ کے معنی اولیٰ سمجھے جائیں۔ اس کے برخلاف اگر محب وناصر مراد لئے جائیں تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ علی اس کے دوست ہیں جسے رسول خداؐ دوست رکھتے ہوں، یا علیؑ اس کے مددگار ہیں جس کے نبی مددگار ہیں اس صورت میں مناسب یہ تھا کہ علی جس وقت مظاہرہ محبت ونصرت کرتے اس وقت ارشاد فرمایا جاتا، نہ کہ امت کے تمام افراد کو دعا میں شامل کر لیا گیا کہ اگر وہ دوستی کریں تو دوست اور دشمنی کا مظاہرہ کریں تو تفریق کی جائے، لیکن ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول خداؐ امت اور حضرت علیؑ کے درمیان مراسم محبت قائم کرنا چاہتے تھے لیکن پہلی بات تو یہ کہ جس وقت رسول خداؐ نے حکم خدا سے اپنے وصی کی امامت مطلقہ کو تمام امت پر لازم کرنے کے لئے اعلان فرمایا تو آپ لوگوں کے طبعی احوال کے مطابق جانتے تھے کہ یہ معاملہ اسی وقت روبہ عمل آ سکتا ہے جب لشکر گراں ہو، مددگاروں اور اطاعت شعاروں کی کثرت ہو تا کہ ولایات وعمال کی مدد سے لوگ علی کے مطیع ہو سکیں، ایک طرف آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اس گروہ میں حاسدین علیؑ بھی ہیں چنانچہ قرآن میں اس کا بیان موجود ہے، ان میں منافقین کا گروہ بھی ہے جو

جاہلی جذبۂ انتقام سے بھرا ہے، اس کے علاوہ حکومت واقتدار کے خواہشمند بھی ہیں۔ وہ خلافت کے مستحق نہیں ہیں۔ نتیجہ میں علی کی حق پسندی وعدالت ان کی آرزوؤں سے میل نہیں کھائے گی اور مخالفت ورزم آرائی کا بازار گرم ہوگا۔ آپ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا تھا کہ ان تومروا علیاً وما اراکم فاعلین تجدوہ ہادیاً مہدیاً (اگر چہ تم ایسا کروگے نہیں لیکن اگر علی کو اپنا امیر وحاکم تسلیم کرلوتو تم انھیں ہادی ومہدی پاؤ گے) ایک دوسری روایت ہے: اِن تستخلفوا علیاً وما اراکم فاعلین تجدوہ ہادیاً مہدیاً۔ (اگر چہ تم ایسا کروگے نہیں لیکن اگر علی کو اپنا خلیفہ مان لوتو انھیں ہادی ومہدی پاؤ گے) اس طرح آپ نے اعلانِ ولایت کے بعد علیؑ کے مددگاروں کیلئے دعا شروع کردی اور دشمنوں پر نفرین کرنے لگے تا کہ اس وسیلے سے علیؑ کی خلافت مکمل ہو سکے لوگ سمجھ جائیں کہ ان کی دوستی سے خدا اور رسولؐ راضی اور دشمنی سے ناخوش ہیں، اس طرح لوگ علی کے گرد حصار کرسکیں ،دعا کے فقروں میں عمومیت کا ہونا علی ؑ کے عظیم الشان مرتبے کی نشاندہی ہے جن کی دوستی کو خداوند عالم کی دوستی کے متقابل قرار دیا گیا ہے۔ اس ارشاد اور دعائیہ فقرے میں عمومیت ہے جب کہ مومنین میں باہمی محبت کا حکم خداوندی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس عمومیت کا مصداق ستون دین، اسلام کی علامتی شخصیت ہی ہوسکتا ہے۔ لوگوں نے دیکھا ہے کہ علیؑ ہر حال میں امّت کے تمام افراد سے مظاہرۂ محبت کرتے ہیں اور علیؑ ایسے تھے بھی۔ ایسی صورت میں رسولؐ نے علی کو خود ہی خلیفہ بنا دیا تا کہ علی وظیفۂ محبت ونصرت انجام دے کر لوگوں کی نجات اور مہالک سے چھٹکارا دلائیں چنانچہ سلاطین ورعایا کے مابین یہ چیز شائع ہے۔

چونکہ رسولؐ سے ہماری محبت ونصرت اسی انداز پر ہے اس لئے لامحالہ جو شخص آپ کی ذمہ داریوں کا عہدہ بردار ہو اس کو اسی خصوصیت کا حامل ہونا چاہئے ورنہ سیاق کلام مختل ہو جائے گا، اس تقریب واہتمام کی روشنی میں محبت ونصرت کا مفہوم بھی معنیٔ امامت ہی کی نشاندہی کرتا ہے۔ جس سے لفظ اولیٰ کا مفاد ہوتا ہے، اس کے علاوہ علماء وحفاظ نے جن بے شمار طریقوں اور متصل کلمات سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے وہ ہمارے متعیّنہ مفہوم ہی سے میل کھاتی ہے۔

تیسرا قرینہ

ذرا انداز رسولؐ بھی ملاحظہ فرمائیے۔آپ نے فرمایا: لوگو! تم کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا۔ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا دوسرا خدا نہیں۔آپ نے پوچھا: پھر کس بات کی گواہی دیتے ہو....؟ جواب دیا: محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔رسولؐ نے پوچھا: تمھارا ولی کون ہے...؟ جواب ملا: خدورسول ہمارا ولی ہے، اس کے بعد آپ نے علیؑ کا بازو تھام کر فرمایا جس کا خدا ورسول مولا ہے اس کے یہ مولا ہیں۔

یہ جریر کے الفاظ تھے۔اسی سے ملتے جلتے امیرالمومنینؑ، زید بن ارقم اور عامر بن لیلی کے ہیں۔ حذیفہ کے الفاظ سند صحیح میں یہ ہیں: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔پھر آگے بیان ہے، سب نے کہا: ہاں! ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔رسولؐ نے فرمایا: خدایا! گواہ رہنا۔اس کے بعد فرمایا: لوگو! خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں۔میں مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ اولیٰ (بااختیار) ہوں، پس جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔اس طرح توحید ورسالت کے سیاق شہادت میں جو اولویت مطلقہ کو مستلزم ہے علی کی ولایت کا اعلان کرنا۔ظاہر ہے کہ اس سے امامت ہی مراد ہو سکتی ہے۔اور یہ لوگوں کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار ہونے کے مترادف ہے۔

چوتھا قرینہ

رسول خداؐ کا بعد اعلان:

" اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضیٰ الرّب برسالتی والولایۃ لعلی بن ابی طالب" (خدا بزرگ ہے اس نے میری رسالت اور علی کی ولایت پر دین کامل، نعمت تمام اور پروردگار خوشنود ہوا) فرمانا، اس سے آپ کیا معنی سمجھ سکتے ہیں۔جس اعلان پر دین کامل، نعمت تمام رب خوشنود اور جس ردیف رسالت سے امور اشاعت مکمل، دین مستحکم اور جس پر مستعدی دکھانے سے رسول اسلامؐ سرخرو ہو جائیں۔اس سے امامت واولیٰ بالنفس کے علاوہ بھی کوئی مطلب سمجھا جا سکتا ہے۔

پانچواں قرینہ

اعلان ولایت سے پہلے رسول نے فرمایا: گویا مجھے موت کی دعوت دی گئی ہے اور میں نے لبیک کہا ہے ۔یا یہ فرمایا: ہوسکتا ہے مجھے بلایا جائے اور لبیک کہوں۔یا یہ الفاظ: ممکن ہے بہت جلد میں تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں۔یا میرے پاس خدا کا پیغام برآئے اور میں جواب دوں۔حفاظ کے یہاں اس قسم کے متواتر فقرے ہیں، یہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ آنحضرتؐ کی کوئی اہم ترین تبلیغ باقی رہ گئی ہے۔آپ کو اندیشہ ہے کہ کہیں اس سے قبل ہی موت کا بلاوا نہ آجائے۔اگر یہ کام نہ ہوا تو تبلیغ ناقص رہ جائے گی۔اس کے بعد آپ نے امیر المومنینؑ اور عترت طاہرہؑ کی ولایت کے سوا کوئی اعلان نہ کیا، یہ صحیح مسلم (۱) اور دوسری صحاح کا بیان ہے، اب اس کے بعد کیا اس اہم ترین اعلان کے مفہوم کو امامت کے علاوہ بھی کچھ سمجھا جا سکتا ہے۔جس کے لئے اعلان ہوا ہے وہ لوگوں کے نفسوں پر اولیٰ ہونے کے سوا کچھ اور بھی ہوسکتا ہے۔

چھٹا قرینہ

رسول خداؐ نے اعلان ولایت کے بعد فرمایا: مجھے تہنیت پیش کرو خدا نے مجھے نبوت سے اور میرے اہل بیت کو امامت سے مخصوص فرمایا۔یہ عبارت واضح کرتی ہے اہل بیت کی مخصوص امامت کا اعلان تھا جس کی اولین فرد علیؑ تھے۔رسولؐ کا مطلب اس وقت امامت ہی تھا اس کے بعد تین دن تک تہنیت ،بیعت ،مصافحہ اور بغلگیری کا بازار گرم رہا اس سے خلافت واولویت ہی کے معنی سمجھے جاسکتے ہیں۔اسی وجہ سے ابوبکر وعمر نے علیؑ کو ولایت کی تہنیت پیش کی اور واضح طریقے سے لفظ مولا کو رسولؐ ہی کے لہجے میں استعمال کیا۔اس سے صرف اولیٰ ہی کا مفہوم مراد لیا جا سکتا ہے۔

ساتواں قرینہ

بعد اعلان فرمایا کہ حاضرین کو غائب لوگوں تک یہ بات پہونچا دینی چاہئے۔اگر محبت ونصرت مراد لینا تھا تو قرآن میں مومنین کی باہمی محبت ونصرت کا حکم موجود ہی ہے۔کوئی سمجھدار شخص اس اہتمام

۱۔صحیح مسلم (ج۵/ص۲۵/حدیث ۳۶ کتاب فضائل الصحابۃ)

میں اعلان کو مناسب نہیں سمجھے گا۔ بے شک یہی فیصلہ ہوگا کہ رسولؐ اہم فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔اس سے مراد وہی امامت ہے جس سے دین کامل ہوا۔

آٹھواں قرینہ

ابوسعید و جابر کے الفاظ میں رسول نے بعد اعلان تکمیل دین و اتمام نعمت پر تکبیر کہی۔ وہب کے الفاظ ہیں: یہ علی میرے بعد تمھارے ولی ہیں۔ حضرت کے الفاظ ہیں: میرے بعد ہر مومن کے ولی۔ اسی طرح حفّاظ و محدثین کے الفاظ میں، یقیناً علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ (۱) ابونعیم نے حلیہ میں حدیث لکھی ہے: جو شخص پسند کرتا ہے کہ میری طرح جئے۔ میری طرح مرے اور جنت عدن کے شاداب باغ میں رہے۔ اسے میرے بعد علیؑ کو ولی ماننا چاہئے۔ ائمہ کی اقتدا کرنی چاہئے کیونکہ وہ میری عترت اور میری طینت سے خلق کئے گئے ہیں۔ (۲) ایک موثق و صحیح سند کے ساتھ ابن عباس حذیفہ اور زید کی روایت ہے جو پسند کرتا ہے کہ اس کی زندگی و موت میری طرح ہو۔ اور دانۂ جوہر یاقوت سے تمسک کرنا چاہتا ہے، جسے خدا نے اپنے ہی دست قدرت سے بنایا ہے، اسے چاہئے کہ میرے بعد علیؑ کی ولایت تسلیم کرے۔ یہ تمام تعبیریں صاحب رسالتؐ کے مماثل امیر المومنین کی ولایت کا ثبوت حفظ مراتب کے ساتھ فراہم کرتی ہیں۔ اس میں جو (بعدی) کا لفظ ہے۔ عام اس سے کہ زمانی ہو یا مرتبہ.....اس سے تمام حالات میں اولویت کا ہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے اگر اس سے محبت و نصرت کا مطلب سمجھا جائے تو ظاہر ہے کہ افتخار کے بجائے تنقیص کا پہلو نکلے گا۔

نواں قرینہ

رسولؐ نے بعد تبلیغ فرمایا: خدایا تو ان پر گواہ رہنا کہ میں نے پیغام پہونچا دیا اور نصیحت کر دی۔ یہ

۱۔ (سنن ترمذی ج/۵ص/۵۹۰حدیث ۳۷۱۲؛ مسند احمد بن حنبل ج/۶ص/۴۸۹حدیث ۲۲۵۰۳؛ المستدرک علی الصحیحین ج/۳ص/۱۴۲حدیث ۴۶۵۲؛ السنن الکبریٰ ج/۵ص/۴۵حدیث ۸۱۴۶ کتاب المناقب ؛خصائص نسائی ص/۱۰۹حدیث ۸۹، مصنف ابن ابی شیبۃ ج/۱۲ص/۷۹حدیث ۱۲۱۷۰

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج/۱ص/۸۶(المستدرک علی الصحیحین ج/۳ص/۱۳۹حدیث ۴۶۴۲)

امت کی تبلیغ ونصیحت کا استشہاد اشارہ کرتا ہے کہ کوئی نئی بات کہی گئی ہے جسے پہلے ہرگز نہیں بیان کیا گیا ۔یہاں کے دوسرے معانی خصوصاً محبت ونصرت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جبکہ امت پر گواہی کا خصوصیت سے مسلمانوں کے درمیان اعلان ہو رہا ہے، اگر محبت ونصرت مراد بھی لئے جائیں تو اسی حد پر جسے میں نے پہلے بیان کیا (یعنی رعایا و بادشاہ کی طرح شدید محبت)۔

دسواں قرینہ

پہلے بیان ہوا کہ رسولؐ نے اعلان سے قبل فرمایا تھا کہ خدا نے مجھے ایسے پیغام پر مامور فرمایا ہے کہ جس سے میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے، خدا نے مجھے سرزنش فرمائی کہ اگر تبلیغ نہ کروگے تو معذّب کروں گا۔

دوسرے الفاظ میں ۔خدا نے مجھے ایسی تبلیغ پر مامور فرمایا ہے کہ تنگی سینہ کی وجہ سے التماس کرنے لگا۔ مجھے لوگوں کے جھٹلانے کا اندیشہ ہے، خدا نے سرزنش فرمائی کہ اگر تبلیغ نہ کروگے تو معذب کروں گا۔ کچھ الفاظ یوں ہیں: میں نے خدا سے رجوع کر کے منافقوں کے طعن وتشنیع وتکذیب کا عذر کیا، خدا نے کہا: ضرور تبلیغ کرو ورنہ معذب کروں گا۔گزشتہ صفحات میں بیان ہوا کہ حکم اعلان جانشینی کے بعد رسولؐ مکے کی طرف چلے ،فرماتے جاتے تھے ۔میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ عہد جاہلیت کی طرف نہ پلٹ جائیں، میں یہ کام کیسے انجام دوں ،لوگ کہیں گے: اپنے چچیرے بھائی کو یہ مرتبہ عطا کر دیا۔آپ چلتے رہے اور حجۃ الوداع بجالاتے رہے۔ یہ بھی بیان ہوا کہ رسولؐ نے فرمایا: خدا نے مجھے علیؑ کو نصب کرنے اور ولایت کا اعلان کرنے کا حکم دیا ہے، آپ خوفزدہ ہوئے کہ لوگ طعنہ دیں گے علی کی طرفداری کا، جاہلیت کی طرف پلٹ جائیں گے۔

اس عظیم خبر کو پہونچانے میں منافقوں کی تکذیب کا خوف ،طعنوں کا خوف ،اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق کوئی خصوصی بات ہے نہ کہ عاوی امر ،جس میں تمام مسلمان برابر کے شریک ہیں۔ یہاں محبت ونصرت نہیں بلکہ اولویت یا اسی سے ملتے جلتے مفہوم مراد لئے جا سکتے ہیں۔

گیارہواں قرینہ

بے شمار اسانید میں واقعہ غدیر کی تعبیر لفظ نصب سے کی گئی ہے، حضرت عمر کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو علامتی حیثیت سے نصب فرمایا۔ حضرت علیؑ کا بیان ہے: خدا نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ مجھے لوگوں میں نصب فرمائیں۔ عاصمی کی روایت میں ہے کہ مجھے علامتی حیثیت سے نصب فرمائیں۔ امام حسنؑ کا ارشاد: کیا تم جانتے ہو کہ رسول خداؐ نے غدیر خم میں نصب فرمایا۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا: ہمارے نبی نے لوگوں میں بہترین کو غدیر خم میں نصب فرمایا۔ قیس بن سعد نے کہا: انھیں رسولؐ نے غدیر خم میں نصب فرمایا۔ ابن عباس و جابر نے کہا: خدا نے نبی کو حکم دیا کہ علیؑ کو نصب فرمائیں۔

ابوسعید خدری نے کہا: جب رسول خداؐ نے علیؑ کو غدیر خم میں نصب فرمایا تو ان کی ولایت کا اعلان کیا۔ نصب کے یہ تمام الفاظ ہمیں کسی نئے مرتبے کی اطلاع فراہم کرتے ہیں جو اس سے قبل غیر معروف تھا۔ محبت و نصرت تو تمام مسلمانوں کے لئے ثابت ہی تھی، یہ کلمہ نصب حکومت کی برقراری اور ثبوت ولایت کے لئے بولا جاتا ہے۔ بادشاہ نے زید کو فلاں علاقے کا والی نصب کیا۔ یہ نہیں بولا جاتا ہے کہ اس نے رعایا کے لئے محبّ و ناصر یا محبوب و منصور نصب کیا۔ مزید یہ کہ یہ لفظ متعدد طریقوں سے لفظ ولایت کے ساتھ لوگوں یا قوم کے لئے بولا جاتا ہے اور ان لفظوں سے پورے طور پر حاکیت مطلقہ سمجھی جاتی ہے۔ اور یہی وہ امامت ہے جو اولویت کے مترادف ہے جس معنی مولا کا ہم دعویٰ کر رہے ہیں۔ یہی معنی ابن عباس کے الفاظ سے سمجھ میں آرہے ہیں۔ ''نبی کو حکم دیا گیا کہ اپنا قائم مقام متعین کریں۔ اس معنی کی وضاحت ارشاد رسولؐ سے ہوتی ہے۔ خدا نے مجھے حکم دیا کہ تمھارے لئے امام نصب کروں جو میرے بعد میرا جانشین وصی اور خلیفہ ہو جسے قرآن میں اس کی اطاعت میری اطاعت اور تمھیں اس کی ولایت پر مامور کیا ہے۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا نے علیؑ کو تمھارا ولی و امام نصب کیا ہے اس کی اطاعت سب پر فرض کی ہے، اس کا حکم نافذ اور اس کا ارشاد مطاع ہے۔

بارہواں قرینہ

پہلے ابن عباس کا قول بیان ہوا کہ حدیث غدیر کا تذکرہ کر کے کہا تھا: پس خدا کی قسم لوگوں کی

گردنوں پر ولایت واجب ہوگئی۔ایک دوسری روایت میں فی اعناق القوم کا لفظ ہے۔اس فقرے سے حدیث کا جدید مطلب مستفاد ہوتا ہے جس کی اس سے پہلے مسلمانوں کو معرفت نہ تھی اور جو تمام ذہنوں میں متعیّن تھی۔ابن عباس نے قسم کھا کر اسی کو موکّد کیا ہے اور وہ اقرار رسالت کے ساتھ خلافت علی ہی ہو سکتی ہے۔اور یہ اول کے مطلب سے الگ نہیں۔

تیرہواں قرینہ

فرائد حموینی میں ابو ہریرہ کی روایت ہے: جب رسول حج وداع سے پلٹے تو آیہ بلّغ نازل ہوئی جب آپ نے ''واللہ یعصمک من الناس'' سنا تو مطمئن ہوگئے۔آگے بیان ہے کہ یہ آخری فریضہ تھا جسے خدا نے بندوں پر واجب کیا۔جب رسولؐ نے پیغام پہونچا دیا تو آیہ اکمال دین نازل ہوئی اس خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ نے ایسا فریضہ ادا کیا ہے جو پہلے ادا نہیں ہوا تھا، یہ محبت ونصرت کا اعلان نہیں ہوسکتا، کیوں کہ قرآن وحدیث میں قبل ازیں اسے بیان کیا جا چکا تھا اب معنی امامت ہی باقی رہ جاتے ہیں جسے اس لئے تاخیر میں ڈالا گیا تھا کہ نفرتوں پر جھاڑ و پھرے۔خودسر لوگ عظیم تبلیغ وحی پر آمادہ ہوں یہ مفہوم اولیٰ ہی سے میل کھاتا ہے۔

چودہواں قرینہ

زید بن ارقم کا بیان متعدد طرق سے نقل ہوا کہ ان کے داماد نے حدیث غدیر کے متعلق سوال کیا۔ زید نے جواب دیا کہ تم عراق والے جیسے ہو معلوم ہے۔داماد نے کہا: میری طرف سے خطرہ محسوس نہ کیجئے تب زید نے کہا: ہاں! ہم جحفہ میں تھے رسولؐ اپنی قیام گاہ سے واپس آئے.....

عبداللہ بن علام نے زہری کے بیان حدیث غدیر پر کہا تھا: شام والوں سے یہ حدیث بیان نہ کرنا۔ سعید بن مسیّب نے سعد بن ابی وقاص سے کہا: میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں۔ انھوں نے کہا: جو پوچھنا ہو بے دھڑک پوچھو، میں تمھارا چچیرا بھائی ہوں۔ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی ایسی ہی بات تھی جسے عراقیوں وشامیوں سے بیان کرنا مصیبت مول لینے کے مترادف تھا کیوں کہ وہ وصی رسولؐ سے عداوت رکھتے تھے۔اسی لئے زید بن ارقم اپنے عراقی داماد کے نفاق وعناد

سے ڈرتے تھے۔ جب مطمئن ہوئے تو حدیث بیان کی۔ ان حقائق کی روشنی میں کوئی مسلمان اس کے مبتذل معنی فرض نہیں کرسکتا بلکہ اس سے ایسا معنی مراد ہوسکتا ہے جو قامت علی پر چسپاں ہوسکے وہ برتری کا مفہوم سوائے خلافت واولویت کے دوسرا نہیں ہوسکتا۔

پندرہواں قرینہ

امیر المومنینؑ نے اپنے زمانہ خلافت میں مقام رحبہ معترضین خلافت پر احتجاج فرمایا۔ اس گروہ کی بولتی بند ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ مولیٰ کے معنی محب وناصر کے بجائے اولویت ہی ہیں کیوں کہ امام نے اپنی خلافت پر استدلال فرمایا تھا۔ حاضرین نے غدیر کی گواہی دی تھی۔

سولہواں قرینہ

حدیث رکبان میں بیان ہوا کہ ابوایوب انصاری کے ساتھ ایک گروہ نے امیر المومنینؑ کو السلام علیک یا مولانا کہہ کے سلام کیا۔ آپ نے سوال کیا: میں تمھارا مولا کیسے؟ تم تو عرب ہو۔ انھوں نے جواب دیا: میں نے رسول خداؐ سے حدیث غدیر سنی ہے۔ قارئین اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کا متعجبانہ سوال کسی متبذل معنی مثلاً محب وناصر کے لئے نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عربوں کو اجتماعی زندگی میں محبت ونصرت کا رائج ہونا ناپسند نہیں تھا۔ بلکہ عرب اس سے اہم مطلب سمجھ رہے تھے اور وہ اولویت کے سوا دوسرا مفہوم نہیں ہوسکتا۔ اور یہی ولایت مطلقہ وامامت ہے، اسی مفہوم کے پیش نظر انھوں نے امام کا جواب دیکر حدیث غدیر کا استناد کیا۔

سترہواں قرینہ

مناشدہ رحبہ ورکبان کے دنوں میں حدیث غدیر چھپانے والوں کو علیؑ کی بددعا کے اثر کا ذکر ہوا کچھ برص میں مبتلا ہوئے کچھ کی مٹی پلید ہوئی، کچھ اندھے ہوئے یہ لوگ بذات خود غدیر خم میں موجود تھے۔ کیا کوئی سمجھدار شخص اس بات کو روا سمجھے گا کہ ان کے چھپانے پر بلاؤں کا نزول اور امیر المومنینؑ کی بددعا محض محب وناصر کا مفہوم چھپانے کی وجہ سے تھی، یہ مفہوم تو عمومی حیثیت سے تمام افراد مسلمین میں رائج

تھا۔اس صورت میں لازم آتا ہے کہ امام کی بد دعا بہت سے مسلمانوں کو شامل ہو جو باہمی نفرت وعناد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔لیکن نہیں۔ایک حقیقت شناس اس سے یہی سمجھے گا کہ انھوں نے اک نبأ عظیم (اہم ترین خبر) چھپانے کی سعی کی تھی اور یہ بہت سے نصوص متواترہ سے ہم آہنگ وہی مفہوم اولی ہے جو امامت سے عبارت ہے، گواہی چھپانے والوں کی اسی بیماری کو عام بیماریوں جیسا نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ وہ لوگ مولا کو اس مخصوص فضیلت پر فائز دیکھنا نہیں چاہتے تھے، اس لئے چھپایا تھا۔آنحضرتؐ کی بد دعا اس لئے تھی کہ اظہار حق ہو سکے، عمر بھر پیشانی اور آنکھوں پر اس کتمان کا نشان باقی رہ گیا اور یہ بات رہتی دنیا تک باقی رہ گئی۔

اٹھارواں قرینہ

مناشدہ رحبہ کے سلسلے میں محب طبری کی روایت بیان ہوئی کہ جب حضرت علیؑ لوگوں کو غدیر خم کے متعلق قسم دلا رہے تھے تو بہت سے اصحاب رسولؐ نے کانوں سننے کی گواہی دی۔ابو الطفیل کہتے ہیں میں دل میں شک لئے سیدھے زید بن ارقم کے پاس آیا، ان سے پوچھا کہ حضرت علیؑ ایسا ایسا کہہ رہے تھے۔انھوں نے کہا کہ اس میں انکار کی کیا بات ہے، میں نے خود بھی رسول خداؐ سے ایسا فرماتے سنا ہے۔
آپ کو ابو الطفیل کے اس رویہ سے انکار ومخالفت کا شبہ ہوتا ہوگا۔وہ واقعۂ غدیر پر شبہ نہیں کر رہے تھے کیوں کہ عشق علیؑ سے سرشار تھے۔انھیں مولا کی روایت پر بھی شبہ نہیں تھا بلکہ وہ مولیٰ کی عظمت سے بھرپور مفہوم پر لوگوں کے انحراف سے حیرت میں مبتلا تھے کہ یہ اصل عرب لفظ کی حقیقت سے واقف ہیں۔صحابی رسولؐ ہوتے ہوئے انجان بن رہے ہیں یا حادثوں کے خوف سے چھپا رہے ہیں۔جب زید سے سن لیا تو سمجھ گئے کہ اقتدار کی للک نے مفہوم دگرگوں کر دیا ہے۔یہ عظیم مفہوم صرف خلافت واولویت ہی تو مستلزم ہے، ورنہ دوستی ومددگاری کا مطلب تو تمام مسلمانوں پر چسپاں ہوتا ہے۔

انیسواں قرینہ

حارث بن نعمان فہری کا انکار اور رسولؐ کا معنی حدیث بیان کرنا جن کی تشریحات گزشتہ صفحات میں بیان ہوئیں، اس سے بھی تاکید ہوتی ہے کہ مولا کے معنی اولیٰ ہی ہیں۔

بیسواں قرینہ

ریاض، ذخائر، وسیلہ ومناقب خوارزمی وصواعق میں ہے کہ دواعرابی باہم جھگڑتے آئے، حضرت علیؑ سے ان کے درمیان فیصلہ کرنے کو کہا گیا۔ ایک اعرابی حقارت سے بولا: کیا یہ ہمارا فیصلہ کرے گا؟ یہ سن کر حضرت عمر نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑلیا، اسے ڈانٹ پلائی کہ تیرا ستیاناس ہو جائے تو جانتا ہے یہ کون ہے، یہ میرا اور تمام مومنوں کا مولا ہے، جو اسے مولا نہیں مانتا وہ مومن نہیں ہوسکتا۔(۱)

اسی طرح دوآدمیوں نے کسی معاملہ میں جھگڑا کیا، دوسرے نے اسی بزم میں بیٹھے ہوئے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا، یہ فیصلہ کریں گے۔ وہ شخص حقارت سے بولا: یہ بڑے پیٹ والا..؟ یہ سن کر حضرت عمر نے اپنی جگہ سے اچھل کر اس کا گریبان پکڑلیا اور کہا: تو جانتا ہے تو نے کس کی تحقیر کی ہے، یہ میرے مولیٰ اور تمام مسلمانوں کے مولیٰ ہیں۔

فتوحات اسلامیہ میں ہے: ایک اعرابی کا حضرت علیؑ نے فیصلہ کیا، وہ اس پر راضی نہیں ہوا، حضرت عمر نے اس کا گریبان پکڑلیا، تیرا برا ہو، وہ میرے اور تمام مومن ومومنہ کے مولا ہیں۔(۲) طبرانی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر سے پوچھا گیا جیسی تعظیم آپ حضرت علیؑ کی کرتے ہیں ویسی کسی کی نہیں کرتے، ایسا کیوں ہے....؟ انھوں نے جواب دیا: وہ میرے مولا ہیں۔ اسے زرقانی نے بھی لکھا ہے۔ حضرت علی کے مولا ہونے کا اعتراف جس طرح حضرت عمر نے یہاں کیا غدیرخم میں بھی کیا تھا، اس اعتراف میں انھوں نے کہا: جو بھی انھیں مولا نہ مانے وہ مومن نہیں۔(۳) اگر اس کا مطلب دوست ومددگار سمجھا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ جو انھیں دوست ومددگار نہ سمجھے وہ مومن نہیں۔ یہ مفہوم ثبوت خلافت ہی کو مستلزم ہے۔ کیوں کہ عام مسلمانوں سے نفی دوستی ایمان کو ختم نہیں کرتی، صحابہ کے درمیان اس قدر عناد تھا کہ گالم گلوج، مکّے بازی اور ایک دوسرے کا بخیہ ادھیڑنے کے بھی مظاہرے ہوئے خود زمانۂ رسالت میں بھی

۱۔ الریاض النضرۃ ج۲ ص۱۷۰ (ج۳ ص۱۱۵)؛ ذخائر العقبیٰ ص۶۸؛ وسیلۃ المآل (ص۱۱۹ باب۴)؛ مناقب خوارزمی ص۹۷ (ص۱۶۰ حدیث۱۹۱)؛ الصواعق المحرقۃ ص۱۰۷ (ص۱۷۹)

۲۔ الفتوحات الاسلامیۃ ج۲ ص۳۰۷ ۳۔ شرح المواہب ج۷ ص۱۳

ایسا ہوا لیکن رسول نے ان کے ایمان کی نفی نہیں کی، اور نہ مسلمانوں نے صحابہ کے عدول کا نظریہ بدلا۔ لا محالہ یہاں مولا کا مطلب امامت ہے جو اولیٰ کے مترادف ہے۔ حضرت عمر کے متعینہ مفہوم کی روشنی میں یا مختلف مواقع پر ارشاد رسولؐ کی روشنی میں مانا جائے... یہ واضح حقیقت بہر حال ماننی ہی پڑے گی۔

ذیلی بحث

نہایہ ابن اثیر و سیرت حلبیہ میں ایک مجہول روایت منسوب کی گئی ہے کہ ارشاد رسولؐ "مَن کُنتُ مولاہُ" کا سبب یہ تھا کہ اسامہ بن زید نے جس وقت علیؑ سے کہا کہ آپ میرے مولا نہیں، میرے مولا صرف رسولؐ خدا ہیں۔ اس لئے رسول نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں۔ (۱)

اس مجہول روایت گڑھنے کا مقصد عظمت حدیث گھٹا کر اشتعال انگیز انکار کی فضا پیدا کرنا اور معمولی شخصی جھگڑا قرار دینے کی سعی ہے کہ دو آدمیوں کی تلخ کلامی پر یہ فقرہ کہا گیا، وہ نادان ایک مشکوک بات کو بے شمار قوی استناد کے مقابلے میں لانا چاہتا ہے، ایک طرف یہ بات اور دوسری طرف تکمیل دین و اتمام نعمت کی بشارت کی نص والی آیات کریمہ۔ کیا یہ دو آدمیوں کی تلخ کلامی کا سبب ہو سکتی ہیں؟ وہ مجہول شخص اس بات کو نظر انداز کر گیا ہے اس سے تو معنی مولا کی مزید تاکید اور حریف پر حجت قائم ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ صحیح ہو۔ اگر حدیث غدیر کے متذکرہ سبب کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ اسامہ کے انکار سے تو فضیلت علیؑ کا خصوصی مفہوم پیدا ہوتا ہے، اسامہ یا کوئی بھی اس سے بہرہ نہیں۔ منکر کی بات ہی سے اولویت کا مفہوم ثابت ہوتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ رسولؐ نے جب سمجھ لیا کہ آپ کی امت میں تلخ کلامی کا یہ مسئلہ ممکن ہے خطرناک نتائج تک پہونچے تو آپ نے غدیر خم کے عظیم اجتماع میں علی کی جلالت واضح فرمائی کہ آپ کے مقابلے میں کسی مسلمان کی عظمت نہیں۔ سب کو علی کی اطاعت کرنی چاہئے جس طرح میرے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے، اس خطبہ سے سب کا عذر قطع ہو گیا۔

۱۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ج ۴/ص ۲۴۶ (ج ۵/ص ۲۲۸)؛ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳/ص ۳۰۴ (ج ۳/ص ۲۷۷)

اسی طرح ایک اور بات گڑھی گئی جسے احمد بن حنبل نے بریدہ سے نقل کیا ہے، جنگ یمن میں وہ علیؑ کے ہمراہ تھے وہاں انھوں نے علیؑ سے بہ زعم خود نا مناسب باتیں دیکھیں جب واپس خدمت رسول میں آئے تو علیؑ کی شکایت کی، رسولؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔(۱)

فرمایا: اے بریدہ! کیا میں مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں، پھر آپ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ پہلے کی طرح یہ واقعہ بھی شخصی مسئلہ قرار دینے کی سعی ہے۔ حدیث غدیر کے تواتر کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ اس سے صرف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علیؑ کی اولویت کبھی بہ صورت شخصی اور کبھی بہ صورت نوعی اعلام ہوئی ہے۔ علیؑ نے جو کچھ حاکمانہ طریقہ اختیار کیا وہ بریدہ کی ناسمجھی مصلحت عمومی کا ادراک نہ کر سکی، عمومی مصلحت پر انفرادی آرائے اثر انداز نہیں ہوتی مرتبہ ولایت شخصی تقاضوں پر حکمراں ہوتا ہے اسی لئے رسولؐ نے بریدہ کو ڈانٹ پلائی کہ حد سے تجاوز نہ کرے۔ ثبوت یہ ہے کہ رسولؐ نے بریدہ سے سوال کیا: الست اولیٰ بکم من انفسکم۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۵/ص ۳۴۷/ (ج ۶/ص ۴۷۶/ حدیث ۲۲۴۳۶)

ولایت کی تفسیری حدیث

تمام قرائن متذکرہ سے قبل خود رسولؐ کے تفسیری کلمات لائق توجہ ہیں جو مولیٰ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں، پھر اس سلسلے میں حضرت علیؑ کے ارشادات۔

علی بن حمید قرشی شمس الاخبار میں بحوالہ سلوۃ العارفین، تالیف الموفق باللہ۔ حدیث رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ جب رسول خداؐ سے "من کنت مولاہ" کا مطلب پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ میرا مولیٰ ہے میں اس کی بارگاہ میں بھرپور خودسپردگی کا مظاہرہ کرتا ہوں اور میں تمام مومنین کا مولا ہوں۔ تمام مومنین کو میری بارگاہ میں خودسپردگی کا مظاہرہ کرنا چاہئے، اور جس کا میں مولا ہوں جو بھی مجھ سے خودسپردگی کا مظاہرہ کرتا ہے، اس کے علی مولا ہیں۔ علی کی بارگاہ میں خودسپردگی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ (۱)

معاویہ سے عبداللہ بن جعفر نے احتجاج کیا: "اے معاویہ! میں نے رسول کو منبر پر فرماتے سنا اور ان کے سامنے میرے علاوہ عمر بن ابی سلمہ، اسامہ، سعد، سلمان، ابوذر، مقداد اور زبیر موجود تھے رسولؐ نے فرمایا: کیا میں مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار نہیں ہوں سب نے کہا: ہاں! اے خدا کے رسولؐ! پھر فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** ۔ پھر اپنا ہاتھ علیؑ کے شانے پر رکھا اور فرمایا: خدایا! اس کے دوستوں کو دوست اور اس کے دشمنوں کو دشمن رکھ۔ اے لوگو! میں جملہ مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ بااختیار ہوں، میرے مقابلہ میں مومنین کے ارادہ و اختیار کو دخل نہیں، علیؑ میرے بعد مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار ہیں، ان کے مقابلہ میں مومنین کے ارادہ و اختیار کو دخل نہیں"۔

۱۔ شمس الاخبار ص ۳۸ (ج ۱ ص ۱۰۲)

عبداللہ نے زور دے کر کہا: ''یقیناً ہمارے نبیؐ نے افضل ترین، لائق ترین اور بہترین کو غدیر خم اور دیگر مقامات پر امت کی ہدایت کے لئے منصوب فرمایا، علیؑ کے ذریعہ امت پر حجت قائم کی اور اطاعت کا حکم دیا، انھیں خبر دی کہ علی کو آپ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، وہ مومنین کے ولی ہیں جس کے رسولؐ ولی ہیں علیؑ بھی ولی ہیں، رسول کی طرح علیؑ بھی مومنین کے نفسوں پر بااختیار ہیں، وہ رسولؐ کے خلیفہ اور وصی ہیں''۔

زمانۂ خلافت عثمان میں حضرت علیؑ نے احتجاج فرمایا کہ رسول خداؐ نے خطبہ فرمایا تھا: لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ خدا میرا مولیٰ ہے وہ میرے نفس پر مختار کل ہے۔ اور میں مومنین کا مولا ہوں، میں مومنین کے نفسوں پر مختار کل ہوں۔ سب نے کہا: ہاں، اے خدا کے رسولؐ! پھر آپ نے فرمایا: یاعلی! کھڑے ہو جاؤ، میں کھڑا ہوا تو فرمایا: ''من کنت مولاہ''۔ اس وقت سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا: یا رسول اللہ! یہ ولایت کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا: جس طرح میری ولایت ہے جس طرح میں مومنین کا مختار کل ہوں علیؑ بھی مختار کل ہیں۔

صفین میں حضرت علی کا مناشدہ ہوا تھا جس میں آپ نے فرمایا: ''رسول خداؐ نے فرمایا کہ لوگو! خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں، ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار۔ اور جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ خدایا! اس کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی رکھ اس وقت سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا: خدا کے رسولؐ! یہ ولایت کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا: میری ولایت کی طرح میں جس کے نفس پر مختار کل ہوں یہ علیؑ بھی مختار کل ہیں۔

حافظ عاصمی نے زین الفتی میں لکھا ہے: حضرت علیؑ سے ''من کنت مولاہ'' کا مطلب پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: مجھے منصب رہبری عطا کیا گیا جس وقت میں کھڑا ہوا جس نے میری مخالفت کی وہ گمراہ ہوا۔ آپ کا مطلب کھڑے ہونے سے یہ تھا کہ جس وقت بروز غدیر میں حکم رسولؐ سے بلند کر کے پہچنوائے جانے کے لئے کھڑا ہوا۔ اسی کے متعلق حسانؔ کا شعر ہے:

فقال لہ قم یا علی فاننی رضیتک من بعدی اماماً وھادیا

سید ہمدانی ''مودۃ القربیٰ'' میں حدیث رسولؐ لکھتے ہیں: لوگو! کیا خداوند عالم میرے نفس پر مجھ سے زیادہ با اختیار نہیں۔ وہ مجھے امر و نہی فرماتا ہے، میرا امر و نہی کچھ بھی نہیں۔ سب نے کہا: ہاں، اے خدا کے رسولؐ! پھر فرمایا جس کا خدا اور میں مولا ہیں اس کے علیؑ مولا ہیں، یہ تمھیں امر و نہی فرمائیں گے، تمھیں اپنے امر و نہی پر اختیار نہیں۔ اے خدا! اس کے دوست کو دوست، دشمن کو دشمن اور مددگار کی مدد کر جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے۔ خدایا! گواہ رہنا میں نے تبلیغ و نصیحت کر دی۔ (۱)

واحدی حدیث غدیر پر تبصرہ کرتے ہیں: جس ولایت کی رسولؐ نے علیؑ کے لئے ثابت فرمایا ہے قیامت کے دن لوگوں سے یہ ولایت پوچھی جائے گی۔ آیت ''وقفوهم انهم مسئولون'' (انھیں ٹھہراؤ ان سے پوچھا جائے گا) یعنی ولایت علیؑ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ علی کا حق موالاۃ پوچھا جائے گا یا ضائع و نظر انداز کر دیا جائے گا تا کہ مطالبہ کے بعد کیفر کردار کو پہونچیں۔ (۲)

حموینی ابن مسعود کی روایت لکھتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا: میرے پاس فرشتہ آیا اور کہا: اے محمد! اپنے سابق انبیاء سے پوچھئے کہ وہ کس لئے مبعوث کئے گئے۔ پیغمبروں نے جواب دیا: آپ اور علیؑ کی ولایت پر۔ (۳) حموینی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: موالاۃ کو اصول دین کی ایک اصل قرار دیا گیا ہے۔ وہ ابو صادق کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مولا علی نے فرمایا: اصول اسلام تین ہیں یہ ایک دوسرے کے بغیر سودمند نہیں۔ نماز، زکوٰۃ، اور موالاۃ... حضرت عمر کہتے تھے کہ علیؑ جس کے مولا نہیں وہ مومن نہیں۔ (۴) آلوسی اپنی تفسیر میں ''وقفوهم انّهم مسئولون'' میں اختلاف اقوال نقل کر کے بہترین قول نقل کرتے ہیں کہ عقائد و اعمال کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ اس میں اولین لا الہ الا اللہ اور اہم ترین ولایت علی کرم اللہ وجہہ کا سوال ہے۔ (۵)

۱۔ مودۃ القربیٰ مودۃ ۵

۲۔ فرائد السمطین (ج۱/ص۷۹/حدیث ۴۷ باب ۱۴)؛ نظم درر السمطین (ص۱۰۹)؛ الصواعق المحرقۃ ص۸۹ (ص۱۴۹) حضرمی کی الرشفۃ ص۲۴

۳۔ فرائد السمطین (ج۱/ص۸۱/حدیث ۵۲)؛ (معرفۃ علوم الحدیث ص۹۶)

۴۔ فرائد السمطین (ج۱/ص۹۳/حدیث ۴۸،۴۹)

۵۔ روح المعانی ج۲۳/ص۷۴ (ج۲۳/ص۸۰)

حدیث رسولؐ ہے: قیامت میں جب خدا اولین وآخرین کو جمع فرمائے گا اور جہنم پر پل صراط نصب ہوگا تو اس پر سے وہی عبور کر سکے گا جس کے پاس ولایت علیؑ کا برائت نامہ ہوگا۔(۱) "وقفوھم" اور "واسئل من ارسلنا" کے ذیل کے کثیر مصادر کو ضبط تحریر میں لانا مشکل ہے، محدثین نے اس سلسلے میں جس قدر پل صراط اور حدیث برأة کی حدیثیں نقل کی ہیں انھیں پڑھ کر خود بخود آپ کا وجدان مفہوم ولایت کی طرف پہونچ جائے گا جس میں ولایت کو اصول دین کی اہم اصل قرار دیا گیا ہے۔اس کے بغیر ایمان ناقص اور تمام اعمال اکارت ہیں، یہ اولویت جسے اصول دین میں شمار کیا گیا ہے۔مولویت جسے بقول عمر نہ ماننے سے ایمان ختم ہو جاتا ہے محاضرات راغب میں نقل کیا گیا ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں: میں ایک رات حضرت عمر کے ہمراہ جا رہا تھا، عمر خچر پر اور میں گھوڑے پر تھا، انھوں نے علیؑ کے بارے میں آیت پڑھی اور کہا: خدا کی قسم، اے عبدالمطلب کے خاندان والو! تمھارے علیؑ مجھ سے اور ابوبکر سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے۔(۲)

میں نے کہا: آج مجھے خدا نہ بخشے اگر انھیں بخش دوں۔ میں نے سوال کر دیا: ''امیر المومنین! آپ ایسا کہہ رہے ہیں جب کہ آپ ہی نے اور ابوبکر نے ہم سے خلافت اچک لی''۔ یہ سنتے ہی عمر نے چاپلوسی کی: ''لیکن تم لوگ تو میرے دوستوں میں ہو'' میں تھوڑی دیر تک پیچھے چلتا رہا۔محسوس کر کے عمر نے کہا: ''میرے برابر آؤ، ذرا اپنی بات پھر سے کہو''۔ میں نے کہا: ''آپ نے بات کہی تھی، کہئے تو چپ رہوں''۔

بولے: ''خدا کی قسم میں نے عداوت میں یہ اقدام نہیں کیا تھا بلکہ علی معمولی آدمی تھے، مجھے عرب اور قریش کے دھاوا بولنے کا اندیشہ تھا کیوں کہ علی اکثر کے قاتل ہیں، عرب ان پر ایکا نہ کر سکیں گے''۔ میں نے جواب دینا چاہا رسولؐ نے علیؑ کو میدان جنگ میں بھیجا انھوں نے بہادروں کے چھکے پانی کئے رسولؐ نے تو معمولی نہیں سمجھا تم اور ابوبکر کیسے معمولی آدمی کہتے ہو۔تھوڑی دیر بعد عمر نے کہا: جو ہوا

۱۔الریاض النضرۃ ج۲ص۱۷۲(ج۳ص۱۱۶)

۲۔محاضرات الادباء ج۲ص۲۱۳(ج۴ص۴۷۸)

سو ہوا، اب تمھیں کیسا معلوم ہوتا ہے، میں تو علیؑ کے مشورے کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیتا۔ ابن ابی الحدید کے مطابق عمر نے کہا: ابن عباس! علیؑ تو خلافت کے سب سے زیادہ حقدار تھے لیکن مجھے دو باتوں کا خوف تھا، ایک تو کمسن تھے، دوسرے اولادِ عبدالمطلب سے والہانہ محبت تھی۔ (۱)

اور امیر المومنینؑ کی ولایت مطلقہ کی گواہی ایک نور و حکمت کی طرح موالیان علیؑ کے دل میں جاگزین ہے اسی پر سامان سفر ڈالا ہوا ہے، اسی کی متعینہ قدروں پر رسولوں کو مبعوث کیا گیا۔ چنانچہ بیہقی کی ''المساوی والمحاسن'' میں ابن عباس اور باشندہ حمص کا طویل مکالمہ منقول ہے۔ شامی نے کہا: میری قوم نے اپنی روزی میرے پاس جمع کر دی ہے، میں ان کا امین اور فرستادہ ہوں میری حاجت پوری کئے بغیر واپس نہ کیجئے کیونکہ میری پوری قوم علیؑ کے معاملے میں ہلاکت کے قریب ہے، آپ انھیں سختی سے نجات دیجئے۔ خدا آپ کے حالات استوار کرے۔

ابن عباس نے کہا: اے شامی بھائی! اس امت میں علیؑ کے علم و فضل کی مثال اس عبد صالح (نیک بندے) کی ہے جس سے موسیٰ نے ملاقات کی تھی پھر ام سلمہ کی حدیث نقل کی تھی جس میں فضائل علی کے سمندر موجزن ہیں۔

وہ شامی جھومنے لگا: ابن عباس! تم نے میرا سینہ نور و دانش سے بھر دیا، تم نے میری الجھن دور کی، خدا تمھیں مطمئن رکھے، میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ میرے اور تمام مومن و مومنہ کے مولا ہیں۔ (۲)

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج۲/ص۲۰ (ج۶/ص۵۰/خطبہ ۶۶، ج۱۲/۸۲ خطبہ ۲۲۳)

۲۔ المحاسن والمساوی ج۱/ص۳۰ (ص۴۵۔۴۳)

مفہوم حدیث: محدثین کی تالیفات میں

لفظ مولیٰ کا حقیقی مفہوم اپنے نفیس ترین مظاہرات کے ساتھ اس طرح واضح ہوگیا کہ اب کج فہم و عناد پرست کے سوا کسی کو بھی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں، اب کثیر علماء کی وضاحتوں کے موتی پروتا ہوں جس سے حق کے متلاشی کو مکمل تسکین ہو جائے۔

۱۔ ابن زولاق تاریخ مصر میں کہتے ہیں: اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۶۲ھ کو بروز غدیر تمام اہل مصر اور مغربی باشندے دعا کے لئے جمع ہوئے، کیوں کہ یہ دن روز عید ہے، رسول خداؐ نے اسی دن امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کا عہد لیا اور اپنا جانشین بنالیا۔ (۱)

یہ کلام واضح نشاندہی کرتا ہے کہ ابن زولاق جیسا ماہر کلامِ عرب اس حدیث کا مفہوم وہی سمجھتا ہے جو میرے بیان کردہ مفہوم سے ہم آہنگ ہے، اسے یوم عید اور جانشینی کا دن سمجھتا ہے۔

۲۔ امام ابوالحسن واحدی حدیث غدیر لکھنے کے بعد کہتے ہیں: ''اسی ولایت کو رسولؐ نے ثابت فرمایا اور یہ قیامت کے دن مسئول ہے''۔

۳۔ حجۃ الاسلام غزالی سر العالمین (۲) میں کہتے ہیں: ''علماء کے درمیان ترتیب خلافت اور اس کے تحقیق وحصول میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ نص کے ذریعہ ہوئی ہے انھوں نے آیت قرآنی سے دلیل دی ہے: قُل للمخلفین من الاعراب .... الخ (جو گنوار پیچھے رہ گئے ہیں ان سے کہہ دو

۱۔ مقریزی کی الخطیط ج ۲ ص ۲۲۲ (ج ۱ ص ۳۸۹)

۲۔ سر العالمین ص ۹ (ص ۲۰)

کہ عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کے ساتھ لڑنے کے لئے بلائے جاؤ گے۔ یا تو لڑتے ہی رہو گے یا مسلمان ہو جاؤ گے، پس اگر تم خدا کا حکم مانو گے تو خدا تمھیں اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم نے پہلے کی طرح سرتابی کی تو وہ تم کو دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا) اور بہ تحقیق ابوبکر نے مسلمانوں کو طاعت کی دعوت دی اور انھوں نے لبیک کہا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ آیت ''واذا اسرَّ النبی الیٰ بعض ازواجه حدیثاً'' (اور جب نبیؐ نے اپنی بیوی سے چپکے سے اک بات کہی) اس میں حدیثاً سے مراد ہے کہ رسول نے فرمایا تھا: اے حمیرا! میرے بعد تمھارے باپ خلیفہ ہوں گے۔ اور ایک عورت نے رسولؐ سے پوچھا: آپ کے بعد ہم کس کی بیعت کریں تو رسولؐ نے ابوبکر کی طرف اشارہ کیا اور یہ کہ انھوں نے حیات رسولؐ میں نماز جماعت پڑھائی جو دین کا ستون ہے۔ یہ اجمالی دلیل ان کی تھی جو نص کے قائل ہیں۔ پھر تاویل کرتے ہیں کہ اگر علیؑ پہلے خلیفہ ہو جاتے تو مسلمان فنا کے گھاٹ اتر جاتے، نتیجے میں اسلامی فتوحات و مناقب حاصل نہ ہوتے اس لئے علی کے چوتھے خلیفہ ہونے میں کوئی منقصت نہیں جس طرح رسول کے خاتم النبیینؐ ہونے میں کوئی منقصت نہیں۔ اس نظریے سے عدول کرنے والوں کا خیال ہے کہ یہ عذر بارود مہمل ہے۔ اصل میں خلافت میراث کے ذریعے واقع ہوتی ہے جس طرح داؤدؑ، زکریاؑ۔ سلیمانؑ اور یحییٰؑ وارث ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ازواج کا حصہ (۱/۸) تھا اسی جہت سے ابوبکر و عمر خلیفہ ہوئے اور یہ نظریہ بھی باطل ہے کیوں کہ اگر میراث ہی کی بات ہے تو رسولؐ کے چچا عباس اس کے زیادہ مستحق تھے۔

لیکن دلیل و برہان کا چہرہ نمایاں ہوا اور علماءِ حدیث و تفسیر کی جماعت نے متن حدیث غدیر کو اجماعی حیثیت سے تسلیم کیا ہے کہ رسولؐ نے غدیر خم میں ''مَنْ کُنتُ مولاہُ فعلی مولاہ'' فرمایا، اس کے بعد حضرت عمر نے مبارک باد پیش کی: ''بخٍ بخٍ یا اباالحسن'' بقدر صحت ''مولای و مولیٰ کُلِّ مومنٍ و مومنةٍ''۔ حضرت عمر کا فقرہ صاف بتاتا ہے کہ انھوں نے علیؑ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ پھر اس کے بعد اقتدار کی ہوس نے غلبہ کر لیا۔ حصول خلافت کی تڑپ، پرچم لہرانے کی للک، ہتھیاروں کی جھنکار، فتح ممالک اور حکمرانی کے شدید جذبے نے ان لوگوں کو ہوا و ہوس کا ایسا جام پلا دیا کہ اپنے

گزشتہ عہد کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور چند کھوٹے سکوں میں عہد بیچ دیا۔ کس قدر گھاٹے کا سودا تھا۔

۴۔ سبط بن جوزی تذکرۃ خواص الامۃ میں کہتے ہیں: ''علماء سیرت متفق ہیں کہ واقعۂ غدیر رسول کے آخری حج سے واپسی میں پیش آیا، ۱۸رذی الحجہ کی تاریخ تھی، ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کے مجمع میں رسولؐ نے فرمایا: ''مَنْ کُنتُ مَولاہُ'' بغیر اشارہ وتلویح کے یہ نص صریح ہے رسول خداؐ کی۔(۱) تفسیر کے مطابق جب یہ خبر دور دور مشہور ہوئی۔(اس کے بعد حارث فہری کا واقعہ)۔(۲)

حدیث ''من کنت مولاہ'' کے متعلق عربی دانشور کہتے ہیں کہ لفظ مولیٰ کے کئی معنی ہیں (اس کے بعد نو معانی لکھ کر دسواں معنی اولیٰ قرار دے کر کہتے ہیں: چنانچہ آیت قرآنی ہے: فالیوم لا یوخذمنکم فدیة ولا من الذین کفروا ماوکم النار ھی مولاکم ''آج نہ تم سے فدیہ لیا جائے گا نہ کافروں سے۔تمھارا ٹھکانہ جہنم ہے وہی تمھارا مولیٰ ہے''۔ پھر تمام معانی پر ایک ایک کر کے بحث کر کے کہا: یہاں مراد حدیث محض اور مخصوص طاعت ہے، اس لئے صرف دسواں معنی متعین ہوتا ہے ،اور وہ اولیٰ ہے۔ اس طرح حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جس کے نفس پر میں صاحب اختیار ہوں اس کے یہ علی مختار کل ہیں۔ اس معنی کی وضاحت ابن سعید اصفہانی نے مرج البحرین میں کی ہے۔ انھوں نے متذکرہ حدیث کی اپنے مشائخ سے روایت کر کے کہا کہ رسولؐ نے علیؑ کا بازو تھام کر فرمایا: میں جس کا ولی ہوں اس کے نفس پر مختار کل ہوں یہ علیؑ بھی اسی طرح ولی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ تمام معانی اس دسویں معنی کی طرف راجع ہوتے ہیں اور اسی پر قول رسولؐ دلالت کرتا ہے ''الست اولیٰ بکم من انفسکم'' ۔اور یہ واضح ترین نص ہے، ثبوت امامت حضرت علیؑ کی۔ حدیث رسولؐ کی وضاحت کرتا ہے: خدایا! حق کو ادھر پھیر دے جدھر علیؑ پھریں۔

۵۔ کمال الدین ابن طلحہ شافعی ''مطالب السؤل'' میں حدیث غدیر وآیۂ بلّغ کے سلسلے میں کہتے ہیں رسولؐ کا یہ ارشاد ہے کہ مَنْ کُنتُ مَوْلَاہُ اس میں لفظ مَن استعمال ہوا ہے جس میں عمومیت ہے۔ یہ اس

۱۔ تذکرۃ الخواص ص ر۱۸ (ص ۳۰)

۲۔ الکشف والبیان تفسیر سورہ معارج (آیہ ر۱)

بات کی متقاضی ہے کہ جس انسان کے بھی رسول مولا ہیں، علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ لفظ مولیٰ قرآن میں کثیر معانی کے لئے مستعمل ہے، کبھی یہ اولیٰ کے معنی میں آیا ہے جیسے خدا منافقین کے لئے فرماتا ہے: ماوٰکم النار هی مولاکم ''جہنم تمھارا ٹھکانہ ہے یہی تمھارا مولیٰ ہے'' یعنی اولیٰ بکم (تمھارے لئے سزاوارتر) اس کے بعد دوسرے معانی بیان کئے ہیں۔ ناصر، وارث، رشتہ دار، دوست، حمیم اور معتق۔

آگے فرماتے ہیں: جس وقت یہ معانی مولیٰ پر وارد ہوں تو ان میں سے ہر ایک پر حمل کیا جائے گا یا اکثر کے نظریہ کے مطابق معنی اولیٰ پر۔ یا پھر صدیق حمیم کے معنی میں۔ تو حدیث کا مطلب یوں ہوگا کہ جس کا بھی میں مولیٰ ہوں یا اس کا ناصر ہوں یا وارث ہوں یا خویش ہوں یا صدیق ہوں علیؑ بھی اس کے لئے ویسے ہی ہیں۔ یہ علی کی واضح ترین خصوصیت ہے، دوسرے کو اپنے نفس سے نسبت دے کر کلمۂ مَن سے عمومیت پیدا کرنے کا امتیاز علیؑ ہی سے مخصوص ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس حدیث کا آیۂ مباہلہ سے پر اسرار رابطہ ہے، آیۂ مباہلہ میں ''انفسنا'' سے مراد علیؑ ہیں۔(۱)

خدا نے نفس رسولؐ اور نفس علیؑ کو قرین قرار دیا۔ اور ان دونوں نفسوں کو مضاف برسول کی ضمیر سے جمع فرمایا۔ اس حدیث کے بموجب رسولؐ نے بھی علیؑ کے لئے وہی ثابت فرمایا جو اپنے لئے اور مومنین کے لئے ثابت ہے۔ چنانچہ رسولؐ اولیٰ بالمومنین ناصر المومنین ہیں اور وہ تمام معانی جو کلمۂ مولیٰ سے رسولؐ کے لئے ممکن ہیں انھیں علیؑ کے لئے قرار دیا۔ یہ بلند و عظیم مرتبہ ہے۔ اس خصوصیت سے دوسرا کوئی سرفراز نہیں۔ اسی لئے یہ دن مومنین کے لئے یوم سُرور ہے۔ اس کی تشریح یوں ہے کہ اچھی طرح سمجھ لو خدا تمھیں اپنے تنزیل اسرار سے بہرہ یاب کرے کہ جب لفظ مولیٰ کا مطلب ناصر لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا: **مَن کُنتُ مولاہ فعلی ناصرہ** ''جس میں مولا ہوں علی اس کے مددگار ہیں''۔ رسولؐ نے علیؑ کو ناصر کہا یعنی جس کے رسولؐ ناصر علیؑ اس کے ناصر میں صیغۂ عموم ہے۔ یعنی رسول نے علیؑ کو صفت ناصریت اس لئے عطا فرمائی کہ خدا نے عطا فرمائی تھی۔ اس کی تائید تفسیر ثعلبی سے ہوتی ہے۔

۱۔ مطالب السؤول ص ۱۶

اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ جس وقت آیہ" اِن تظاھرا علیہ فان اللہ ھی مولاہ وجبرئیل وصالح المومنین" نازل ہوئی تو میں نے رسول کوفرماتے سنا کہ" صالح المومنین" علی بن ابی طالبؑ ہیں اور جب ثابت ہوا کہ خدا ان کا ناصر جبرئیل اور علی ہیں تو صفت ناصریت خدا کی جانب سے ثابت ہوگئی، رسولؐ نے اسی لئے قرآن کی پیروی میں علیؑ کو ناصر کہا۔ پھر رسولؐ نے اس صفت کے لوازم کو واضح ارشادات سے متصف فرمایا۔(۱) حافظ ابونعیم نے حلیہ میں لکھا ہے کہ علیؑ جب بھی بارگاہ رسول میں آتے تو آپ فرماتے: خوش آمدید سید المسلمین، امام المتقین کو۔ اس طرح مسلمانوں اور متقیوں کی امامت چونکہ رسول کی صفت تھی اور علیؑ نفس رسولؐ تھے اس لئے رسولؐ نے اس صفت سے متصف فرمایا اسے اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔(۲)

پھر برابر رسول خداؐ متذکرہ نکات کی روشنی میں علیؑ کو خصوصی صفات سے متصف فرماتے رہے یہاں تک کہ انس بن مالک کے مطابق رسولؐ نے ابو برزہ سے فرمایا۔(۳) اور میں سن رہا تھا کہ خدا نے علیؑ کے بارے میں مجھ سے عہد لیا کہ وہ پرچم ہدایت، منار ایمان اور میرے موالی کا امام اور میرے اطاعت شعاروں کا نور ہے۔ اے ابو برزہ! علیؑ تقویٰ شعاروں کا امام ہے، جو اس سے محبت کرے وہ مجھ محبت کرتا ہے جو اس سے نفرت کرے مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ تم علی کو اس کی خوشخبری سنا دو۔ (حلیہ ابونعیم) جب تم پر یہ استناد واضح ہو گیا تو رسولؐ کے دوسرے حکیمانہ اختصاص بھی واضح ہو گئے۔ اس سلسلے میں بازی لے جانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ (لائق اعتراض ہوتے ہوئے بھی پورا اقتباس نقل کر دیا گیا۔)

۶۔ کفایہ گنجی میں حدیث رسولؐ ہے: اگر میں کسی کو اپنی جگہ پر متعین کرتا تو اے علیؑ وہ تم تھے، تمہارے سوا کوئی اس کا مستحق نہ تھا، کیونکہ تم سابق الاسلام ہو خدا کے رسولؐ سے قرابت ہے اور تم سیدہ نساء العالمین کے شوہر ہو۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: اگرچہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ رسولؐ نے اپنا خلیفہ مقرر نہیں فرمایا لیکن حدیث غدیر آپ کی ولایت پر دلیل استخلاف ہے۔ اور یہ حدیث غدیر ناسخ ہے

۱۔ الکشف والبیان تفسیر سورہ تحریم آیہ/۴

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج/۱ص/۶۶ ۳۔ حلیۃ الاولیاء ج/۱ص/۶۷

کیوں کہ اسے آپ نے آخر عمر میں فرمایا ہے۔(۱)

۷۔سعید الدین فرغانی ابن فارض کے قصیدہ تائیہ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

وَاوضِح بالتَاویل مَا کَانَ مشکلا علی بعلمٍ ماله بالوصیة

''اور علی نے تاویل کے ذریعہ مشکل باتوں کو واضح کیا۔اس علم کی بنا پر جو وصی کی حیثیت سے حاصل تھا''۔(۲)

اس طرح یہ شعر مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے۔تقدیر یوں ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ کو جو کتاب وسنت کا علم رسولؐ سے بطور وصیت حاصل ہوا تھا۔اس کی بدولت آپ نے مشکل باتوں کی وضاحت کی رسول نے آپ کو بروز غدیر خُم اپنا وصی بنایا تھا ''مَن کُنتُ مولاہُ'' کا اعلان کر کے۔خود حضرت علیؑ کے اشعار سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے:

واوصانی النبی علی اختیاری لامته رضی منه بحکم

واوجب لی ولایته علیکم رسول الله یوم غدیر خُم

''رسولؐ نے میرے متعلق وصیت فرمائی اختیار فرماتے ہوئے اپنی امت کے لئے اپنی رضا اور خدا کے حکم سے اور میری ولایت رسول خداؐ نے بروز غدیر خم پر واجب فرمائی ہے''۔

اور غدیر خم مدینہ سے ایک منزل پر ایک نہر ہے،آج بھی مکہ کی طرف جانے کی شاہراہ وہی ہے۔حضرت علیؑ کے بیان میں کہ مجھے وصیت کے ذریعے علم بالتاویل حاصل ہے،آپ کو بطور وراثت جو بے شمار خصوصیات ملیں اور آپ کے علم و کشف کی خصوصیت،قرآن کے پیچیدہ اسرار کا کشف جو رسول کے اہم معجزات میں تھا حدیث ''انا مدینة العلم وعلی بابها'' سے بہرہ مند ہوئے اس کے علاوہ من کنت مولاہ بھی...آپ کے فضائل شمار سے باہر ہیں۔

۸۔علاء الدین سمنانی ''عروۃ الوثقی'' میں لکھتے ہیں:رسولؐ نے حضرت علی علیہ السلام وسلام الملائکۃ

۱۔کفایۃ الطالب ص۶۹/(ص۱۶۶ باب ۳۶)

۲۔العبر فی خبر من غبر (ج۳/ص۳۹۹)

الکرام کے متعلق فرمایا: تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد نبی نہیں اور غدیر خم میں مہاجرین وانصار کے بھرے مجمع میں علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "**مَن کنتُ مولاہ فعلی مولاہ اللھم والِ من والاہُ وعادِ من عاداہ**" یہ حدیث متفقہ طور سے صحیح ہے۔ پس حضرت علیؑ اولیاً کے سردار ہو گئے، آپ کا قلب مانند محمدؐ ہو گیا اور اس راز کی طرف سردار صدیقین صاحب نماز ابوبکر نے ابوعبیدہ کو علیؑ کی طرف بلانے کے لئے بھیجتے ہوئے اشارہ کیا۔ ابوعبیدہ! تمھیں ایسے کے پاس بھیج رہا ہوں جو ہم مرتبۂ رسولؐ ہے اور جسے ہم نے کل کھو دیا ہے، تم اس امت کے امین ہو ان سے حسن ادب ملحوظ رکھتے ہوئے بات کرنا۔

۹۔ حسن بن محمد طیبی "کاشف" میں حدیث غدیر کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یقیناً میں مومنین کے نفسوں پر مختار کل ہوں۔ یہ دراصل اس آیت کی تشریح ہے "**النبی اولیٰ بالمومنین من اَنفُسھم**" (یقیناً پیغمبر مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ با اختیار ہیں) پھر اس فقرے سے مقید فرمایا: "**وازواجه اُمّھاتُھم**" (آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) اس سے یہ فرمانا مقصود ہے کہ رسولؐ مومنین کے لئے بمنزلۂ باپ ہیں۔ اس کی تائید قرأت ابن مسعود سے ہوتی ہے: "**النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وھو اب لھم**" (پیغمبر مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ با اختیار ہیں اور وہ مومنین کے باپ ہیں) مجاہد کا خیال ہے کہ رسولؐ جو اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اسی وجہ سے مومنین ایک دوسرے کے بھائی قرار دئے گئے ہیں، پس ایسی حالت میں ارشاد رسولؐ "**مَن کُنتُ مولاہ**" میں علیؑ کی تشبیہ بمنزلۂ پدر ہے، اس لئے امت پر ان کی توقیر واحترام واجب ہے اور علیؑ پر لازم ہوتا ہے کہ امّت پر مہربانی کریں جیسے باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے، اسی لئے عمر نے کہا: مبارک ہو اے فرزند ابوطالب! آپ ہر مومن ومومنہ کے مولا ہو گئے۔

۱۰۔ شہاب الدین دولت آبادی "ہدایۃ السعداء اور تشریح" میں کہتے ہیں: ابوالقاسم کا قول تھا کہ جو کہے کہ علیؑ عثمان سے افضل ہیں، اس پر کوئی الزام نہیں کیوں کہ ابوحنیفہ وابن مبارک کا خیال تھا کہ جو شخص کہے کہ علی افضل العالمین، افضل الناس اور اکبر الکبراء ہیں اس پر کوئی الزام نہیں کیوں کہ اس سے

مراد یہ ہے کہ وہ اپنے زمانۂ خلافت میں افضل الناس تھے، جیسے حدیث رسولؐ ہے: "**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**" یعنی اپنے زمانۂ خلافت میں اس قسم کے شواہد احادیث واقوال علماء میں بے شمار ہیں۔

"ہدایۃ السعداء" میں کہتے ہیں کہ حاصل التمہید میں یہ افادہ ہے کہ رسولؐ نے مکہ سے پلٹتے ہوئے غدیر خم میں قیام کیا، پالان شتر کا منبر بنانے کا حکم دیا اس پر خطاب فرمایا: کیا میں مومنین پر مختار کل نہیں ہوں۔ سب نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: "**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ** اور خداوند عالم نے فرمایا: **انّما ولیکم اللہ ورسولہ** .....الخ" اہلسنت والجماعۃ کا خیال ہے کہ حدیث غدیر سے مراد حضرت علیؑ کی خلافت وامامت ہے۔

۱۱۔ ابوشکور "التمہید فی بیان التوحید" (۱) میں کہتے ہیں: رافضی کہتے ہیں کہ علیؑ کی امامت منصوص ہے، دلیل یہ ہے کہ رسولؐ نے ان کو غدیر خم میں خلیفہ نامزد کیا، حدیث منزلت کی روشنی میں علیؑ ویسے ہی تھے جیسے ہارون موسیٰ کے لئے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ رسولؐ نے علیؑ کو لوگوں کا ولی قرار دیا، حجۃ الوداع سے واپسی میں غدیر خم کے پالان شتر کے منبر پر فرمایا: "**الستُ اولیٰ بکم من انفسکم**"۔ سب نے کہا: ہاں۔ پھر فرمایا: "**من کنتُ مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ**" یہ آیت وحدیث بعد رسول علیؑ کے اولیٰ ترین ہونے کی دلیل ہے۔

پھر اس کا جواب دیا ہے: اس غدیر کا مطلب یہ ہے کہ عثمان کے بعد زمانۂ معاویہ میں علیؑ کی خلافت متحقق ہوتی ہے ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے آیۂ ولایت کا بھی مطلب یہی ہے کہ علیؑ عثمان کے بعد لوگوں کے مولا تھے، لیکن عثمان سے قبل ماننے کی کوئی گنجائش نہیں۔ (ہمارا مقصد صرف مفہوم ولایت کی تعین کے سلسلے سے نقل اقوال ہے، قبل وبعد کی تعیین کے لئے مدلّل بحث آئے گی)۔

۱۲۔ ابن باکثیر مکی "وسیلۃ المآل" (۲) میں حدیث غدیر کا متعدد طرق سے تذکرہ کر کے لکھتے ہیں

۱۔ التمہید فی بیان التوحید (ص/۱۶۷)

۲۔ وسیلۃ المآل فی عدّ مناقب الآل (ص/۱۱۸ باب ۴)

کہ دار قطنی نے فضائل میں معقل بن یسار کا قول نقل کیا ہے کہ ابو بکر فرماتے تھے: ''علیؑ عترت رسولؐ ہیں، یعنی آپ ان لوگوں میں ہیں جن سے وابستگی کا رسولؐ نے حکم دیا ہے، وہ ستارۂ ہدایت ہیں جس نے آپ کی پیروی کی وہ ہدایت پا گیا۔ اور ابو بکر نے علیؑ کو اس حقیقت سے مخصوص فرمایا کیونکہ علیؑ امام اور باب علم وعرفان ہیں، وہ ائمہ کے امام اور عالم امت ہیں''۔ ابو بکر نے یہ حدیث غدیر کی روشنی میں فرمایا ہے اور حدیث غدیر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، بے شمار صحابہ نے اس کی روایت کی ہے اس کی شہرت کے لئے لئے غدیر خم کا مجمع صحابہ کافی ہے۔

۱۳۔ سید امیر محمد یمنی ''روض الندیہ'' میں متعدد طرق سے حدیث غدیر نقل کر کے فقیہ حمید کی طویل بحث نقل کی ہے۔ اس میں رسولؐ نے علیؑ کو ہاتھوں پر بلند کر کے ''من کنت مولاہ'' فرمایا۔ لفظ مولیٰ جب بھی بغیر قرینے کے بولا جائے گا تو اس میں مالک ومتصرف فی الامر ہی مراد ہوں گے۔ اس لئے جب بھی کسی کے لئے مولیٰ القوم کہا جائے گا تو اس کا مطلب یہی سمجھا جائے گا کہ قوم کے تمام معاملات میں اس کی ملکیت ہے۔ اس کے بعد ناصر، ابن عم، معتق، معتَق لکھنے کے بعد کہا ہے کہ اس کے ایک معنی اولیٰ کے بھی ہیں خدا فرماتا ہے: ماوٰکم النار ھی مولاکم یعنی اولیٰ بکم وبعذابکم ۔ ان تمام مطالب کے بعد اگر لفظ مولیٰ حدیث غدیر میں تصرف کے معنی میں لئے جائیں تو ناچار بہ طور مساوی تمام معانی پر حمل کیا جائے گا لیکن اس حدیث میں اولیٰ کے سوا دوسرا مطلب مراد نہیں لیا جا سکتا۔ صرف متصرف فی الامر ہی مراد لینا ہوگا اس لئے نص پیغمبر کی روشنی میں مولیٰ کا مفہوم امام کے مترادف ہوگا۔ (۱)

ایک حدیث کا متن '' من کنت ولیه فھذا ولیه'' بھی ہے۔ اگر چہ اس کے دوسرے معانی بھی ہیں لیکن ولی کے لفظ سے مالک ومتصرف ہی متبادر ہوتے ہیں، اس بنیاد پر ارشاد رسولؐ ''السلطان ولی من لا ولیّ له'' (بادشاہ اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں) اس سے مراد عقد نکاح میں ملکیت تصرف ہے۔ یعنی کسی کا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو اس وقت امام ولی ہوتا ہے۔ یہ معنی بر سبیل حقیقت ہے۔ پس قاعدے کے مطابق جب تخصیص معنی کی دلیل نہ ہو تو کلمہ کو تمام معنی پر حمل کیا جائے گا۔

۱۔ الروضۃ الندیہ شرح التحفۃ العلویہ (ص/۱۵۹)

۱۴۔شیخ احمد عجیلی ''ذخیرة المآل'' میں حدیث غدیر و واقعۂ حارث لکھ کر کہتے ہیں: یہ مضبوط ترین دلیل خلافت علیؑ ہے اور امامت کے اثبات نیز صداقت ونصرت کے لئے اولیٰ تر ہونے کا اثبات۔آپ کی اطاعت احوال واوقات نیز عموم وخصوص کی قید سے بلند تر ہے۔اس میں گفتگو کی گنجائش نہیں۔مسئلہ یمن پر بعض نے اعتراض کیا تھا چنانچہ حجۃ الوداع سے واپسی میں رسول نے اس کی تردید کی......بریدہ کے دل میں علی سے کینہ تھا۔رسول سے شکایت کی تھی۔اس وقت روئے رسالت متغیر ہو گیا اور فرمایا: کیا میں مومنین کے نفوس پر ان سے زیادہ سزاوار نہیں ہوں....اور حدیث غدیر فرمائی۔بریدہ سے کہا: علیؑ کی شکایت نہ کر، علیؑ مجھ سے ہے، میں علیؑ سے ہوں۔وہ میرے بعد تمھارے ولی ہیں۔

''انھیں پاکیزہ قول کی ہدایت کی گئی ہے اور خدائے ستودہ صفات کا راستہ دکھایا گیا ہے''۔(۱)

۱۔(سورۂ حج)

توضیح واضح

مزید وضاحت کی ضرورت اس لئے ہے کہ کچھ لوگوں نے مفہوم حدیث کے سلسلے میں اعتراف حق سے چشم پوشی کی ہے۔(۱) یہ پوری طرح واضح ہے کہ حدیث غدیر سے خلافت بلافصل کی لازمی طور سے نشاندہی ہوتی ہے۔اگر بادشاہ اپنے کسی قریبی شخص کو عہدے کے لئے منصوب فرمائے یا مرتے وقت اپنا وصی قرار دے اور اس پر گواہ بھی بنادے، ایسی صورت میں کیا ان گواہوں یا دوسروں کے لئے ممکن ہے کہ ولایت کا عہدہ یا وصایت بادشاہ کی موت کے بہت دن بعد متحقق کیا جائے۔یا ایسے لوگوں کے بعد متحقق کی جائے جن کے نام وصیت نامے میں نہیں ہیں یا جن کے نام کا اعلان نہیں کیا گیا۔کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ بادشاہ کی موت کے بعد کچھ لوگ وصی کے علاوہ حکومت چلانے کے لئے کچھ مصنوعی جانشین بنا لیں اور وہ اقتدار پر قبضہ کر کے کہہ دیں کہ بادشاہ بغیر وصیت کئے ہوئے مرا ہے۔نہیں۔ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، ایسا کام وہی کرسکتا ہے جو حق سے منحرف اور عقل سے دور ہو۔

اس موقع پر انتخاب کرنے والوں سے کہا جاسکتا ہے کہ اگر بادشاہ کا ان لوگوں کی طرف رجحان تھا تو اس نے وصیت یا اعلان میں ان لوگوں کا نام کیوں نہیں لیا، حالانکہ وہ ان لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔

معاملۂ خلافت میں ہمارا نقطۂ نظر یہی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی ولایت وخلافت عثمان کے بعد متحقق ہوتی ہے، ان سے پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا رسول انھیں پہچانتے نہیں تھے۔پھر مرتے وقت صرف علیؑ ہی کو کیوں مخصوص فرمایا تھا حاضرین کو بیعت کی تاکید کی اور غائب لوگوں تک پیغام پہنچانے کا حکم دیا۔اگر رسولؐ ان مصنوعی افراد کا بھی خلافت میں بہرہ سمجھتے تھے تو ضرورت کے وقت اعلان کیوں نہ

کیا، کیونکہ یہ دین کا اہم ترین فریضہ تھا، اصول دین کی ایک اصل تھی، حالات اختلاف کی نشاندہی کر رہے تھے۔ اور ایسا ہوا بھی ہے، آپ نے دھینگا مشتی، جدال وقتال کی خبر بھی دے دی تھی، نبی رحمت سے اپنی صفائی میں کیا کہہ سکیں گے۔ پیغمبر اسلامؐ نے ان لوگوں کا نام نہیں لیا، آج ان کی قوم حسن ظن کی بنا پر یہ کہہ کے علیؑ کو نص صریح کے باوجود الگ کر چکی ہے کہ علیؑ کم سن تھے، انھیں اپنے خاندان سے شدید محبت تھی، اس طرح قید زمانی لگا کر انھیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ لیکن رسول خداؐ سے حسن عقیدت کا تقاضا ہے کہ اعلان ولایت کو ہدایت کے لئے بیان واقعی سمجھا جائے۔

''خدا انھیں سیدھے راستے کی ہدایت کرے''۔

۱۔ شرح المواقف ج۳ص/۲۷۱ (ج۸ص/۳۶۱)؛ القاصد ص/۲۹۰ (ج۵ص/۲۷۳)؛ الصواعق المحرقۃ ص/۲۶ (ص/۴۳)؛ السیرۃ الحلبیۃ ج۳ص/۳۰۳ (ج۳ص/۲۷۴)

اعمال واورادِ غدیر

بروزِ غدیر خدا نے دین کامل کیا، نعمت تمام کی اور امامت امیر المومنینؑ کے اعلان سے راضی ہوا اور اسے پرچم ہدایت قرار دیا تا کہ امت راہ ہدایت پر گامزن اور گمراہی سے محفوظ رہے، اسی وجہ سے روز مبعث کے بعد اس دن کو ظاہری و باطنی نعمتوں کی فراوانی سے بہرہ یاب کیا گیا ہے، اس دن بعثت کا مقدس عمل مکمل ہوا، اس لئے ہر دیندار پر لازم ہے کہ اس نعمت کا استقبال کرے اور شکر خداوندی بجالائے۔ عبادات مثلاً نماز روزہ، نیکی، صلۂ رحمی، اطعام اور محافل وغیرہ کا اہتمام کرے۔ احادیث میں اس دن سے مخصوص آداب میں ایک روزہ بھی ہے۔

حدیث صوم بروزِ غدیر

تاریخ خطیب بغدادی میں عبداللہ بن علی بن محمد بن بشران، دار قطنی، ابونصر حبشون خلال، علی بن سعید رملی، ضمرہ بن ربیعہ، عبداللہ بن شوذب، مطر دراق، شہر بن حوشب، اور وہ ابو ہریرہ کا بیان نقل کرتے ہیں: جو اٹھارہ ذی الحجہ کو روزہ رکھے اسے ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ وہی غدیر خم کا دن ہے جب رسولؐ نے علیؑ کو بلند کر کے فرمایا تھا: " الستُ اولیٰ بکم من انفسکم"۔ سب نے کہا: ہاںٗ۔ تب رسولؐ نے فرمایا: "من کنتُ مولاہ فعلی مولاہ"۔ اس موقع پر حضرت عمر نے کہا: "مبارک ہو اے فرزند ابو طالب ! آپ میرے اور تمام مومنوں کے مولا ہو گئے"۔ اس وقت خدا نے آیت نازل کی: "آج میں نے دین کامل کیا، نعمت تمام کی اور اسلام سے راضی وخوش ہو گیا"۔ جو

شخص ستائیس رجب کا روزہ رکھے اسے بھی ساٹھ مہینوں کا ثواب عطا کیا جائے گا،اسی دن جبرئیل رسولؐ پر پیغام رسالت لے کراترے تھے۔(۱)

دوسرے طریقے سے زین الفتیٰ عاصمی کی تخریج ہے،ابوسعید سے روایت ہے کہ ہمیں محمد بن زکریا نے خبر دی،انھیں ابواسماعیل بن محمد فقیہ نے،انھیں محمد یحییٰ بن محمد علوی حسینی نے،انھیں ابراہیم بن محمد عامی نے،انھیں حبشون محمد موسیٰ بغدادی نے،ان سے بیان کیا علی بن سعید شامی نے،ان سے ضمرہ اور ان سے شوذب نے آخر سند تک۔دونوں متن میں روزۂ رجب کا ذکر نہیں۔متذکرہ روایت کی ابن مغازلی نے مناقب میں نقل کیا ہے۔(۲)ان کی سند ہے ابوبکر،احمد بن طاوان،ابوالحسین احمد بن حسین سماک،ابوجعفر محمد بن محمد نصیر خلدی،علی بن سعید رملی،آخر سند و متن تک۔

یہ روایت تذکرہ سبط بن جوزی میں(۳)اور خطیب خوارزمی میں(۴) حافظ بیہقی کے طرق سے حاکم نیشاپوری سے ابن البیع صاحب مستدرک نے یعلی زبیری،ابوجعفر احمد بن عبداللہ بزاز۔علی بن سعید رملی....فرائد حموینی نے تیرہویں باب میں حا بیہقی کے طریق سے۔(۵)

۱۔تاریخ بغدادی ج/۸ص/۲۹۰

۲۔مناقب ابن مغازلی(ص/۱۸حدیث۲۴)

۳۔تذکرۃ الخواص ص/۱۸(ص/۳۰)

۴۔مناقب خوارزمی ص/۹۴(ص/۱۵۶حدیث۱۸۴)

۵۔فرائد السمطین(ج/۱ص/۷۷حدیث۴۴)

رجال سند حدیث

۱۔ابو ہریرہ

ان پر تمام علماء اہل سنت نے اتفاق کیا ہے، اس لئے طول کلام کی ضرورت نہیں۔

۲۔شہر بن حوشب اشعری

حلیہ ابو نعیم میں انھیں اولیاء میں شمار کیا گیا ہے۔(۱) میزان میں بخاری کی ستائش نقل ہے۔(۲) عجلی، ابن شیبہ اور احمد نے ثقہ کہا ہے۔(۳) احمد بن حنبل سے پوچھا گیا تو جواب دیا ان کی حدیث بڑی اچھی ہوتی ہے۔(۴) مرّہ و عجلی انھیں ثقہ تابعی کہتے ہیں۔بعض علماء نے ان پر طعن کیا ہے۔ابن حجر نے بڑی تعریف کی ہے۔(۵) بخاری و طبری نے ان کے ثقہ، فقیہ، قاری و عالم ہونے کی نشاندہی ہے۔قطان کہتے ہیں کہ ان سے حجت نہیں سنی گئی۔بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابوداؤد و ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔

۳۔مطر بن طمہان وراق

محبّ علی و باشندۂ بصرہ تھے۔انس کا زمانہ دیکھا تھا۔ابو نعیم اولیاء میں شمار کرتے ہیں ابو عیسیٰ زہد و فقہ

۱۔حلیۃ الاولیاء ج/۶ص/۶۷۔۵۹

۲۔میزان الاعتدال (ج/۲ص/۲۸۳ نمبر ۳۷۵۶) ۳۔تاریخ الثقات (ص/۲۲۳ نمبر ۶۷۷)

۴۔تاریخ مدینہ دمشق ج/۶ص/۳۴۳ (ج/۸ص/۱۴۸۔۱۳۷؛ مختصر تاریخ دمشق ج/۱۱ص/۵)

۵۔تہذیب التہذیب ج/۱۰ص/۱۶۷ (ج/۱۰ص/۱۵۲)

میں لاثانی کہتے ہیں۔(۱) ابن حجر وابن حبان نے ثقہ وصدوق کہا ہے۔(۲) سب نے ان سے حدیث لی ہے۔منصور نے ۱۴۰ھ میں قتل کیا۔

۴۔ابوعبدالرحمٰن بن شوذب

ابونعیم اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔(۳) کثیر بن ولید کہتے ہیں: جب بھی شوذب کو دیکھتا ہوں فرشتے یاد آتے ہیں۔خزرجی وابن حجر استماع حدیث میں فقہی مہارت وثقہ کے قائل تھے۔(۴) سفیان ثوری موثق اساتذہ میں شمار کرتے۔ابن خلفون، ابن نمیر، ابوطالب، عجلی، ابن عمار، ابن معین سبھی ان کے ثقہ ہونے کے قائل تھے۔۸۶ھ میں ولادت اور ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔حاکم وذہبی ان کی حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔

۵۔ضمرہ بن ربیعہ قرشی

ابن عساکر نے ان کے حالات لکھے ہیں۔(۵) احمد بن حنبل انھیں استاد وصالح، ثقہ ومعتمد کہتے (۶) ابن معین، ابن سعد، ابن فرنس انھیں ثقہ، فقیہ وقت، معتمد مخیّر بتاتے۔(۷) خزرجی وابن حجر کے مطابق احمد ،نسائی، ابن معین ثقہ کہتے۔(۸) ابن یونس ثقہ وصالح کہتے۔صحاح میں مسلم کے علاوہ سب نے حدیث لی ہے۔حاکم وذہبی نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۱۔حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۷۵

۲۔تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۷۰؛ الثقات (ج ۵ ص ۴۳۵)

۳۔حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۳۵۔۱۲۹؛

۴۔خلاصۃ الخزرجی ص ۱۷۰ (ج ۲ ص ۶۶ نمبر ۳۵۶۶)؛ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۵۵

۵۔تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ ص ۳۶ (ج ۸ ص ۴۷۵)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۱۵۹)

۶۔العلل ومعرفۃ الرجال (ج ۲ ص ۳۶۳ نمبر ۲۶۲۴)

۷۔الطبقات الکبریٰ (ج ۷ ص ۴۷۱)

۸۔خلاصۃ الخزرجی ص ۱۵۰ (ج ۲ ص ۱ نمبر ۳۱۵۴)؛ تہذیب التہذیب (ج ۴ ص ۴۰۳)

۶۔ابونصر علی بن سعید

متوفی ۲۱۶ھ ذہبی کے مطابق ثقہ تھے۔(۱) باصلاحیت اور معاملات کے سچے تھے۔ابن حجر نے ثقہ کہا ہے نیز یہ کہ ذہبی کی تنقید کی ہے کہ وہ ثقہ تھے لیکن انھیں ضعیف راویوں میں کیوں شمار کیا۔(۲)

۷۔ابونصر حبشون

متوفی ۳۳۱ھ۔خطیب بغدادی نے ثقہ اور دارقطنی نے صدوق کہا ہے۔(۳)

۸۔حافظ علی بن عمر بغدادی

دارقطنی۔صاحب سنن،خطیب بغدادی نے یگانۂ عصر و منتخب روزگار اور امام وقت کہا ہے۔(۴) علل حدیث،اسماء رجال کے ساتھ راویوں کی بڑی واقفیت تھی۔صداقت،امانت ثقہ،عدالت وصحت اعتقاد سے آراستہ تھے۔علم حدیث کے سوا تمام علوم پر احاطہ تھا۔ابوالطیب کے نزدیک امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ہر حافظ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے۔ابن خلکان نے اور ذہبی حفظ وقرأت ونحو میں یگانۂ عصر کہا ہے۔(۵) روئے زمین پر ان جیسا نہیں۔ان کے متعلق کتب رجال میں محاسن وفضائل کے دریا بہائے گئے ہیں۔

میں نے اسناد حدیث کو اس لئے طول دیا کہ قارئین آگاہ ہوسکیں کہ یہ حدیث کس قدر صحیح ہے اور اس کے رجال کتنے ثقہ ہیں۔اس حدیث پر اعتراض یا شک وشبہ کی نظر ڈالنا مناسب نہیں کیوں کہ اس کے رجال پر سب کے توصیفی کلمات ہیں۔مزید یہ کہ اس میں آیۂ اکمال دین کے روز غدیر نازل ہونے کا ذکر ہے جسے طبری،ابن مردویہ،ابونعیم،خطیب،بجستانی،ابن عساکر اور حسکانی جیسے حفاظ وائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔

۱۔میزان الاعتدال ج/۲ص/۲۲۴ (ج/۴ص/۱۲۵نمبر۵۸۳۳؛ص/۱۳۱نمبر۵۸۵۱)

۲۔لسان المیزان ج/۴ص/۲۲۷ (ج/۴ص/۲۶۰نمبر۵۸۰)۔

۳۔تاریخ بغدادی ج/۸ص/۲۹۱۔۲۸۹

۴۔تاریخ بغدادی ج/۱۲ص/۴۰۔۳۴

۵۔وفیات الاعیان ج/اص/۳۵۹ (ج/۳ص/۲۹۷نمبر۴۳۴) تذکرۃ الحفاظ ج/۳ص/۲۰۳۔۱۹۹ (ج/۳ص/۹۹۱نمبر۹۲۵)

ان باتوں کی مدلل وضاحت کے بعد اب ذرا ابن کثیر کا تنقیدی جائزہ لیجئے۔ وہ ذہبی کی تقلید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "یہ حدیث مجہول بلکہ جھوٹی ہے مجھے جو مستند روایات ملی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آیۂ اکمال دین حجۃ الوداع میں روز عرفہ نازل ہوئی"۔(۱) اس شخص کی تلون مزاجی دیکھئے۔ خود قائل ہے کہ جب دو حدیثیں ایک پائے کی متقابل ہوں تو جو حجت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہو اسے اختیار کرنا چاہئے۔ کاش مجھے معلوم ہوسکتا کہ ان کی حدیث کا پلہ کس وجہ سے بھاری اور میری حدیث کا پلہ ہلکا ہے۔ اصل میں جس حدیث کو میں نے اختیار کیا ہے اس سے نبأ عظیم (ولایت علیؑ) کا اثبات ہوتا ہے اور اس کی کینہ توزی ولایت علی تسلیم کرنے سے رہی۔ ارے کم سے کم سبط جوزی ہی کی طرح کہہ دیتا کہ بسم اللہ کی طرح اس آیت کے دوبار نازل ہونے کا احتمال ہے۔(۲)

ابن کثیر نے اس کے انکار کی ایک وجہ اور بھی اپنی تاریخ میں لکھی ہے کہ اس حدیث کے مفہوم میں یہ خرابی ہے کہ بروز عید روزہ کا ثواب ساٹھ مہینوں کا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ واجب سے مستحب بڑھ جائیگا کیوں کہ حدیثوں میں ماہ صیام کے روزہ کا ثواب بھی دس مہینے کا ہے۔ بنابریں باطل ہے۔(۳)

اس مہمل اعتراض کا دو جواب ممکن ہے۔ ایک تردیدی دوسرا تحلیلی.... تردیدی جواب کے سلسلے میں حدیثوں کا انبار ہے۔(۴) صرف چند نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ حدیث۔ جو شخص ماہ صیام کے بعد شوال کے چھ دن کا روزہ بھی ملا دے تو گویا اس نے تمام عمر روزہ رکھا۔(۵) ابن ربیع نے اس حدیث کو مسلم و ترمذی کے حوالے سے نقل کر کے چھ دن شوال کے

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج۵/ص۲۱۴ (ج۵/ص۲۳۳ حوادث ۱۰ھ)

۲۔ تذکرۃ الخواص ص۱۸ (ص۳۰)

۳۔ البدایۃ والنہایۃ ج۵/ص۲۱۴ (ج۵/ص۲۳۳ حوادث ۱۰ھ)

۴۔ نزہۃ المجالس ج۱/ص۱۵۸۔۱۵۱، ۱۷۶۔۱۶۷

۵۔ صحیح مسلم ج۱/ص۳۲۳ (ج۲/ص۵۲۴ حدیث ۲۰۴ کتاب الصیام)؛ سنن ابی داؤد ج۱/ص۳۸۱ (ج۲/ص۳۲۴ حدیث ۲۴۳۳)؛ سنن ابن ماجہ ج۱/ص۵۲۴ (ج۱/ص۵۴۷ حدیث ۱۷۱۶)؛ سنن دارمی ج۲/ص۲۱؛ مسند احمد بن حنبل ج۵/ص۴۱۷، ۴۱۹ (ج۶/ص۵۷۹ حدیث ۲۳۰۲۲۰؛ ص۵۸۳ حدیث ۲۳۰۴۹)

روزوں کو مستحب کہا ہے۔(۱)

۲۔جو شخص عید الفطر کے بعد چھ دن کے روزے رکھے گویا اس نے تمام سال روزہ رکھا۔(۲) سیوطی نے جامع الصغیر میں اس کی تصحیح کی ہے۔(۳)

۳۔رسول خدا نے ایام البیض (۱۳۔۱۴۔۱۵) ہر ماہ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، اس کا ثواب تمام عمر یا پوری کائنات کے برابر ہے۔(۴)

۴۔خدا کے نزدیک ذی الحجہ کے اول دس دن تمام دنوں سے محبوب تر ہیں ان میں ایک دن کا روزہ سال بھر کا ثواب رکھتا ہے۔اس کی رات شب قدر کے برابر ہے۔(۵)

یہی حدیث انس بن مالک سے بھی ہے۔(۶) اس طرح ہر مہینے کے تین روزوں کا ثواب پوری عمر کے روزوں اور افطار کے برابر ہے۔(۷) اور اس کی تائید قرآن سے ہوتی ہے "مَن جاءَ بالحسنة

۱۔تیسیر الوصول ج۲/ص۳۲۹ (ج۲/ص۳۹۲؛ سنن ترمذی ج۳/ص۱۳۲/حدیث ۷۵۹)

۲۔سنن ابن ماجہ ج۱/ص۵۲۴۳ (ج۱/ص۵۴۷/حدیث ۱۷۱۵)؛ سنن دارمی ج۲/ص۲۱؛ مسند احمد بن حنبل ج۳/ص۳۰۸/۳۲۴،۳۴۴؛ ج۵/ص۲۸۰ (ج۴/ص۲۴۳/حدیث ۱۳۸۹۰؛ ص۲۷۱/حدیث ۱۴۰۶۸؛ ص۳۰۶/حدیث ۱۴۳۰۰؛ ج۶/ص۲۷۷/حدیث ۲۱۹۰۶) (سنن نسائی ج۲/ص۱۶۳/حدیث ۲۸۶۱؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ج۸/ص۳۹۸/حدیث ۳۶۳۵)

۳۔جامع الصغیر ج۲/ص۷۹ (ج۲/ص۱۱۱/حدیث ۵۱۱۷)

۴۔سنن ابن ماجہ ج۱/ص۵۴۴/حدیث ۱۷۰۷)؛ سنن دارمی ج۲/ص۱۹

۵۔سنن ابن ماجہ ج۱/ص۵۲۷ (ج۱/ص۵۵۱/حدیث ۱۷۲۸)؛ احیاء العلوم ج۱/ص۲۲۷ (ج۱/ص۳۱۲)

۶۔الترغیب والترہیب ج۲/ص۶۶ (ج۲/ص۲۰۰)

۷۔مسند احمد بن حنبل ج۵/ص۳۴ (ج۶/ص۱۳/حدیث ۱۹۸۵۸)؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج۸/ص۴۱۳/حدیث ۳۶۵۳)؛ جامع الصغیر ج۲/ص۷۸ (ج۲/ص۱۱۱/حدیث ۵۱۱۵)؛ سنن نسائی (ج۲/ص۱۳۶/حدیث ۲۷۲۸)؛ مسند ابی یعلی (ج۱۳/ص۴۹۲/حدیث ۷۵۰۴)؛ الجامع الصغیر ج۲/ص۷۸ (ج۲/ص۱۱۱/حدیث ۵۱۱۴؛ سنن ترمذی (ج۳/ص۱۳۵/حدیث ۷۶۲)؛ تیسیر الوصول ج۲/ص۳۳۰ (ج۲/ص۳۹۴)؛ صحیح مسلم ج۱/ص۳۱۹،۳۲۱ (ج۲/ص۵۲۲، ۵۲۰/حدیث ۱۹۷۔۱۹۶/کتاب الصیام)؛ الترغیب والترہیب ج۲/ص۳۳ (ج۲/ص۱۲۴) سبل الاسلام ج۲/ص۲۳۴ (ج۲/ص۱۶۸)

فلہ عشر امثالھا" جو شخص ایک نیکی لے کر آئے اسے دس گنا ملتا ہے۔ بروز عرفہ روزہ کا ثواب ایک ہزار دنوں کا۔(۱) یا دو سال کے برابر(۲)۔ستائیس رجب کا روزہ ساٹھ مہینوں کے برابر۔(۳) یا سو مہینوں کے برابر یا تین ہزار سال(۴) کا ثواب عطا کیا جائے گا۔(۵) یوم عاشورا کا روزہ تمام عمر کے روزوں کے برابر(۶) یا تیس دنوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔(۷)

تردیدی جواب کے بعد اب تحلیلی جواب کی باری ہے۔ ہمارے پاس کوئی ایسی بنیاد نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے فیصلہ کیا جا سکے کہ واجبات کا ثواب مستحبات سے زیادہ ملتا ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ حقائق اعمال اور اس کے طبعی تقاضوں پر ثواب مرتب ہوتا ہے نہ کہ اس کے عارضی عنوانات وجوب واستحباب پر۔ کیونکہ یہ تو اعمال کی مصلحتوں کے مطابق متعین ہوتے ہیں۔ لہذا قطعی ممکن ہے کہ مستحب عمل گوناگوں ماہیت یا زمانی مناسبت سے واجب عمل کے مقابلے میں زیادہ ثواب کا حامل ہو۔ اس مقام پر یہ نکتہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ عمل کا ثواب اس کی ایمانی حالت، کشف اور بندے کے نفسیاتی رسوخ پر مرتب ہوتا ہے۔ خدا واجب وحرام کی شکل میں جو ذمہ داریاں بندوں کو دی ہیں ان کے مقابلے مستحبات ومکروہات میں یہ کشف ورسوخ زیادہ متوقع ہے۔ ان سے خدا کی بارگاہ میں خشوع ومحبت کے احساسات زیادہ جاگزیں ہوتے ہیں۔ واجبات کے مقابلے مستحبات سے زیادہ حبّ الٰہی کی دلیل بخاری کی ایک حدیث ہے: ابوہریرہ سے مروی حدیث ہے کہ ہمیشہ بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے پھر میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور اس طرح اس کا کان ہاتھ پاؤں اپنی رضا کا محور بنالیتا ہوں۔(۸)

۱۔ الجامع الصغیر ج ۲/ص ۸۷/ (ج ۲/ص ۱۱۱/ حدیث ۵۱۱۹) الترغیب والترہیب ج ۲/ص ۶۶،۶۷/ (ج ۲/ص ۱۱۲/، ۲۰۰)
۲۔ المعجم الاوسط (ج ۱/ص ۴۲۱/ حدیث ۷۵۵) الترغیب والترہیب ج ۲/ص ۶۷/ (ج ۲/ص ۱۱۳/)
۳۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۱/ص ۲۵۴/ (ج ۱/ص ۲۳۸/) نزہۃ المجالس ج ۱/ص ۱۵۴/
۴۔ غنیۃ الطالبین (ص ۲۸۸/)؛ نزہۃ المجالس ج ۱/ص ۱۵۴/
۵۔ نزہۃ المجالس ج ۱/ص ۱۵۳/ ۶۔ نزہۃ المجالس ج ۱/ص ۱۷۴/
۷۔ المعجم الصغیر (ج ۲/ص ۷۱/) الترغیب والترہیب ج ۲/ص ۶۸/ (ج ۲/ص ۱۱۴/)
۸۔ صحیح البخاری ج ۹/ص ۲۱۴/ (ج ۵/ص ۲۳۸۴/ حدیث ۶۱۳۷)؛ بیہقی کی الاسماء والصفات ص ۳۱۶/ (ص ۵۷۷/)؛ میزان الاعتدال ج ۱/ص ۳۰۱/ (ج ۱/ص ۶۴۱/ نمبر ۲۴۶۳)

بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نوامیس عدل الٰہی کے مطابق واجب وحرام سے جزا اور سزا بھی مرتب نہ ہونا چاہئے کیوں کہ وہ بندوں پر خدا کے بے اندازہ احسانات یا صحت وعافیت کے استفادہ کی شکل میں ہیں۔ بندوں کے تمام اعمال صالحہ ان نعمات کے مقابلے کہیں کم ہیں۔ خدا کے ثواب کو اجر کے بجائے تفضّل واحسان کہا جائے تو بجا ہوگا۔ اس حقیقت کی طرف متعدد آیات میں باخبر کیا گیا ہے۔ سورۂ دخان میں ہے۔ انّ المتقین بے شک متقی لوگ امن کی جگہ یعنی باغوں میں ہوں گے۔ ریشم کی باریک ودبیز پوشاکیں پہنے ہوئے۔ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ایسا ہی ہوگا۔ بڑی آنکھوں والی حوروں سے جوڑ لگا دیں گے۔ ''یہ تمھارے پروردگار کا فضل ہے یہی تو بڑی کامیابی ہے''۔ اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ بندوں پر جو بھی نعمات اور ثواب مرتب ہوتے ہیں وہ خدا کا فضل واحسان ہے، تفسیر رازی میں ہے، ہمارے علماء نے اس سے احتجاج کیا کہ بندوں کو جو بھی ثواب ملتا ہے وہ استحقاق نہیں بلکہ تفضّل واحسان ہے۔ خدا نے نعمتوں کو گنانے کے بعد کہا کہ یہ خدا کا فضل ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے ہمارے اصحاب نے یہ بھی دلیل قائم کی ہے کہ اعلیٰ درجے کا استحقاق ثواب خدا کے نزدیک فضل واحسان ہے۔ پھر فضل واحسان کو عظیم کامیابی کہا۔ یہ دلیل ہے کہ مثلاً بادشاہ اگر کسی کو اجرت اور کسی کو خلعت عطا کرے تو خلعت والا عظیم اجر کا حامل سمجھا جائے گا۔ (۱)

خود ابن کثیر نے اس آیت کے سلسلے میں حدیث رسول نقل کی ہے: عمل کرو اور اپنے کو استوار کرو خلوص کے ساتھ اعمال بجالاؤ اچھی طرح سمجھ لو کہ کسی کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کرسکتا۔ لوگوں نے عرض کی کہ کیا آپ کے لئے بھی ایسا ہی ہے فرمایا، ہاں۔ مگر رحمت واحسان خداوندی مجھے گھیرے ہوئے ہے۔ (۲) مزید وضاحت صحیح بخاری کی حدیث سے ہوتی ہے۔ بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں، ذرا بھی شرک نہ کریں، اور خدا پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ اس بندے پر عذاب نہ کرے جس نے شرک نہ کیا ہو۔ (۳) آپ اسے اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں کہ عقل سلیم اس اللہ کے حق کو

۱۔ التفسیر الکبیر ج ۷ ص ۴۵۹ (ج ۲۷ نمبر ۲۵۴)

۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۴۷ ۳۔ صحیح البخاری ج ۴ ص ۲۶۴ (ج ۳ ص ۱۰۴۹ حدیث ۲۷۰۱)

ثابت کرتی ہے۔لیکن ان اضافی نعمتوں کے متعلق جس پر رسولؐ نے سکوت فرمایا وہ صرف خداوند عالم کا فضل واحسان ہے۔

آپ حکومت کے ملازمین کی ذمہ داریوں اوران کی اجرتوں کا مشاہدہ کرتے ہی رہتے ہیں کہ وہ جو خدمات انجام دیتے ہیں وہ ان کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔لیکن جو کچھ انھیں پرموشن حاصل ہوتا ہے وہ ان کی اضافی خدمات کی بنا پر ہوتا ہے۔ جو متعینہ خدمات سے زیادہ ہے۔کیا کوئی انسان حکومت کی اس روش پر تنقید کرتا ہے؟ کوئی بھی غلط نہیں کہتا۔ بالکل یہی حالت غلام و آقا کے درمیان ہے۔اور یہ چیز تمام انسانوں کے دل ودماغ میں راسخ ہے۔خداوند عالم تو اپنے بندوں پر بے پناہ اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔ یہاں اثبات مطلب کے لئے امام زین العابدینؑ کے قدسی کلمات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔جس وقت آپ ادائے شکر میں تقصیر کا اعتراف کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

''اے معبود! بلاشبہ کوئی بھی تیرے شکر کی کسی حد کو نہیں پہونچتا مگر یہ کہ اس پر تیرا وہ احسان آجاتا ہے جو اس پر دوبارہ شکر کرنا لازم کر دیتا ہے اور نہ کسی حد پر تیری اطاعت کو پہونچتا مگر یہ کہ عاجز ہی رہتا ہے۔جس کا تو اپنے فضل کی وجہ سے مستحق ہے پس تیرے بندوں میں سب سے بڑا اولا بھی تیری اطاعت میں کمی کرنے والا ہے کسی کے لئے بھی ضروری نہیں کہ تو اس کے استحقاق سے بخش دے۔اور نہ یہ کہ اس سے اس کے حقدار ہونے کی وجہ سے راضی ہو پھر جس کو تو بخشے وہ تو تیری بخشش کی وجہ سے ہے۔اور جس سے تو راضی ہو تو وہ تیرے فضل کی وجہ سے ہے۔تو تھوڑے شکریہ کو بھی قبول کر لیتا ہے اور کم طاعت پر بھی ثواب دیتا ہے۔ یہاں تک

کہ بندوں کا وہ شکر کرنا جس پر تو نے ثواب دینا لازم کر لیا ہے اور ان کے بدلے کو اس سے زیادہ بڑا کیا ہے کوئی ایسی بات ہے جس سے باز رہنے کی طاقت پر وہ (شکر کرنے والے) بغیر تیرے مالک تھے تو تو نے انھیں بدلہ دیا یا اس کا سبب تیرے ہاتھ میں نہ تھا تو تو نے انھیں جزا دی۔ بلکہ اے میرے معبود! تو ان کے کام کا مالک اس سے پہلے کہ وہ تیرے عبادت کے مالک ہوں اور تو نے انھیں ثواب اس سے پہلے مہیا کر رکھا تھا کہ وہ تیری فرماں برداری کریں۔اور یہ اسی سبب سے ہے کہ تیرا طریقہ فضل اور

عادت تیری احسان کرنا ہے اور راہ تیری معاف کر دینا ہے۔ پس تمام خلق اس بات کی مقر ہے کہ تو جس پر عذاب کرتا ہے ظلم نہیں کرتا اور اس بات کی گواہ ہے کہ تو جس کو عافیت دیتا ہے اس پر تفضل کرتا ہے۔ اور ہر شخص اس عبادت سے جس کا تو مستحق ہے اپنی کمی کا اقرار کرتا ہے۔ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ شیطان ان کو تیری فرماں برداری سے دھوکے میں ڈالتا ہے تو کوئی عاصی عصیان نہ کرتا اور اگر یہ نہ ہوتا کہ وہ شیطان ان کے سامنے باطل کو حق کی صورت میں لاتا ہے تو تیری راہ سے کوئی نہ بھٹکتا۔ پس پاک ہے تیرا کرم، تیری طاعت ومخالفت کرنے والوں کے معاملے میں کس قدر ظاہر ہے تو طاعت کرنے والوں کے اس امر کو قبول کرتا ہے جسے تو نے خود عطا کیا ہے اور نافرمانوں کو موقع دیتا ہے جس میں جلدی کرنے پر خود مالک ہے۔ تو نے دونوں کو وہ دیا ہے جو اس کے لئے ضروری نہ تھا اور نہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو وہ عطا کیا ہے جس سے اس کا عمل کم تھا۔ اور اگر طاعت کرنے والے کو اس کا بدلہ دیتا جو تو نے اسے عطا کیا ہے تو قریب تھا کہ وہ تیرا ثواب نہ پاتا اور اس سے تیری نعمت زائل ہو جاتی۔ لیکن تو نے اپنے کرم سے تھوڑی اور مدت فنا پر ہمیشہ اور لمبی مدت کا بدلہ دیا۔ زائل ہونے والی کے مقابل دراز مدت کا بدلہ دیا۔ پھر تو نے حساب لینا بھی لازم نہ کیا۔ اس میں جو تیری روزی کھا کر طاعت پر قوی ہوا ہے تو نے حساب میں سختی بھی نہ کی ان آلات پر جن کے استعمال سے تیری مغفرت کا سبب پیدا کیا۔ اور اگر کہیں تو اس کے ساتھ یہ کرتا تو تیرا یہ فعل تمام ان چیزوں کو جس کے لئے اس نے تکلیف اٹھائی اور سب وہ عمل جس میں اس نے کوشش کی تیری چھوٹی سی نعمت اور احسان کے بدلے میں لے جاتا۔ اور وہ تیری نعمتوں میں تیرے سامنے گرویدہ ہو جاتا ہے۔ تو کب وہ ذرا بھی ثواب پانے کا مستحق ہوتا؟ کبھی نہ ہو سکتا۔ کب ہو سکتا تھا''....؟

اور اعمال غدیر میں نماز بھی وارد ہے جس پر ابونصر عیاشی اور صابونی مصری نے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔ ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اس دن پڑھنے کے لئے دعائیں بھی مروی ہیں۔

منابع تحقیق

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ الآثار

مؤلف: ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (متوفی ۱۸۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۵ھ، ناشر: مطبعۃ الاستقامۃ، نشر احیاء المعارف العثمانیۃ حیدر آباد ھند

۳۔ الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ

مولف: ابوریحان محمد بن احمد بیرونی خوارزمی (متوفی ۴۴۰ھ)، ناشر: آفسٹ مکتبہ المثنی بغداد

٤۔ آثار العجم

مؤلف: سید محمد نصیر حسینی (متوفی ۱۳۳۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۶ ہجری شمسی، ناشر: منشورات فرہنگ سرا

٥۔ آلاء الرحمن فی تفسیر القرآن

مؤلف: شیخ محمد جواد بلاغی نجفی (متوفی ۱۳۵۲ھ)، ناشر: مکتبۂ وجدانی قم، دوسرا ایڈیشن

٦۔ الابانۃ عن سرقاۃ المتنبی

تحقیق: ابراہیم بسوقی بساطی، سن اشاعت: ۱۹۶۱ء، ناشر: دار المعارف

۷۔ الابداع فی مضارع الابتداع

مؤلف: شیخ علی محفوظ (متوفی ۱۳۶۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۸ھ تیسرا ایڈیشن

۸۔ ابن رومی حیاتہ و شعرہ

مؤلف: عباس محمود عقاد (متوفی ۱۹۶۴ء)، سن اشاعت: ۱۹۸۰ء پہلا ایڈیشن، مطبوع ضمن مؤلفات عباس محمود عقاد، ناشر: دار الکتاب اللبنانی، بیروت

۹۔ ابو هریره

مؤلف: عبد الحسین شرف الدین موسوی (متوفی ۱۹۵۷ء)، سن اشاعت: ۱۳۸۴ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: مطبعہ حیدریہ، نجف اشرف

۱۰۔ ابواب الجنان

مؤلف: شیخ خضر بن شلال آل خدام عفکاوی

اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم میں موجود ہے اور کتاب کا نمبر ۸۲۸ ہے

۱۱۔ ابو العلاء المعری

مؤلف: ڈاکٹر طہ حسین (متوفی ۱۹۷۳ء)، سن اشاعت: ۱۹۷۴ء پہلا ایڈیشن، مطبوع ضمن مؤلفات ڈاکٹر طہ حسین، ناشر: دار الکتاب اللبنانی، بیروت

۱۲۔ اتحاف الاکابر فی تهذیب کتاب الکبائر

مؤلف: ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تنقیح وتعلیقہ: شیخ اسامہ محمد سید، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسہ الکتب الثقافیہ، بیروت

۱۳۔ الاتحاف بحب الاشراف

مؤلف: شیخ عبد اللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی (متوفی ۱۱۷۲ھ)، ناشر: المطبعۃ الادبیہ مصر، آفسٹ دار الذخائر للمطبوعات قم

۱۴۔ اتحاف الوری فی اخبار ام القری

مؤلف: نجم الدین عمر بن محمد بن محمد قرشی ہاشمی مکی معروف بہ ابن فہد (متوفی ۸۸۵ھ)

۱۵۔ الاتقان فی علوم القرآن

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، سال اشاعت

۱۴۰۸ھ، ناشر: المکتبۃ العصریہ صیدا، بیروت، آفسٹ منشورات رضی دوسرا ایڈیشن

۱۶۔ الاجابة لایراد ما استدرکته عائشة علی الصحابة

مؤلف: بدر الدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ)، سال اشاعت: ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

۱۷۔ الاحادیث المختاره

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن حنبلی ضیاء مقدسی (متوفی ۶۴۳ھ)؛ تحقیق: عبدالملک بن عبداللہ بن دہیش؛ سال اشاعت ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء؛ ناشر: مکتبۃ النھضۃ، مکہ مکرمہ

۱۸۔ الاحتجاج

مؤلف: ابومنصور احمد علی بن ابی طالب طبرسی (متوفی ۶۲۰ھ)؛ تحقیق: ابراہیم بہادری اور محمد ہادی؛ سن اشاعت ۱۴۱۳ھ؛ ناشر: سازمان اوقاف وامور خیریہ، قم

۱۹۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبّان

مؤلف: محمد بن حبان بن احمد تمیمی بستی (متوفی ۳۵۴ھ)؛ ترتیب: علاء الدین علی بن بلبان فارسی (متوفی ۷۳۹ھ)؛ تحقیق: شعیب الارناؤط؛ سن اشاعت ۱۴۰۸ھ؛ ناشر: مؤسسہ الرسالہ، بیروت

۲۰۔ احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر مقدسی معروف بہ بشاری (متوفی ۳۷۵ھ)؛ مقدمہ، حاشیہ، فہرست: ڈاکٹر محمد مخزوم؛ سن اشاعت ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء؛ ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۲۱۔ احسن القصص

مؤلف: سید علی فکری (متوفی ۱۹۵۳ء)؛ سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء؛ ناشر: مطبعۃ عیسی البابی الحلبی، مصر

۲۲۔ احقاق الحق و ازهاق الباطل

مؤلف: سید نور اللہ حسینی شوشتری معروف بہ شہید ثالث (شہادت ۱۰۱۹ھ)؛ تعلیقہ و اضافات: آیۃ اللہ مرعشیؒ؛ ناشر: المطبعۃ الاسلامیہ، تہران

۲۳۔ الاحکام السلطانیة و الولایات الدینیة

مؤلف: ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی (متوفی ۴۵۰ھ)؛ سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ دوسرا ایڈیشن؛ ناشر: دفتر تبلیغات اسلامی، قم

۲۴۔ الاحکام السلطانیة و الولایات الدینیة

مؤلف: ابویعلی محمد بن حسین فراء حنبلی (متوفی ۴۵۸ھ)، تصحیح و اضافات: محمد الفقی؛ سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ؛ ناشر: آفسٹ دفتر تبلیغات اسلامی قم

۲۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام

مؤلف: علی بن احمد بن سعید معروف بہ ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ)؛ تحقیق: گروہ محققین؛ سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء؛ ناشر: دار الحدیث، قاہرہ

۲۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام

مؤلف: ابوالحسن علی بن محمد بن سالم تغلبی، سیف الدین آمدی (متوفی ۶۳۱ھ)؛ سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء؛ ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۷۔ احکام القرآن

مؤلف: احمد بن علی رازی جصاص (متوفی ۳۷۰ھ)؛ ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت؛

۲۸۔ احکام القرآن

مؤلف: عماد الدین محمد طبری معروف بہ کیا ہراسی (متوفی ۵۰۴ھ)؛ سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ دوسرا ایڈیشن؛ ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۹۔ احیاء علوم الدین

مؤلف: ابوحامد محمد بن محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ)؛ تصحیح: زیر نظر عبد العزیز شیروانی؛ ناشر: دار القلم

،بیروت،تیسرا ایڈیشن

۳۰۔ احیاء المیت بفضائل اہل البیت ،مطبوع بر حاشیہ الاتحاف شبراوی

مؤلف: جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)؛ ناشر: المطبعۃ الادبیۃ مصر، آفسٹ دار الذخائر قم

۳۱۔ اخبار ابی تمام

مؤلف: ابوبکر محمد یحیی صولی (متوفی ۳۳۵ھ)؛ ناشر: المکتب التجاری، بیروت

۳۲۔ اخبار الاخیار من اسرار الابرار

مؤلف: عبد الحق بن سیف الدین دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ)؛ سن اشاعت ۱۲۸۰ھ؛ ناشر: مطبعۃ ہاشمی، پاکستان

۳۳۔ اخبار الدول و آثار الاول

مؤلف: احمد بن یوسف قرمانی (متوفی ۱۰۱۹ھ)؛ تحقیق: ڈاکٹر فہمی سعد اور ڈاکٹر احمد حطیط؛ سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء؛ ناشر: عالم الکتب، بیروت

۳٤۔ اخبار سید حمیری ،مطبوع در ذیل کتاب اخبار شعراء الشیعۃ

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی خراسانی (متوفی ۳۸۴ھ)؛ تحقیق: ڈاکٹر محمد ہادی امینی ؛سن اشاعت ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء؛ ناشر: شرکۃ الکتبی، بیروت

۳۵۔ اخبار الظراف والمتماجنین

مؤلف: عبد الرحمٰن بن علی بن محمد قرشی بغدادی معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)؛ اضافات وپیشکش: محمد بحر العلوم؛ ناشر: مکتبۂ حیدریہ، نجف اشرف

۳٦۔ اخبار مکۃ و ما جاء فیھا من الآثار

مؤلف: ابو الولید محمد بن عبداللہ بن احمد ازرقی (متوفی ۲۴۴ھ)؛ تحقیق: رشدی الصالح ملحس ؛سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار الاندلس، بیروت

۳۷۔ اختلاف الحدیث مطبوع در ذیل کتاب الام

مؤلف: محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۳۸۔ ادب الکاتب

مؤلف: ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کوفی دینوری (متوفی ۲۷۶ھ)، تحقیق: محمد یحیٰ الدین عبدالحمید

۳۹۔ الادب المفرد

مؤلف: محمد بن اسماعیل امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)، تحقیق: شیخ خالد عبدالرحمٰن العک، سن اشاعت: ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹۹۶ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۴۰۔ الاذکیاء

مؤلف: ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی قرشی بغدادی معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تحقیق: شیخ عبدالرحمٰن دیب الحلو، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: داراحیاء العلوم، بیروت

۴۱۔ الاربعین فی اصول الدین

مؤلف: محمد بن عمر رازی (متوفی ۶۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدر آباد دکن ھند

۴۲۔ الاربعین فی فضائل امیر المومنینؑ

مؤلف: امیر جمال الدین محدث ہروی (متوفی ۹۳۰ھ)، تحقیق: محمد حسن زبری، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: مجمع البحوث الاسلامیۃ، بیروت

۴۳۔ الارشاد

مؤلف: شیخ محمد بن محمد بن نعمان عکبری بگدادی معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ، ناشر: موسسہ آل البیت لاحیاء التراث قم

۴۴۔ الارشاد الی قواطع الادلہ فی اصول الاعتقاد

مؤلف: امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک جوینی (متوفی ۴۷۸ھ)، تحقیق: اسعد تمیم، سن اشاعت ۱۴۰۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسہ الکتب الثقافیۃ، بیروت

۴۵۔ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری

مؤلف: شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۴۶۔ ارشاد القلوب

مؤلف: حسن بن ابوالحسن محمد دیلمی از بزرگان قرن ہشتم، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ پہلا ایڈیشن، ناشر انتشارات رضی قم

۴۷۔ ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء

مؤلف: شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء، ناشر: سہیل اکیڈمی لاہور

۴۸۔ اسباب النزول

مؤلف: ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری (متوفی ۴۶۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۸ ہجری شمسی، ناشر: انتشارات رضی قم

۴۹۔ استبصار

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، ناشر: دارالکتب الاسلامیۃ تہران، تیسرا ایڈیشن

۵۰۔ استیعاب فی معرفۃ الاصحاب

مؤلف: ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ)، تحقیق: علی بن محمد بجاوی، ناشر: مطبعۃ نھضۃ مصر، قاہرہ

۵۱۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

مؤلف: ابوالحسن علی بن ابی اکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم معروف بہ ابن اثیر (متوفی ۶۳۰ھ)، تحقیق: محمد ابراہیم البنا اور محمد احمد عاشور اور محمود عبدالوهاب، ناشر: دار الشعب، قاہرہ

۵۲۔ اسعاف الراغبین فی سیرة المصطفی و فضائل اہل بیته الطاہرین مطبوع بر حاشیہ نور الابصار

مؤلف: شیخ محمد صبان (متوفی ۱۲۰۶ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیة اور دار احیاء التراث العربی، بیروت

۵۳۔ الاسماء والصفات

مؤلف: ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۵۴۔ اسنی المطالب فی احادیث مختلفة المراتب

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن درویش حوت بیروتی (متوفی ۱۲۷۶ھ)، ترتیب و پیشکش: شیخ عبدالرحمن بن محمد بن درویش حوت بیروتی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الفکر، بیروت

۵۵۔ اسنی المطالب فی مناقب سید نا علی بن ابی طالب

مؤلف: ابوالخیر شمس الدین محمد ابن محمد بن محمد جزری شافعی (متوفی (۸۳۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد ہادی امینی، ناشر: مطبعہ امیر المومنین اصفہان

۵۶۔ اسنی المطالب فی نجات ابی طالب

مؤلف: احمد زینی دحلان (متوفی ۱۳۰۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۵ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ ذات التحریر، مصر

۵۷۔ الاشباہ و النظائر فی النحو

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، نظر ثانی: ڈاکٹر فائز ترجینی، سن اشاعت: ۱۹۸۴ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۵۸۔ الاصابة فی تمیز الصحابة

مؤلف: شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۸ھ، پہلا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۵۹۔ اصل زید الزراد (کتاب الاصول الستة عشر)

سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: انتشارات دارالشبستری (مطبه مهدیه)

۶۰۔ الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار

مؤلف: ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی (متوفی ۵۸۴ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۸۹ء دوسرا ایڈیشن، قاہرہ، ناشر: جامعة الدراسات الاسلامية، پاکستان

۶۱۔ الاعتقادات فی دین الامامية

مؤلف: شیخ محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، تحقیق: غلام رضا مازندرانی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: المطبعة العلمية

۶۲۔ الاعلام

مؤلف: خیر الدین بن محمود بن محمد زرکلی (متوفی ۱۹۷۶ء)، سن اشاعت: ۱۹۸۴ء چھٹا ایڈیشن، ناشر: دارالعلم للملایین، بیروت

۶۳۔ الاعلام بوفيات الاعلام

مؤلف: محمد بن احمد ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: ریاض عبدالحمید اور عبدالجبار زکار، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دارالفکر المعاصر، بیروت

۶۴۔ اعلام العراق

مؤلف: محمد بہجت اثری، سن اشاعت: ۱۹۲۷ء، ناشر: مطبعہ سلفیہ، قاہرہ

۶۵۔ الاعلام فی کتاب معجم البلدان حموی

استخراج و تحقیق: عبدالحسین شبستری، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: داراحیاء التراث العربی

۶۶۔ اعلام الموقعين عن رب العالمين

مؤلف: شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن قیم جوزی (متوفی ۷۵۱ھ)، تحقیق: طہ عبدالرؤف سعد، ناشر: دار الجیل، بیروت

۶۷۔ اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشهباء (تاریخ حلب)

مؤلف: محمد راغب طباخ حلبی (متوفی ۱۳۷۰ھ)، تنقیح: محمد کمال، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار القلم العربی، حلب (شام)

۶۸۔ اعلام النبوة

مؤلف: ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی ۴۵۰ھ)، تحقیق: سعید محمد لحام، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء، ناشر: دار مکتبۃ الھلال، بیروت

۶۹۔ اعلام النساء فی عالمی العرب و الاسلام

مؤلف: محمد رضا کحالۃ، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، پانچواں ایڈیشن، ناشر: مؤسسہ الرسالۃ، بیروت

۷۰۔ اعلام الوری باعلام الهدیٰ

مؤلف: ابوعلی فضل بن حسن طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۷۱۔ اعیان الشیعة

مؤلف: محسن امین عاملی (متوفی ۱۹۵۲ء)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار التعارف، بیروت

۷۲۔ الاغانی

مؤلف: ابوالفرج اصفہانی (متوفی ۳۵۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

۷۳۔ الافادة و الاعتبار فی الامور المشاهدة و الحوادث المعاینة

مؤلف: عبداللطیف بن یوسف بن محمد بغدادی (متوفی ۶۲۹ھ)

۷۴۔ اقامة الحجة علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعة
مؤلف: ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ھندی (متوفی ۱۳۰۴ھ)، تحقیق: عبدالفتاح ابوغدہ، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء، ناشر: مکتب المطبوعات الاسلامیة، حلب

۷۵۔ اقبال الاعمال
مؤلف: ابوالقاسم علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاؤس (متوفی ۶۶۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۰ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب الاسلامیة، تہران

۷۶۔ الاکمال
مؤلف: علی بن ھبة اللہ ابی نصر بن ماکو (متوفی ۴۷۵ھ)، سن اشاعت: ۱۹۹۰ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت

۷۷۔ الاکمال
مؤلف: محمد بن علی بن حسن بن حمزہ شافعی (متوفی ۷۶۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعة الدراسات الاسلامیة، کراچی

۷۸۔ التقاط الدرر
مؤلف: محمد بن طیب قادری (متوفی ۱۱۸۷ھ)، تحقیق: ہاشم علوی قاسمی، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دارالآفاق الجدیدہ، بیروت

۷۹۔ الف باء
مؤلف: ابوالحجاج یوسف بن محمد بلوی (متوفی ۶۰۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: عالم الکتب، بیروت

۸۰۔ الفیة السیوطی فی علم الحدیث
مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تصحیح وشرح: احمد محمد شاکر، ناشر: دارالمعرفة

،بیروت

۸۱۔ الام

مؤلف: محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ)، تصحیح: محمد زہری نجار، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۸۲۔ الامالی

مؤلف: ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۳۔ امالی

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، تحقیق: گروہ محققین، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسہ بعثت، قم

۸۵۔ امالی محاملی

مؤلف: حسین بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن سعید محاملی بغدادی (متوفی ۳۳۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر ابراہیم قیسی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دار ابن القیم، المکتبۃ الاسلامیۃ، عمان

۸۶۔ امالی مرتضی

مؤلف: ابوالقاسم علی بن الحسین موسوی معروف بہ شریف مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: آفسٹ داراحیاء الکتب العربیۃ

۸۷۔ الامام علی بن ابی طالب

مؤلف: محمد رضا (متوفی ۱۳۶۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۸ھ، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، آفسٹ از طبع قاہرہ

۸۸۔ امام علی بن ابی طالب (مجموعہ کامل)

مؤلف: عبدالفتاح عبدالمقصود، ناشر: دارمکتبۃ التربیۃ ومکتبۃ العرفان، بیروت

۸۹۔الامامۃ و السیاسۃ

مؤلف: ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (متوفی ۲۷۶ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۹۰۔ امتاع الاسماع

مؤلف: احمد بن علی مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ)، سن اشاعت: ۱۹۴۱ء، ناشر: مطبعۃ لجنۃ التالیف الترجمۃ والنشر، قاہرہ

۹۱۔ الامتاع و المؤانسۃ

مؤلف: ابوحیان توحیدی (متوفی ۳۸۰ھ)، تحقیق: احمد امین اور احمد ازین، ناشر: دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت

۹۲۔ امل الآمل

مؤلف: محمد بن حسن معروف بہ شیخ حر عاملی (متوفی ۱۱۰۴ھ)، تحقیق: سید احمد حسینی، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ، ناشر: دارالکتاب الاسلامی، آفسٹ از مطبعۃ الآداب، نجف اشرف

۹۳۔ املاء مامن بہ الرحمن

مؤلف: محب الدین عبداللہ بن حسین عکبری (متوفی ۶۱۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۹ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ البابی، مصر

۹۴۔ الامم لایقاظ الھمم

مؤلف: شیخ ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین کردی کورانی مدنی (متوفی ۱۱۰۲ھ)، ناشر: مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد ھند

۹۵۔ الاموال

مؤلف: ابوعبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ)، تحقیق: محمد خلیل ہراس، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۹۶۔ انباء نجباء الانباء

مؤلف: ابو ہاشم محمد بن محمد بن ظفر صقلی مکی (متوفی ۵۶۵ھ)، ناشر: مصطفی القبانی و سید محمد ہاشم کتبی

۹۷۔ ابناه الرواة علی انباه النحاة

مؤلف: ابوالحسن علی بن یوسف قفطی (متوفی ۶۴۶ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء، ناشر: دارالکتب المصریۃ، قاہرہ

۹۸۔ الانتصار

مؤلف: ابوالقاسم علی بن الحسین موسوی معروف بہ شریف مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء، ناشر: انتشارات رضی قم، آفسٹ از مطبعۂ حیدریہ، نجف اشرف

۹۹۔ الانتصار

مؤلف: عبدالرحیم بن محمد بن عثمان الخیاط معتزلی (متوفی تقریباً ۳۰۰ھ)، نظر ثانی: محمد حجازی، ناشر: مکتبۃ الثقافۃ الدینیہ، قاہرہ

۱۰۰۔ الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، مالک و الشافعی و ابی حنیفۃ

مؤلف: ابوعمر یوسف بن عبدالبر نمری قرطبی (متوفی ۴۶۳ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۱۰۱۔ الانساب

مؤلف: ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی (متوفی ۵۶۲ھ)، تحقیق: عبداللہ عمر بارودی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالجنان، بیروت

یہی کتاب عبدالرحمن بن یحیی یمانی کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں نشر محمد امین دمج، بیروت نے زیور طبع سے آراستہ کی ہے۔

۱۰۲۔ انساب الاشراف

مؤلف: احمد بن یحیی بن جابر بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ)، تحقیق: شیخ باقری محمودی، ناشر: موسسہ اعلمی، بیروت

۱۰۳۔انصاف عثمان
مؤلف: محمد احمد جاد المولی بک (متوفی ۱۹۴۴ء)، سن اشاعت: ۱۹۴۴ء، ناشر: مطبعۃ المعارف بمصر

۱۰۴۔ الانوار لاعمال الابرار
مؤلف: یوسف اردبیلی (متوفی ۷۷۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء، ناشر: مطبعۃ الجمالیۃ، مصر

۱۰۵۔ انوار البدرین
مؤلف: شیخ علی بلادی بحرانی (متوفی ۱۳۴۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ، ناشر: انتشارات کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم

۱۰۶۔ انوار الربیع فی انواع البدیع
مؤلف: سید علی صدر الدین بن معصوم مدنی (متوفی ۱۱۲۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ النعمان، نجف اشرف

۱۰۷۔ الانوار النعمانیۃ
مؤلف سید نعمۃ اللہ موسوی جزائری (متوفی ۱۱۱۲ھ)، ناشر: تبریز، ایران

۱۰۸۔ الاوائل
مؤلف: حسن بن عبد بن سہل عسکری (متوفی بعداز ۳۹۵ھ)، سال اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۰۹۔اوائل المقالات
مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن محمد بن نعمان عکبری بغدادی معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، ناشر: انتشارات داوری، قم

۱۱۰۔ ایضاح الاشتباہ

مؤلف: ابو منصور حسن بن یوسف بن مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۱۱۱۔ ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون

مؤلف: اسماعیل پاشا ابن محمد امین بن میر سلیم بابانی بغدادی (متوفی ۱۳۳۹ھ)، سن اشاعت: ۱۹۴۱ھ، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت آفسٹ از طبع استنبول

۱۱۲۔ ایقاظ ھمم اولی الابصار

مؤلف: صالح بن محمد بن نوح عمری وفلاتی (متوفی ۱۲۱۸ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۱۱۳۔ ایمان ابی طالب معروف بہ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابیطالب

مؤلف: شمس الدین ابوعلی فخار بن معد موسوی (متوفی ۶۳۰ھ)، تحقیق: سید محمد بحر العلوم، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: مکتبۃ سید الشھداء، قم

۱۱۴۔ البابلیات

مؤلف: شیخ محمد علی یعقوبی (متوفی ۱۳۸۵ھ)، ناشر: آفسٹ دارالبیان، قم

۱۱۵۔ البارع فی اللغۃ

مؤلف: ابوعلی اسماعیل بن قاسم قالی (متوفی ۳۵۶ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالحضارۃ العربیۃ، بیروت

۱۱۶۔ بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطھار

مؤلف: شیخ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء تیسرا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۱۱۷۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق

مؤلف: شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد مصری حنفی معروف بہ ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ)، ناشر: المکتبۃ الرشیدیۃ، پاکستان

۱۱۸۔ البحر الزخار الجامع لمذاهب علماء الامصار

مؤلف: احمد بن یحی بن مرتضی (متوفی ۸۴۰ھ)، ناشر: دار الکتاب الاسلامی، قاہرہ

۱۱۹۔ البحر المحیط (تفسیر ابی حیان)

مؤلف: محمد بن یوسف بن علی بن حیان اندلسی معروف بہ ابن حیان (متوفی ۷۵۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۱۲۰۔ البدء والتاریخ

مؤلف: مطہر بن طاہر مقدسی (متوفی ۵۰۷ھ)، ناشر: مکتبۃ الثقافۃ الاسلامیۃ، قاہرہ

۱۲۱۔ بدائع البدایۃ، مطبوع بر حاشیہ کتاب شوا ھد التلخیص

مؤلف: علی بن ظافر بن حسین الفقیہ الوزیر (متوفی ۶۲۳ھ)

۱۲۲۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع

مولف: علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاشانی حنفی ملقب بہ ملک العلماء (متوفی ۵۸۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتبۃ الحبیبیۃ، پاکستان

۱۲۳۔ بدایۃ المجتھد و نھایۃ المقصد

مؤلف: محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد قرطبی (متوفی ۵۹۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: آفسٹ انتشارات رضی، قم

۱۲۴۔ البدایۃ والنھایۃ

مؤلف: عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: دار احیاء التراث العربی

۱۲۵۔ البدر الطالع

مؤلف: محمد بن علی شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۸ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ السعادۃ، قاہرہ

۱۲۶۔البرهان فی علوم القرآن

مؤلف: محمد بن عبداللہ زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ)، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتبۃ العصریۃ، بیروت

۱۲۷۔ بشارة المصطفى لشيعة المرتضى

مؤلف: ابوجعفر محمد بن ابی القاسم محمد بن علی طبری (متوفی ۵۲۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء، دوسرا ایڈیشن، ناشر: المکتبۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۱۲۸۔ بصائر الدرجات

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن بن فروخ صفار قمی (متوفی ۲۹۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

۱۲۹۔بغية الراغبين فی سلسلة آل شرف الدين

مؤلف: عبدالحسین شرف الدین (متوفی ۱۳۷۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: الدراسات الاسلامیۃ، بیروت

۱۳۰۔ بغية الطالب فی تاريخ الحلب

مؤلف: ابن العدیم عمر بن احمد ابی جرادۃ (متوفی ۶۶۰ھ)، تحقیق: سہیل زکار، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء

۱۳۱۔ بغية الوعاة فی طبقات اللغويين و النحاة

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۱۳۲۔ بلاغات النساء

مؤلف: احمد بن ابی طاہر طیفور (متوفی ۲۸۰ھ)، ناشر: انتشارات رضی، قم

۱۳۳۔البلدان

مؤلف: احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن واضح الکاتب معروف بہ یعقوبی (متوفی بعد از ۲۹۲ھ)، ناشر: المکتبۃ المرتضویۃ، نجف اشرف

۱۳۴۔ بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب

مؤلف: محمود شکری آلوسی بغدادی (متوفی ۱۳۴۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء، ناشر: المطبعۃ الرحمانیۃ، مصر

۱۳۵۔ بهجة المحافل و بغية الاماثل

مؤلف: عماد الدین یحیی بن ابی بکر عامری (متوفی ۸۹۳ھ)، ناشر: المکتبۃ العلمیۃ، مدینہ منورہ

۱۳۶۔ بهجة النفوس

مؤلف: عبد اللہ بن ابی حمزہ ازدی اندلسی (متوفی ۶۹۹ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۲ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الجیل، بیروت

۱۳۷۔ البيان فی اخبار المهدی صاحب الزمان

مؤلف: محمد بن یوسف گنجی (متوفی ۶۵۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ در بیروت

۱۳۸۔ البيان والتبيين

مؤلف: ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار و مکتبۃ الھلال، بیروت

۱۳۹۔ البيان والتعريف فی اسباب ورود الحديث الشريف

مؤلف: ابراہیم بن محمد بن کمال الدین معروف بہ ابن حمزہ حنفی حسینی دمشقی (متوفی ۱۱۲۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ در بیروت، پہلا ایڈیشن

۱۴۰۔ تاج التراجم فی صنف من الحنفية

مؤلف: ابو العدل قاسم بن قطلو بغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)، تحقیق: ابراہیم صالح، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دار المامون للتراث، بیروت

۱۴۱۔ تاج التفاسیر

مؤلف: محمد عثمان محمد ابی بکر کی (متوفی ۱۲۶۸ھ)

۱۴۲۔ التاج الجامع للاصول فی احادیث الرسول

مؤلف: منصور علی ناصف (متوفی ۱۹۵۱ء)، سن اشاعت: ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء، تیسرا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۱۴۳۔ تاج العروس من جواهر القاموس

مؤلف: محب الدین ابی الفیض محمد مرتضی حسینی واسطی زبیدی حنفی، سن اشاعت: ۱۳۰۶ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت آفسٹ از مطبعۃ الخیریۃ، مصر

۱۴۴۔ التاج فی اخلاق الملوك

مؤلف: ابوعثمان عمرو بن بحر بن محبوب جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، تحقیق: المحامی فوزی عطوی، سن اشاعت: ۱۹۸۰ء، ناشر: دار صعب، بیروت

۱۴۵۔ التاریخ

مؤلف: ابوزکریا یحیی بن معین (متوفی ۲۳۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر احمد نور سیف، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: مرکز البحث العلمی واحیاء التراث الاسلامی، مکۃ المکرمۃ

۱۴۶۔ تاریخ آداب اللغة العربية، مطبوع ضمن مؤلفات جرجی زیدان

مؤلف: جرجی زیدان (متوفی ۱۹۱۴ء)، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء، ناشر: دارالجیل، بیروت

۱۴۷۔ تاریخ آل محمد

مؤلف: بہلول بہجت آفندی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، ناشر: مطبعۂ امیر، تبریز

۱۴۸۔ تاریخ ابن خلدون

مؤلف: عبدالرحمٰن بن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ)، نظر ثانی: سہیل زکار، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ

مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

١٤٩۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر الاعلام

مؤلف: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عمر عبدالسلام تدمری، سن اشاعت ۱۹۹۰ء تیسرا ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

١٥٠ تاریخ اسماء الثقات

مؤلف: عمر بن احمد بن عثمان معروف بہ ابن شاہین (متوفی ۳۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

١٥١ تاریخ بغداد

مؤلف: ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

١٥٢۔ تاریخ الامم و الملوک (تاریخ طبری)

مؤلف: ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دارالتراث، بیروت

١٥٣۔ تاریخ التراث العربی

مؤلف: فؤاد سرگین، مترجم عربی: ڈاکٹر عرفہ مصطفیٰ، نظر ثانی: ڈاکٹر محمود حجازی اور سعید عبدالکریم، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: آفسٹ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

١٥٤۔ تاریخ تمدن اسلامی، مطبوع ضمن مؤلفات جرجی زیدان

مؤلف: جرجی زیدان (متوفی ۱۹۱۴ھ)، سن اشاعت ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء، ناشر: دارالجیل، بیروت

١٥٥۔ تاریخ الثقات

مؤلف: ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی (متوفی ۲۶۱ھ)، ترتیب: نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ)، سن اشاعت ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۴ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب

العلمیۃ، بیروت

۱۵۶۔ تاریخ الحکماء من کتاب اخبار العلماء باخبار الحکماء

مؤلف: جمال الدین ابی الحسن علی بن یوسف قفطی (متوفی ۶۴۶ھ)، ناشر: مکتبۃ المثنی، بغداد

۱۵۷۔ تاریخ الخلفاء

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، ناشر: دارالفکر، بیروت

۱۵۸۔ تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس

مؤلف: حسین بن محمد بن حسن دیار بکری (متوفی ۹۶۶ھ)، ناشر: موسسہ شعبان، بیروت

۱۵۹۔ التاریخ الصغیر

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل معروف بہ امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۱۶۰۔ تاریخ طبرستان

مؤلف: بہاء الدین محمد بن حسن، تصحیح: عباس اقبال، سن اشاعت: ۱۳۲۰ ہجری شمسی

۱۶۱۔ تاریخ العراق بین احتلالین

مؤلف: عباس عزاوی (متوفی ۱۳۹۱ھ)، سن اشاعت: ۱۹۳۵ء)، ناشر: مطبعہ بغداد

۱۶۲۔ تاریخ عمر بن الخطاب (سیرۃ عمر)

مؤلف: جمال الدین ابی الفرج عبدالرحمن بن علی ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سن اشاعت ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دارالرائد العربی، بیروت

۱۶۳۔ التاریخ الکبیر

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دارالفکر بیروت، آفسٹ از دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدرآباد دکن

۱۶۴۔ تاریخ المدینہ

مؤلف: عمر بن شبۃ نمیری بصری (متوفی ۲۶۲ھ)، تحقیق: فہیم محمد شلتوت، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: آفسٹ دارالفکر، قم

۱۶۵۔ تاریخ مدینة دمشق (تاریخ ابن عساکر)

مؤلف: ابوالقاسم علی بن الحسین بن هبة الله شافعی معروف بہ ابن عساکر (متوفی ۵۷۳ھ)، ناشر: دارالبشیر، دمشق، آفسٹ از نسخہ کتب خانہ ظاہریہ دمشق

۱۶۶۔ تاریخ مزار شریف واقع بلخ

مؤلف: نور محمد کہگدائی، ناشر: نشر نعمانی، مکتبہ کابل، افغانستان

۱۶۷۔ تاریخ مصر الحدیث، مطبوع درضمن مؤلفات جرجی زیدان

مؤلف: جرجی زیدان (متوفی ۱۹۱۴ء)، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء، ناشر: دارالجیل، بیروت

۱۶۸۔ تاریخ نگارستان

مؤلف: احمد بن محمد غفاری کاشانی (متوفی ۹۷۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبہ حافظ، تہران

۱۶۹۔ تاریخ نیشاپور المنتخب من السیاق

مؤلف: عبدالغافر بن اسماعیل فارسی (متوفی ۵۲۹ھ)، انتخاب: ابراہیم بن محمد بن از ہر صریفینی (متوفی ۶۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۱۷۰۔ تاریخ واسط

مؤلف: اسلم بن سہل رزاز واسطی معروف بہ بحشل (متوفی ۲۹۲ھ)، تحقیق: کورگیس عواد، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء، ناشر: مطبعة المعارف، بغداد

۱۷۱۔ تاریخ یعقوبی

مؤلف: احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن جعفر بن وھب بن واضح معروف بہ یعقوبی (متوفی ۲۹۲ھ

، ناشر: دار صادر، بیروت

۱۷۲۔ تاسيس الشيعة الكرام لعلوم الاسلام

مؤلف: سید حسن الصدر، ناشر: مکتبۃ الاعلمی، آفسٹ از شرکۃ النشر والطباعۃ العراقیۃ المحدودہ

۱۷۳۔ تاويل مختلف الحديث فی الرد علی اعداء اہل الحديث

مؤلف: ابومحمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ دینوری (متوفی ۲۷۶ھ)، تحقیق: عبدالقادر احمد عطا، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعہ احسان، قاہرہ

۱۳۴۶ھ میں یہی کتاب طبعۃ القدسی مصر سے چھپی اور ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں محمد زہر نجار کی تحقیق کے ساتھ طبعہ القاہرہ سے شائع ہوئی۔

۱۷۴۔ تبصرة العوام

مؤلف: ابوتراب المرتضیٰ ابن الداعی رازی (۵۲۵ھ میں زندہ تھے)۔

۱۷۵۔ تبصرة المبتدی

مؤلف: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)

اس کتاب کا عکسی نسخہ کتاب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم میں موجود ہے۔

۱۷۶۔ تبصير المنتسبة فی تحری المشتبة

مؤلف: احمد بن علی حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، تحقیق: محمد علی نجار، سن اشاعت: ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۴ء، ناشر: الموسسۃ المصریۃ

۱۷۷۔ التبيان فی تفسير القرآن

مؤلف: محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۱۷۸۔ تبييض الصحيفة فی مناقب الامام ابی حنيفة

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد دکن ھند

۱۷۹۔ تتمة المختصر فی اخبار البشر (تاریخ ابن الوردی)

مؤلف : زین الدین عمر بن مظفر ابن الوردی (متوفی ۷۴۹ھ)، تحقیق : احمد رفعت بدراوی ، ناشر : دارالمعرفۃ ، بیروت

۱۸۰۔ تجارب السلف

مؤلف : ہندوشاہ بن سنجر بن عبداللہ صاحبی نخجوانی (۷۳۰ھ میں زندہ تھے)، تصحیح : عباس اقبال، سن اشاعت : ۱۳۵۷ ہجری شمسی، تیسرا ایڈیشن، ناشر : مکتبہ طہوری، تہران

۱۸۱۔ تجرید اسماء الصحابة

مؤلف : شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تصحیح : صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، سن اشاعت : ۱۹٦۹ء، ناشر : شرف الدین کتبی ممبئی ھند

۱۸۲۔ تحریر الاحکام

مؤلف : حسن بن یوسف بن علی مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲٦ھ)، ناشر : مؤسسۃ آل البیت

۱۸۳۔ التحریر الطائوس

مؤلف : الشیخ حسن بن زین الدین عاملی (متوفی ۱۰۱۱ھ)، تحقیق : فاضل الجواہری، سن اشاعت : ۱۴۱۱ھ پہلا ایڈیشن، ناشر : سیدالشہداء، قم

۱۸۴۔ تحزیر الخواص من اکاذیب القصاص

مؤلف : جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت : ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء دوسرا ایڈیشن، ناشر : المکتب الاسلامی، بیروت

۱۸۵۔ تحصیل عین الذهب

مؤلف : یوسف بن سلیمان بن عیسیٰ شنتمری (متوفی ۴۷٦ھ) ، سن اشاعت : ۱۳۱٦ھ ، ناشر : المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ، بولاق، مصر

۱۸۶۔ تحفه اثنا عشریه

مؤلف: شاہ عبدالعزیز دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ، چوتھا ایڈیشن، ناشر: سہیل اکیڈمی، لاہور

۱۸۷۔ تحفة الاحباب و بغية الطلاب

مؤلف: نورالدین علی بن احمد بن عمر سخاوی (متوفی بعد از ۸۸۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء

۱۸۸۔ تحفة الاشراف فی معرفة الاطراف

مؤلف: جمال الدین بن الحجاج مزی (متوفی ۷۴۲ھ)، تحقیق: عبدالصمد شرف الدین، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، دوسرا ایڈیشن، ناشر: آفسٹ المکتب الاسلامی، بیروت

۱۸۹۔ تحقیق النصرة بتلخیص معالم دار الهجرة

مؤلف: زین الدین ابی الحسن بن الحسین ابن عمر (مرتوفی ۸۱۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء، ناشر: المکتبۃ العلمیۃ، مدینۂ منورہ

۱۹۰۔ التدوین فی اخبار قزوین

مؤلف: عبدالکریم بن محمد رافعی قزوینی (متوفی ۶۲۳ھ)، تحقیق: شیخ عزیز اللہ عطاردی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۱۹۱۔ التذکار فی افضل الاذکار

مؤلف: محمد بن احمد قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ)، تحقیق: سید احمد بن محمد بن صدیق غماری، سن اشاعت: ۱۳۵۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: محمد امین خانجی

۱۹۲۔ تذکرة الحزین

مؤلف: شیخ محمد بن علی حزین (متوفی ۱۱۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۂ تائید، اصفہان

۱۹۳۔ تذکرۃ الحفاظ

مؤلف: شمس الدین محمد ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۴ھ، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت آفسٹ از مکتبۃ الحرم المکی، مکہ

۱۹۴۔ تذکرۃ الخواص

مؤلف: یوسف بن قزغلی بن عبداللہ بغدادی معروف بہ سبط ابن جوزی (متوفی ۶۵۴ھ)، ناشر: مکتبۃ نینوی الحدیثۃ، تہران

۱۹۵۔ تذکرۃ الشعراء (تذکرہ نصیرآبادی)

مؤلف: میرزا محمد طاہر نصیرآبادی اصفہانی (از بزرگان قرن ۱۲)، سن اشاعت: ۱۳۱۷ ہجری شمسی، ناشر: مکتبۂ فروغی، مطبعہ ارمغان، تہران

۱۹۶۔ التذکرۃ فی احوال الموتی و الآخرۃ

مؤلف: محمد بن احمد قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ)، ناشر: دار الحدیث، مصر، پہلا ایڈیشن

۱۹۷۔ تذکرۃ الموضوعات

مؤلف: ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد مقدسی (متوفی ۵۰۷ھ)، تحقیق: سید محمد امین، سن اشاعت: ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء، دوسرا ایڈیشن، ناشر: المطبعۃ المحمودیۃ التجاریۃ بالازہر، مصر

۱۹۸۔ الترغیب و الترهیب من الحدیث الشریف

مؤلف: ذکی الدین عبدالعظیم منذری (متوفی ۶۵۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الفکر للطباعۃ، بیروت

۱۹۹۔ تزئین الاسواق فی اخبار العشاق

مؤلف: داؤد بن عمر بصیر انطاکی (متوفی ۱۰۰۸ھ)، ناشر: دار و مکتبۃ الھلال، بیروت

۲۰۰۔ التسهیل لعلوم التنزیل

مؤلف: محمد بن احمد جزی کلبی (متوفی ۷۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، چوتھا

ایڈیشن، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۲۰۱۔ تطهير الجنان واللسان

مولف: احمد بن حجر ھیتمی مکی (متوفی ۹۷۴ھ)، تحقیق: عبدالوھاب عبداللطیف، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء، دوسرا ایڈیشن، ناشر: شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ، مکتبۃ القاھرہ، مصر

۲۰۲۔ تعجيل المنفعة بزوائد رجال الا ئمة الا ربعة

مولف: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۲۰۳۔ التعظيم والمنة

مولف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد، ھند

۲۰۴۔ تفسير ابن كثير

مولف: ابوالفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دار الفکر للطباعۃ القاھرہ

۲۰۵۔ تفسير ابى السعو د

مولف: ابوالسعود محمد بن محمد عماری (متوفی ۹۵۱ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۰۶۔ تفسير ابو الفتو ح رازى

مولف: جمال الدین حسین بن محمد خزاعی رازی نیشاپوری (از بزرگان قرن ششم)، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ

۲۰۷۔ تفسير بغوى (معا لم التنزيل)

مؤلف: حسین بن مسعود فراء بغوی (متوفی ۵۱۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۲۰۸۔ تفسير بيضا وى

مؤلف: عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی (متوفی ۶۹۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۲۰۹۔ تفسیر جلالین

مؤلفین: جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، جلال الدین المحلی (متوفی ۸۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۲۱۰۔ تفسیر خازن (لباب التاویل فی معانی التنزیل)

مؤلف: علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی (متوفی ۷۴۱ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۲۱۱۔ تفسیر روح البیان

مؤلف: اسماعیل حقی بروسوی (متوفی ۱۱۳۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء ساتواں ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۲۱۲۔ تفسیر عیاشی

مؤلف: محمد بن مسعود بن عیاشی سلمی سمرقندی (متوفی ۳۲۰ھ)، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ، تہران

۲۱۳۔ تفسیر فرات کوفی

مؤلف: فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی (از بزگان قرن سوم و چہارم)، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۲۱۴۔ تفسیر القرآن العظیم

مؤلف: ابن ابی حاتم رازی عبدالرحمٰن (متوفی ۳۲۷ھ)، تحقیق: ڈاکٹر احمد عبداللہ عمادی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ، ناشر مکتبۃ الدار، المدینۃ المنورۃ و دارطیبۃ، ریاض

۲۱۵۔ تفسیر قمی

مؤلف: علی بن ابراہیم قمی (از بزگان قرن سوم و چہارم)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: دار الکتاب، قم

۲۱۶۔ التفسیر الکبیر (تفسیر رازی)

مؤلف: فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۱۷۔ تفسیر ماوردی (النکت والعیون)

مؤلف: ابو الحسن علی بن حبیب ماوردی (متوفی ۴۵۰ھ)، تحقیق: عبد المقصود عبد الرحیم، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۱۸۔ تفسیر المنار

مؤلفین: شیخ محمد عبدہ (متوفی ۱۳۲۳ھ)، محمد رشید رضا (متوفی ۱۳۵۴ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۲۱۹۔ تفسیر نسفی

مولف: عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی (متوفی ۷۱۰ھ)، ناشر: دار الفکر، بیروت

۲۲۰۔ تقریب التهذیب

مؤلف: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۲۲۱۔ تقویۃ الایمان بردّ تزکیۃ ابن ابی سفیان

مؤلف: محمد بن عقیل بن عبد اللہ علوی حسینی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء، ناشر المکتبۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۲۲۲۔ تقویم المحسنین

مؤلف: ملا محسن فیض کاشانی (متوفی ۱۰۹۱ھ)، ناشر: دار السلطنت، تبریز

۲۲۳۔ تکملۃ الاکمال

مؤلف: محمد بن عبد الغنی بن نقطۃ البغدادی (متوفی ۶۲۹ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبد القیوم عبد رب النبی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر جامعۃ ام القری، مکہ مکرمہ

۲۲۴۔تکملة امل الآمل
مؤلف: سید حسن صد (متوفی ۱۳۵۴ھ)، تحقیق: سید احمد حسینی ،سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

۲۲۵۔تکملة الرجال
مؤلف: شیخ عبدالنبی کاظمی (متوفی ۱۳۵۶ھ)، تحقیق: محمد صادق بحرالعلوم، ناشر: مطبعۃ الآداب، نجف اشرف

۲۲۶۔التکملة لوفیات النقلة
مولف: عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری (متوفی ۶۵۶ھ)، تحقیق: ڈاکٹر بشارت عواد معروف، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۲۲۷۔ تلبیس ابلیس (نقد العلم والعلماء)
مؤلف: ابوالفرج ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سن اشاعت: ۱۹۴۰ء، ناشر: مکتبۃ التحریر بغداد، آفسٹ از مکتبۃ المتنبی القاہرہ

۲۲۸۔ التلخیص ، مطبوع بر حاشیه المستدرک علی الصحیحین
مؤلف: شمس الدین ابوعبداللہ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء، پہلا ایڈیشن

۲۲۹۔ تلخیص الجیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر
مؤلف: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، تحقیق: عبداللہ ہاشم یمانی مدنی، سن اشاعت: ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء، ناشر: مدینہ منورہ

۲۳۰۔ تلخیص المتشابة فی الرسم
مؤلف: احمد بن علی ابوبکر خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)، سن اشاعت: ۱۹۸۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار طلاس، دمشق

۲۳۱۔ تلخیص مجمع الآداب

مؤلف: عبدالرزاق بن احمد معروف بہ ابن فوطی (متوفی ۷۲۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر مصطفیٰ جواد، سن اشاعت: ۱۹۶۷ء، ناشر وزارۃ الثقافۃ، دمشق

۲۳۲۔ تمام المتون فی شرح رسالۃ ابن زیدون

مؤلف: خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۴ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء، ناشر: دارالفکر العربی، بیروت

۲۳۳۔ التمهید فی اصو ل الدین

مؤلف: ابوبکر محمد بن طیب باقلانی (متوفی ۴۰۳ھ)، ناشر: دارالفکر العربی، القاہرہ

۲۳٤۔ التمهید فی بیان التو حید

مؤلف: ابوشکور محمد بن عبدالسعید کشی حنفی، ناشر: دارالکتب النعمانیۃ، کابل افغانستان۔ دوسرا ایڈیشن

۲۳۵۔ تمییز الطیب من الخبیث

مؤلف: عبدالرحمٰن بن علی شیبانی ابن الربیع (متوفی ۹۴۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء تیسرا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۲۳٦۔ التنبیه والا شراف

مؤلف: ابوالحسن علی بن الحسین مسعودی (متوفی ۳۴۵ھ)، تحقیق: عبداللہ اسماعیل، سن اشاعت: ۱۳۵۷ھ، ناشر: دارالصاوی، قاہرہ

۲۳۷۔ التنبیه والرد علی اهل الا هو اء والبدع

مؤلف: محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن ملطی (متوفی ۳۷۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء، ناشر: مکتبۃ المثنی بغداد، مکتبۃ المعارف، بیرورت

۲۳۸۔ تنزیل الآیا ت علی الشو اهد (شرح شوا هد الکشا ف)

مؤلف: محب الدین محمد بن ابی بکر بن داؤد آفندی (متوفی ۱۰۱٦ھ)، ناشر: مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ

البابی الحلبی، مصر

۲۳۹۔ تنزیل القرآن

مؤلف: الزہری، سن اشاعت: ۱۹۶۳ء، ناشر: صلاح الدین المنجد، بیروت

۲۴۰۔ تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعة الموضوعة

مؤلف: علی بن محمد بن عراق الکنانی (متوفی ۹۶۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء

دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت

۲۴۱۔ تنقیح المقال فی علم الرجال

مؤلف: عبداللہ بن محمد حسن مامقانی (متوفی ۱۳۵۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ، ناشر: المطبعة المرتضویة، نجف اشرف

۲۴۲۔ تنویر الحوالک فی شرح موطا مالک

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، ناشر: دار الندوة الجدید، بیروت

۲۴۳۔ تنویر المقابس من تفسیر ابن عباس

مؤلف: محمد بن یعقوب فیروز آبادی شافعی (متوفی ۸۱۷ھ)، ناشر: مطبعة الاستقامة، قاہرہ

۲۴۴۔ تہذیب الآثار

مؤلف: محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تحقیق: محمود محمد شاکر، ناشر: مطبعة المدنی، قاہرہ

۲۴۵۔ تہذیب الاحکام

مؤلف: شیخ الطائفہ ابو جعفر شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، ناشر: دار الکتب الاسلامیة، تہران

۲۴۶۔ تہذیب الاسماء واللغات

مؤلف: ابوزکریا محیی الدین بن شرف نووی (متوفی ۶۷۶ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت

۲۴۷۔ تہذیب تاریخ دمشق الکبیر

مؤلف: شیخ عبدالقادر بن بدران (متوفی ۱۳۴۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ تیسرا ایڈیشن،

ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۲۴۸۔ تهذیب التهذیب

مؤلف: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۲۴۹۔ تهذیب الکامل فی اللغة والادب

مؤلف: السباعی بیومی، سن اشاعت: ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء، ناشر: مطبعة السعادة، مصر

۲۵۰۔ تهذیب الکمال فی اسماء الرجال

مؤلف: جمال الدین ابی الحجاج مزی (متوفی ۷۴۲ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عواد معروف، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت

۲۵۱۔ تهذیب المقال فی تنقیح کتاب الرجال

مؤلف: محمد بن علی موحد الابطحی اصفہانی

۲۵۲۔ توضیح الاشتباه والاشکال

مؤلف: محمد علی ساروی (۱۱۹۳ھ میں حیات سے تھے)، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ، ناشر: انتشارات دانشگاہ، تہران

۲۵۳۔ توضیح المشتبه

مؤلف: محمد بن عبداللہ بن محمد قیس معروف بہ ابن ناصر (متوفی ۸۴۲ھ)، تحقیق: محمد نعیم عرقسوسی، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت

۲۵۴۔ التیسیر بشرح الجامع الصغیر

مؤلف: عبدالرؤف مناوی (متوفی ۱۰۳۱ھ)، سن اشاعت: ۱۲۸۶ھ، ناشر: دارالطباعة، مصر

۲۵۵۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول

مؤلف: عبدالرحمٰن بن علی معروف بہ ابن الدیبع (متوفی ۹۴۴ھ)، ناشر: دارالفکر، بیروت

۲۵۶۔ الغور الباسمة

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: محمد سعید طریحی ، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مرکز الدراسات والبحوث الاسلامیة، بیروت

۲۵۷۔ الثقات

مؤلف: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم تمیمی البستی (متوفی ۳۵۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء، ناشر: دارالفکر بیروت، آفسٹ از مجلس دائرة المعارف العثمانیة حیدرآباد، ھند

۲۵۸۔ ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب

مؤلف: ابومنصور عبدالملک بن محمد بن اسماعیل ثعالبی نیشاپوری (متوفی ۴۲۹ھ)، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، ناشر: دارالمعارف، قاہرہ

۲۵۹۔ ثمرات الاوراق

مؤلف: ابوبکر بن علی بن عبداللہ حموی، تقی الدین معروف بہ ابن حجة (متوفی ۷۳۷ھ)، ناشر: مکتبة الخانجی، مصر، پہلا ایڈیشن

۲۶۰۔ ثواب الاعمال و عقاب الاعمال

مؤلف: شیخ صدوق محمد بن جعفر بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ قمی (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۸ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: انتشارات رضی قم

۲۶۱۔جامع الاحادیث

مولف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، جمع آوری وترتیب: عباس احمد صقر اور احمد عبدالجواد، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: مکتب البحوث والدراسات فی دارالفکر، بیروت

۲۶۲۔ جامع الاصول من احادیث الرسول

مولف: ابوالسعادات مبارک بن محمد ابن الجزری (متوفی ۶۰۶ھ)، محمد حامد الفقی، سن اشاعت

:۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۲۶۳ ـ جامع بیان العلم و فضله

مؤلف: ابوعمر یوسف بن عبدالبر قرطبی (متوفی ۴۶۳ھ)، تعلیم و پیشکش: محمد عبدالقادر احمد عطا ،
سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۵ء، ناشر: مؤسسہ الکتب الثقافۃ، بیروت

۲۶۴ ـ جامع البیان عن تاویل آی القرآن

مؤلف: ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۲۶۵ ـ جامع الشواهد

مولف: محمد بن علی اردبیلی (متوفی ۱۱۰۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۱ھ ہجری شمسی، ناشر: مطبعہ رنگین، قم

۲۶۶ ـ جامع الشواهد

مؤلف: مولی محمد باقر شریف، ناشر: انتشارات فیروز آبادی، قم

۲۶۷ ـ الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) ، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۲۶۸ ـ الجامع فی الرجال

مؤلف: موسیٰ زنجانی ، سن اشاعت: ۱۳۹۴ھ در قم

۲۶۹ ـ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی)

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۲۷۰ ـ الجامع المختصر فی عنوان التواریخ و عیون السیر

مؤلف: ابو طالب بن ابی تاج الدین معروف بہ ابن ساعی خازن (متوفی ۶۷۴ھ)، تحقیق: مصطفیٰ جواد، سن اشاعت: ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء، ناشر: المطبعۃ السریانیۃ الکاثولیکیۃ بغداد

۲۷۱۔ جامع مسانید ابی حنیفۃ

مؤلف: ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد خوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ)، ناشر: حیدر آباد، ھند

۲۷۲۔ جامع المقال فیما یتعلق با حوال الحدیث والرجا ل

مؤلف: شیخ فخر الدین طریحی بن محمد ابن علی رحامی نجفی طریحی (متوفی ۱۰۸۵ھ)، تحقیق: محمد کاظمی طریحی، ناشر: مکتبۃ جعفری تبریزی۔ تہران

۲۷۳۔ الجرح والتعدیل

مؤلف: ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس بن منذر تمیمی حنظلی رازی (متوفی ۱۰۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، ھند

۲۷۴۔ جزء

مؤلف: حسن بن عرف العبدی (متوفی ۲۵۷ھ)، تحقیق: عبدالرحمٰن بن عبدالجبار فریوانی، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: مکتبۃ دار الاقصیٰ، کویت

۲۷۵۔ جلاء العینین فی محا کمۃ الا حمدین

مؤلف: سید نعمان خیر الدین معروف بہ ابن آلوسی بغدادی (متوفی ۱۳۱۷ھ)

۲۷۶۔ جلاء العیون

مولف: علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۳ھ، ناشر: المطبعۃ المرتضویۃ، نجف اشرف

۲۷۷۔ جمع الجوامع

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)

اس کتاب کا قلمی نسخہ دار الکتب المصریۃ میں موجود ہے جس کا نمبر ۹۵ ہے

۲۷۸۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل

مؤلف: شیخ علی بن سلطان محمد قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت، دوسرا ایڈیشن

۲۷۹۔ جمہرۃ خطب العرب

مؤلف: احمد ذکی صفوت، سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتبۃ العلمیۃ، بیروت

۲۸۰۔ جمہرۃ رسائل العرب

مؤلف: احمد ذکی صفوت، سن اشاعت: ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ البابی الحلبی، مصر

۲۸۱۔ جمہرۃ اللغۃ

مؤلف: ابوبکر محمد بن حسن بن درید (متوفی ۳۲۱ھ)، تحقیق: ڈاکٹر رمزی منیر بعلبکی، سن اشاعت: ۱۹۸۷ھ، ناشر: دار العلم للملایین، بیروت

۲۸۲۔ الجوامع الفقیۃ (کتب فقہی کا مجموعہ)

مؤلفین: متعدد فقہائے شیعہ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی، قم

۲۸۳۔ جواھر الاخبار والآثار

مؤلف: محمد بن یحیی بہران صعدی (متوفی ۹۵۷ھ)، تحقیق: عبداللہ محمد صدیق اور عبدالحفیظ سعید، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، دار الکتاب الاسلامی قاہرہ

۲۸۴۔ جواہر العقدین (قلمی)

مؤلف: نو الدین حسنی سمہودی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ)

۲۸۵۔ جواھر الکلام فی شرح شرائع الاسلام

مؤلف: شیخ محمد حسن نجفی (متوفی ۱۲۶۶ھ)، تحقیق: شیخ عباس قوچانی، ناشر: دار احیاء التراث

العربی بیروت، ساتواں ایڈیشن

۲۸۶۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ

مؤلف: عبدالقادر بن محمد بن ابی الوفا قرشی حنفی (متوفی ۷۷۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالفتاح محمد الحلو، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء، ناشر: مکتبۃ الایمان، قاہرہ

۲۸۷۔ جواہر المطالب فی مناقب الامام علی بن ابی طالب

مؤلف: شمس الدین ابوالبرکات محمد بن احمد باعونی (متوفی ۸۷۱ھ)، تحقیق: محمد باقری محمودی، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیۃ

۲۸۸۔ الجوہر النقی مطبوع در ذیل سنن بیہقی

مؤلف: علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی معروف بہ ابن ترکمانی (متوفی ۷۴۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۴ھ، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد ھند

۲۹۸۔ الجوہر فی نسب النبی واصحابہ العشرۃ

مؤلف: محمد بن ابی بکر تلمسانی (۶۷۶ھ میں زندہ تھے)، تحقیق: محمد تونجی، سن اشاعت: ۱۴۰۳ مطابق ۱۹۸۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الرفاعی، ریاض

۲۹۰۔ حاشیہ ابن عابدین (منحۃ الخالق علی البحر الرائق)

مؤلف: محمد امین معروف بہ ابن عابدین (متوفی ۱۲۵۲ھ)، ناشر: مکتبہ رشیدیہ، پاکستان

۲۹۱۔ حاشیۃ الحلبی علی المواقف، مطبوع در ضمن کتاب شرح المواقف

مؤلف: حسن بن محمد شاہ فناری حلبی (متوفی ۸۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مصر

۲۹۲۔ حاشیۃ الحفنی شرح الجامع الصغیر، مطبوع بر حاشیہ السراج المنیر

مؤلف: محمد بن سالم حفنی (متوفی ۱۰۸۱ھ)، ناشر: دار الفکر، بیروت

۲۹۳۔ حاشیة السندی (شرح سنن نسائی)

مؤلف: محمد بن عبد الھادی سندی حنفی ابو الحسن کبیر (متوفی ۱۱۳۸ھ)، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۲۹۴۔ حاشیة السیالکوتی، مطبوع در ضمن شرح المواقف

مؤلف: عبد الحکیم بن محمد سیالکوٹی (متوفی ۱۰۶۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: انتشارات رضی، قم

۲۹۵۔ حاضر العالم الاسلامی

مؤلف: لوثروب ستودارد امیرکی، سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ، ناشر: مطبعة عیسی البابی الحلبی، قاہرہ

۲۹۶۔ الحاوی للفتاوی

مؤلف: جلاء الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۲۹۷۔ حبیب السیر

مؤلف: خواند میر غیاث الدین ھمام الدین حسینی، سن اشاعت: ۱۳۳۳ھ ہجری شمسی

۲۹۸۔ الحدائق الناضرة فی احکام العترة الطاھرة

مؤلف: شیخ یوسف بحرانی (متوفی ۱۱۸۶ھ)، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۲۹۹۔ الحدائق الندیة فی شرح فوائد الصمدیة (چاپ سنگی)

مؤلف: سید علی خان مدنی ابن احمد معروف بہ ابن معصوم (متوفی ۱۱۱۹ھ)

۳۰۰۔ الحدائق الوردیة فی مناقب ائمة الزیدیه

مؤلف: حسام الدین حمید بن احمد محلی (متوفی ۶۵۲ھ)، ناشر: دار اسامة، دمشق

۳۰۱۔ حدیقة الشیعة

مؤلف: احمد بن محمد معروف بہ مقدس اردبیلی (متوفی ۹۹۳ھ)، ناشر: مطبعہ سعدی، تہران

۳۰۲۔ حسن التوسل فی آداب زیارۃ افضل الرسل
مؤلف: عبدالقادر فاکہی (متوفی ۹۸۹ھ)، ناشر: مصطفی البابی، مصر

۳۰۳۔ حسن الاثر
مؤلف: محمد بن سید درویش الحوت (متوفی ۱۲۷۶ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۳۰۴۔ حضارۃ العرب
مؤلف: غوستاف لوبون (متوفی ۱۹۳۱ء)، مترجم عربی: عادل زعیتر، ناشر: عیسی البابی، مصر

۳۰۵۔ حقائق التاویل فی متشابہ التنزیل
مؤلف: محمد بن حسین بن موسی بن ابراہیم بن موسی بن جعفر معروف بہ سید رضی (متوفی ۴۰۶ھ)
، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، ناشر: مؤسسہ بعثت، تہران

۳۰۶۔ حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء
مؤلف: ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷
، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۳۰۷۔ الحماسۃ
مؤلف: ضیاء الدین ابوالسعادات ھبۃ اللہ بن علی علوی معروف بہ ابن شجرۃ (متوفی ۵۴۲ھ)،
سن اشاعت: ۱۳۵۴ھ، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد ھند

۳۰۸۔ الحوادث الجامعۃ والتجارب النافعۃ فی المائۃ السابعۃ
مؤلف: کمال ابی الفضل عبدالرزاق بن فوطی (متوفی ۷۲۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق
۱۹۸۷ء، ناشر: دارالفکر الحدیث، بیروت

۳۰۹۔ حیاۃ الحیوان الکبری
مؤلف: کمال الدین محمد بن موسی دمیری (متوفی ۸۰۸ھ)، ناشر: مطبعہ آرمان، تہران

۳۱۰۔ حیاۃ محمد

مؤلف: امیل درمنغم، مترجم عربی: عادل زعیتر، سن اشاعت: ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء، ناشر: دار احیاء الکتب العربیۃ، عیسی البابی، قاہرہ

۳۱۱۔ حیاۃ محمد (پانچواں ایڈیشن)

مؤلف: محمد حسین ھیکل (متوفی ۱۹۵۶ھ)

۳۱۲۔ کتاب الحیوان

مؤلف: ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۱۳۔ خاتمۃ المستدرک

مؤلف: میرزا حسین بن محمد تقی معروف بہ محدث نوری (۱۳۲۰ھ)، ناشر: مؤسسۃ اسماعیلیان، قم

۳۱۴۔ خاتمۃ وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ

مؤلف: محمد بن حسن معروف بہ شیخ حر عاملی (متوفی ۱۱۰۴ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۱۵۔ الخرائج و الجرائح

مؤلف: قطب الدین راوندی (متوفی ۵۷۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسہ الامام المھدی، قم

۳۱۶۔ خزانۃ الادب و غایۃ الارب

مؤلف: شیخ تقی الدین ابی بکر بن حجۃ حموی (متوفی ۸۳۷ھ)، سن اشاعت: ۱۹۸۷ھ، ناشر: دار ومکتبۃ الھلال، بیروت

۳۱۷۔ خزانۃ الادب ولب لباب لسان العربی

مؤلف: عبدالقادر بن عمر بغدادی (متوفی ۱۰۹۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الخانجی، قاہرہ

۳۱۸۔ خزینۃ الاسرار
مؤلف: محمد حقی نازلی، سن لواء آیدین کوزلھصار (متوفی ۱۳۰۱ھ)، ناشر: دار الجیل، بیروت

۳۱۹۔ الخصائص
مؤلف: ابوالفتح عثمان بن جنی الموصلی (متوفی ۳۹۲ھ)، تحقیق: محمد علی نجار، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ تیسرا ایڈیشن، ناشر: الھیئۃ المصریۃ العامۃ الکتاب، قاہرہ

۳۲۰۔ خصائص الائمۃ
مؤلف: محمد بن حسین معروف بہ سید رضی (متوفی ۴۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، ناشر: آستان قدس رضوی مشہد مقدس

۳۲۱۔ خصائص امیر المومنین
مؤلف: محمد بن حسین معروف بہ سید رضی (متوفی ۴۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۹ھ، ناشر: مکتبۃ ومطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۳۲۲۔ خصائص امیر المومنین
مؤلف: احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)، تحقیق: احمد میر بن بلوشی، کویت

۳۲۳۔ الخصائص العشرۃ الکرام البررۃ
مؤلف: محمود بن عمر زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۹۶۸ھ در بغداد

۳۲۴۔ الخصائص الکبری
مؤلف: جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۲۵۔ خصائص الوحی المبین (خصائص ابن بطریق)
مؤلف: یحیی بن حسن حلی معروف بہ ابن بطریق (متوفی ۶۰۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: وزارت ارشاد، ایران

۳۲۶۔ الخصال

مؤلف: ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۳۲۷۔ خطط المقریزی (المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار)

مؤلف: تقی الدین ابی العباس احمد بن علی مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ)، ناشر: دار صادر، بیروت

۳۲۸۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر

مولف: محمد بن فضل اللہ بن محب اللہ (متوفی ۱۱۱۱ھ)، ناشر: دار صادر، بیروت

۳۲۹۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال

مؤلف: صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی (از بزرگان قرن دہم)، تحقیق: محمود غانم غیث، سن اشاعت: ۱۳۹۲ھ، ناشر: منشورات مکتبۃ القاہرہ، مطبعۃ الفجالۃ الجدیدہ

۳۳۰۔ الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان

مؤلف: احمد بن حجر ہیثمی مکی (متوفی ۸۵۲ھ)

۳۳۱۔ دائرۃ المعارف

مؤلف: المعلم بطرس البستانی (متوفی ۱۳۰۰ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۳۳۲۔ دائرۃ المعارف الاسلامیۃ

عربی مترجمین: احمد شنتناوی، ابراہیم ذکی خورشید، عبد الحمید یونس، نظر ثانی: ڈاکٹر محمد مہدی، علام، ناشر: دار الفکر، بیروت

۳۳۳۔ دائرۃ معارف القرن العشرین

مؤلف: محمد فریدی وجدی (متوفی ۱۳۷۳ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۱ء تیسرا ایڈیشن، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۳۳۴۔ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار

مولف: علاءالدین محمد بن علی حصکفی حنفی (متوفی ۱۰۸۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۲ھ

۳۳۵۔ الدر لمنثور فی التفسیر با الماثو ر

مؤلف: عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۳۳۶۔ الدر المنثور فی طبقا ت ربات الخدور

مؤلف: زینب بنت یوسف فواز العاملی (متوفی ۱۳۳۲ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ بیروت، دوسرا ایڈیشن

۳۳۷۔ الدر النظیم فی منا قب الا ئمۃ اللھما میم (قلمی سن کتا بت۷۳۴ھ)

مؤلف: جمال الدین یوسف بن حاتمی الشامی (از برگان قرن ہفتم)

۳۳۸۔ د را سا ت اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ با لحبیب

مؤلف: معین ابن محمد ملقب بہ امین سندی (متوفی ۱۱۶۱ھ)، تحقیق: محمد عبدالرشید نعمانی، سن اشاعت: ۱۹۵۷ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ العرب، پاکستان

۳۳۹۔ الدرا یۃ فی علم مصطلح الحدیث

مؤلف: زین الدین عاملی معروف بہ شہید ثانی (متوفی ۹۶۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ تیسرا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ الغدیر قم

۲۴۰۔ الدرج المنیقۃ فی الآبا ء الشریفۃ

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ تیسرا ایڈیشن، ناشر: مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد، ھند

۳۴۱۔ الدرجا ت الرفیعۃ فی طبقا ت الشیعۃ

مؤلف: صدرالدین سید علی خان شیرازی مدنی (متوفی ۱۱۲۰ھ)، پیش کش: سید محمد صادق بحر العلوم، سن اشاعت: ۱۳۹۷ھ، ناشر: مکتبہ بصیرتی قم

۳۴۲۔ الدررا لسنیة فی الر دعلی الوها بیة

مؤلف: احمد زینی دحلان ۱۳۰۴ھ ، ناشر: دار جوامع الکلم، قاہرہ دوسرا ایڈیشن

۳۴۳۔ الدررالکا منة فی اعیان الما ئة الثا منة

مؤلف: شہاب الدین احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۸ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعة دائرة العثمانیة، حیدر آباد، ھند

۳۴۴۔ الدررة المنتثرة

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: محمود الارناؤط، محمد بدر الدین قھوجی ، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: مکتبة دار العرفة، کویت

۳۴۵۔ الدرة الثمینة فی تا ریخ المدینة

مؤلف: محمد بن محمود نجار (متوفی ۶۴۳ھ)، ناشر: مکتبة النھضة الحدیثة، مکہ مکرمہ

۳۴۶۔ الدرة المضیئة فی الرد علی ابن تیمیة

مؤلف: ابوالحسن تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی (متوفی ۷۵۶ھ)

۳۴۷۔ دفع شبه من شبه و تمرد

مؤلف: تقی الدین ابی بکر حصینی (متوفی ۸۲۹ھ) ، سن اشاعت: ۱۳۵۰ھ، ناشر: دار احیاء الکتب العربیة، مصر

۳۴۸۔ دلا ئل النبوة

مؤلف: ابونعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء، ناشر: المکتبة العربیة، حلب

۳۴۹۔ دلائل النبوةو معرفة احوا ل صا حب الشر یعة

مؤلف: ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبد المعطی قلعجی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت

۳۵۰۔ الدمعة الساکبه فی احوال سید الانبیاء والمرسلین واله لمهامین

مولف: محمد باقر ابن عبدالکریم دہشتی بہبہانی (متوفی ۱۲۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: مکتبۃ العلوم العامۃ بحرین، مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

۳۵۱۔ دمیة القصر و عصرة اهل العصر

مؤلف: علی بن الحسین بن علی باخرزی (متوفی ۴۶۷ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد نوبختی، سن اشاعت: ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۳۵۲۔ دول الاسلام

مؤلف: شمس الدین ابوعبداللہ ذہبی (متوفی ۷۴۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

۳۵۳۔ دول العرب وعظماء الاسلام

مؤلف: احمد شوقی (متوفی ۱۹۳۲ھ)، سن اشاعت: ۱۹۳۳ء، ناشر: مطبعہ، مصر

۳۵۴۔ الدیات

مؤلف: ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم ضحاک (متوفی ۲۸۷ھ)، تحقیق: محمد بدرالدین ابی فراس نعسانی حلبی ازہری، سن اشاعت: ۱۳۲۳ھ، ناشر: مطبعۃ التقدم، مصر

۳۵۵۔ الدیباج المذهب فی معرفة اعیان المذهب (مطبوع در قاہرہ)

مؤلف: ابن فرحون مالکی (متوفی ۷۹۹ھ)

۳۵۶۔ دیوان ابن منیر الرومی

مؤلف: ابوالحسن علی بن عباس بن جریج (متوفی ۲۸۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر حسین نصار، سن اشاعت: ۱۹۷۴ء، ناشر: دارالکتب، قاہرہ

۳۵۷۔ دیوان ابن منیر طربلسی

مؤلف: ابوالحسن احمد بن منیر بن احمد بن مفلح طرابلسی الرفا (متوفی ۵۴۸ھ)، جمع آوری و پیشکش:

ڈاکٹر عمر عبد السلام تدمری، سن اشاعت: ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الجلیل، بیروت

۳۵۸۔ دیوان ابی تمام

مؤلف: حبیب بن اوس طائی (متوفی ۲۲۸ھ)، تحقیق: ڈاکٹر شاہین عطیہ، ناشر: دار صعب، بیروت

۳۵۹۔ دیوان ابی العتاھیۃ

مؤلف: اسماعیل بن قاسم بن سوید عینی (متوفی ۲۱۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء، ناشر: دار صادر، بیروت

۳۶۰۔ دیوان ابی فراس

مؤلف: حارث بن سعید بن حمدونی (متوفی ۳۵۷ھ)، سن اشاعت: دار صادر، بیروت

۳۶۱۔ دیوان امیر شہاب الدین ابی الفوارس

مؤلف: سعد بن محمد صیفی تمیمی بغدادی معروف بہ حیص بیص (متوفی ۵۷۴ھ)، ناشر: سلسلۃ کتب التراث، عراق

۳۶۲۔ دیوان جریر (متوفی ۱۱۰ھ)

شارح: تاج الدین شلق، سن اشاعت ۱۴۱۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۳۶۳۔ دیوان حاتم طائی (متوفی ۴۶ھ)

ناشر: دار صادر، بیروت

۳۶۴۔ دیوان حسان بن ثابت (متوفی ۵۴ھ)

مؤلف: استاد عبد اللہ المھنا، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۶۵۔ دیوان حافظ ابرہیم (متوفی ۱۹۳۲ء)

ترتیب و تحقیق: احمد امین، احمد زین، ابراہیم آبیاری، ناشر: دار العودۃ، بیروت

۳۶۶۔ دیوان شریف رضی

مؤلف: ابوالحسن محمد بن حسین بن موسی معروف بہ سید رضی (متوفی ۴۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: وزارت ارشاد، ایران

۳۶۷۔ دیوان شر مرتضی

مؤلف: ابوالقاسم علی بن حسین موسوی معروف بہ سید مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ)، تحقیق: رشید صفار نظر ثانی: مصطفیٰ جواد، پیش کش: شیخ محمد رضا شبیبی، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الھدی الاسلامیۃ، بیروت

۳۶۸۔ دیوان شیخ الا باطح ابی طالب

جمع آوری: ابوھفان عبداللہ بن احمد مہزمی (متوفی ۲۵۷ھ)، تحقیق: شیخ محمد باقری محمودی، ناشر: مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیۃ، پہلا ایڈیشن

۳۶۹۔ دیوان الشیخ صالح الکواز حلی (متوفی ۱۲۹۰ھ)

جمع آوری وشرح: محمد علی یعقوبی، سن اشاعت: ۱۳۸۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: انتشارات رضی، قم

۳۷۰۔ دیوان صاحب بن عباد (متوفی ۳۸۵ھ)

تحقیق واستدراک: شیخ محمد حسن آل یاسین، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ قائم آل محمد، قم

۳۷۱۔ دیوان صفی الدین حلی

مؤلف: عبدالعزیز بن سرایا (متوفی ۷۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار بیروت للطباعۃ، بیروت

۳۷۲۔ دیوان صوری

مؤلف: عبدالمحسن بن محمد بن احمد صوری (متوفی ۴۱۹ھ)، تحقیق: مکی سید جاسم اور شاکر ھادی شکر، سن اشاعت: ۱۹۸۱ء، ناشر: دار الرشید، بغداد

۳۷۳۔ دیوان عبد الباقی فاروقی عمری (متوفی ۱۲۷۹ھ)

سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ ،ناشر:مطبعہ حسن طوخی،مصر

۳۷۴۔ دیوان علی بن جہم (متوفی ۲۴۹ھ)

تحقیق:خلیل مردم بک ،ناشر:دارالآفاق الجدیدۃ بیروت،دوسرا ایڈیشن

۳۷۵۔ دیوان مہیار دیلمی

مؤلف:ابوالحسن مہیار بن مرزویہ دیلمی (متوفی ۴۲۸ھ)،سن اشاعت:۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء پہلا ایڈیشن،ناشر:دارالکتب المصریۃ،قاہرہ

۳۷۶۔ دیوان المؤید فی الدین داعی الدعاۃ (متوفی ۴۷۰ھ۔)

تحقیق:محمد کامل حسین،سن اشاعت: ۱۹۴۹ء،ناشر:دارالکاتب المصری

۳۷۷۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ

مؤلف:محب الدین احمد بن عبداللہ طبری (متوفی ۶۹۴ھ)،سن اشاعت: ۱۳۵۶ھ،ناشر: مکتبۃ القدسی،قاہرہ

۳۷۸۔ الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ

مؤلف:آقا بزرگ تہرانی (متوفی ۱۳۸۹ھ) ،سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۳۸۹ھ،ناشر: دارالاضواء،بیروت

۳۷۹۔ الذریعۃ الطاھرہ

مؤلف: ابومحمد بن احمد بن حماد انصاری رازی دولابی (متوفی ۳۱۰ھ)،تحقیق: سید محمد جواد حسینی جلالی ،سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ،ناشر:جامعہ مدرسین،قم

۳۸۰۔ ذکر اخبار اصفہان

مؤلف:ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ) ،سن اشاعت:۱۹۳۱ء،ناشر:مطبعہ بریل،لیدن

۳۸۱۔ ذکر اسماء التابعین

مؤلف: ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی (متوفی ۳۸۵ھ)، تحقیق: بوران ضناوی اور کمال یوسف حوت
، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت

۳۸۲۔ ذیل تاریخ بغداد

مؤلف: محمد بن محمود بن حسن معروف بہ ابن نجار (متوفی ۶۴۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ آفسٹ از وزارۃ المعارف للحکومۃ العالیۃ، ھند

۳۸۳۔ ذیل تاریخ مدینۃ السلام بغداد

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن سعید معروف بہ ابن دبیثی (متوفی ۶۳۸ھ)، تحقیق: بشار معروف، سن اشاعت: ۱۹۷۴ء، ناشر: دار السلام، بغداد

۳۸۴۔ ربیع الابرار ونصوص الاخبار

مؤلف: ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ)، تحقیق: ڈاکٹر سلیم نعیمی، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: انتشارات رضی قم

۳۸۵۔ رجال العلامۃ الحلی

مؤلف: حسن بن یوسف بن علی بن مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ)، تحقیق: سید محمد صادق بحر العلوم، سن اشاعت: ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۳۸۶۔ الرجال

مؤلف: تقی الدین حسن بن علی بن داؤد حلی (متوفی ۷۰۷ھ)، تحقیق: سید محمد صادق بحر العلوم،
سن اشاعت: ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۳۸۷۔ رجال طوسی

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن معروف شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، تحقیق: سید محمد صادق بحر العلوم
، سن اشاعت: ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۳۸۸۔ رجال کشی (اختیار معرفة الرجال)

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، تحقیق: سید مہدی رجائی، تصحیح و تعلیقہ: میر داماد استر آبادی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: مؤسسہ آل البیت

۳۸۹۔ رجال نجاشی

مؤلف: شیخ ابوالعباس احمد بن علی بن عباس نجاشی کوفی (متوفی ۴۵۰ھ)، تحقیق: سید موسیٰ شبیری زنجانی، سن اشاعت ۱۴۱۳ھ چوتھا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۳۹۰۔ رحلة ابن بطوطة

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم لواتی معروف بہ ابن بطوطہ (متوفی ۷۷۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: دار بیروت

۳۹۱۔ رحلة ابن جبیر

مؤلف: ابوالحسین محمد بن احمد بن جبیر کنانی (متوفی ۶۱۴ھ)، ناشر: دار صادر، بیروت

۳۹۲۔ رحمة الامة فی اختلاف الائمة مطبوع بر حاشیہ میزان الکبریٰ شعرانی

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی شافعی (متوفی بعد از ۷۸۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۸ مطابق ۱۹۷۸ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

۳۹۳۔ الرد علی المتعصب العنید

مؤلف: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تحقیق: شیخ محمد کاظم محمودی، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء

۳۹۴۔ رد المختار علی الدر المختار

مؤلف: محمد امین بن عمر بن عابدی دمشقی (متوفی ۱۲۵۳ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۹۵۔ رسائل الجاحظ
مؤلف: ابوعثمان عمرو بن بحر بن محبوب ملقب بہ جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، پیش کش: ڈاکٹر علی ابو ملحم، سن اشاعت: ۱۹۹۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الھلال، بیروت

۳۹۶۔ الرسالۃ
مؤلف: محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ)، تحقیق: احمد محمد شاکر، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۹۷۔ رسالہ ابی غالب الرازی
مؤلف: احمد بن محمد بن سلیمان شیبانی کوفی بغدادی (متوفی ۳۶۸ھ)، تکملہ: ابوعبداللہ غضائری (متوفی ۴۱۱ھ)، تحقیق: سید محمد رضا حسینی، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ، ناشر: دفتر تبلیغات اسلامی، قم

۳۹۸۔ الرسالۃ الخراجیۃ
مؤلف: شیخ علی بن الحسین بن عبدالعال کرکی معروف بہ محقق ثانی (متوفی ۹۴۰ھ)، تحقیق: گروہ محققین، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۳۹۹۔ رسائل الشریف المرتضیٰ
مؤلف: علی بن حسین موسوی معروف بہ سید مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ)، پیش کش: مہدی رجائی، زیر نظر: احمد حسینی، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: دار القرآن الکریم قم

۴۰۰۔ رسالۃ الغفران
مؤلف: ابوالعلاء المعری (متوفی ۴۴۹ھ)، تحقیق: محمد عزت نصر اللہ، سن اشاعت: ۱۹۹۸ء، ناشر: المکتبۃ الثقافۃ، بیروت

۴۰۱: رسالۃ فی معنی المولی، مطبوع در ضمن مطبوعات شیخ مفید
مؤلف: محمد بن محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ، ناشر: جامعۃ مدرسین، قم

۴۰۲ ۔ رشفة الصادی من بحر فضا ئل بنی النبی الهادی

مؤلف: ابوبکر بن شہاب الدین علوی حضرمی (متوفی ۱۳۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۳ھ، ناشر: المطبعۃ الاعلامیۃ، مصر قاہرہ

۴۰۳ ۔ رغبة الآمل فی کتاب الکامل

مؤلف: علامہ سید بن علی مرصفی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۹۶۹ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ دار البیان، بغداد

۴۰۴ ۔ روح المعا نی فی تفسیر القر آن العظیم و السبع المثا نی

مؤلف: شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی (متوفی ۱۲۷۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء چوتھا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۴۰۵ ۔ الروض الانف فی تفسیر السیر ة النبو یة لا بن هشام

مؤلف: ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ خثعمی سہیلی (متوفی ۵۸۱ھ)، تحقیق: طٰہ عبدالرؤف سعد اور عبدالرحمٰن الوکیل، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۴۰۶ ۔ الر و ض البسا م بتر تیب و تخر یج فو ائد تما م

مؤلف: بن محمد عبداللہ رازی دمشقی (متوفی ۴۱۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ء، ناشر: دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت

۴۰۷ روض الر یاحین فی حکا یا ت الصا لحین

مؤلف: عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی مکی (متوفی ۷۶۸ھ)، ناشر: مؤسسۃ عماد الدین، قبرص

۴۰۸ ۔ الر و ض الفا ئق فی المو اعظ و الر قا ئق

مؤلف: شیخ شعیب بن عبداللہ بن سعد مصری معروف بہ حریفیش (متوفی ۸۱۰ھ)، ناشر: مکتبۃ الجمهوریۃ العربیۃ، قاہرہ

۴۰۹ ۔ روض المنا ظر فی اخبار الا وا ئل و الاوا خر (تا ریخ ابن شحنه)

مطبوع بر حاشیه مروج الذهب
مؤلف: ابوالولید محمد بن محمود بن شحنہ حنفی (متوفی ۸۱۵ھ) ، سن اشاعت: ۱۳۰۳ھ پہلا ایڈیشن ، ناشر: المطبعة الازهرية، مصر

۴۱۰۔ روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات
مؤلف: میرزا محمد باقر موسوی خوانساری (متوفی ۱۳۱۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۲ھ، ناشر: انتشارات اسماعیلیان قم

۴۱۱۔ الروضة البهية فی شرح اللمعة الدمشقية
مؤلف: زین الدین عاملی معروف بہ شہید ثانی (شہادت ۹۶۶ھ)، تحقیق: سید محمد علی کلانتر، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: نجف اشرف

۴۱۲۔ روضة الصفاء فی سيرة الانبياء والملوك والخلفاء
مؤلف: میر خواند محمد بن خاوند شاہ ابن محمود (متوفی ۹۰۳ھ) ، ناشر: تہران

۴۱۳۔ روضة الصفاء ناصری ، مطبوع بار وضة الصفاء میر خواند
مؤلف: رضا قلی خان بن محمد ہادی بن اسماعیل متخلص بہ ہدایت (متوفی ۱۲۸۸ھ)

۴۱۴۔ روضة الكافی
مؤلف: ابوجعفر محمد یعقوب کلینی (متوفی ۳۲۹ھ)، تعلیقہ: علی اکبر غفاری، سن اشاعت: ۱۳۸۹ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب الاسلامیة، تہران

۴۱۵۔ روضة الناظرين فی شرح من لا يحضره الفقيه
مؤلف: محمد تقی مجلسی (متوفی ۱۰۷۰ھ)، تعلیقات: سید حسین موسوی کرمانی، شیخ علی پناہ اشتہاردی ، سن اشاعت: ۱۳۹۳ھ پہلا ایڈیشن درقم

۴۱۶۔ روضة الناظرين وخلاصة مناقب الصالحين
مؤلف: احمد ضیاء الدین محمد وتری موصلی شافعی (متوفی ۹۸۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر منیر محمود وتری، سن

اشاعت: ۱۹۷۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ المعارف، بغداد

۴۱۷ ۔ الروضة الندية شرح التحفة العلوية

مؤلف: محمد بن اسماعیل صنعانی ملقب بہ امیر (متوفی ۱۱۸۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۱ھ، ناشر: مطبعۃ وزارۃ المعارف، یمن

۴۱۸ ۔ روضة الواعظين

مؤلف: شیخ محمد فتال نیشاپوری (متوفی ۵۰۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء، ناشر: المکتبۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۴۱۹ ۔ رياض الجنة

مؤلف: میرزا محمد حسن حسینی زنوری (متوفی ۱۲۱۸ھ)، تحقیق: علی رفیعی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

۴۲۰ ۔ رياض الصالحين من كلام سيد المرسلين

مؤلف: محی الدین ابی زکریا یحیی بن شرف النووی (متوفی ۶۷۱ھ)، تعلیقہ: رضوان محمد رضوان، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۴۲۱ ۔ رياض العارفين

مؤلف: رضا قلی خان بن محمد ہادی ہدایت (متوفی ۱۲۸۸ھ)

۴۲۲ ۔ رياض العلماء و حياض الفضلاء

مؤلف: میرزا عبد اللہ آفندی اصفہانی (از بزرگان قرن ۱۲)، تحقیق: سید احمد حسینی، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

۴۲۳ ۔ رياض المصائب

مؤلف: سید محمد مہدی بن محمد موسوی تنکابنی (متوفی بعد از ۱۲۵۰ھ)

۴۲۴ ۔ رياض النضرة فى مناقب العشرة المبشرين بالجنة

مؤلف: ابوجعفر احمد بن عبداللہ محب طبری (متوفی ۶۹۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الندوۃ الجدیدہ، بیروت

۴۲۵۔ ریحانۃ الالباء و زہرۃ الحیاۃ الدنیا

مؤلف: شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی (متوفی ۱۰۶۹ھ)، تحقیق: عبدالفتاح محمد الحلو، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعہ عیسی البابی الحلبی، قاہرہ

۴۲۶۔ زاد المسیر فی علم التفسیر

مؤلف: ابوالفرج جمال الدین بن علی بن محمد (معروف بہ) ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

۴۲۷۔ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد

مؤلف: ابوعبداللہ بن قیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ)، ناشر: دار الفکر، بیروت

۴۲۸۔ الزھد

مؤلف: احمد بن محمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۲۹۔ زھر الآداب و ثمار الالباب

مؤلف: ابواسحاق ابراہیم بن علی قیروانی (متوفی ۴۵۳ھ)، شارح: ڈاکٹر زکی مبارک، تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید، ناشر: دار الجیل، بیروت، چوتھا ایڈیشن

۴۳۰۔ زوائد المسند

مؤلف: عبداللہ بن احمد بن حنبل (متوفی ۲۹۰ھ)، ترتیب و تعلیقہ: ڈاکٹر عامر حسن صبری، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت

۴۳۱۔ زید الشھید

مؤلف: عبدالرزاق موسوی مقرم (متوفی ۱۳۹۱ھ)، ناشر: المکتبۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۴۳۲ ۔ سبل السلام

مؤلف: محمد بن اسماعیل کحلانی صنعانی (متوفی ۱۱۸۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۴۳۳ ۔ سبل الهدی و الرشاد فی سیرة خیر العباد

مؤلف: محمد بن یوسف صالحی شامی (متوفی ۹۴۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت

۴۳۴ ۔ سرالسلسلة العلویة

مؤلف: ابونصر سہل بن عبداللہ بن داؤد بن سلیمان بخاری (متوفی ۳۴۱ھ میں زندہ تھے)، تعلیقہ وپیش کش: محمد صادق بحرالعلوم، سن اشاعت: ۱۹۶۲ء، ناشر: المطبعة الحیدریة، نجف اشرف

۴۳۵ ۔ سر العالمین وکشف ما فی الدارین

مولف: ابوحامد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبة الثقافة الدینیة، نجف اشرف

۴۳۶ ۔ السراج المنیر (تفسیر شربینی)

مؤلف: خطیب شربینی (متوفی ۹۷۷ھ)، ناشر: دارالمعرفة بیروت، بیروت

۴۳۷ ۔ سفر السعادة، مطبوع بر حاشیه کشف الغمه شعرانی

مؤلف: محمد بن یعقوب شیرازی فیروزآبادی (متوفی ۸۱۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۶ھ، ناشر: دارالکتب العربیة الکبریٰ، مصر

۴۳۸ ۔ سفینة البحار

مؤلف: شیخ عباس قمی (متوفی ۱۹۴۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۴۱ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: سازمان اوقاف وامور خیریہ، قم

۴۳۹ ۔ السقیفة وفدک

مؤلف: ابو بکر احمد بن عبد العزیز جوہری (متوفی ۳۲۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۹۹۳ء دوسرا ایڈیشن در بیروت

۴۴۰ ۔ سلافۃ العصر فی محاسن الشعراء بکل عصر

مؤلف: سید علی خان مدنی (متوفی ۱۱۲۰ھ)، ناشر: المکتبۃ الرضویۃ لاحیاء الآثار الجعفریۃ

۴۴۱ ۔ سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر

مؤلف: سید محمد خلیل مرادی بخاری دمشقی نقشبندی (متوفی ۱۲۰۶ھ)، ناشر: دار الکتاب الاسلامی، قاہرہ

۴۴۲ ۔ السمط المجید

مؤلف: صفی الدین احمد بن محمد بن عبد النبی انصاری مدنی معروف بہ قشاشی (متوفی ۱۰۷۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۷ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف النظامیۃ، ھند

۴۴۳ ۔ سمط النجوم العوالی

مؤلف: عبد الملک بن حسین بن عمید الملک عصامی مکی (متوفی ۱۱۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۰، ناشر: المکتبۃ السلفیۃ، قاہرہ

۴۴۴ ۔ سنن ابن ماجہ

مؤلف: ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (متوفی ۲۷۵ھ)، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، ناشر: دار الفکر، بیروت

۴۴۵ ۔ سنن ابی داؤد

مؤلف: ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ازدی (متوفی ۲۷۵ھ)، تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۴۴۶ ۔ سنن ترمذی

مؤلف: ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ (متوفی ۲۷۹ھ)، تحقیق: احمد محمد شاکر، ناشر: دار الفکر، بیروت

٤٤٧ ۔ سنن دارمی

مؤلف: ابومحمد عبداللہ بن بہرام دارمی (متوفی ۲۵۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

٤٤٨ ۔ سنن سعید بن منصور بن شعبہ خرسانی مکی (متوفی ۲۲۷ھ)

تحقیق: حبیب الرحمٰن اعظمی

٤٤٩ ۔ سنن نسائی

مؤلف: احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۲ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالغفاری سلیمان بنداری اور سید کسروی حسن، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

٤٥٠ ۔ سنن بیہقی

مؤلف: ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، ناشر: دارالفکر، بیروت

٤٥١ ۔ السنۃ

مؤلف: ابوبکر عمرو بن ابی عاصم ضحاک بن مخلد شیبانی (متوفی ۲۸۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

٤٥٢ ۔ سیرۃ ابن اسحاق

مؤلف: محمد بن اسحاق بن یسار (متوفی ۱۵۱ھ)، تحقیق: ڈاکٹر سہیل زکار، ناشر: دارالفکر

٤٥٣ ۔ سیر اعلام النبلاء

مولف: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: شعیب ارنوط اور حسین اسد، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ ساتواں ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

٤٥٤ ۔ سیرۃ حلبیہ

مؤلف: علی بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی (متوفی ۱۰۴۴ھ)، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ، بیروت

٤٥٥ ۔ سیرۃ ملائی (وسیلۃ المتعبدین)

مؤلف: ابوحفص عمر بن محمد بن خضر ملاء موصلی (متوفی ۵۷۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء پہلا ایڈیشن، ناشر: وزارة المعارف حیدرآباد، ھند

٤٥٦ ۔ سیرة المؤید فی الدین

مولف: ھبۃ اللہ بن موسیٰ بن داؤد شیرازی المؤید فی الدین (متوفی ۴۷۰ھ)، تحقیق: محمد کامل حسین، سن اشاعت: ۱۹۴۹ء، ناشر: دارالکاتب المصری، قاہرہ

٤٥٧ ۔ السیرة النبویة

مؤلف: عبدالملک بن ہشام بن ایوب حمیری معروف بہ ابن ہشام (متوفی ۲۱۸ھ)، تحقیق: مصطفیٰ السقاء ابراہیم آبیاری عبدالحفیظ شبلی، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

٤٥٨ ۔ السیرة النبویة والآثار المحمدیة

مؤلف: احمد زینی دحلان (متوفی ۱۳۰۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۰ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعة المیمنیة، مصر

٤٥٩ ۔ السیرة النبویة (عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر)

مؤلف: محمد بن عبداللہ بن یحیی بن سیدالناس (متوفی ۷۳۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، ناشر: مؤسسة عزالدین، بیروت

٤٦٠ ۔ الشافی فی الامامة

مؤلف: علی بن حسین موسوی معروف بہ سید مرتضیٰ (متوفی ۴۳۶ھ)، تحقیق: سید عبدالزہراء حسینی، ناشر: مؤسسة الصادق، تہران

٤٦١ ۔ شذرات الذهب فی اخبار من ذهب

مؤلف: عبدالحی بن احمد بن محمد عسکری دمشقی معروف بہ ابن العماد حنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارابن کثیر، بیروت، دمشق

۴۶۲ ۔ الشذور الذهبية فی ترا جم الا ئمة الا ثنی عشر ية عند الاما مة
مؤلف: محمد بن علی طولون صالحی (متوفی ۹۵۳ھ)

۴۶۳ ۔ شرح الا خبار فی فضا ئل الا ئمة الا طها ر
مولف: قاضی نعمان بن محمد تمیمی مصری (متوفی ۳۶۳ھ)، تحقیق: سید محمد حسینی جلالی، سن اشاعت ۱۴۰۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۴۶۴ ۔ شرح بائية سيد خميری، مطبو ع در ضمن رسا ئل سيد مرتضی
شارح: سید مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: دار القرآن الکریم، قم

۴۶۵ ۔ شرح تجر يد (چا پ سنگی)
مؤلف: علاء الدین علی بن محمد قوشجی (متوفی ۸۸۷ھ)

۴۶۶ ۔ شرح الجا مع الصغير (السرا ج المنير)
مؤلف: علی بن احمد بن نور الدین محمد بن ابراہیم عزیزی (متوفی ۱۰۷۰ھ)، ناشر: مکتبۃ عیسی البابی الحلبی، مصر

۴۶۷ ۔ الشرح الجلی علی بيتی المو صلی
مولف: شیخ احمد آفندی البربیر (متوفی ۱۲۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۲ھ، ناشر: المطبعۃ الادبیۃ، بیروت

۴۶۸ ۔ شرح ديوا ن ابی العتا هية
مؤلف: اسماعیل بن قاسم بن سوید عیسیٰ معروف بہ ابی العتاهیۃ (متوفی ۲۱۱ھ)، ناشر: دار صعب، بیروت

۴۶۹ ۔ شرح ديوان امير المو منين
مؤلف: حسین بن معین الدین میبندی (متوفی ۸۷۰ھ)

۴۷۰ ۔ شرح ديو ان الحما سة لا بی تمام

مؤلف: یحیی بن علی خطیب تبریزی (متوفی ۵۰۲ھ)، ناشر: دارالقلم بیروت، پہلا ایڈیشن

٤٧١ ۔ شرح الزرقانی علی موطا الامام مالك

مؤلف: محمد زرقانی (متوفی ۱۱۲۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

٤٧٢ ۔ شرح الزرقانی علی المواهب اللدينة

مؤلف: محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی (متوفی ۱۱۲۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

٤٧٣ ۔ شرح سنن ابن ماجة

مؤلف: ابوالحسن محمد بن عبدالهادی حنفی سندی (متوفی ۱۱۳۸ھ)، ناشر: دارالجیل، بیروت

٤٧٤ ۔ شرح السنة

مؤلف: حسین بن مسعودی بغوی (متوفی ۵۱۶ھ)، تحقیق: شیخ علی محمد معوض اور شیخ عادل احمد عبد الموجود، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

٤٧٥ ۔ شرح السير الكبير

مؤلف: محمد بن احمد ابی سہل سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدرآباد، ھند

٤٧٦ ۔ شرح الشفا

مؤلف: ملاعلی بن سلطان محمد ہروی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

٤٧٧ ۔ شرح الشمائل ،مطبوع برحاشيه شرح الشمائل قاری

مؤلف: عبدالرؤف مناوی مصری (متوفی ۱۰۰۳ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

٤٧٨ ۔ شرح شواهدالمغنی

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تعلیقہ: احمد ظافر کوجان، ناشر: نشر ادب

الحوزة، قم

۴۷۹۔ شرح القصائد الهاشميات (الروضة المختارة)

مؤلف: کمیت بن زید اسدی (متوفی ۱۲۶ھ)، ناشر: انتشارات رضی، قم

۴۸۰۔ شرح قصيده بانت سعاد

مؤلف: ابومحمد جمال الدین عبداللہ بن ہشام انصاری (متوفی ۷۶۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۴ھ در مصر

۴۸۱۔ شرح المعلقات السبع

مؤلف: ابوعبداللہ حسن بن احمد زوزنی (متوفی ۴۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء، ناشر: مطبعۃ مدنی، قاہرہ

۴۸۲۔ شرح المعلقات السبع

مؤلف: عبدالرحیم بن عبدالکریم، سن اشاعت: ۱۲۹۱ھ، ناشر: مطبعۃ صدیقی بریلی (ہند)

۴۸۳۔ شرح المقاصد

مؤلف: مسعود بن عمر بن عبداللہ معروف بہ سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۳ھ)، ناشر: انتشارات رضی، قم

۴۸۴۔ شرح المواقف

مؤلف: محقق سید شریف علی بن جرجانی (متوفی ۸۱۲ھ)، ناشر: انتشارات رضی، قم

۴۸۵۔ شرح نهج البلاغة

مؤلف: عز الدین ابوحامد بن ہبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن حسین ابن ابی الحدید معتزلی (متوفی ۶۵۵ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۹ء، ناشر: داراحیاء الکتب العربیۃ، قاہرہ

۴۸۶۔ شرح نهج البلاغه

مؤلف: شیخ محمد عبدہ (متوفی ۱۹۰۵ء)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتب الاعلام

الاسلامی

۴۸۷۔ شرح الهاشمیات

مؤلف: محمد محمود رافعی، ناشر: شرکۃ التمدن الضاعیۃ، مصر

۴۸۸۔ شرح الهمزیة فی مدح خیر البریة

مؤلف: احمد بن حجر ہیتمی (متوفی ۹۷۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۴ھ، ناشر: المطبعۃ البھیۃ المصریۃ

۴۸۹۔ الشرف المؤبد لآل محمد

مؤلف: شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۹ھ، ناشر: جوامع الکلم، قاہرہ

۴۹۰۔ شرف النبی

مؤلف: ابوسعید خرگوشی، مترجم: نجم الدین محمود دراوندی (متوفی ۴۷۰ھ)، تصحیح: محمد درونی، ایران

۴۹۱۔ شروح سقط الزند

مؤلف: ابوالعلاء المعری (متوفی ۴۴۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء، ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۴ء، ناشر: دار الکتب، دار القومیۃ قاہرہ

۴۹۲۔ شعب الایمان

مؤلف: ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، تحقیق: ابوہاجر محمد سعید بن بسیونی زغلول، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۹۳۔ الشعر و الشعراء وطبقات الشعراء

مؤلف: عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (متوفی ۸۲۶ھ)، تحقیق: ڈاکٹر مفید قمیحہ، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۹۴۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ

مؤلف: قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی اندلسی (۵۴۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ علوم القرآن، دار الفیحاء، عمان

۴۹۵۔ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام

مؤلف: علی بن عبد الکافی تقی الدین سبکی شافعی (متوفی ۷۵۶ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۸ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الآفاق الجدیدہ، بیروت

۴۹۶۔ الشقائق النعمانیۃ فی علماء الدولۃ العثمانیۃ

مؤلف: طاش کبری زادہ (متوفی ۹۶۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۴۹۷۔ الشمائل المحمدیۃ

مؤلف: ابوعیسیٰ محمد بن سورۃ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)، تحقیق: عزت عبید الدعاس، سن اشاعت: ۱۹۸۸ء، ناشر: مکتبۃ الشرف الجدید، بغداد

۴۹۸۔ شہداء الفضیلۃ

مؤلف: شیخ عبد الحسین احمد معروف بہ علامہ امینی (متوفی ۱۳۹۰ھ)، ناشر: مطبعہ دار الشہاب، قم

۴۹۹۔ شواہد التنزیل لقواعد التفضیل

مؤلف: عبد اللہ بن احمد معروف بہ حاکم حسکانی نیشاپوری (از بزرگان قرن پنجم)، تحقیق: شیخ محمودی، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: وزارت فرہنگ و ارشاد، مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیۃ، تہران

۵۰۰۔ الشیعۃ و فنون الاسلام

مؤلف: سید حسن صدر (متوفی ۱۳۵۴ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۶ء چوتھا ایڈیشن، ناشر: دار المعلم، سیدہ زینب، دمشق

۵۰۱۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول

مؤلف: تقی الدین احمد بن عبدالحلیم حرانی معروف بہ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۵ء، ناشر: دارالجیل، بیروت

۵۰۲ ۔ صبح الاعشی فی صناعة الانشاء

مؤلف: احمد بن علی قلقشندی (متوفی ۸۲۱ھ)، شرح وتعلیقہ: محمد حسین شمس الدین، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت

۵۰۳ صحاح الاخبار فی نسب السادة الفاطمة الاخیار

مؤلف: عبداللہ محمد سراج الدین بن عبداللہ رفاعی مخزومی (متوفی ۸۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۶ھ، ناشر: مطبعة محمد آفندی مصطفیٰ۔

۵۰۴ ۔ الصحاح

مؤلف: اسماعیل بن حماد جوہری (متوفی ۳۹۳ھ)، تحقیق: احمد عبدالغفور عطار، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء چوتھا ایڈیشن، ناشر: دارالعلم للملایین، بیروت

۵۰۵ ۔ صحیح ابن خزیمة

مؤلف: ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمة نیشاپوری (متوفی ۳۱۱ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

۵۰۶ ۔ صحیح بخاری

مؤلف: محمد بن اسماعیل بخاری جعفی (متوفی ۲۵۶ھ)، شرح: ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغاء، سن اشاعت: ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۶ء، ناشر: مطبعة الھندی، دمشق

۵۰۷ ۔ صحیح مسلم

مؤلف: مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)، تحقیق وتعلقیہ: ڈاکٹر موسیٰ شاہین لاشین اور ڈاکٹر احمد عمر ہاشم، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: مؤسسة عز الدین، بیروت

۵۰۸ ۔ صحیح مسلم

مؤلف: مسلم بن حجاج نیشاپوری، شارحین: محمد بن خلیفہ بن عمر وشتابی الابی مالکی (متوفی ۸۲۷ھ) اور محمد بن محمد بن یوسف سنوسی حسنی (متوفی ۸۹۵ھ)، تصحیح: محمد سالم ہاشم، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۰۹۔ صحیح مسلم بشرح النووی

مؤلف: ابوزکریا یحیی بن شرف بن مری شافعی نووی (متوفی ۶۷۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۵۱۰۔ الصراع بین الاسلامی و الوثنیة

مؤلف: عبداللہ علی قصیمی، سن اشاعت: ۱۹۵۶ء، ناشر: المطبعۃ السلفیۃ، قاہرہ

۵۱۱۔ الصراط المستقیم لمستحقی التقدیم

مؤلف: علی بن یونس عاملی نباطی بیاضی (متوفی ۸۷۷ھ)، تحقیق: محمد باقر بہبودی، سن اشاعت: ۱۳۸۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتبۃ الرضویۃ لاحیاء الآثار الجعفریۃ

۵۱۲۔ صفة الصفوة

مؤلف: جمال الدین ابوالفرج ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تحقیق: محمود فاخوری، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۵۱۳۔ صلح الاخوان

مؤلف: شیخ داؤد نقشبندی بن سید سلیمان بغدادی (متوفی ۱۲۹۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۶ھ، ناشر: نخبۃ الاخبار بمبئی، ہند

۵۱۴۔ الصلواة الهامعة

مؤلف: مصطفیٰ بن کمال الدین بن علی قطب بکری (متوفی ۱۱۶۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۰ھ، ناشر: طبعۃ بولاق

۵۱۵۔ الصواعق المحرقه فی الرد علی اهل البدع و الزندقة

مؤلف: احمد بن حجر هیتمی مکی (متوفی ۹۷۴ھ)، تعلیقہ: عبدالوهاب عبداللطیف، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ القاهره، مصر

۵۱۶۔ الضعفاء الکبیر

مؤلف: ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ عقیلی (متوفی ۳۲۲ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۵۱۷۔ الضعفاء والمتروکون

مؤلف: علی بن عمر دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ)، تحقیق: موفق بن عبداللہ ابن عبدالقادر، ناشر: مکتبۃ المعارف، ریاض

۵۱۸۔ کتاب الضعفاء والمتروکین

مؤلف: ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء دوسرا ایڈیشن، تحقیق: بوران ضناوی اور کمال یوسف حوت، ناشر: دارالکتب الثقافیۃ، بیروت

۵۱۹۔ کتاب الضعفاء والمتروکین

مؤلف: جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ) تحقیق: ابوالفداء عبداللہ قاضی، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۵۲۰۔ الضوء اللامع لاهل القرن التاسع

مؤلف: شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ)، ناشر: دارالکتاب الاسلامی، قاہرہ

۵۲۱۔ کتاب الطبقات

مؤلف: ابوعمرو خلیفۃ بن خیاط (متوفی ۲۴۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر سہیل زکار، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۵۲۲۔ طبقات اعلام الشیعۃ

مؤلف: آقا بزرگ تہرانی (متوفی ۱۳۸۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۰ھ، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۵۲۳۔ الطبقات السنیة فی تراجم الحنفیة

مؤلف: تقی الدین بن عبدالقادر تمیمی (متوفی ۱۰۰۵ھ)، تحقیق: عبدالفتاح محمد حلو، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دار الرفاعی، ریاض

۵۲۴۔ طبقات الشافعیة

مؤلف: ابوبکر بن احمد بن قاضی شہبہ (متوفی ۸۵۱ھ)، تحقیق: عبدالعلیم خان، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد، ھند

۵۲۵۔ طبقات الشافعیة

مؤلف: جمال الدین عبدالرحیم اسنوی (متوفی ۷۷۲ھ)، تحقیق: کمال یوسف الحوت، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مرکز الخدمات والابحاث الثقافیۃ، بیروت

۵۲۶۔ طبقات الشافیعة الکبریٰ

مؤلف: ابونصر عبدالوھاب بن علی بن عبدالکافی سبکی (متوفی ۷۷۱ھ)، تحقیق: عبدالفتاح محمد الحلو اور محمود محمد طناحی، ناشر: دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت

۵۲۷۔ طبقات الشعراء

مؤلف: عبداللہ ابن المعتز ابن المتوکل ابن المعتصم بن ھارون الرشید (متوفی ۲۹۶ھ)، تحقیق: عبدالستار احمد فراج، سن اشاعت: ۱۹۶۸ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار المعارف، مصر

۵۲۸۔ طبقات الفقہاء

مؤلف: ابراہیم بن علی بن یوسف ابواسحاق شیرازی (متوفی ۴۷۶ھ)، تحقیق: احسان عباس، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء، ناشر: دار الرائد العربی، بیروت

۵۲۹۔ الطبقات الکبریٰ

مؤلف: محمد بن سعد بن منیع بصری معروف بہ ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) ، ناشر: دار صادر، بیروت

۵۳۰۔ الطبقات الکبریٰ (لواقح الانوار فی طبقات الاخیار)

مؤلف: عبدالوہاب بن علی انصاری شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء، ناشر: دار العلم للجمیع، قاہرہ

۵۳۱۔ طبقات المحدثین باصبہان

مؤلف: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر معروف بہ ابو شیخ (متوفی ۳۶۹ھ)، تحقیق: عبدالغفار سلیمان بنداری اور سید کسروی حسن ، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۳۲۔ الطرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف

مؤلف: ابو القاسم علی بن موسی بن طاؤس حسینی (متوفی ۶۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ، ناشر: مطبعۃ الخیام، قم

۵۳۳۔ طرائق الحقائق

مؤلف: معصوم علی بن زین العابدین بن معصوم شیرازی (متوفی ۱۳۴۴ھ)، تصحیح: محمد جعفر محجوب ، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ، ناشر: نشر مکتبۃ باراتی

۵۳۴۔ طرح التشریب فی شرح التقریب

مؤلف: ابو زرعہ عراقی احمد بن عبدالرحیم (متوفی ۸۲۶ھ) ، ناشر: دار المعارف، حلب

۵۳۵۔ الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ

مؤلف: محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیۃ (متوفی ۷۵۱ھ) ، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۳۶۔ طوالع الانوار

مؤلف: عبداللہ بن عمر بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) ، سن اشاعت: ۱۳۰۵ھ، ناشر: شرکۃ السعادۃ العلمیۃ، پاکستان

۵۳۷۔ الطیوریات

مؤلف: مبارک بن عبدالجبار بن احمد صیرفی معروف بہ ابن طیوری (متوفی ۵۰۰ھ)

۵۳۸۔ الظرائف و الطرائف فی المحاسن و الاضداد

مؤلف: ابونصر احمد بن عبدالرزاق مقدسی، کاتب: محمد صادق حسینی در سن ۱۲۸۶ھ

۵۳۹۔ عالم آرائے عباس

مؤلف: اسکندر بیگ ترکمان (۱۰۳۸ھ میں زندہ تھے)، سن اشاعت: ۱۳۵۰ھ ہجری شمسی در تہران

۵۴۰۔ العبر فی خبر غبر

مؤلف: شمس الدین ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد سعید زغلول، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۴۱۔ عبقات الانوار فی امامۃ الائمۃ الاطہار

مؤلف: میر حامد حسین ہندی (متوفی ۱۳۰۶ھ)، تحقیق: غلام رضا مولانا بروجردی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: سید الشہداء، قم

۵۴۲۔ العتب الجمیل علی اہل الجرح و التعدیل

مؤلف: محمد بن عقیل بن عبداللہ (متوفی ۱۳۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء، ناشر: ھیئۃ البحوث الاسلامیۃ، انڈونیشیا

۵۴۳۔ عترت در قرآن

مؤلف: محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۳۹۷ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ

۵۴۴۔ العثمانیۃ

مؤلف: عمرو بن بحر الجاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، تحقیق: عبدالسلام محمد ہارون، سن اشاعت: ۱۴۱۰ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دار الجیل، بیروت

۵۴۵۔ عدۃ رسائل

مؤلف: محمد بن محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، ناشر: مکتبۃ المفید قم، دوسرا ایڈیشن

٥٤٦ ۔ عرائس المجالس (قصص الانبیاء)

مؤلف: ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی (متوفی ۴۲۷ھ)، ناشر: دار الرائد العربی، بیروت

٥٤٧ ۔ العسجد المسبوک الجوهر المحکوک فی طبقات الخلفاء و الملوک

مؤلف: اسماعیل بن عباس غسانی (متوفی ۸۰۳ھ)، تحقیق: شاکر محمود عبد المنعم، سن اشاعت: ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء، ناشر: دار التراث الاسلامی بیروت، دار البیان، بغداد

٥٤٨ ۔ عصر المأمون

مؤلف: احمد فرید رفاعی (متوفی ۱۳۷۶ھ، سن اشاعت: ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء، ناشر: دار الکتب المصریۃ قاہرہ

٥٤٩ ۔ عقید الشهدة فی شرح قصیده البردة

مؤلف: عمر بن احمد خربوتی (متوفی ۱۲۹۹ھ)، تحقیق: عمر العامر اور حافظ رفیع

٥٥٠ ۔ عقائد الشیعة

مؤلف: علی اصغر بن علی اکبر بروجردی (از بزگان قرن ۱۳)، ناشر: المطبعۃ الاسلامیۃ، تہران

٥٥١ ۔ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین

مؤلف: محمد بن احمد حسنی فاسی (متوفی ۸۳۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

یہی کتاب ۱۳۷۸ھ میں مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ قاہرہ کی جانب سے محمد حامد الفقی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی

٥٥٢ ۔ العقد الفرید

مؤلف: احمد بن محمد بن عبد ربہ قرطبی (متوفی ۳۲۸ ھ)، سن اشاعت: ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار و مکتبۃ الھلال، بیروت

۵۵۳۔ العقود الدریة

مؤلف: محمد امین بن عمر عبد العزیز عابدین دمشقی (متوفی ۱۲۵۲ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۵۵۴۔ عقیدة الشیعة

مؤلف: دوایت م رونلدس، ناشر: مؤسسہ المفید، بیروت

۵۵۵۔ العلل المتناهیة فی الاحادیث الواهیة

مؤلف: ابو الفرج عبد الرحمٰن معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار الکتب العربیۃ، بیروت

۵۵۶۔ العلل الواردة فی الاحادیث النبویة

مؤلف: علی بن عمر دارقطنی (متوفی ۳۸۵ ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن زین اللہ سلفی، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: دار طیبۃ، ریاض

۵۵۷۔ العلل و معرفة الرجال

مؤلف: احمد بن محمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ ھ)، تحقیق: ڈاکٹر وصی اللہ ابن محمد عباس، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشرین: المکتب الاسلامی، بیروت، دار الخانی ریاض

۵۵۸۔ العلم الشامخ

مؤلف: صالح بن مہدی بن علی مقبلی (متوفی ۱۱۰۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۸ ھ پہلا ایڈیشن در مصر

۵۵۹۔ علم الیقین فی اصول الدین

مؤلف: مولی محسن کاشانی) متوفی ۱۰۹۱ھ)، سن اشاعت ۱۴۰۰ھ، ناشر: انتشارات بیدار، قم

۵۶۰ العمدة

مؤلف: حسن بن رشیق قیروانی ازدی (متوفی ۴۵۶ ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۲ء چوتھا ایڈیشن،

ناشر: دارالجیل، بیروت

٥٦١ ۔ عمدۃ التحقیق فی بشائر آل الصدیق مطبوع بر حاشیہ روض الریاحین

مؤلف: ابراہیم بن عامر بن علی عبیدی (متوفی ۱۰۹۱ھ) ، ناشر: مؤسسۃ عماد الدین ، قبرص

٥٦٢ ۔ عمدۃ الزائر

مؤلف: سید حیدر بن ابراہیم حسنی کاظمی (متوفی ۱۲۶۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء، ناشر: دارالتعارف، بیروت

٥٦٣ ۔ عمدۃ السالک وعدۃ الناسک

مؤلف: احمد بن لؤلؤ ابوالعباس شہاب الدین ابن النقیب (متوفی ۷۶۹ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

٥٦٤ ۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب

مؤلف: احمد بن علی بن مہنا (متوفی ۸۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

٥٦٥ ۔ عمدۃ عیون صحاح الاخبار

مؤلف: یحیی بن حسن اسدی معروف بہ ابن بطریق (متوفی ۶۰۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

٥٦٦ ۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری

مؤلف: محمود بن احمد عینی (متوفی ۸۵۵ھ)، ناشر دار احیاء التراث العربی، بیروت

٥٦٧ کتاب عمل الیوم واللیلۃ

مؤلف: ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب (متوفی ۳۰۳ھ)، تعلیقہ: مرکز الابحاث الثقافیۃ، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ، بیروت

٥٦٨ ۔ عید الغدیر

مؤلف: بولس سلامۃ (متوفی ۱۹۷۹ء)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء چوتھا ایڈیشن، ناشر: المؤسسۃ الثقافیۃ لھیئۃ انصار الحسین، تہران

٥٦٩ ۔ کتاب العین

مؤلف: ابوعبدالرحمٰن الخلیل بن احمد الفراھیدی (متوفی ۱۷۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: مؤسسۃ الھجرۃ، قم

٥٧٠ ۔ عیون الاخبار

مؤلف: عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ)، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

٥٧١ ۔ عیون اخبار الرضا

مؤلف: ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

٥٧٢ ۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء

مؤلف: احمد بن القاسم بن خلیفہ خزرجی معروف بہ ابن ابی اصیبعہ (متوفی ۶۶۸ھ)، تحقیق: ڈاکٹر نزار رضا، سن اشاعت: ۱۹۶۵ء، ناشر: دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت

٥٧٣ ۔ عیون المعجزات

مؤلف: شیخ حسین عبدالوھاب (از بزرگان قرن پنجم)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

٥٧٤ ۔ الغارات

مؤلف: ابراھیم بن محمد سعید معروف بہ ابن ہلال ثقفی (متوفی ۲۸۳ء)، تحقیق: خطیب سید عبد الزھرا حسینی، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دار الاضواء، بیروت

٥٧٥ ۔ غایۃ الاختصار

مؤلف: تاج الدین محمد بن محمد حمزہ حسینی (متوفی ۹۲۱ھ)، تحقیق: سید محمد صادق بحر العلوم، سن اشاعت: ۱۹۶۲ء، ناشر: المکتبۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۵۷۶۔ غایۃ المرام

مؤلف: سید ہاشم سلیمان بحرانی (متوفی ۱۱۰۷ھ)، کاتب: سید محمد علی خوانساری در ۱۳۴۱ھ

۵۷۷: غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء

مؤلف: محمد بن محمد ابن جزری (متوفی ۸۳۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الخارنجی

۵۷۸۔ الغدیر فی التراث الاسلامی

مؤلف: سید عبد الغدیر طباطبائی (متوفی ۱۴۱۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار المؤرخ العربی، بیروت

۵۷۹۔ الغدیر

مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)

اس کتاب کا قلمی نسخہ سید عبد العزیز طباطبائی کے کتب خانہ میں موجود ہے

۵۸۰۔ غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) مطبوع برحاشیہ تفسیر طبری

مؤلف: حسن بن محمد بن حسین نیشاپوری (۷۳۰ھ میں زندہ تھے)، سن اشاعت: ۱۳۲۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر

۵۸۱۔ غرر الخصائص الواضحۃ

مؤلف: ابو اسحاق برہان الدین کتبی معروف بہ وطواط (متوفی ۷۱۸ھ)، ناشر: دار صعب، بیروت

۵۸۲۔ غریب الحدیث

مؤلف: قاسم بن سلام ہروی (متوفی ۲۲۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء،

ناشر: دائرة المعارف العثمانية، حیدرآباد

٥٨٣ ۔ غريب القرآن

مؤلف: محمد بن عزیز سجستانی، تحقیق: احمد عبدالقادر صلاحیۃ، سن اشاعت: ۱۹۹۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار طلاس، شام

٥٨٤ ۔ الغنية لطالبي طريق الحق

مؤلف: عبدالقادر جیلانی (متوفی ۵۶۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: دار الحریۃ، بغداد

٥٨٦ الغيبة

مؤلف: شیخ محمد بن ابراہیم بن جعفر نعمانی (از بزرگان قرن چہارم)، تحقیق: علی اکبر غفاری، ناشر: مکتبۃ الصدوق، تہران

٥٨٧ ۔ الغيبة

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ، ناشر: مؤسسۃ المعارف الاسلامیۃ، قم

٥٨٨ ۔ الغيث المسجم في شرح لامية العجم

مؤلف: صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

٥٨٩ ۔ الفائق في غريب الحديث

مؤلف: جار اللہ عمر بن محمود زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ)، تحقیق: علی محمد بجاوی اور محمد ابوالفضل ابراہیم، ناشر: مطبعۃ عیسیٰ البابی الحلبی، قاہرہ

٥٩٠ ۔ الفتاوى الحديثية

مؤلف: احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی (متوفی ۹۷۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹

،ناشر:مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، بیروت

۵۹۱۔ فتاوی السبکی
مؤلف:ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی (متوفی ۷۵۶ھ)،ناشر:دارالمعرفۃ، بیروت

۵۹۲۔ الفتاوی الکبریٰ الفقھیۃ
مؤلف: احمد بن حجر ھیتمی (متوفی ۹۷۴ھ)،سن اشاعت:۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

۵۹۳۔ فتح الباری فی شرح صحیح البخاری
مؤلف: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)،تحقیق:محمد فواد عبدالباقی اور محب الدین خطیب اور عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز،ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۵۹۴۔ فتح البیان فی مقاصد القرآن
مؤلف: صدیق حسن خان بن علی، سن اشاعت:۱۹۶۵ء، ناشر:عبدالحیی علی محفوظ، مطبعۃ العاصمۃ، قاہرہ

۵۹۵۔ فتح القدر
مؤلف:محمد بن علی بن محمد شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، ناشر:عالم الکتب، بیروت

۵۹۶۔ فتح المتعال فی صفۃ النعال
مؤلف: احمد بن محمد مغربی مقری (متوفی ۱۰۴۱ھ)،سن اشاعت:۱۳۳۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر :مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد ھند

۵۹۷۔ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث
مؤلف: ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین معروف بہ حافظ عراقی (متوفی ۸۰۶ھ)، تحقیق:محمود ربیع، سن اشاعت:۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر:مکتبۃ السنۃ، قاہرہ

۵۹۸۔ فتوح البلدان

مؤلف : احمد بن یحیی بن جابر بلاذری (متوفی ۲۷۹ ھ)،نظر ثانی : رضوان محمد رضوان ، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء، ناشر: دارالکتب العلمیة ، بیروت

٥٩٩ ۔ فتوح الشام

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن عمر واقدی (متوفی ۲۰۷ ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۸ ھ، ناشر: المکتبۃ الا هلیة بیروت، آفسٹ از مکتبۃ المشهد الحسینی مصر

٦٠٠ ۔الفتوحات الاسلامیة

مؤلف: احمد زینی دحلان (متوفی ۱۳۰۴ھ)، ناشر: المطبعۃ الحسینیۃ المصریۃ

٦٠١ ۔ الفتوحات الالهیة

مؤلف: سلیمان بن عمر عجیلی معروف بہ جمل (متوفی ۱۲۰۴ھ)، ناشر: المطبعۃ المیمنیۃ، مصر

٦٠٢ ۔ الفتوحات المکیة

مؤلف: محمد بن علی معروف بہ ابن عربی (متوفی ٦۳۸ ھ)، ناشر: دارصادر، بیروت

٦٠٣ ۔ الفتوحات الوهبية بشرح الاربعين حديثا النووية

مؤلف: ابراہیم بن مرعی بن عطیہ شبرخیتی (متوفی ۱۱۰٦ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۸ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعۃ الازهریۃ المصر

٦٠٤ ۔ فجر الاسلام

مؤلف: احمد امین (متوفی ۱۳۷۳ھ)، سن اشاعت: ۱۹٦۹ء دسواں ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

٦٠٥ ۔ الفخری فی الآداب السلطانیة و الدول الاسلامیة

مؤلف: محمد ابن علی بن طباطبا معروف بہ ابن طقطقی (متوفی ۷۰۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸٦ھ مطابق ۱۹٦٦ء، ناشر: دارصادر، بیروت

٦٠٦ ۔ الفخری فی انساب الطالبین

مؤلف: سید عزیز الدین ابیطالب اسماعیل بن حسین بن محمد مروزی ازورقانی (متوفی بعد از ۶۱۴ھ)، تحقیق: مہدی رجائی، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی، قم

۶۰۷۔ فرائد السمطین فی فضائل المرتضی و البتول و السبطین و الائمۃ من ذریتھم

مؤلف: ابراہیم بن محمد بن مؤید حموئی (متوفی ۷۳۰ھ)، تحقیق: محمد باقر محمودی، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء در بیروت

۶۰۸۔ الفردوس بمأثور الخطاب

مؤلف: شیرویہ بن شہردار بن شہرویہ ہمدانی (متوفی ۵۰۹ھ)، تحقیق: سعید بن بسیونی زغلول، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۶۰۹۔ الفرق بین الفرق

مؤلف: عبد القاھر بن طاھر بن محمد بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۶۱۰۔ فرقان القرآن بین صفات الخالق و الاکوان

مؤلف: سلامۃ ھندی العزامی القضاعی الشافعی (متوفی ۱۳۷۶ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۶۱۱۔ الفصل فی الملل و الاھواء و النحل

مؤلف: ابو محمد علی بن حزم اندلسی (متوفی ۴۵۶ھ)، ناشر: مکتبۃ المثنی، بغداد

۶۱۲۔ الفصول المختارۃ من العیون و المحاسن

مؤلف: محمد بن محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء چوتھا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ دار الاضواء، بیروت

۶۱۳۔ الفصول المھمۃ فی معرفۃ احوال الائمۃ

مؤلف: علی بن محمد بن احمد معروف بہ ابن صباغ مالکی (متوفی ۸۵۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ

مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

٦١٤ ۔ فضائل امیر المومنین علی بن ابی طالب و اهل البیت من کتاب المسند لاحمد بن حنبل

مؤلف: قوام الدین قمی وشنوی، سن اشاعت: ۱۳۵۲ ہجری شمسی، ناشر: مطبعۃ الحکمۃ، قم

٦١٥ ۔ فضائل الصحابة

مؤلف: احمد بن محمد حنبل (متوفی ۲۴۱ ھ)، تحقیق: وصی اللہ بن محمد ابن عباس، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، مکۃ المکرمۃ

٦١٦ ۔ فضائل فاطمة

مؤلف: ابوحفص عمر بن احمد بغدادی معروف بہ ابن شاہین (متوفی ۳۸۵ ھ)، تحقیق: محمد سعید طریحی، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الوفا، بیروت

٦١٧ ۔ فضائل القرآن

مؤلف: ابن الضریس (متوفی ۲۹۴ ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ، ناشر: دار الفکر، دمشق

٦١٨ ۔ الفقه علی المذاهب الاربعة

مؤلف: عبدالرحمن بن محمد عوض الجزیری (متوفی ۱۳۶۰ ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ ھ مطابق ۱۹۸۶ء ساتواں ایڈیشن، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

٦١٩ ۔ الفهرست

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ ھ)، تصحیح: سید محمد صادق بحر العلوم، ناشر: انتشارات رضی، قم

٦٢٠ ۔ فهرست اسماء علماء الشیعة و مصنفیهم

مؤلف: منتجب الدین علی بن عبیداللہ بن بابویہ رازی (متوفی ۵۸۵ ھ)، تحقیق: سید عبدالعزیز طباطبائی، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ، ناشر: مجمع الذخائر الاسلامیۃ

۶۲۱۔ الفهرست

مؤلف: محمد بن اسحاق ندیم (متوفی ۴۳۸ھ)، تحقیق: منتخب مینوی، سن اشاعت: ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ مروی، تہران

۶۲۲۔ الفوائد البهية فی تراجم الحنفية

مؤلف: ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ہندی (متوفی ۱۳۰۴ھ)، تصحیح: سید محمد بدرالدین ابوفراس نعسانی، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۶۲۳۔ الفوائد الرضوية فی احوال علماء مذهب الجعفرية

مؤلف: شیخ عباس قمی (متوفی ۱۳۵۹ھ)

۶۲۴۔ الفوائد المجموعة فی الاحاديث الموضوعة

مؤلف: محمد علی شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، تحقیق: محمد عبدالرحمن عوض، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۶۲۵۔ فوات الوفيات

مؤلف: محمد شاکر کتبی (متوفی ۷۶۴ھ)، تحقیق: ڈاکٹر احسان عباس، سن اشاعت: ۱۹۷۳ء، ناشر: دارصادر، بیروت

۶۲۶۔ فيض الاله المالك فی حل الفاظ عمدة السالك وعدّة الناسك

مؤلف: عمر برکات بن محمد برکات بقاعی شافعی (متوفی ۱۲۹۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء دوسرا ایڈیشن درمصر

۶۲۷۔ فيض القدير شرح الجامع الصغير

مؤلف: محمد عبدالرؤف مناوی (متوفی ۱۰۳۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۲ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۶۲۸۔ قاموس الرجال

مؤلف: شیخ محمد تقی شوشتری (متوفی ۱۴۱۵ھ)، تحقیق: جامعہ مدرسین، قم ،سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

٦۲۹۔ القاموس المحیط

مؤلف: محمد بن یعقوب فیروز آبادی (متوفی ۸۱۷ھ)، تحقیق: مکتب تحقیق التراث فی مؤسسۃ الرسالۃ ،سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

٦۳۰۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین

مؤلف: شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دہلوی (متوفی ۱۱۷٦ھ) ،سن اشاعت: ۱۳۱۰ھ، ناشر: مکتبۃ سیدیان مہاباد ایران آفسٹ از طبع پیشاور

٦۳۱۔ کتاب القرطین او کتاب مشکل القرآن و غریبہ

مؤلف: محمد بن عبداللہ بن قتیبہ دینوری (متوفی ۲۷٦ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

٦۳۲۔ قصص الانبیاء

مؤلف: قطب الدین سعید بن ھبۃ اللہ راوندی (متوفی ۵۷۳ھ)، ناشر: مجمع البحوث الاسلامیۃ ،مشہد

٦۳۳۔ قصص العرب

مؤلفین: محمد احمد جاد المولی اور علی محمد بجاوی اور محمد ابو الفضل، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ ،ناشر: دار الفکر، قاہرہ

٦۳۴۔ قصص العلماء

مؤلف: میرزا محمد بن سلیمان تنکابنی (متوفی حدوداً ۱۳۱۰ھ) ،ناشر: المکتبۃ العلمیۃ الاسلامیۃ، تہران

٦۳۵۔ قطب الازہار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترہ

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: خلیل محی الدین المیس ،سن

اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

۶۳۶ ۔ قلائد الجمان فی شعراء الزمان

مؤلف: مبارک بن ابی بکر بن حمدان معروف بہ ابن الشعار (متوفی ۶۵۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ در جرمنی

۶۳۷ ۔ القواعد و الفوائد فی الفقه و الاصول و العربية

مؤلف: محمد بن مکی عاملی معروف بہ شہید اول (متوفی ۷۸۶ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالہادی الحکیم، سن اشاعت: ۱۹۸۰ء، ناشر: مکتبۃ المفید قم، آفسٹ از مطبعۃ الآداب، نجف اشرف

۶۳۸ ۔ قوت القلوب فی احادیث ابی ایوب

مؤلف: محمد بن ابی الحسن علی بن عباس مکی (متوفی ۳۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۶ھ، ناشر: المطبعۃ المیمنیۃ، مصر

۶۳۹ ۔ القول الفصل فیما لبنی هاشم و قریش و العرب من الفضل

مؤلف: علوی بن طاہر بن عبداللہ الہدار الحداد العلوی، سن اشاعت: ۱۳۴۴ھ، ناشر: مطبعہ ار شیفل در کری، جاوہ

۶۴۰ ۔ القول المستحسن فی فخر الحسن

مؤلف: محمد بن قاسم بن علی بن ذوالفقار، سن اشاعت: ۱۳۱۲ھ در ھند

۶۴۱ ۔ القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد

مؤلف: احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد ھند

۶۴۲ ۔ کاخ دلاویز (تاریخ شریف رضی)

مؤلف: سید علی اکبر برقعی قمی، سن اشاعت: ۱۳۱۸ھ ہجری شمسی، ناشر: مطبعہ ارمغان

۶۴۳ ۔ الکاشف فی معرفة من له رواية فی الکتب الستة

مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: عزۃ علی عید عطیۃ اور موسوی محمد علی موشی، سن اشاعت: ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار النصر، قاہرہ

٦٤٤۔ کافی

مؤلف: ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق معروف بہ شیخ کلینی (متوفی ۳۲۹ھ)، تحقیق: علی اکبر غفاری، ناشر: دار الکتاب الاسلامی، تہران

٦٤٥۔ الکافی فی تاریخ القدیم و الحدیث

مؤلف: میخائیل شاروبیم بیک (متوفی ۱۹۱۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعۃ الکبری الامیریۃ، بولاق مصر

٦٤٦۔ کامل بہائی

مؤلف: حسن بن علی بن محمد بن علی بن حسن طبری (متوفی ۶۷۲ھ)، ناشر: مکتبہ مرتضویہ، تہران

٦٤٧۔ کامل الزیارات

مؤلف: شیخ ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ (متوفی ۳۶۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۶ھ، ناشر: المکتبۃ المرتضویہ، نجف اشرف

٦٤٨۔ الکامل فی التاریخ

مؤلف: عز الدین علی بن ابی الکرم شیبانی معروف بہ ابن اثیر (متوفی ۶۳۰ھ)، تحقیق: علی شیروانی ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

یہی کتاب ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں دار صادر بیروت سے شائع ہوئی تھی۔

٦٤٩۔ الکامل فی ضعفاء الرجال

مؤلف: عبداللہ بن عدی جرجانی (متوفی ۳۶۵ھ)، سن اشاعت: پہلا ایڈیشن ۱۹۸۴، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

٦٥٠۔ الکامل فی اللغۃ و الادب

مؤلف: ابوالعباس محمد بن یزید معروف بہ مبرد نحوی (متوفی ۲۸۵ھ)، تحقیق: تغارید بیضون اور نعیم زرزور، سن اشاعت: ۱۹۸۹ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

٦٥١۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی (متوفی ۷٦ھ)

تحقیق: شیخ محمد باقر انصاری، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: موسسۃ نشر الھادی، قم

٦٥٢۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل

مؤلف: جار اللہ محمود بن عمر زمخشری (متوفی ۵۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳٦٦ھ مطابق ۱۹۴۷ء، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

٦٥٣۔ کشف الاستار عن زوائد البزار علی الکتب الستة

مؤلف: علی بن ابی بکر ہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ)، تحقیق: حبیب الرحمٰن اعظمی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

٦٥٤۔ کشف الاشتباہ

مؤلف: شیخ عبد الحسین رشتی (متوفی ۱۳۷۲ھ)، سن اشاعت: ۱۹۴۹ء، ناشر: المطبعۃ العسکریۃ الامبراطوریہ، تہران

٦٥٥۔ کشف الخفا و مزیل الالباس

مؤلف: اسماعیل بن محمد عجلونی جراحی (متوفی ۱۱٦۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۱ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

٦٥٦۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون

مؤلف: مصطفیٰ بن عبد اللہ معروف بہ حاجی خلیفہ کاتب چلپی (متوفی ۱۰٦۷ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

٦٥٧۔ کشف الغمة فی معرفة الائمة

مؤلف: ابو الحسن علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح اربلی (متوفی ٦۹۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق

۱۹۸۵ء دور ایڈیشن، ناشر: دار الاضواء، بیروت

۶۵۸۔ کشف الغمة عن جمیع الائمة

مؤلف: عبدالوہاب شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ)، ناشر: دار الکتب العربیۃ الکبریٰ، مصر

۶۵۹۔ الکشف و البیان (تفسیر ثعلبی)

مؤلف: ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری معروف بہ ثعلبی (متوفی ۴۲۷ھ)
اس کا قلمی نسخہ کتب آیۃ اللہ مرعشی قم میں موجود ہے (بیروت میں اب یہ تفسیر شائع ہو چکی ہے)

۶۶۰۔ کشف الیقین فی فضائل امیر المومنین

مؤلف: حسن بن یوسف بن مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ)، تحقیق: حسین درگاہی، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء

۶۶۱۔ الکشکول

مؤلف: شیخ یوسف بحرانی (متوفی ۱۱۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: موسسۃ الوفا و دار النعمان بیروت، مطبعہ امیر قم

۶۶۲۔ الکشکول الکامل

مؤلف: بہاء الدین عاملی (متوفی ۱۰۳۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار الزہرا، بیروت

۶۶۳۔ کفایة الاثر فی النص علی الائمة الاثنی عشر

مؤلف: ابوالقاسم علی بن محمد بن علی خراز قمی رازی (از بزرگان چہارم)، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ در قم

۶۶۴۔ کفایة الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد قرشی گنجی شافعی (مقتول در ۶۵۸ھ)، تحقیق: محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: دار احیاء تراث اہل البیت، تہران

۶۶۵۔ کفایة الطالب لمناقب علی بن ابی طالب

مؤلف: محمد حبیب شنقیطی (متوفی ۱۹۴۴ء)، سن اشاعت: ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ الاستقامۃ، قاہرہ

٦٦٦۔ کمال الدین و تمام النعمۃ

مؤلف: بوجعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

٦٦٧۔ الکنی، مطبوع در آخر کتاب التاریخ الکبیر

مؤلف: اسماعیل بن ابراہیم جعفی بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)، ناشر: دار الفکر، بیروت

٦٦٨۔ الکنی و الاسماء

مؤلف: ابو بشر محمد بن احمد بن حماد دولابی (متوفی ۳۱۰ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

٦٦٩۔ الکنی و الالقاب

مؤلف: شیخ عباس قمی (متوفی ۱۳۵۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ پانچواں ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ حیدری و مکتبۃ الصدر، تہران

٦٧٠۔ کنز العمال

مؤلف: علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین ہندی (متوفی ۹۷۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ، ناشر: موسسۃ الرسالۃ، بیروت

٦٧١۔ کنز الفوائد

مؤلف: ابو الفتح شیخ محمد بن علی بن عثمان کراجکی طرابلسی (متوفی ۴۴۹ھ)، تحقیق: عبد اللہ نعمۃ، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: دار الاضواء، بیروت

٦٧٢۔ الکنز المدفون و الفلک المسحون (الکشکول)

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: موسسۃ النعمان، بیروت

٦٧٣۔ كنز المطالب

مؤلف: حسن العدوی الحمزاوی، سن اشاعت: ١٢٨٠ھ در فارس، مغرب

٦٧٤۔ كنوز الحقائق فی حديث خير الخلائق

مؤلف: عبدالرؤف مناوی (متوفی ١٠٣١ھ)، ناشر: مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، چوتھا ایڈیشن

٦٧٥۔ اللآلی المصنوعة فی الاحاديث الموضوعة

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ٩١١ھ)، سن اشاعت: ١٣٩٥ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

٦٧٦۔ لباب الانساب

مؤلف: ابوالحسن علی بن ابی القاسم بن زید بیہقی معروف بہ ابن فندق (متوفی ٥٦٥ھ)، تحقیق: مہدی رجائی، سن اشاعت: ١٤١٠ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

٦٧٧۔ لباب النقول فی اسباب النزول

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ٩١١ھ)، تحقیق: احمد عبدالشافی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

٦٧٨۔ لزوم ما لا يلزم (اللزوميات)

مؤلف: ابوالعلاء المعری (متوفی ٤٤٩ھ)، سن اشاعت: ١٤٠٣ھ، ناشر: دار بیروت، بیروت

٦٧٩۔ لسان العرب

مؤلف: جمال الدین محمد بن محمد بن مکرم بن منظور (متوفی ٧١١ھ)، تحقیق: علی شیری، سن اشاعت: ١٤٠٨ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

٦٨٠۔ لسان الميزان

مؤلف: ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ٨٥٢ھ)، سن اشاعت: ١٤٠٧ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الفکر، بیروت

۶۸۱۔ لطائف اخبار الاول فیمن تصرف فی مصر من ارباب الدول

مؤلف: محمد المعطی بن ابی الفتح بن احمد بن عبد المغنی بن علی اسحاق (متوفی ۱۰۹۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۰ھ، ناشر: المطبعۃ العامرۃ الشرقیۃ، مصر

۶۸۲۔ لغت نامہ

مؤلف: علی اکبر دھخدا (متوفی ۱۳۳۴ھ، ہجری شمسی)، زیر نظر: ڈاکٹر محمد معین، سن اشاعت: ۱۳۲۰ھ ہجری شمسی، ناشر: تہران یونیورسٹی

۶۸۳۔ اللمع

مؤلف: ابونصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی (متوفی ۳۷۸ھ)، تحقیق: عبد الحلیم محمود اور طہ عبد الباقی سرور، سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء، ناشر: مطبعۃ السعادۃ، قاہرہ

۶۸۴۔ لؤلؤۃ البحرین

مؤلف: شیخ یوسف بن احمد بحرانی (متوفی ۱۱۸۶ھ)، تحقیق: محمد صادق بحر العلوم، ناشر: مؤسسۃ آل البیت، قم

۶۸۵۔ مائۃ منقبۃ من مناقب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب و الائمۃ من ولدہ

مؤلف: ابوالحسن محمد بن احمد بن علی قمی معروف بہ ابن شاذان (از بزرگان قرن چہارم)، تحقیق: نبیل رضا علوان، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: الدار الاسلامیۃ، بیروت

۶۸۶۔ ما ھو نہج البلاغہ

مؤلف: سید محمد علی بن حسین بن محسن ھبۃ الدین حسینی شہرستانی (متوفی ۱۳۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ، ناشر: مطبعۃ العرفان، صیدا

۶۸۷۔ المبسوط

مؤلف: محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء

، ناشر: دار المعرفة، بیروت

۶۸۸۔ المبسوط فی الفقه الامامیة

مؤلف: ابو جعفر محمد بن حسن معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، تعلیقہ: محمد باقر بہبودی، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ، ناشر: مکتبہ مرتضویہ، تہران

۶۸۹۔ مجالس المومنین

مؤلف: قاضی نور اللہ شوشتری (معروف بہ شہید ثالث، شہادت ۱۰۱۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۵ھ، ناشر: المکتبة الاسلامیة، تہران

۶۹۰۔ المجتنی

مؤلف: ابوبکر محمد بن حسن بن دارید ازدی (متوفی ۳۲۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۳ء
ناشر: دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباد ھند

۶۹۱۔ المجدی فی انساب الطالبین

مؤلف: ابو الحسن علی بن محمد بن علی عمری (متوفی ۴۴۳ھ کے بعد تک زندہ تھے)، تحقیق: ڈاکٹر احمد مہدوی دامغانی، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی، قم

۶۹۲۔ کتاب المجروحین من المحدثین و الضعفاء و المتروکین

مؤلف: محمد بن حبان بن احمد تمیمی بستی (متوفی ۳۵۴ھ)، تحقیق: محمود ابراہیم زاید، ناشر: دار الباز، مکہ

۶۹۳۔ مجمع الامثال

مؤلف: احمد بن محمد بن احمد میدانی (متوفی ۵۱۸ھ)، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دار الجیل، بیروت

۶۹۴۔ مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار

مؤلف: شیخ محمد طاہر صدیقی فتنی (متوفی ۹۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۴ھ، ناشر: منشی نولکشور، ھند

۶۹۵ ۔ مجمع البحرین

مؤلف: فخر الدین طریحی (متوفی ۱۰۸۵ھ)، تحقیق: سید احمد حسینی، ناشر: مکتبہ مرتضویہ، تہران

۶۹۶ ۔ مجمع البیان فی تفسیر القرآن

مؤلف: ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ)، سن اشاعت ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۶۹۷ ۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد

مؤلف: علی بن ابی بکر ھیثمی (متوفی ۸۰۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۶۹۸ ۔ مجمع الفصحاء

مؤلف: رضا قلی خان ھدایت (متوفی ۱۲۸۸ھ)، ناشر: مطبعہ گیلان، ایران

۶۹۹ ۔ المجموع

کتب خانہ ظاہر دمشق میں موجود چند کتابوں کا مجموعہ اب اس کتب خانہ کا نام کتب خانہ حافظ اسد ہے

۷۰۰ ۔ المجموع الرائق من ازھار الحدائق

مؤلف: ھبۃ اللہ بن ابی محمد حسن موسوی (متوفی ۷۰۳ھ میں زندہ تھے)

۷۰۱ ۔ مجموعۃ المعانی

مؤلف: عبد السلام ہارون، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء، ناشر: دار الجیل، بیروت

۷۰۲ ۔ المجموعۃ النبھانیۃ فی المدائح النبویۃ

مؤلف: یوسف بن اسماعیل نبھانی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۷۰۳ ۔ محاسن اصفہان

مؤلف: مفضل بن سعد بن حسین مافروخی (۴۸۵ھ میں زندہ تھے)، ناشر: مجلس ایران (پارلمنٹ

آف ایران) تہران

۷۰۴۔ المحاسن و الاضداد

مؤلف: عمرو بن بحرالجاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، تحقیق: فوزی عطوی، سن اشاعت: ۱۹۶۹ء، ناشر: دار صعب، بیروت

۷۰۵۔ المحاسن و المساوی

مؤلف: ابراہیم بن محمد بیہقی (۳۲۰ھ سے پہلے زندہ تھے)، سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء ناشر: دار صادر، بیروت

۷۰۶۔ محاضرات الادباء و محاورات الشعراء و البلغاء

مؤلف: ابوالقاسم حسین بن محمد معروف بہ راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ)

۷۰۷۔ محاضرات الاوائل و مسامرة الاواخر

مؤلف: علاء الدین علی دده بن مصطفیٰ سکتواری (متوفی ۱۰۰۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۱ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعة العامرة الشرقیة، مصر

۷۰۸۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیة

مؤلف: محمد بن عفیفی باجوری معروف بہ شیخ خضری (متوفی ۱۳۴۵ھ)، ناشر: دار الفکر، بیروت

۷۰۹۔ المحبر

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حبیب (متوفی ۲۴۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۱ھ، ناشر: المکتب التجاری بیروت، آفسٹ از مطبعة الدائرة، ھند

۷۱۰۔ محبوب القلوب

مؤلف: قطب الدین محمد بن علی بن عبدالوھاب اشکوری

اس کتاب کا عکسی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی میں موجود ہے

۷۱۱۔ المحصول فی علم الاصول

مؤلف:فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی (متوفی ۶۰۶ھ)،ناشر:دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۷۱۲۔ المحلی

مؤلف:احمد بن سعید بن حزم (متوفی ۴۵۶ھ)،تحقیق:لجنۃ احیاء التراث العربی فی دار الآفاق الجدیدہ، بیروت

۷۱۳۔ محمد رسول اللہ

مؤلف:توفیق الحکیم ،سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، دوسرا ایڈیشن

۷۱۴۔ مختار الاحادیث النبویۃ و الحکم المحمدیۃ

مؤلف:احمد بن ابراہیم مصطفیٰ الھاشمی (متوفی ۱۳۶۲ھ)،ناشر:مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ، بارہواں ایڈیشن

۷۱۵۔ مختصر بصائر الدرجات

مؤلف:حسن بن سلیمان خالد حلی عاملی (متوفی ۱۱۸۴ھ) ،سن اشاعت: ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء ،ناشر:المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۷۱۶۔ مختصر تاریخ ابن عساکر

مؤلف:محمد بن مکرم معروف بہ ابن منظور (متوفی ۷۱۱ھ)،تحقیق: ریاض عبدالحمید اور روحیۃ النحاس اور محمد مطیع ،سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۷۱۷۔ مختصر تذکرۃ القرطبی

مؤلف:عبدالوھاب بن احمد بن علی شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ) ،ناشر:عبدالحمید حنفی مصر، پہلا ایڈیشن

۷۱۸۔ مختصر جامع بیان العلم

مؤلف:احمد بن عمر محمصانی بیرونی (متوفی بعداز ۱۳۴۹ھ)،تحقیق:حسن اسماعیل مروۃ ،سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالخیر، دمشق

۷۱۹ ۔ مختصر طبقات الحنابلة

مؤلف: محمد بن عمر بغدادی معروف بہ ابن شطی (متوفی ۱۳۷۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۷۲۰ ۔ المختصر فی اخبار البشر (تاریخ ابو الفداء)

مؤلف: عماد الدین اسماعیل ابوالفداء (متوفی ۷۳۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۵ھ پہلا ایڈیشن ناشر: المطبعة الحسینیة، مصر

۷۲۱ ۔ المخصص

مؤلف: ابوالحسن علی بن اسماعیل اندلسی معروف بہ ابن سیدہ (متوفی ۴۵۸ھ)، تحقیق: لجنة احیاء التراث العربی، داراحیاء التراث العربی، بیروت

۷۲۲ ۔ مدارج النبوة

مؤلف: عبدالحق بن سیف الدین بن سعد دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ)

کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم میں اس کا نسخہ موجود ہے

۷۲۳ ۔ المدخل

مؤلف: محمد بن محمد عبد معروف بہ ابن حاج (متوفی ۷۳۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۹ء، ناشر: الازہر، مصر

۷۲۴ ۔ المدونة الکبریٰ

مؤلف: مالک بن انس اصحی (متوفی ۱۷۹ھ)، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۷۲۵ ۔ مراة الجنان و عبرة الیقظان

مؤلف: عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی یمنی (متوفی ۷۶۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: دارالکتاب الاسلامی، قاہرہ

۷۲۶ ۔ مرأة العقول فی شرح اخبار الرسول

مؤلف: علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: دار الکتب الاسلامیة، تہران

۷۲۷۔ مراۃ المومنین فی مناقب اھل بیت سید المومنین

مؤلف: ولی اللہ بن حبیب اللہ بن محب اللہ لکھنوی (متوفی ۱۲۷۰ھ)

کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم میں اس کا عکسی نسخہ موجود ہے۔

۷۲۸۔ المراجعات

مؤلف: عبد الحسین شرف الدین (متوفی ۱۳۷۷ھ)، تحقیق: حسین راضی، ناشر: دار الکتاب الاسلامی، قاہرہ

۷۲۹۔ مراتب الاجماع فی العبادات والمعاملات والاعتقادات

مؤلف: ابو محمد علی بن احمد بن سعد بن حزم (متوفی ۴۵۶ھ)، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۷۳۰۔ المراسم فی الفقه الامامی

مؤلف: حمزہ بن عبد العزیز دیلمی ملقب بہ سلار (متوفی ۴۶۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمود بستانی، ناشر: دار الزہراء، بیروت

۷۳۱۔ مراقی المفاتیح

۷۳۲۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح

مؤلف: حسین بن علی بن عمار نبلالی (متوفی ۱۰۶۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء، ناشر: مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر

۷۳۳۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح

مؤلف: ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ)، تحقیق: صدقی محمد جمیل عطار، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: دار الفکر، بیروت

۷۳۴۔ مرقاۃ الوصول لنوادر الاصول مطبوع در ذیل نوادر الاصول حکیم

مؤلف: شیخ مصطفیٰ بن اسماعیل دمشقی (متوفی ۱۲۹۴ھ میں زندہ تھے)، ناشر: دار صادر، بیروت

۷۳۵۔ المرقصات و المطربات

مؤلف: علی بن موسیٰ بن سعید مغربی (متوفی ۶۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۳ء، ناشر: دار حمد ومحیو

۷۳۶۔ مروج الذهب

مؤلف: علی بن الحسین بن علی مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ)، تحقیق: عبد الامیر مہنا، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

۷۳۷۔ المزهر فی علوم اللغة و انواعها

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، ناشر: دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر

۷۳۸۔ مسار الشیعة فی مختصر تواریخ الشریعة، مطبوع ضمن مصنفات شیخ مفید

مؤلف: محمد بن محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، تحقیق: شیخ مہدی نجف، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ مہر، قم

۷۳۹۔ مسالك الافهام فی شرح شرائع الاسلام

مؤلف: زین الدین بن علی عاملی (متوفی ۹۶۶ھ)، ناشر: دار الهدی للطباعۃ والنشر، قم

۷۴۰۔ مسالك الحنفا فی والدی المصطفی

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد دھند

۷۴۱۔ مستدرکات علم رجال الحدیث

مؤلف: علی نمازی شاہرودی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ در تہران

۷۴۲۔ المستدرك علی الصحیحن

مؤلف: محمد بن عبد اللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ)، تحقیق: مصطفیٰ عبد القادر عطا،

سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۷۴۳۔ مستدرک معجم المؤلفین

مؤلف: محمد رضا کحالۃ، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۷۴۴۔ مستدرک الوسائل

مؤلف: میرزا حسین نوری (متوفی ۱۳۲۰ھ)، ناشر: مؤسسہ اسماعیلیان، قم

۷۴۵۔ المسترشد فی امامۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب

مؤلف: ابوجعفر محمد بن جریر ابن رستم طبری امامی (متوفی ۳۱۰ھ)، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۷۴۶۔ المستطرف فی کل فن مستظرف

مؤلف: محمد بن احمد ابوالفتح لشیھی (متوفی ۸۵۰ھ)، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۷۴۷۔ المستقصی فی أمثال العرب

مؤلف: جاراللہ محمود بن عمر زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ در بیروت، پہلا ایڈیشن

۷۴۸۔ المسند

مؤلف: ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی (متوفی ۲۱۹ھ)، تحقیق: حبیب الرحمٰن اعظمی، ناشر: المکتبۃ السلفیۃ، مدینہ منورہ

۷۴۹۔ المسند

مؤلف: الھیثم بن کلیب شاشی (متوفی ۳۳۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن زین اللہ، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ

۷۵۰۔ مسند ابی داؤد طیالسی

مؤلف: سلیمان بن داؤد بن جارود (متوفی ۲۰۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۱ھ، ناشر: دارالکتاب

اللبنانی، وآفسٹ از دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد ھند

۷۵۱ ـ مسند ابی یعلی

مؤلف: احمد بن علی مثنی موصلی (متوفی ۳۰۷ھ)، تحقیق: حسین سلیم اسد، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دار الثقافۃ العربیۃ، دمشق

۷۵۲ ـ مسند احمد بن حنبل

مؤلف: احمد بن محمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۷۵۳ ـ مسند الامام الرضا ابی الحسن علی بن موسی (ع)

تحقیق: عزیز اللہ عطاردی خبوشانی، سن اشاعت: ۱۳۹۲ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الصدوق، تہران

۷۵۴ ـ مسند الامام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (ع)

سن اشاعت: ۱۹۶۶ء، ناشر: مکتبۃ الحیاۃ، بیروت

۷۵۵ ـ مسند البزار (البحر الزخار الجامع لمذاهب علماء الامصار)

مؤلف: ابوبکر احمد بن عمرو العتکی البزار (متوفی ۲۹۲ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن زین اللہ، ناشر: مکتبۃ العلوم والحکم مدینۂ منورۃ

۷۵۶ ـ مسند شمس الاخبار المنتقی من کلام النبی المختار

مؤلف: علی بن حمید قرشی (متوفی ۶۳۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

۷۵۷ ـ مسند فاطمہ

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: عزیز بک، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: المطبعۃ العزیزیۃ، حیدرآباد

۷۵۸۔ مشارق الانوار علی صحاح الآثار

مؤلف: ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (متوفی ۵۴۴ھ)

۷۵۹۔ مشارق الانوار فی فوز اهل الاعتبار

مؤلف: حسن العدوی الحمزاوی (متوفی ۱۳۰۳ھ)، ناشر: المطبعۃ الکشلیۃ بالمحروسۃ، تیسرا ایڈیشن

۷۶۰۔ مشاهیر الشرق، مطبوع در ضمن مؤلفات جرجی زیدان (ج۱۶)

مؤلف: جرجی زیدان (متوفی ۱۳۳۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء، ناشر: دارالجیل، بیروت

۷۶۱۔ المشتبه فی الرجال

مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: علی محمد نجاوی، سن اشاعت: ۱۹۶۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء الکتب العربیۃ، عیسی البابی مصر

۷۶۲۔ مشکاة المصابیح

مؤلف: محمد بن عبداللہ الخطیب العمری (متوفی ۵۱۰ھ)، تحقیق: سعید محمد لحام، سن اشاعت: ۱۴۱۱ مطابق ۱۹۹۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، لبنان

۷۶۳۔ مشکل الآثار

مؤلف: احمد بن محمد بن سلامۃ مصری طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد ھند

۷۶۴۔ مشیخة الفقیه

شرح وترجمہ وتعلیقہ: محمد جعفر شمس الدین، ناشر: دارالتعارف، بیروت

۷۶۵۔ مصابیح السنة

مؤلف: حسین بن مسعود بن محمد فراء بغوی (متوفی ۵۲۶ھ)، تحقیق: ڈاکٹر یوسف عبدالرحمٰن مرعشی

،سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۷۶۶۔ المصباح

مؤلف: ابراہیم بن علی بن حسن عاملی کفعمی (متوفی ۹۰۵ھ)، ناشر: انتشارات رضی، قم

۷۶۷۔ مصباح الظلام و بهجة الانام

مؤلف: محمد عبداللطیف جردانی (متوفی ۱۳۰۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۷۶۸۔ مصباح المتهجد

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، تحقیق: اسماعیل انصاری زنجانی

۷۶۹۔ المصعد الاحمد فی ختم مسند احمد

مؤلف: محمد بن محمد بن علی جزری (متوفی ۸۳۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: مکتبۃ التوبۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

۷۷۰۔ المصنف

مؤلف: عبدالرزاق بن ہمام صنعانی (متوفی ۲۱۱ھ)، تحقیق: شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی، سن اشاعت: ۱۳۹۰ھ، ناشر: المجلس العلمی، ھند

۷۷۱۔ المصنف فی الاحادیث و الآثار

مؤلف: عبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃ (متوفی ۲۳۵ھ)، تحقیق: مختار احمد ندوی

یہی کتاب ۱۴۰۹ھ میں سعید محمد لحام کی تحقیق کے ساتھ دارالفکر بیروت سے شائع ہوئی تھی۔

۷۷۲۔ المضنون الصغیر، مطبوع بر حاشیہ کتاب الانسان الکامل فی معرفة الاواخر والاوائل

مؤلف: ابوحامد محمد بن محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ)، ناشر: مکتبۃ محمد علی صبیح واولادہ، مصر

۷۷۳۔ مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول

مؤلف: کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی (متوفی ۶۵۴ ھ)

۱۲۸۷ھ میں رضا دامغانی معروف بہ حاجی آخوند سرافراز نے اس کی کتابت کی تھی۔

۷۷۴۔ المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ

مؤلف: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ ھ)، تحقیق: حبیب الرحمٰن اعظمی، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۷۷۵۔ مطالع الانظار علی طوالع الانوار (مطبوع بامتن طوالع الانوار بیضاوی)

مؤلف: شمس الدین بن محمود بن عبد الرحمٰن اصفہانی (متوفی ۷۴۹ ھ)

۷۷۶۔ مطالع البدور فی منازل السرور

مؤلف: علاء الدین علی بن عبد اللہ بہائی (متوفی ۷۱۶ ھ)، سن اشاعت: ۱۲۹۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ ادارۃ الوطن

۷۷۷۔ مطلع البدور و مجمع البحور

مؤلف: احمد بن صالح زیدی یمنی (متوفی ۱۰۸۷ھ)، ناشر: جامعۃ الدول العربیۃ، المنظمۃ العربیۃ للتربیۃ والثقافۃ والعلوم

۷۷۸۔ مطلع الشمس

مؤلف: محمد حسن خان ضیع الدولۃ اعتماد السلطنۃ، سن اشاعت: ۱۳۶۲ ہجری شمسی در تہران، پہلا ایڈیشن

۷۷۹۔ المعارف

مؤلف: ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبہ (متوفی ۲۸۶ ھ)، تحقیق: ڈاکٹر ثروت عکاشہ، سن اشاعت: ۱۹۹۲ھ چھٹا ایڈیشن، ناشر: الھیئۃ المصریۃ العاملۃ للکتاب

۷۸۰۔ معالم العلماء فی فہرست کتب الشیعۃ و اسماء المصنفین

مؤلف: محمد بن علی بن شہر آشوب (متوفی ۵۸۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۷۸۱۔ معانی القرآن

مؤلف: ابوزکریا یحیٰی بن زیاد فراء (متوفی ۲۰۷ھ)، تحقیق: احمد یوسف نجاتی اور محمد علی نجار، ناشر: مکتبۃ ناصر خسرو تہران، پہلا ایڈیشن

۷۸۲۔ معاہد التنصیص علی شواہد التلخیص

مؤلف: عبدالرحیم بن احمد عباسی (متوفی ۹۶۳ھ)، تحقیق: محمد محی الدین عبدالحمید، سن اشاعت: ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۷ء، ناشر: عالم الکتب، بیروت

۷۸۳۔ المعتصر من المختصر من مشکل الآثار

مؤلف: ابوالمحاسن یوسف بن موسیٰ حنفی (متوفی ۷۴۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۳ھ، ناشر: عالم الکتب بیروت، آفسٹ از دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد ھند

۷۸۴۔ المعجم

مؤلف: احمد بن محمد بن زیاد، ابوسعید ابن الاعرابی (متوفی ۳۴۱ھ)، تحقیق: ڈاکٹر احمد بن میرین سیاد بلوشی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الکوثر، ریاض

۷۸۵۔ معجم الادباء

مؤلف: یاقوت بن عبداللہ حموی (متوفی ۶۲۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۷۸۶۔ معجم الاطباء

مؤلف: ڈاکٹر احمد عیسیٰ بک (متوفی ۱۹۴۶ء)، سن اشاعت: ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء، ناشر: مطبعہ فتح اللہ الیاس، مصر

۷۸۷۔ المعجم الاوسط

مؤلف: ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمود طحان، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: مکتبۃ المعارف، ریاض

۷۸۸۔ معجم البلدان

مؤلف: یاقوت الحموی (متوفی ۶۲۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۷۸۹۔ معجم رجال الحدیث

مؤلف: ابوالقاسم الموسوی الخوئی (متوفی ۱۴۱۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء در بیروت، تیسرا ایڈیشن

۷۹۰۔ معجم الشعراء

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی (متوفی ۳۸۴ھ)، تحقیق: عبدالستار احمد فراج، ناشر: مکتبۃ النوری، دمشق

۷۹۱۔ معجم الشیوخ

مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد حبیب هیلة، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الصدیق، طائف

۷۹۲۔ المعجم الصغیر

مؤلف: ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الفکر، بیروت

۷۹۳۔ المعجم (فی اصحاب القاضی ابی علی الصدفی)

مؤلف: محمد بن عبداللہ بن ابی بکر قضاعی معروف بہ ابن الابار (متوفی ۶۵۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء، ناشر: دار الکتاب العربی، قاہرہ

۷۹۴۔ المعجم الکبیر

مؤلف: ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)، تحقیق: حمدی عبدالمجید سلفی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۷۹۵۔ المعجم المختص بالمحدثین

مؤلف: محمد بن احمد عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد حبیب ھیلہ، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: مکتبۃ الصدیق، طائف

۷۹۶۔ معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ

مؤلف: یوسف الیان سرکیس (متوفی ۱۳۵۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم (آفسٹ)

۷۹۷۔ معجم المؤلفین

مؤلف: عمر رضا کحالۃ، سن اشاعت: ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۷۹۸۔ المعجم الموحد

مؤلف: محمود درياب نجفی، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مجمع الفکر الاسلامی، قم

۷۹۹۔ معرفۃ الرجال

مؤلف: ابوزکریا یحیی بن معین (متوفی ۲۳۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: مجمع اللغۃ العربیۃ، دمشق

۸۰۰۔ معرفۃ الصحابۃ

مؤلف: ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد راضی بن حاج عثمان، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الدار، مدینۂ منورہ

۸۰۱۔ معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار

مؤلف: محمد بن احمد ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: بشار عواد وشعیب ارناؤط، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، ناشر: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت

۸۰۲۔ معین الحکام فیما یتردد بین الخصمین من الاحکام

مؤلف: علاء الدین ابوالحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی (متوفی ۸۴۴ھ)

۸۰۳۔ المغازی

مؤلف: محمد بن عمر بن واقد واقدی (متوفی ۲۰۷ھ)، تحقیق: ڈاکٹر مارسدن جونس، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

۸۰۴۔ المغنی

مؤلف: ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۷ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۸۰۵۔ المغنی فی ابواب التوحید و العدل

مؤلف: ابوالحسن عبدالجبار بن احمد بن عبدالجبار اسد آبادی (متوفی ۴۱۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالحلیم محمود، ناشر: الدار المصریۃ للتالیف والترجمۃ

۸۰۶۔ مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنهاج

مؤلف: شیخ محمد بن احمد شربینی (متوفی ۹۷۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۸ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۸۰۷۔ مفاتیح الاعجاز

مؤلف: میرزا محمد بن یحیی نوربخشی (متوفی ۸۹۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۲ھ، ناشر: مکتبہ حیدری، حیدرآباد، هند

۸۰۸۔ مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ

مؤلف: احمد بن مصطفیٰ معروف بہ طاش کبری زادہ (متوفی ۹۶۸ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۸۰۹۔ مفتاح النجا فی مناقب آل العباء

مؤلف: محمد بن رستم خان بدخشی (متوفی ۹۲۲ھ)
۱۲۸۲ھ کا قلمی نسخہ کتب آیۃ اللہ مرعشی قم میں موجود ہے۔

۸۱۰۔ المفردات فی غریب القرآن

مؤلف: حسین بن محمد بن مفضل معروف بہ راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتب نشر الکتاب، ایران

۸۱۱۔ مقاتل الطالبین

مؤلف: ابوالفرج علی بن الحسین بن محمد اصفہانی (متوفی ۳۵۶ھ)، تحقیق: احمد صقر، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

۸۱۲۔ المقاصد الحسنۃ

مؤلف: محمد بن الرحمٰن شمس الدین سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ)، تحقیق: محمد عثمان الخشت، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العربی، بیروت

۸۱۳۔ المقاصد السندسیۃ فی النسبۃ المصطفویۃ

مؤلف: جلا الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد ھند

۸۱۴۔ مقتضب الاثر فی النص علی الائمۃ الاثنی عشر

مؤلف: احمد بن عبداللہ بن عیاش جوہری (متوفی ۴۰۱ھ)، ناشر: مکتبۃ الطباطبائی، قم

۸۱۵۔ مقتل الحسین

مؤلف: موفق بن احمد مکی اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ)، تعلیقہ: محمد ساوی، سن اشاعت: ۱۳۶۷ھ، ناشر: مکتبۃ المفید قم، آفسٹ از طبع نجف

۸۱۶۔ مقدمات ابن رشد، مطبوع در ضمن کتاب المدونۃ الکبریٰ لمالک ابن انس

مؤلف: محمد بن احمد ابن رشد (متوفی ۵۲۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

۸۱۷۔ مقدمة فی اصول التفسیر

مؤلف: احمد بن عبدالحلیم بن تیمیة (متوفی ۷۲۸ھ)، ناشر: دار مکتبة الحیاة، بیروت

۸۱۸۔ المقنع فی الامامة

مؤلف: عبیداللہ بن عبداللہ السد آبادی (متوفی بعد از وفات سید مرتضی متوفی ۴۳۶ھ)، تحقیق: شاکر سبع، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۱۹۔ المقنع و الھدایة

مؤلف: محمد بن علی بن حسن بن بابویہ معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار المحجة، بیروت

۸۲۰۔ المقنعة، مطبوع در ضمن مؤلفات شیخ مفید

مؤلف: محمد بن محمد نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۲۱۔ الملاحم والفتن

مؤلف: علی بن موسی بن جعفر بن طاؤس (متوفی ۶۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۸ھ، ناشر: المطبعة الحیدریة، نجف اشرف

۸۲۲۔ الملل و النحل

مؤلف: ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ)، سن اشاعت: ۱۹۸۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسة ناصر للثقافة، بیروت

۸۲۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ

مؤلف: ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ

، دوسرا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۲۴ ۔ مناظر المحاضر للمناضر الحاضر

مؤلف: المعهد الفرنسی دمشق در اخبار الدراسات الشرقیة مجلد ۱۶، سن اشاعت: ۱۹۶۱ء

۸۲۵ ۔ مناقب خوارزمی

مؤلف: موفق بن احمد بن محمد خوارزمی (متوفی ۵۶۸ ھ)، تحقیق: مالک محمودی، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۲۶ ۔ مناقب آل ابیطالب

مؤلف: ابوجعفر محمد بن علی بن شہر آشوب سروی (متوفی ۵۸۸ ھ)، تحقیق: یوسف بقاعی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الاضواء، بیروت

۸۲۷ ۔ مناقب ابی حنیفه، مطبوع درذیل کتاب مناقب ابی حنیفة کردری

مؤلف: موفق بن احمد مکی خوارزمی (متوفی ۵۶۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۱ ھ پہلا ایڈیشن

۸۲۸ ۔ مناقب ابی حنیفة

مؤلف: محمد بن محمد شہاب کردری (متوفی ۸۲۷ ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۱ ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مجلس دائرة المعارف النظامیة، حیدر آباد ھند

۸۲۹ ۔ مناقب احمد بن حنبل

مؤلف: ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ ھ)، تحقیق: عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار ھجر الجیزه، مصر

۸۳۰ ۔ مناقب امیر المومنین

مؤلف: احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ ھ)، تحقیق: سید عبدالعزیز طباطبائی

۸۳۱ ۔ المناقب الثلاثة للامام علی و نجلیه الحسن و الحسین

سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ، ناشر: المطبعۃ الیوسفیۃ، مصر

۸۳۲۔ مناقب الشافعی

مؤلف: احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، تحقیق: احمد صقر، ناشر: مکتبۃ دار التراث، قاہرہ

۸۳۳۔ مناقب الشافعیہ

مؤلف: حسین بن مسعودی بغوی (متوفی ۵۱۶ھ)، تحقیق: احمد صقر، ناشر: مکتبۃ دار التراث، قاہرہ

۸۳۴۔ مناقب علی بن ابی طالب

مؤلف: علی بن محمد بن محمد معروف بہ ابن مغازلی (متوفی ۴۸۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۴ھ، ناشر

: المکتبۃ الاسلامیۃ، تہران

۸۳۵۔ المنتخب

مؤلف: فخر الدین بن محمد علی بن احمد طریحی (متوفی ۱۰۸۵ھ)، ناشر: مکتبہ ارومیہ، قم

۸۳۶۔ منتخب کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال

مؤلف: حسام الدین بن علی ابن الملک (متوفی ۹۷۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰

پہلا ایڈیشن، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۸۳۷۔ منتخب المختار (تاریخ علماء بغداد)

مؤلف: محمد بن رافع ھجرس السلامی (متوفی ۷۷۴ھ)، تحقیق: عباس عزاوی، سن اشاعت: ۱۳۵۷

مطابق ۱۹۳۷ء، ناشر: مطبعۃ الاھالی، بغداد

۸۳۸۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم

مؤلف: عبد الرحمن بن علی معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تحقیق: محمد عبد القادر عطا اور

مصطفی عبد القادر عطا، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۸۳۹۔ منتہی الکلام

مؤلف: حیدر علی بن محمد فیض آبادی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۲۸۲ھ، ناشر: مطبعۃ غلام

رضا خان، ایران

۸۴۰۔ منتهی المدارک (شرح تائیه ابن الفارض)

مؤلف: سعید الدین فرغانی (متوفی ۶۹۹ھ)، سن اشاعت: ۱۲۹۳ھ، ناشر: مطبعة الصنائع، استنبول

۸۴۱۔ منتهی المقال (فہرست شیخ ابو علی)

مؤلف: ابو علی محمد بن اسماعیل حائری (متوفی ۱۲۱۵ء، ۱۲۱۶ھ)

۸۴۲۔ منح المنة فی التمسك باشريعة والسنة

مؤلف: عبدالوھاب بن احمد بن علی شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ)، ناشر: المکتبة المحمودية، مصر

۸۴۳۔ منن الرحمن فی شرح المنظومة

مؤلف: شیخ محمد بہاء الدین حارثی (متوفی ۱۰۳۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۴ھ، ناشر: المطبعة الحيدرية، نجف اشرف

۸۴۴۔ المنهاج، مطبوع با کتاب مغنی المحتاج شربینی

مؤلف: ابوزکریا یحیی بن اشرف الدین بن مری نووی (متوفی ۶۷۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۷ مطابق ۱۹۵۸ء، ناشر: داراحياء التراث العربي، بیروت

۸۴۵۔ منهاج البراعة فی شرح نهج البلاغه

مؤلف: میرزا حبیب اللہ بن محمد ہاشم موسوی خوئی (متوفی ۱۳۲۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ، ناشر: المکتبة الاسلامية، تہران

۸۴۶۔ منهاج السنة النبوية

مؤلف: احمد بن عبدالحلیم بن تیمیة (متوفی ۷۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۲ھ، ناشر: دار الکتب العلمية، بیروت، آفسٹ از مطبعة الکبرى الاميرية، مصر

۸۴۷۔ منهاج الشريعة فی الرد علی ابن تیمیة

مؤلف: سید محمد مہدی ابن سید صالح کاظمی قزوینی (متوفی ۱۳۵۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۷ھ، ناشر: المطبعۃ العلویۃ، نجف اشرف

۸۴۸۔ المنہاج فی شعب الایمان

مؤلف: ابوعبداللہ حسین بن حسن حلیمی (متوفی ۴۰۳ھ)، تحقیق: حلمی محمد فودہ، سن اشاعت: ۱۳۹۹ پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۸۴۹۔ منہج المقال فی تحقیق احوال الرجال (چاپ سنگی)

مؤلف: میرزا محمد استرآبادی (متوفی ۱۰۲۶ھ)

۸۵۰۔ المہذب فی الفقہ

مؤلف: ابراہیم بن علی یوسف فیروزآبادی شیرازی (متوفی ۴۷۶ھ)، ناشر: مطبعۃ عیسی البابی الحلبی، مصر

۸۵۱۔ المنہل ایصا فی والمستو فی بعدا لوا فی

مؤلف: یوسف بن تغری بردی الاتابکی جمال الدین ابی المحاسن (متوفی ۸۷۴ھ)، تحقیق: محمد محمد امین، سن اشاعت: ۱۹۸۴ء، ناشر: الھیئۃ المصریۃ للکتاب

۸۵۲۔ المؤتلف والمختلف

مؤلف: ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالغرب الاسلامی

۸۵۳۔ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان

مؤلف: نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ)، تحقیق: محمد عبدالرزاق حمزہ، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۸۵۴۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ

مؤلف: ابراہیم بن موسی اللخمی الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ)، شارح: شیخ عبداللہ دراز، ناشر:

دارالمعرفۃ، بیروت

۸۵۵۔ المواقف فی علم الکلام

مؤلف: عبدالرحمٰن بن احمد بن عبدالغفار ایجی (متوفی ۷۵۶ھ)، ناشر: عالم الکتب، بیروت

۸۵۶۔ المواهب اللدنیه

مؤلف: احمد بن محمد قطلانی (متوفی ۹۲۳ھ)، تحقیق: صالح احمد شامی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

۸۵۷۔ مواهب الواهب

مؤلف: جعفر بن محمد بن نقدی (متوفی ۱۳۶۹ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد هادی امینی، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: شرکۃ الکتبی، بیروت

۸۵۸۔ المودة فی القربیٰ

مؤلف: علی بن شهاب الدین همدانی (متوفی ۷۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۹۹۰ء، ناشر: مجلّہ الموسم شمارہ (۸) از نسخہ قلمی کلکتہ هند

۸۵۹۔ موضح اوهام الجمع و التفرق

مؤلف: احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۹ء، ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد هند، دارالفکر بیروت

۸۶۰۔ الموضوعات

مؤلف: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تحقیق: عبدالرحمٰن محمد عثمان، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء، ناشر: المکتبۃ السلفیۃ، مدینہ منورہ

۸۶۱۔ الموضوعات الکبریٰ

مؤلف: علی قاری هروی حنفی، سن اشاعت: ۱۳۴۶ھ، ناشر: مطبعہ مجتبائی، دهلی هند

۸۶۲۔ الموطّا

مؤلف: مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ)، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی

٨٦٣ ۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال

مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد بجاوی، ناشر: دارالفکر، بیروت

٨٦٤ ۔ الناسخ و المنسوخ فی القرآن الکریم

مؤلف: محمد بن اسماعیل صفار معروف بہ ابی جعفر نحاس (متوفی ۳۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت

٨٦٥ ۔ نامہ دانشوران ناصری

مؤلف: گروہ علماء، ناشر: مؤسسۃ مطبوعات دارالفکر، قم

٨٦٦ ۔ نثر الدرر

مؤلف: منصور بن حسین آبی (متوفی ۴۲۲ھ)

اس کا عکسی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی میں موجود ہے۔

٨٦٧۔ النجوم الزاہرہ فی ملوك مصر والقاہرہ

مؤلف: یوسف بن تغری بردی اتابکی (متوفی ۸۷۴ھ)، ناشر: دارالکتب، مصر

٨٦٨۔ النزاع و التخاصم فیما بین بنی امیة و بنی ہاشم

مؤلف: تقی الدین مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر حسین مونس، ناشر: انتشارات رضی، قم

٨٦٩ ۔ نزل الابرار

مؤلف: محمد بن معتمد خان بدخشانی (متوفی ۱۱۲۶ھ)، تحقیق: محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: شرکۃ الکتبی، بیروت

٨٧٠ ۔ نزہة الارواح

مؤلف: احمد بن علی تلمسانی (متوفی ۱۰۴۱ھ)، تحقیق: یوسف بقاعی، ناشر: دار الفکر، بیروت

۸۸۷۔ نفح القوت المغتذی علی صحیح الترمذی

مؤلف: علی بن سلیمان بجمعوی المغربی المالکی (متوفی ۱۳۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۲۹۸ھ، ناشر: المطبعۃ الوھبیۃ

۸۸۸۔ نفحات الازھار فی خلاصۃ عبقات الانوار میر حامد حسین ہندی

تلخیص: سید علی میلانی، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعہ مہر، قم

۸۸۹۔ النکت العصریۃ فی اخبار الوزارۃ المصریۃ

مؤلف: عمارۃ بن علی الحکمی الیمنی (متوفی ۵۶۹ھ)، ناشر: مکتبۃ المثنی، بغداد

۸۹۰۔ نکت الھمیان فی نکت العمیان

مؤلف: خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء، ناشر: المطبعۃ الجمالیۃ، مصر

۸۹۱۔ نھایۃ الارب فی فنون الادب

مؤلف: احمد بن عبدالوھاب نویری (متوفی ۷۳۳ھ)، ناشر: المؤسسۃ المصریۃ العامۃ، وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی، مصر

۸۹۲۔ نھایۃ الاقدام فی علم الکلام

مؤلف: محمد بن عبدالکریم شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ)، ناشر: دار الکتاب، بیروت

۸۹۳۔ النھایۃ فی غریب الحدیث

مؤلف: مبارک بن محمد جزری معروف بہ ابن اثیر (متوفی ۶۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۹۵۶ء چوتھا ایڈیشن در قاہرہ

۸۹۴۔ النھایۃ ونکتھا

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن بن علی معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۹۵۔ نہج البلاغة

تحقیق وتعلیقہ: ڈاکٹر صبحی صالح، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ در بیروت

۸۹۶۔ نہج الحق و کشف الصدق

مؤلف: حسن بن یوسف بن مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ، ناشر: مؤسسۃ دارالھجرۃ

۸۹۷۔ نوادر الاصول

مؤلف: محمد بن علی بن حسن حکیم ترمذی (متوفی بعد از ۳۱۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۸۹۸۔ النواقض للروافض

مؤلف: محمد بن عبدالرسول برزنجی (متوفی ۱۱۰۳ھ)

اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی میں موجود ہے

۸۹۹۔ نور الابصار

مؤلف: شیخ مومن بن حسن بن مومن شبلنجی (متوفی بعد از ۱۳۰۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء، ناشر: دارالجیل، بیروت

۹۰۰۔ النور السار ی

مؤلف: حسن عدوی حمزاوی (متوفی ۱۳۰۳ھ)، سن اشاعت: ۱۲۷۹ھ در مصر

۹۰۱۔ النور السافر عن اخبار القرن العاشر

مؤلف عبدالقادر بن شیخ بن عبداللہ العیدروس (متوفی ۱۰۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۹۰۲۔ نور الکریمتین

مؤلف: مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ)، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی

٨٦٣ ۔ میزا ن الاعتدال فی نقد الر جا ل

مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد بجاوی، ناشر: دارالفکر، بیروت

٨٦٤ ۔ النا سخ و المنسو خ فی القر آن الکر یم

مؤلف: محمد بن اسماعیل صفار معروف بہ ابی جعفر نحاس (متوفی ۳۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت

٨٦٥ ۔ نا مه دا نشور ان نا صری

مؤلف: گروہ علماء، ناشر: مؤسسۃ مطبوعات دارالفکر، قم

٨٦٦ ۔ نثر الدرر

مؤلف: منصور بن حسین آبی (متوفی ۴۲۲ھ)

اس کا عکسی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی میں موجود ہے۔

٨٦٧۔ النجو م الزا هر ه فی ملو ك مصر والقاهره

مؤلف: یوسف بن تغری بردی اتا بکی (متوفی ۸۷۴ھ)، ناشر: دارالکتب، مصر

٨٦٨۔ النز اع و التخاصم فیما بین بنی امیة و بنی ہا شم

مؤلف: تقی الدین مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر حسین مونس، ناشر: انتشارات رضی، قم

٨٦٩ ۔ نزل الا برار

مؤلف: محمد بن معتمد خان بدخشانی (متوفی ۱۱۲۶ھ)، تحقیق: محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: شرکۃ الکتبی، بیروت

٨٧٠ ۔ نز هة الارواح

مؤلف: امیر حسینی غوری ہروی (متوفی ۷۱۸ھ)، ناشر: انتشارات زوّار، کابل

۸۷۱ ۔ نزهة الا لبّاء فی طبقا ت الادباء

مؤلف: عبدالرحمٰن بن محمد انباری (متوفی ۵۷۷ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، ناشر: دار نھضۃ مصر، قاہرہ

۸۷۲ ۔ نز هة الجليس و منسية الاديب الانيس

مؤلف: عباس بن علی بن نورالدین حسینی (از بزرگان قرن ۱۲)، سن اشاعت: ۱۳۷۸ھ، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۸۷۳ ۔ نز هة الخوا طر و بهجة المسا مع و النو اظر

مؤلف: عبدالحی فخر الدین حسینی لکھنوی (متوفی ۱۳۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء دوسرا ایڈیشن درحیدرآباد ھند

۸۷۴ ۔ نزهة المجا لس و منتخب النفا ئس

مؤلف: عبدالرحمٰن صفوری (متوفی ۸۹۴ھ)، ناشر: دارالایمان، دمشق

۸۷۵ ۔ نزهة المحبين فی فضائل امير المومنين

مؤلف: شیخ جعفر بن محمد نقدی (متوفی ۱۳۶۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء، ناشر: المطبعۃ العلمیۃ، نجف اشرف

۸۷۶۔ نسمة السحر فيمن تشيع و شعر

مؤلف: یوسف بن یحیی یمانی ضعانی (متوفی ۱۱۲۱ھ)

اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی میں موجود ہے

۸۷۷ ۔ نسيم الر ياض فی شرح الشفا للقا ضی عياض

مؤلف: احمد بن محمد شہاب الدین خفاجی (متوفی ۱۰۶۹ھ)، ناشر: دارالفکر، بیروت

۸۷۸ ۔ نشر العلمين فی احيا ء الابو ين

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد ھند

۸۷۹۔ نشوار المحاضرۃ و اخبار المذاکرۃ
مؤلف: محسن بن علی تنوخی (متوفی ۳۸۴ھ)، تحقیق: عبود شالجی

۸۸۰۔ نشوۃ السلافۃ ومحل الاضافۃ
مؤلف: محمد بن بشارۃ آل موحی الخیقانی (متوفی ۱۱۶۰ھ)، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ الحکیم، نجف اشرف

۸۸۱۔ النصائح الکافیۃ لمن یتولی معاویۃ
مؤلف: محمد بن عقیل بن عبداللہ العلوی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، سن اشاعت ۱۴۱۲ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الثقافۃ، قم

۸۸۲۔ نصب الرایۃ
مؤلف: عبداللہ بن یوسف زیلعی (متوفی ۷۶۲ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۸۸۳۔ النصرۃ فی حرب البصرۃ
مؤلف: محمد بن محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، ناشر: مکتبۃ الداوری، قم

۸۸۴۔ نظم الدرر فی تناسب الآیات و السور (تفسیر بقاعی)
مؤلف: برھان الدین ابی الحسین بن عمر البقاعی (متوفی ۸۸۵ھ)، تحقیق: عبدالرزاق غالب المھدی، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۸۸۵۔ نظم درر السمطین
مؤلف: محمد بن یوسف زرندی (متوفی ۷۵۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد ہادی امینی، ناشر: مکتبۃ نینوی الحدیثۃ، تہران

۸۸۶۔ نفح الطیب

مؤلف: احمد بن علی تلمسانی (متوفی ۱۰۴۱ھ)، تحقیق: یوسف بقاعی، ناشر: دار الفکر، بیروت

۸۸۷۔ نفح القوت المغتذی علی صحیح الترمذی

مؤلف: علی بن سلیمان بجمعوی المغربی المالکی (متوفی ۱۳۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۲۹۸ھ، ناشر: المطبعۃ الوھبیۃ

۸۸۸۔ نفحات الازھار فی خلاصۃ عبقات الانوار میر حامد حسین ھندی

تلخیص: سید علی میلانی، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعہ مہر، قم

۸۸۹۔ النکت العصریۃ فی اخبار الوزارۃ المصریۃ

مؤلف: عمارۃ بن علی الحکمی الیمنی (متوفی ۵۶۹ھ)، ناشر: مکتبۃ المثنی، بغداد

۸۹۰۔ نکت الھمیان فی نکت العمیان

مؤلف: خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء، ناشر: المطبعۃ الجمالیۃ، مصر

۸۹۱۔ نھایۃ الارب فی فنون الادب

مؤلف: احمد بن عبدالوھاب نویری (متوفی ۷۳۳ھ)، ناشر: المؤسسۃ المصریۃ العامۃ، وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی، مصر

۸۹۲۔ نھایۃ الاقدام فی علم الکلام

مؤلف: محمد بن عبدالکریم شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ)، ناشر: دار الکتاب، بیروت

۸۹۳۔ النھایۃ فی غریب الحدیث

مؤلف: مبارک بن محمد جزری معروف بہ ابن اثیر (متوفی ۶۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۹۵۶ء چوتھا ایڈیشن در قاہرہ

۸۹۴۔ النھایۃ ونکتھا

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن بن علی معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۹۵۔ نہج البلاغة

تحقیق وتعلیقہ: ڈاکٹر صبحی صالح، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ در بیروت

۸۹۶۔ نہج الحق و کشف الصدق

مؤلف: حسن بن یوسف بن مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ، ناشر: مؤسسۃ دار الھجرة

۸۹۷۔ نوادر الاصول

مؤلف: محمد بن علی بن حسن حکیم ترمذی (متوفی بعد از ۳۱۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۸۹۸۔ النواقض للروافض

مؤلف: محمد بن عبد الرسول برزنجی (متوفی ۱۱۰۳ھ)

اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی میں موجود ہے

۸۹۹۔ نور الابصار

مؤلف: شیخ مومن بن حسن بن مومن شبلنجی (متوفی بعد از ۱۳۰۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء، ناشر: دار الجیل، بیروت

۹۰۰۔ النور الساری

مؤلف: حسن عدوی حمزاوی (متوفی ۱۳۰۳ھ)، سن اشاعت: ۱۲۷۹ھ در مصر

۹۰۱۔ النور السافر عن اخبار القرن العاشر

مؤلف عبد القادر بن شیخ بن عبد اللہ العیدروس (متوفی ۱۰۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۹۰۲۔ نور الکریمتین

مؤلف: قمر الدین بن منیب حسینی اورنگ آبادی (متوفی ۱۱۹۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۲ھ، ناشر: مطبعۂ نظامی، ھند

۹۰۳ ۔ النور المشتعل المقتبس من كتاب ما نزل من القرآن فی علی

مؤلف: ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ)، تحقیق: محمد باقر محمودی، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، ناشر: وزارت ارشاد اسلامی، تہران

۹۰۴ ۔ نيل الاوطار

مؤلف: محمد بن علی بن محمد شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۹۰۵ ۔ الهداية مطبوع با المقنع

مؤلف: شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ، ناشر: دارالمحجۃ البیضاء، بیروت

۹۰۶ ۔ هداية المحدثين (معروف به مشتركات الكاظمي الى طريقة المحمدين)

مؤلف: محمد امین ابن محمد علی کاظمی (متوفی ۱۰۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی، قم

۹۰۷ هداية المرتاب فی فضائل الاصحاب

مؤلف: احمد بن مصطفیٰ القادین خانی (متوفی ۱۳۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۲۹۲ھ

۹۰۸ ۔ هدية الاحباب فی ذكر المعروفين بالكنى و الالقاب و الانساب

مؤلف: شیخ عباس قمی (متوفی ۱۳۵۹ھ)، ناشر: پہلا ایڈیشن در تہران

۹۰۹ ۔ هدية العارفين

مؤلف: اسماعیل پاشا بغدادی، سن اشاعت: ۱۹۵۱ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی بیروت، آفسٹ از المطبعۃ البھیۃ استنبول

۹۱۰ ۔ الوافی

مؤلف: محمد بن مرتضی معروف بہ ملا فیض کاشانی (متوفی ۱۰۹۱ھ)، ناشر: کتب خانہ امیر المومنین اصفہان

۹۱۱۔ الوافی با لوفیات

مؤلف: خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء، ناشر: دار النشر فرانز شتایز، فیسبادن

۹۱۲۔ الوجیز، مطبوع بر حاشیہ تفسیر نووی

مؤلف: علی بن احمد واحدی (متوفی ۴۶۸ھ)، ناشر: دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر

۹۱۳۔ الوزراء و الکتاب

مؤلف: محمد بن عبدوس الجھشیاری (متوفی ۳۳۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ قاہرہ

۹۱۴۔ الوسط فی الادب العربی و تاریخہ

مؤلف: احمد علی اسکندری (متوفی ۱۹۳۸ء) مصطفیٰ عنانی (متوفی ۱۹۴۳ء)، ناشر: دار المعارف مصر، اٹھارہواں ایڈیشن

۹۱۵۔ الوسیط فی تفسر القرآن المجید

مؤلف: علی بن احمد واحدی (متوفی ۴۶۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۹۱۶۔ الوسیلۃ الی نیل الفضیلۃ

مؤلف: محمد بن علی طوسی معروف بہ ابن حمزہ (از بزرگان قرن ششم)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی، قم

۹۱۷۔ وسیلۃ المآل فی عدۃ مناقب الآل

مؤلف: احمد بن فضل بن محمد باکثیر حضرمی شافعی (متوفی ۱۰۴۷ھ)

مکہ میں ۱۲۸۰ھ کے قلمی نسخے کا عکسی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم میں موجود ہے

۹۱۸۔ وسیلة النجاة

مؤلف: محمد مبین صاحب حنفی (متوفی ۱۳۲۵ھ)، ناشر: مطبعہ گلشن، ھند

۹۱۹۔ الوشیعة فی نقص عقائد الشیعة

مؤلف: موسیٰ جار اللہ (متوفی ۱۳۶۹ھ)، ناشر: مکتبۃ الخانجی، مصر

۹۲۰۔ الوفا باحوال المصطفیٰ

مؤلف: عبد الرحمٰن بن علی معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۹۲۱۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ

مؤلف: علی بن عبد اللہ حسینی شافعی سمہودی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید، ناشر: دار الباز، مکۃ المکرّمۃ

۹۲۲۔ وفیات الاعیان

مؤلف: احمد بن ابی بکر بن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ)، تحقیق: احسان عباس، سن اشاعت: ۱۹۷۰ء، ناشر: دار الثقافۃ بیروت، آفسٹ از دار صادر

۹۲۳۔ وقائع الایام

مؤلف: ملا علی الواعظ ابن عبد العظیم تبریزی (۱۳۲۳ھ میں زندہ تھے)، سن اشاعت: ۱۳۴۰ھ در تبریز.

۹۲۴۔ وقعة صفین

مؤلف: نصر مزاحم منقری (متوفی ۲۱۲ھ)، تحقیق: عبد السلام ہارون، سن اشاعت: ۱۳۸۲ھ تیسرا ایڈیشن، ناشر: المؤسسۃ العربیۃ الحدیثۃ، قاہرہ

۹۲۵۔ یتیمة الدھر فی محاسن اھل العصر

مؤلف: ابو منصور عبد الملک بن محمد بن اسماعیل ثعالبی نیشاپوری (متوفی ۴۲۹ھ)، تحقیق: ڈاکٹر مفید محمد قمیحة، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت

۹۲۶۔ الیقین فی امرة امیر المومنین علی بن ابیطالب

مؤلف: رضی الدین ابی القاسم علی بن موسی بن جعفر بن محمد طاؤس (متوفی ۶۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسة الثقلین و دار العلم، بیروت

۹۲۷۔ ینابیع المودة

مؤلف: شیخ سلیمان بن ابراہیم حسینی بلخی قندوزی حنفی (متوفی ۱۲۷۰ھ)، ناشر: مؤسسة الاعلمی بیروت، پہلا ایڈیشن۔

۹۲۸۔ الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الاکابر

مؤلف: عبد الوهاب (متوفی ۹۷۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۸ھ، ناشر: مطبعة مصطفی البابی الحلبی، مصر

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵/صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸/ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰

''الغدیر'' گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق وتتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضی مطہریؒ: یہ کتاب تمام زہرآگیں پروپیگنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن وسنت کی منطق پر استوار ہے، تشیع پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام آئمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدردانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہیئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدردانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کی علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف وتحقیق میں برسوں زحمتیں برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پرخلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت سے ''کتاب الغدیر'' افق تشیع پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۴۷ھ

وفات: ۲۶/ذیقعدہ ۱۴۲۲ بمطابق ۱۰/فروری ۲۰۰۲

کتاب ''الغدیر'' زمانۂ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدوجزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہیئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت ومشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمٰی ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم لہ نے برصغیر کے حساس موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلخیص کے ساتھ ''الغدیر'' کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے ''نہیں'' کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل وآسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ھ میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نامساعد ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی نیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہو گئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند ''مولانا سید شاہد جمال رضوی'' نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)

گلستان زہرا پبلی کیشنز لاہور